فاعتبروا یا اولی الابصار

بفضل خالق

ذوالجلال والاکرام درین ایام فرخندہ فرجام باعانت سرکار عالی [illegible]

المسمیٰ بہ

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

حصہ اول

از تالیف فاضل ادیب عالم لبیب مورخ محقق مولوی ابوتراب

محمد عبدالجبار خان صاحب صوفی ملکاپوری ثم حیدرآبادی

صدر مدرس عربی فارسی مدرسہ اعزہ

در سنہ ۱۳۲۹ ہجری

در مطبع رحمانی مطبوع گردید

اعلان

فہرست کتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ مؤلفہ مولوی محمد عبد الجبار

۱- محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول - درمیان سلاطین بہمنیہ۔

۲- محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ اول (۶۱۲) صفحہ

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم (۶۳۶) صفحہ۔

زیر طبع

۳- محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن - قریب نصف طبع شد

۴- محبوب الانجمن تذکرہ امرا و وزراء دکن۔

۵- محبوب نو و کہن تذکرہ آثار دکن۔

۶- محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن حصہ دوم درمیان طوائف الملوک

فہرست حصہ اول محبوب الزمن تذکرہ شعرای دکن

حرف بائے موحدہ

تمام شد حصہ اول محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

دکن زندہ کردم بدیں آرزو — کہ نامم بماند درین چارسو

ابو تراب محمد عبدالجبّار خاں صوفی ملکاپوری براری
حیدرآبادی صدر مدرس عربی و فارسی مدرسہ
اعزہ مولف تاریخ دکن

فاعتبروا یا اولی الابصار

بفضل خالق ذو الجلال والاکرام دریں ایام فرخندہ فرجام

باعانت سرکار عالی نظام تاریخ لاجواب

المسمی بہ

محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

از تالیف فاضل ادیب عالم لبیب مؤرخ محقق مولوی

ابو تراب محمد عبد الجبار خان صاحب صوفی ملکاپوری براری

حیدر آبادی صدر مدرس عربی و فارسی مدرسۂ اعزہ

در مطبع رحمانی واقع محلہ بالائی گوڑہ طبع شد
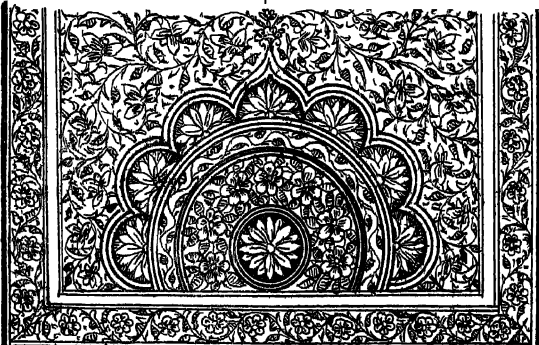
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الانسان اشرف المخلوقات بالعلم والعرفان وکرمہ علی الحیوانات بالنطق والبیان۔ والصلوٰۃ علی افضل الموجودات محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ الطاہرین الکرام وعلی اصحابہ الراشدین العظام اجمعین

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الجبّار خان صوفی ملکاپوری براری حیدرآبادی ارباب سخن کی خدمتمین گزارش کرتاہے کہ میری مؤلفہ تاریخ دکن المسمیٰ بہ محبوب التواریخ متعدد مجلدات پرشامل ہے اور اُسکی ہرایک جلد بذاتہٖ مستقل ایک ایک کتاب یگانہ ہے اور ہرایک کے مضامین بھی جداگانہ۔ ایک کو دوسرے سے تعلق نہین ہے بناءً علیہ مین نے ہرایک جلد کو الگ الگ نام سے نامزد کیا۔ چنانچہ یہہ جلد شعرائے دکن کے تذکرہ پرشامل ہے۔ اسکا نام بھی دوسری جلدون کیطرح عالیجناب فلک انتساب خورشید رکاب جمشید قباب صاحب جود وکرم بلند حوصلہ و عالی ہمم رعایا پرور فیض گستر قدردان علم و ہنر مربّی شعرائے سخنور اعلیحضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی میر محبوب علیخان

فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر ششم خلد اللہ ملکہ کے نام نامی سے معنون کر کے محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن کہا۔ اس تذکرہ مین وے شعرا درج کیئے گئے جو دکنی المولد والمنشا ہین۔ یا وہ شعرا جو دکن مین آئے۔ خواہ یہان فوت ہوے ہون یا دیگر بلاد مین۔ اور مین نے اس تذکرہ مین شعرا سے اُن شعرا کو درج کیا جو مشاہیر سے گذرے خواہ وہ متقدمین سے ہون یا متاخرین سے بترتیب حروف تہجی لکھا تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے حال دیکھنے مین دقت نہو۔ وبتوفیق اللہ المستعان وعلیہ التکلان

باب الالف

آصف

عالیجناب میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر اوّل بانی ریاست دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن

آپ کی نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے پہنچتا ہے۔ اور حضرت کا سلسلہ خلیفہ امیر المومنین ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپکے جد مادری عالیجناب سعد اللہ خان بہادر صاحب قران شاہجہان بادشاہ ہند کے وزیر اعظم اور جد پدری حضرت شیخ الاسلام خواجہ عابد المخاطب بہ قلیچ خان بہادر تھے آپکے جد بزرگوار شاہجہان کے آخر عہد مین سمرقند و بخارا سے بتقریب زیارت حرمین شریفین ہند مین آئے۔ شاہجہان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے آپکی بہت تعظیم و تکریم کی نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ ملا۔ لب فرش تک مسند سے اُٹھہ کے استقبال کیا۔ اول ہی ملاقات مین چھہ ہزار روپیہ بطور مژدۂ قدم و دست پیشکش فرمایا۔ اور مہمان عزیز کو بادشاہی منزل مین اوتارا۔ اور مہمانی کا اہتمام

؎ از تجلیۃ الذاکرین ۱۲

نہایت تجمل و شان سے ادا کیا گیا۔ آپکے ہمرکاب مریدین و طالبین تقریبًا ایک سو سے
زیادہ تھے۔ تمام کے ساتھہ حسن سلوک کیا۔ پھر شاہجہان نے دوسری ملاقات مین
آپسے درخواست کی کہ آپ یہان تشریف رکھین۔ اور اہل ہند کو اپنے فیض سے
سرفراز فرمائین۔ آپ عالم فاضل فقیہ کامل جامع علوم معقول و منقول تھے۔ اور
بخارا مین شیخ الاسلام و صدر الاسلام کے لقب سے ملقب تھے اور بخارا مین مدتک
نذر محمد خان اور اسکے فرزند سبحان قلی خان کے عہد مین صدر عدالت رہے۔ آپنے
بادشاہ کے اصرار سے ہند مین سکونت اختیار کی منصب چار صدی سے سرفراز کرکے شاہزادہ
عالمگیر کی اتالیقی پر مقرر فرمایا۔ آپ شاہزادہ کی رفاقت مین رہے۔ شاہزادہ صوم و صلوۃ کا
پابند تھا۔ اور خواجہ صاحب بھی دین و اسلام کے آشفتہ۔ شاہزادہ آپکی مصاحبت سے
بہت خوش ہوتا تھا۔ آپکی تعظیم و تکریم مین مبالغہ کرتا تھا۔ جب شاہزادہ دکن مین آیا آپ بھی
ہمراہ آئے۔ خواجہ صاحب باغ فرمان باڑی برہانپور مین باضافہ دو صدی خطاب خانی سے مشرف
ہوکے فراغت کے ساتھہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین دارا شکوہ بسبب بیماری
بادشاہ وکالتًا امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اور عالمگیر کے وکیل عیسی بیگ کو جو
حضور مین رہتا تھا قید کیا اور اسکا گھر ضبط کرلیا۔ اور جسونت سنگہ اور قاسم خان کو
عالمگیر کے روکنے کیلئے بھیجا۔ عالمگیر دکن سے مع جمعیت بہ بہانہ عیادت پدر بزرگوار
روانہ ہوا۔ دار الفتح اجین مین دونون سے مقابلہ کیا۔ عالمگیر کامیاب ہوا دونون
شکست پاکے چلے گئے۔ آپنے جسونت کے مقابلہ مین دلیرانہ کام کئے۔ اور مخالفین کو بھگا دیا
منصب ہزاری پانسو سوار سے سرفراز ہوئے۔ پھر جین مین باضافہ ہزاری و دو صد
سوار دو ہزاری ہفتصد سوار سے سربلند ہوئے۔ پھر آپ سنہ ۱۰۷۱ ہجری مین بجائے شیخ میرک صدر کے

صدر ہوئے۔ خواجہ کی پارسائی و پرہیزگاری مشہور تہی۔ عوام الناس خواجہ کے
عدل و انصاف سے بیحد خوش تہے۔ پہر آپ سنہ پنجم عالمگیری مطابق ۱۰۷۲ہجری مین با
مع اصل و اضافہ بمنصب سہ ہزاری پانصدی ہزار و دو صد سوار سے سرفراز ہوے
اور ۱۰۷۳ہجری مین باضافہ ہزار و شش صد سوار و خلعت و فیل صوبہ داری اجمیر سے
ممتاز ہوئے۔ اور سنہ چہاردہم عالمگیری م ۱۰۸۲ہجری مین صوبہ داری ملتان پر سربلند
ہوئے اور سنہ ۱۸ عالمگیری م ۱۰۸۵ہجری مین ملتان سے حضور مین بلائے گئے۔
اسی سال مین آپ امیر حاج ہوکے حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور ۱۰۹۰ ہجری
مین غائبانہ مخاطب بہ قلیچ خان ہوئے۔ اور بادشاہ نے ایک اسپ تازی با ساز
طلا میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ کے سپرد کیا کہ بندر سورت
مین خواجہ کے پاس بہیجو۔ پہر سنہ مذکورہ مین سورت سے آنیکے بعد خلعت صدارت سے
سربلند ہوئے اور ۱۰۹۳ہجری مین خلعت خاصہ و اسپ نقارہ سے بلند آوازہ
ہوکے عالمگیر کے ہمراہ دکن مین آئے۔ خافیخان نے لکہا کہ سنہ مذکورہ مین عالمگیر نے
خواجہ صاحب کو ابو الحسن تاناشاہ کے پاس سفارۃً بہیجا تہا۔ پہر آپ ۱۰۹۶ہجری
مین ظفرآباد کے صوبہ دار ہوئے۔ قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین پدر و پسر دونون
عالمگیر کے ہمرکاب تہے۔ گولکنڈہ کے معرکہ مین نمایان کام کئے۔ آخر
۱۰۹۸ہجری مین قلعۂ مذکور کے محاصرہ مین خواجہ کے دہنے ہاتہ پر زنبورک کا
گولہ پہنچا۔ خواجہ باستقلال تمام گہوڑے پر سوار خیمہ مین آئے۔ ایسے مستقل
مزاج و قوی دل تہے کہ ضرب گولہ کی کچہہ پروا نہین کرتے تہے۔ جملۃ الملک اسدخان وزیر
حسب الحکم بادشاہ آپکی عیادت کیلئے آئے۔ اسوقت جراح استخوان شکستہ کے ریزے زخم سے بر چن رہا تہا

خواجہ صاحب فراغت سے مسند پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مقربین سے باتین کر رہے تھے قہوہ کا دور چل رہا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ جراح ٹانکے لگا ہوا لا ہوشیار ہلگیا ہے دو تین روز کے بعد بتاریخ چہارم ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ گولکنڈہ کے قریب حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلہ پر مدفون ہوئے۔ مزار روضہ متبرک ہر سال آپکا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب سخی المزاج تھے مکہ و مدینہ مین بیشمار روپیہ مجاورین و شرفا کے لئے بھیجتے تھے۔

اور آپ کے والد ماجد یعنی میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ بہادر باپ کی رحلت کے بعد رفتہ رفتہ منصب ہفت ہزاری تک ترقی کی۔ اور غازی الدینخان فیروز جنگ عالمگیری امرامین اکبر الامرا شمار کئے جاتے تھے۔ عالمگیر آپ کو بڑی عظمت و محبت سے دیکھتا تھا۔ دکن کے معرکون مین آپکی جان نثاری عرقریزی و دلیری دیکھکے فرزندون سے زیادہ چاہتا تھا۔ جب آپکی کوشش و جان فشانی سے بیجاپور کی فتح حاصل ہوئی۔ اسوقت آپکے خطاب کے ساتھہ فرزند ارجمند کا فقرہ اضافہ فرمایا۔ رقعات مین لکھتا ہے (فرزند بے ریو ورنگ غازی الدینخان فیروز جنگ بہادر) بیجاپور کے معرکہ مین دکنیون نے عالمگیری لشکر مین رسد کی آمد و رفت بند کر دی تھی لشکر مین بسبب عدم غلہ و دانہ کے کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ تمام بیقرار و جان بلب ہو رہے تھے۔ عالمگیر رسد کے نہ پہنچنے کی خبر سے نہایت ہی بیچین و بیقرار تھا۔ رات کے آٹھہ بجے فیروز جنگ کو بلایا اور رسد پہنچانیکی بابت کہا۔ فیروز جنگ بہادر اسیوقت مستعد ہوئے مع جمعیت و رسد ہمراہ لیکر عالمگیری لشکر مین مخالفین سے قتال و جدال کرتے ہوئے قریب چار بجے صبح کے پہنچے۔ رسد لشکر مین تقسیم کر کے فی الفور عالمگیر کے پاس آ گئے۔

از فتحیہ ۱۳۱۵ھ

اور عالمگیر کو رسد پہنچانیکی خبر دی۔ اُسوقت عالمگیر بہت ہی خوش ہوا۔ اور فیروز جنگ
کی تعریف و تحسین کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ اور دو رکعت شکرانہ ادا کر کے
دعا چاہی۔ خدایا آج تیموریہ خاندان کی جسطرح غازی الدینخان فیروز جنگ نے عزت
و آبرو بچائی۔ اُسیطرح تو اُسکے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک قائم رکھیو
دیکھو عالمگیر کی اس دعا سے کسقدر آصفیہ خاندان کی عظمت و بزرگی ثابت ہوتی ہے
آپ عالمگیر کی رحلت کے بعد شاہ عالم کے عہد مین گجرات کی صوبہ داری پر
مقرر ہوئے۔ آخر آپ نے سنہ ۱۱۲۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاویدانی کیطرف
رحلت کی۔ آپ[سلہ] کے خلف الصدق عالیجناب فلک انتساب فردوس آرامگاہ حضرت
آصفجاہ بادشاہ دکن ہین۔ آپکا اصلی نام میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ بہادر
خطاب ہے و آصف تخلص ہے۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۸۲ ہجری مین ہندوستان مین
واقع ہوئی۔ ولادت کی تاریخ بحساب جمل (نیک بخت) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا
نشو و نما آسائش و آرام کے گہوارہ مین ہوا۔ ناز و نعم کیا تہہ آپکی تربیت ہند کی
آب و ہوا کی آغوش مین ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے آغاز مین آپکی تعلیم
و تربیت عرب عجم و ترک و ہند کے علمائے افاضل و فضلائے اکابر سے شروع
ہوئی۔ آپکے والد ماجد عالیجناب میر شہاب الدین المخاطب غازی الدینخان بہادر نے
تعلیم و تربیت کا عمدہ اہتمام کیا تہا۔ اور اخلاق و آداب کی درستی کیلئے برگزیدہ
و پسندیدہ ہوشیار و تجربہ کار عمر رسیدہ اتالیق و ادب آموز متعدد مقرر کئے تہے
خلد مکان عالمگیر بادشاہ بہی آپکے حالات و آثار دیکھکے سمجھتا تہا کہ یہہ ہونہار ہے تاکید مزید
کرتا تہا۔ کہ تعلیم علوم کا انتظام عمدہ طرح سے ہونا چاہئے۔ اور حکم کیا کہ میر قمر دین کو

[سلہ] از احکام البلاد والحکام ۱۲

ہر ہفتہ مین ایکبار سلام و کورنش کیلئے ہمارے پاس پہنچتے رہین۔ چنانچہ فیروز جنگ بہادر ہمیشہ فراغ تحصیل تک حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ جب آپ عالم شباب مین علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوے اور بزرگان سلف کی طرح معقول و منقول و فقہ و اصول مین ایسی لیاقت و مہارت حاصل کی کہ اقران و امثال سے فائق و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تھے۔ عربی فارسی و ترکی و ہندی زبان مین استعداد کامل رکھتے تھے۔ فاضل و ہیبت عالم لبیب تھے۔ ہر ایک زبان مین نظم و نثر لکھنے مین ملکۂ تامہ و مدرکۂ کاملہ رکھتے تھے۔ فتوحات آصفیہ کے مولف نے تعلیم و تربیت کے محل مین لکھا کہ مولانا احمد یار خان مخاطب بہ ترکی خان آپکے اتالیق تھے ترکی زبان آپکو سکھلاتے تھے۔ مرآت الصفا کے مولف نے لکھا کہ آپ موزون الطبع تھے شعر گوئی و شاعری کے آشفتہ تھے۔ مرزا عبد القادر بیدل سے اصلاح کلام فرماتے تھے ذکاوت و سنجیدگی طبع خداداد تھی جو کچھ آپکے زبان و قلم سے کلام موزون و مضمون بلاغت مشحون نکلتا تھا۔ نہایت ہی شستہ و صاف ہوتا تھا۔ اصلاح غیر کا محتاج نہین ہوتا تھا۔ اس فن کے اساتذہ آپکا لوہا مانتے تھے۔ بجز تحسین و آفرین کچھ نہین کہتے تھے واقعی آپکے دو دیوان فارسی ضخیم جو مطبع سرکار آصفیہ مین اعلیحضرت بندگانعالی متعالی کے حکم سے مطبوع ہوئے مین اُن سے ہمارے معزز مورخین کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے مولف فقیر کے پاس دونون دیوان موجود مین اُن کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہون ناظرین کیلئے بطور نمونہ ہر ایک دیوان سے اشعار انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون تا کہ ناظرین آپکے تبحر علم و مذاق شاعری سے واقف ہو جائین اور اُن کو اسبات کی پوری تصدیق ہو جائے کہ آپ عالم و حکیم و صوفی تھے۔ آپ ابتدا مین شاکر تخلص اشعار مین لکھتے تھے

از خزانۂ عامرہ ۱۲

اس دیوان کے اشعار تقریباً دو ثلث تصوف و معرفت کے مضامین مین ڈوبے ہوئے ہین
ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہین - اور ہر ایک فقرہ سے فقیری
و خاکساری کے کنوز عیان ہین - اور بعض اشعار سے اولیاء کرام و اتقیاء عظام کے
ساتھہ آپکی حسن عقیدت و ارادت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے نصائح و پند و حکم
و امثال پائی جاتی ہین - اور ہمدردی و رحم دلی غربائے بی سروسامان کے ساتھہ
معلوم ہوتی ہے - علی ہذا القیاس دوسرے دیوان کے اشعار بھی جسمین آصف تخلص
فرماتے ہین مضامین متفرقہ علی الخصوص تصوف کا خزینہ ہے) اور آپنے معشوق حقیقی کے
خط و خال و ابروئے رشک ہلال و چشم غیرت غزال و رخسارہ مہ پارہ کی توصیف
و تعریف مین عالم عالم مضامین رنگین گلشن گلشن معانی شیرین سے صفحات کتاب کو
رشک فردوس برین بنادیا - اور استعارات و تشبیہات کے لباس زرین سے ایسا
آراستہ کیا کہ از رنگ چمن کہا دیا - آپکے دونو دواوین کی عبارت فارسی سلیس
بامحاورہ مثل اہل زبان ہے - میرے نزدیک ایک گلستان دیگر بوستان ہے - بعینہ
این زمانہ میرے کلام پر قہقہہ مارینگے - اور کہینگے کہ مولوی صاحب نے تملقاً مبالغہ
کیا ہے - واقع مین مبالغہ نہین ہے غور سے ملاحظہ کرین منصفانہ داد دین -
آپکے دو دواوین کی نسبت مین نے جو کچھہ لکھا امر بدیہی ہے برہان و دلیل کا محتاج نہین
اب مین یہان سے آپکی حکمرانی و کامرانی و عطیہ سلطانی و تعلق سلاطین تیموریہ
گورگانی وغیرہا کی کیفیت بطور گوشوارہ مشتے نمونہ از خروارہ گزارش کرتا ہون
تاکہ ناظرین آپکے مجمل حال سے واقف ہو جائین - یہان تفصیل و تشریح کا محل
موقع نہین ہے - جسمین آپکا تفصیلی حال شرح و بسط کے ساتھہ محجوب العلمن

تذکرۂ سلاطین دکن کی تیسرے حصہ مین پورے طور سے لکہا ہے جو شائق ہوگا وہان ملاحظہ کریگا - احوال الخواقین کے مولف نے لکہا کہ آپ خلد مکان عالمگیر کے عہد مین عالم شباب مین چین قلیچ خان خطاب و منصب پنجہزاری سے سربلند ہوئے - اور بادشاہ موصوف کے آخر عہد مین بیجاپور کی صوبہ داری پر سرفراز اور شاہ عالم کے زمانہ مین خاندوران بہادر خطاب و صوبہ داری اودہ سے ممتاز ہوئے - پہر آپنے چند روز بسبب ناواقفیت امرائے سلطنت منصب و امارت ترک کرکے درویشی اختیار کی گوشۂ عافیت مین معتکف ہوئے - یہہ امر آپنے حکمت عملی و دانائی سے اسلئے اختیار کیا تہا کہ اسوقت شاہزادگان عالمگیر مین فتنہ و فساد برپا تہا - ہر ایک سلطنت کا مدعی بن رہا تہا - امرا اغراض نفسانی کے سلاسل مین بندہے ہوئے تہے - کوئی کسیکی نہین سنتا تہا - فتنہ کا بازار گرم تہا - ایسے ہنگامۂ بیجا مین آپ درویشی و گوشہ نشینی اختیار نکرتے تو کیا کرتے آپ گوشہ مین بیٹہہ کے تاک رہے تہے کہ کیا کرنا چاہیئے - آپ اگرچہ بظاہر گوشہ نشین و فقیر لباس ہوگئے تہے - لیکن منتظر تہے کہ اونٹ کروٹ بدلے - پہر آپ جہاندار شاہ کے اصرار سے گوشہ ترک کرکے حضور مین آئے - اصل منصب و خطاب سے سرفراز ہوئے اور محمد فرخ سیر کے سنہ جلوس کے ابتدا مین فتح جنگ نظام الملک بہادر خطاب و ہفت ہزاری منصب و صوبہ داری دکن سے سربلند ہوئے - چند روز کے بعد دکن کی صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علیخان کے تفویض ہوئی - آپ دار الخلافہ مین پہنچے - مراد آباد کی حکومت پر مقرر ہوئے - پہر آپنے رفیع الدرجات کے عہد مین مالوہ کی صوبہ داری پائی آخر آپ نے امرائے حضور سے نفاق و کینہ کی بو قوت شامہ سے محسوس کی بیدل و پریشان ہوئے - اور دل مین عزم بالجزم کیا کہ ملک دکن کو جو ایک صفحۂ بزر ریختہ ہے -

اور امرائے حضور کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے ملک زر خیز مین غنیم مرہٹہ کی مداخلت ہو جائیگی - ایسا زرخیز ملک ہمارے اہل اسلام کے دست قدرت سے چلا جائیگا تسخیر کرنا چاہیے تاکہ اسلام کے قبضہ مین رہے - بناءً علیہ آپ سنہ گیارہ سے تعیس[۲۳] ہجری مین مالوہ سے دکن کی طرف متوجہ ہوئے - ورد ہا سے عبور کر کے اولاً قلعہ آسیر پر پہنچے - اُسوقت سید طالب علیخان سادات بارہ سے قلعدار تہا - آپنے قلعہ کو سید موصوف سے صلحاً مسخر کیا کشت و خون کی نوبت نہ آئی - اُسیطرح شہر برہانپور کو محمد انور خان صوبہ دار سے تسخیر فرمایا - دونون مقامون سے بیشمار زر و سامان رسد ہمدست ہوا - پہر تیرہ تاریخ ماہ شعبان سنہ مذکورہ مین آپنے سید دلاور علیخان برادرزادہ حسین علیخان امیر الامرا سے جو آپ سے محاربہ کے لئے بتر غیب سادات بارہ دار الخلافہ سے مقرر ہو کے آیا تہا موضع حسن پور علاقہ سرکار ہنڈیہ مین قتال و جدال کے بعد فیروزی و کامیابی پائی - دلاور علیخان مقتول ہوا سادات بارہ کی فوج درہم برہم ہوگئی - آپنے کامیابی کے بعد بلدہ برہانپور مین مراجعت کی - پہر چہٹی تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین سید عالم علیخان برادرزادہ امیر الامرا حسین علیخان سے جو صوبہ دکن کا نائب تہا - بالا پور ضلع برار کے اطراف مین سخت معرکہ ہوا - بفضل خدا اس معرکہ مین بہی آپکو فتح و فیروزی حاصل ہوئی - اور عالم علیخان مقتول ہوا - سادات بارہ کا طبقہ درہم برہم ہوگیا - ان کے اقبال مین زوال آیا - انہین ایام مین اعتماد الدولہ محمد امین خان جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا وزیر ہوا تہا فوت ہوا - سنہ ۱۱۳۳ ہجری مین آپ حضور مین بلائے گئے - آپ حسب الطلب دار الخلافہ مین پہنچے - پانچوین تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین خلعت وزارت سے ممتاز ہوئے - حاسدین رشک حسد کی آگ سے جلنے لگے - اور آپ جو انتظام کرنا چاہتے تہے

اُسکے مخالف ہوتے تھے اور بادشاہ کو غیرواقع سمجھا کے آپکے نسبت بدگمان کرتے تھے
بعض نے رشک سے وزارت سست - تاریخ کہی - آپنے سنتے ہی فی البدایہ جواب مین
تاریخی فقرہ کہا کہ وزارتم بتحمل - انہین ایام مین معزالدولہ حیدرقلیخان اسفرا ینی
ناظم گجرات نے بغاوت اختیار کی - فردوس آرامگاہ محمد شاہ نے صوبہ داری گجرات
و مالوہ کو وزارت و امارت دکن کا ضمیمہ کرکے آپ کو سرفراز فرمایا - اور حیدرقلیخان کا
مہم آپکے سپرد کیا - آپ حسب الحکم فی الفور جہابودہ قریب گجرات مین پہنچ گئے -
حیدرقلیخان مقابلہ کی تاب لا کے مجنون بنگیا مقابل نہین ہوا - پھر آپ اپنے
عم بزرگوار حامدخان بہادر کو نیابتاً صوبہ داری گجرات پر مقرر کرکے صوبہ مالوہ مین
آئے - مالوہ کی صوبہ داری پر عظیم اللہ خان بہادر اپنے پھوپوزاد بھائی کو نیابتاً متعین کرکے
دارالخلافہ مین مراجعت کی - بادشاہی امرا آپکی وزارت کے مخالف تھے - لہذا بادشاہ کو
خلاف واقع سمجھا کے ورغلایا اور آپکے جانب سے بدگمان کیا - بادشاہ نے دکن کی
صوبہ داری آپ سے تغیر کرکے مبارزخان ناظم حیدرآباد کے تفویض کی - اُسوقت
آپنے حضور مین عرض کیا کہ دارالخلافہ کی آب ہوا میری مزاج کے مخالف ہے - اور
مرادآباد کی ہوا موافق ہے - مرادآباد جانیکی رخصت عطا کیجئے - آپ کی درخواست
حضور مین منظور ہوی - آپ سرعت و عجلت کے ساتھہ دکن کے طرف روانہ ہوئے
تہوڑی مدت مین دکن پہنچ گئے - ۱۱۳۷ ہجری محرم کی تیسری تاریخ مقام شکرکھیڑہ
برار مین مبارزخان صوبہ دار دکن سے مقاتلہ و مقابلہ ہوا - مبارزخان مع فرزندان
مقتول ہوا - تمام ملک دکن آپکے قبضۂ اقتدار مین آگیا کوئی مانع و مزاحم نہین رہا
بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی صوبہ گجرات پر مبارزالملک سربلندخان تونی -

اور صوبہ مالوہ پرگردہر بہادر کو مقرر فرمایا۔ پھر چند ایام کے بعد فردوس آرامگاہ محمد شاہ آپ کی دلجوئی و دلداری کرنے لگے۔ سنہ ۱۱۳۸ گیارہ سو اڑتیس ہجری مین آصفجاہ خطاب سے سرفراز فرمایا۔ پھر سنہ ۱۱۵۰ ہجری مین دوبارہ بمبالغہ تمام دار الخلافہ مین بلایا۔ آپ حسب الطلب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ خلف الصدق کو نیابتًا دکن مین مقرر کرکے بادشاہ کے حضور مین روانہ ہوے۔ آخر ربیع الاول سنہ مذکورہ مین دار الخلافہ مین داخل ہوے دو مہینہ کے بعد بادشاہ نے آپ کو غنیم کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور اکبرآباد و مالوہ کی صوبہ داری عطا کی۔ آپ اکبرآباد آئے محی الدین قلیخان کو جو سعد اللہ خان وزیر کے بنائر اور آپ کے قرابتداروں سے تھے۔ اکبرآباد کی صوبہ داری پر نیابتًا مقرر فرمایا اور آپ عازم مالوہ ہوئے۔ رستہ مین دریائے چنبل کے کنارے بہت تکلیف سہنی پڑی پائین اکبرآباد دریائے جمنا سے عبور کرکے مشرقی جانب روانہ ہوئے۔ اٹاوہ ہوتے ہوے پائین کالپی دوبارہ دریائے جمنا سے گذر کے ملک بوندیلہ مین آئے۔ بوندیلہ کا راجہ مع جمعیت ہمرکاب ہوا۔ منازل طی کرتے ہوئے بھوپال مین پہنچے۔ باجی راو مرہٹہ با فواج سنگین دکن سے برآمد ہوا۔ ماہ رمضان سنہ مذکورہ مین بھوپال کے اطراف مین باہم جنگ جدل کی آگ مشتعل ہوئی۔ طرفین مقابلہ مین برابر ہم پلہ تھے کسیکی شکست و کشائش نہین تھی۔ کہ نادرشاہ کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی۔ آپ نے ایسے وقت مین صلح کو جنگ پر ترجیح دی باہم جلد صلح کرکے دار الخلافہ مراجعت کی۔ نادرشاہ سے معرکہ ہونیکے بعد آپ ہی کے توسل سے باہم صلح ہوئی بہ نسبت امرائے دیگر بادشاہ نے آپ کے ساتھہ بہت حسن سلوک فرمایا۔ آپ کی بزرگی و دانائی کی تحسین کی۔ دہلی کا قتل عام آپ ہی کی عذرخواہی و سفارش سے

معاف ہوا۔ امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کے مقتول ہونیکے بعد امیر الامرائی کا منصب آپکے دیگر مناصب کا ضمیمہ ہوا۔

اُنہین ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے مفسدین کے ورغلانے سے خلاف وبغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ آپ حضور بادشاہ سے رخصت لیکر فرزند دلبند کی اصلاح کے لئے سنہ ۱۱۵۳ ہجری مین وارد دکن ہوئے۔ بیسوین تاریخ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین اورنگ آباد کے اطراف مغربی جانب پدر و پسر کے فیمابین جنگ واقع ہوا۔ نظام الدولہ زخمی ہوکے پدر مہربان کے ہاتھہ آیا۔ پند و نصائح کے بعد قصور معاف کیا۔ سنہ ۱۱۵۶ ہجری مین کرناٹک کی تسخیر کا عزم بالجزم کیا۔ اول ترچناپلی کے قلعہ پر محاصرہ کرکے فتح کیا۔ اور ملک رکاٹ کو قوم نوائط سے مسخر فرمایا۔ سنہ ۱۱۵۷ ہجری مین قلعہ بالکنڈہ علاقہ حیدرآباد پر محاصرہ کرکے مقرب خان دکنی کے ہاتھہ سے مسخر کیا آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین برہانپور مین آئے۔ بیمار تھے سنہ مذکورہ مین فردوس برین روانہ ہوے نعش مبارک کو برہانپور سے روضہ خلدآباد مین لاکے حضرت شاہ برہان الدین غریب کے پائین قبر دفن کئے۔ یزار و یتبرک۔ آپکا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ فقرا و مشایخ کو طعام دیا جاتا ہے۔ اسی سال محمد شاہ بادشاہ و اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر نے عالم بقا کو رحلت کی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی[۱] نے تاریخ موزون کی ~~

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند فتاد حیف سہ دُرّ یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ نماند شاہ زمان و وزیر آصف دہر

آپ[۲] دولت تیموریہ کے اعاظم امرا سے تھے۔ عالمگیر کے تربیت یافتہ۔ عالمگیر کے زمانہ سے محمد شاہ کے آخر زمانہ تک امارت و وزارت کی صدارت پر صدر نشین رہے

۱ از سرو آزاد بلگرامی ۱۲ ۲ از تاریخ تحفۃ الخواتین ۱۲

تقریباً تیس برس تک شش صوبجات دکن کی حکومت پر حکمران رہے۔ محمد شاہی دربار مین
اکثر امرا آپکے قرابتدار تھے۔ تمام آپکی خدمت مین نیازمندانہ تسلیم بجالاتے تھے۔ دربار شاہی
مین عقیل و فہیم و متین باوقار و تمکین اگر تھے تو آپ ہی تھے۔ آپکا نظیر کوئی نہین تھا
اکثر امرا آپسے رشک و حسد کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھہ حسن سلوک فرماتے تھے
دوست و دشمن کے ساتھہ ہمدردی و مساعدت کرنے مین کوتاہی نہین فرماتے تھے۔
علما و صلحا و فقرا کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ہر ایک آپکے عطیۂ عام سے بقدر قسمت
پاتا تھا۔ عرب و عجم و ماوراءالنہر و خراسان و سمرقند و بخارا و ہندوستان سے آپکی
خدمت مین آتے تھے۔ آپکے خوان کرم سے سیراب و تازہ ہوتے تھے۔

آپکے یادگار دکن مین متعدد عمارات ہین۔ برہانپور کی شہرپناہ جو آپنے سنہ ۱۱۴۱ ہجری
مین تیار کی۔ دوم نظام آباد کی آبادی۔ و مسجد و کاروان سرا و دولتخانہ۔ وہان عیدگاہ
کو تعمیر کیا کہ ربِّ اجعل ھذا بلدًا آمنًا سے تاریخ ختم تعمیر و آبادی برآمد ہوتی ہے
یعنی سنہ ۱۱۴۲ ہجری۔ سوم حیدرآباد کی شہرپناہ کی تکمیل کی۔ چہارم ہرسول کی نہر
جو عنبر کے زمانہ سے جاری تھی ازسرنو اُسکی ترمیم و تعمیر کرائی۔ بعض مورخین نے
لکھا کہ آپنے عنبری نہر کے سوا علیحدہ ایک نہر تعمیر کی۔

فہرست امراء آصفجاہی جو دہلی سے دکن مین ہمرکاب آئے ہین

(۱) معز الدولہ صلابت جنگ نواب حامد خان عم آصفجاہ۔ (۲) نصیر الدولہ عبدالرحیم خان عم دوم
(۳) عوض خان عضد الدولہ قسورجنگ شوہر عمہ آصفجاہ۔ (۴) رعایت خان ظہیر الدولہ
برادر محمد امین خان اعتماد الدولہ وزیر محمد شاہ۔ (۵) متوسل خان رستم جنگ بہادر داماد آصفجاہ

از تاریخ فتحیہ ۱۲

[6] ہدایت محی الدین مظفر جنگ آصفجاہ بہادر اول - [7] قادر داد خان عرف شیخ نور اللہ انصاری
[8] مرزا اسد خان نبیرہ سعد اللہ خان وزیر برادر علامی متوسل خان - [9] طالب محی الدین خان
نبیرہ سعد اللہ خان وزیر برادر متوسل خان - [10] حسن محی الدین بن محی الدین خان
[11] حفیظ الدین خان - [12] محمد سعید خان پسران عنایت خان نبیرہ لطف اسد خان مرحوم
[13] محتشم خان بہادر - [14] حشمت اسد خان - [15] ارادت خان بن میر ہدایت اللہ خان
[16] ہدایت اسد خان - [17] میر حافظ خان بن ہدایت اسد خان - [18] خدا بندہ خان نبیرہ
شائستہ خان امیر الامرا - [19] محمد عنایت خان - [20] رحیم اسد خان بن عنایت خان
[21] عزیز بیگ خان - [22] خواجہ عبد اللہ خان - [23] خواجہ سعد الدین - [24] ابتدا خان عزیز ایچی
[25] شیخ عاقل خان کنبوہ - [26] محمد انور خان - [27] میر مرزا خان - [28] میر سیف الدین خان - [29] رحیم سکنجان
[30] میر اسمعیل المخاطب میر مسافر خان - [31] برقنداز خان - [32] پورنچند دیوان - [33] مرزا محمد
[34] حکیم عبد الحسین خان - [35] صف شکن خان مجاہد جنگ - [36] میر اعظم ارادت خان
ہاشم قلیخان عرف میر محمد - [37] ہاشم جرأت تخلص - [38] شیخ محمد انور مراد آبادی - [39] محمد عاقل خان
عاقل تخلص - [40] محمد امین خان متخلص بہ مطلع - [41] حکیم محمد امین الدین اصفہانی
[42] حکیم محمد جعفر شیرازی - [43] حکیم محمد اصفہانی - [44] حکیم جعفر ثانی - [45] محمد ولایت -
[46] محمد نیابت - [47] مرحمت خان بن امیر خان - [48] طالب علیخان - [49] حکیم محمد تقی خان
[50] رحیم خان مغل رفیق قدیم - [51] فتح اسد خان بہادر عالمگیری - [52] فتحیاب خان برادر زادہ
فتح اسد خان - [53] راو رنبھا بنالکر - [54] سید جمال خان بن قسورہ جنگ - [55] شیخ ابو الخیر خان
[56] محمد غیاث خان بہادر - [57] علی اکبر خان - [58] فدوی خان - [59] سیادت خان - [60] ریاست خان
[61] اسد اللہ خان بن عمدۃ الملک امیر خان - [62] عنایت اسد خان - [63] اسمعیل خان خویشگی

کنور جانچند بہادر بن راجہ سترسال ۔ خواجم قلیخان ۔ بہادر دلخان قلماق ۔ راجہ گوپال سنگہ ۔ ہمت یار خان ۔ بایزید خان ۔ منور خان خویشگی ۔ ترکتاز خان باجیراو ۔ راجہ ساہو ۔ سید غضنفر علیخان ۔ رائے سلطانجی نبالکر ۔ عبد المجید خان عبد اللہ خان ۔ طاہر خان ۔ عطایار خان ۔ محمد یوسف خان تورانی سولف تاریخ فتحیہ عبد الفتاح خان ۔ عبد العزیز خان ۔ میر محمد عبد الرزاق خان ۔ میر صفی اللہ خان میر شمس الدین خان ۔ لشکر خان ۔ سید شریف ۔ میں نے ان تمام امرا کے حالات چوتھی جلد محبوب الخمن تذکرہ امرائے دکن میں لکھے ہیں ۔

مشائخ وقت معاصر آصفجاہ مرحوم

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ۔ میان شیخن ۔ شاہ محمود نقشبندیہ ۔ شاہ سلیمان شاہ نور اللہ ۔ شاہ محمد علی ۔ میر محمد ماہ ۔ غلام حسن قادری ۔ شاہ یونس درویش سید شاہ علی ۔ میان یار محمد ۔ شاہ محمد یم وغیرہم قدس سرہم اجمعین ۔

آپ کی اولاد

شش پسر ۔ پنج دختر ۔ کل (۱۱)

محمد شاہ المخاطب بہ غازی الدینخان فیروز جنگ ثانی ۔ میر احمد المخاطب نظام الدولہ ناصر جنگ ۔ میر محمد خان المخاطب صلابت جنگ ۔ میر نظام علیخان اسد جنگ خواجہ شریف خان بہادر بسالت جنگ ۔ میر مغل علیخان بہادر ۔ دختر اول مسمی خیر النسا بیگم منکوحہ متوسل خان ۔ دوم منسوب با خلاص خان بن سعد اللہ خان سوم با میر ابراہیم خان بن امیر کلان خان قلعدار بیدر ۔

ناصر جنگ کی دو ہمشیرہ حقیقی کی نسبت کس سے ہوئی ۔ معلوم نہیں ہوا ۔

انتظام مملکت

آپ جب دکن مین دلاور علیخان و عالم علیخان و مبارز خان کے مقابلہ و مقاتلہ سے
فارغ ہوئے۔ تب انتظام مملکت کے طرف متوجہ ہوئے۔ اُسوقت دکن کے تمام بلاد
و قصبات و دیہات مین محمد شاہی امرا و افاغنہ کرنول و شاہنور۔ و کڑپا و غیرہا
بلاد مذکورہ پر قابض و متصرف تہے۔ مالکانہ تصرف کرتے تہے۔ اگرچہ اونکو ملک سے
دیہات و قصبات بصیغہ جاگیر دئے گئے۔ لیکن وے اُسکو جاگیر التمغا یعنی جاگیر
نسلاً بعد نسلٍ تصور کرتے تہے۔ اور بادشاہ کو سالانہ بطور پیشکش و نذرانہ کسیقدر رقم
بہیجدیتے تہے۔ اور امرا و وزرا کو بہی تحائف و نذرانہ معقول دیکے فراغت سے من بہاتے
حکمرانی کرتے تہے۔ بیچارہ رعایا اُن کے تابع و مطیع تہی۔ رعایا مظلوم کی دادرسی و فریادرسی
کی کوئی سبیل نہین تہی۔ افاغنہ سیاہ و سفید کے مالک تہے۔ آپکو باوجود کامیابی دکن
مین امرائے بادشاہی و افاغنہ مرفوع القلم کا تابع کرنا دکن کے معرکون سے زیادہ مشکل
مسئلہ تہا۔ آپنے دانائی و حکمت عملی و بردباری کا طریقہ اختیار کیا۔ ہر ایک فرد امرائے افاغنہ کے
ساتہہ خوش خلقی و حسن لطف سے پیش آتے تہے۔ اور اُنکی دلجوئی و دلداری مین
ایک دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے تہے۔ اور اُن کے خواہش کے موافق کاربند
ہوتے تہے۔ اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تہے کہ اے برادران من! مین نے ملک دکن
جو زر خیز ہے اس غرض سے تصرف مین لیا۔ کہ اہل اسلام کے ہاتہہ سے غنیم مرہٹہ کے
تصرف مین نجائے۔ آپ خوب جانتے ہین کہ امرائے بادشاہی اغراض نفسانی کے
شکنجہ مین مبتلا ہین۔ اور حضرت پادشاہ عیش و عشرت مین مصروف ہین۔ علاوہ اسکے
امرائے دربار مین باہم اتفاق نہین۔ نفاق کا بازار گرم ہے۔ افاغنہ و امرائے بادشاہی

آپ کی جادو بیانی سے مسحور ہوئے۔ اور آپکے مطیع و معین ہوئے۔ جو نذرانہ و پیشکش بادشاہ کو دیتے تھے۔ آپکی خدمت مین پیش کرنے لگے۔ آپ بھی ہر ایک کو بحسب منصب خلعت و انعام و خطاب عطا کرتے تھے۔

کرنول و کڑپہ کے افاغنہ اولاً آپ کی اطاعت سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم اور آصفجاہ ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہین۔ ہم باہم مساوی درجہ ہین۔ ہان ہم اس شرط پر اطاعت کرین گے۔ اور آصفجاہ کے معین و مددگار رہون گے۔ کہ آصفجاہ ہم سے مساوی طریق سے ملین۔ اور ملاقات کیوقت ہمارا استقبال کرین۔ اور ہم کسیقدر جہک کے سلام کرین گے۔ اور دربار مین بازو مین بیٹھین گے۔ آپنے افاغنہ کی تمام شرائط قبول کین۔ اور اونکو اطاعت کے دائرہ مین لیا۔ افاغنہ نہایت خوشی سے مطیع و فرمان بردار ہوئے۔

اسیطرح مچھلی بندر کے صوبہ دار خواجہ عبداللہ خان و خواجہ رحمت اللہ خان دونون بہائی بھی آپ کے حسن اخلاق و اشفاق دیکھکے صلحاً تابع ہوگئے۔ تخمیناً ایک کرور روپیہ نذرانہ و پیشکش دیا۔ آپ خواجگان عالی شان سے بہت ہی خوش ہوئے۔ اور خلعت فاخرہ و انعام وافرہ و جاگیر معقول سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے خاندان کی ایک دختر نیک اختر سے شادی کردی۔ خواجگان تا بہ زندگی آپکے مطیع و تابع رہے۔ اور خدمات جلیلہ پر فائز المرام ہوتے رہے۔ چوک کی مسجد خواجہ صاحب کی یادگار ہے۔ یہین خواجگان عالیشان کا حال محبوب انجمن تذکرہ امرائے دکن مین مفصل لکھا ہے۔

علیٰ ہذا لقیاس جب آپ دورہ مین نکلے۔ شاہنور پہنچے۔ وہان عبدالمجید خان میانہ حکمران تہا۔ آپ بیرون بلدہ میدان پر فضا مین فروکش ہوئے۔ آپکے ہمراہ

جمعیت پیادگان وسواران ایکہزار سے زاید تہے۔ علاوہ این نقباء وچوبداران وخدم وحشم بہی تہے۔ آپنے خانصاحب کو یاد فرمایا۔ خانصاحب غرور ورعونت مین ڈوبے ہوے تہے۔ ملاقات کے آنے مین لیس وپیش کرنے لگے۔ لیکن آپکی لطف ومدارات جادو کا اثر کرتی تہی ملنے کیلئے راضی ہوا۔ اور کہا مین آصفجاہ سے اس شرط پر ملونگا کہ انکا صاحبزادہ میرے لینے کے لئے آئے۔ اور عند الملاقات آصفجاہ میرا استقبال کرین۔ آپنے خانصاحب کی درخواست قبول کی۔ فی الفور ناصر جنگ کو مع جمعیت سواران وپیادگان خانصاحب کے پاس بہیجا۔ خانصاحب خوشی کے مارے پہولے کر جامہ مین نہ سمائے۔ ناصر جنگ کے ہمراہ آپکی خدمت مین آئے۔ آپنے نہایت خندہ پیشانی سے چند قدم استقبال کرکے خانصاحب سے معانقہ ومصافحہ کیا۔ خانصاحب آپکی مدارات وخاطرداری سے ممنون ومشکور ہوئے۔ اور اپنی غلط فہمی کی معافی چاہی۔ اور پیشکش ونذرانہ پیش کیا۔ آپنے نہایت ہی مسرت کے ساتہہ منظور فرمایا۔ اور خانصاحب کو خلعت وجاگیر ومنصب پر بدستور سابق بحال کیا اسیطرح آپنے آہستہ آہستہ دکن کے تمام امرائے بادشاہی وافاغنہ وراجگان ونایکان کو مسخر فرمایا۔ آپکے مزاج مین تحمل رحم زائد تہا۔ تالیف قلوب لطف ومدارات سے کام لیتے تہے۔ اور سرکاری امور مین عجلت نہین فرماتے تہے۔

مالگزاری کا انتظام

جب آپ ملک کی کشائش وامرائے محمد شاہی کی تسخیر سے فارغ ہوئے۔ تب مین مزروعہ وغیر مزروعہ ومحاصل کی کمی بیشی کے طرف رجوع ہوئے۔ دکن مین زمین کی پیمایش وغلہ کی تقسیم کا کوئی دستور العمل قانون مقرر نہین تہا۔ ایک جوڑی بیل کی زراعت پر

تہوڑا سا محصول مقرر کر لیتے تہے۔ پرگنات و بلاد مین مختلف طور سے لیا جاتا تہا
غلہ کی آمدنی کی کمی و بیشی کی کچہہ باز پرس نہین ہوتی تہی۔ اور سلاطین چغتائی
و راجگان دکن کے فیمابین معارکے و محاربے ہونیکی وجہ سے دکن کے اکثر پرگنات
و دیہات ویران و خراب ہو گئے تہے۔ بے چراغ دبی نکین پڑے ہوئے تہے۔ رعایا کے
مالگزار فرار ہو گئی تہی۔ کوئی زمیندار وطن کیطرف رخ نہین کرتا تہا۔ روز بروز ویرانی
بڑہتی جاتی تہی۔ مرشد قلیخان صوبہ دکن عالمگیری نے جو سیاق دان ہوشیار و متصدی
پیشہ تہا دکن مین ٹوڈرمل اکبری کے طرح ایک دستور العمل مرتب کیا۔ ملک کی آبادی مین
کوشش کرنے لگا۔ ہر ایک ضلع مین امنائے فہمیدہ و متدین مقرر کئے۔ اور زمین
کی پیمایش شروع کی۔ زمین پیمائش شدہ کو رقبہ کے نام سے ملقب کیا۔ اور زمین کو
دو حصون پر تقسیم کیا۔ ایک قابل زراعت دوم غیر قابل یعنے زمین کوہ و ہامون۔
ہر ایک گانوں و پرگنہ مین پٹیل مقرر کیا۔ جس مقام مین اصلی مقدم سابق سے
وارث ہوتے تہے تو اُنکو بحال کرتا تہا۔ اور جہان مقدم قدیم مفقود الخبر ہو تو
وہان متدین شخص کو جدید مقدم کرتا تہا۔ اور زمیندارون کی تالیف قلوب
مین ہمہ تن مصروف رہتا تہا۔ زمینداران نادار کی بیلون اور ما یحتاج زراعت
سے بطریق تقاوی اعانت و امداد کرتا تہا۔ اور موسم فصل پر مقدم کے
ذریعہ سے قسط قسط وصول کرتا تہا۔

محصول کے وصول کے طریقے

محاصل کے وصول کے تین طریقہ تہے ایک یہہ غلہ کا تودہ تخمینہ کر کے۔ ثلث یا نصف
لیتے تہے۔ یا ثلث و نصف غلہ کی قیمت اندازہ کر کے وصول کرتے تہے۔

دوسرا یہہ تہا غلہ کی تقسیم یعنی بٹائی تین قسم پر تہی - اولاً جو غلہ بارش کے پانی سے
پیدا ہوا اوس سے نصف لیا جاتا تہا - ثانیاً جو غلہ کوئین و باولی کے پانی سے پیدا
ہوا اوسمین سے ثلث لیا جاتا تہا - اور غلہ کے سوا جو چیز مثلاً انگور و انجیر و نیشکر و خشخاش
و ہلدی و زیرہ وغیرہا پیدا ہو اوسکا نوان حصہ لیا جاتا تہا - مولف فتحیہ نے لکہا کہ نوین
حصہ سے چوتہی تک لیتے تہے - ثالثاً جو چیز ندی و نل و چشمہ کے پانی سے پیدا ہو اوسکا
قاعدہ مقامات کے لحاظ سے نوان حصہ یا اوس سے کم و بیش مقرر کیا جاتا تہا -
تیسرا طریقہ غلجات و بقولات کے ہر ایک جنس سے ربع لیا جاتا تہا - مزروعہ کا مقدار
نرخ مشخص کرکے فی بیگہ دستور العمل مقرر کیا تہا - بچاس کے بعد ہر ایک جنس سے
مختلف طور پر محصول لیا جاتا تہا - یہہ قاعدہ دکن کے تین چار صوبجات مین جاری
ہوا تہا - اسکو مرشد قلیخان کا دہارہ کہتے تہے

اعلیحضرت آصفجاہ قدس سرہ کے

عہد[۱] میمنت مہد مین بموجب دہارہ مرشد قلیخان عمل در آمد رہا - بعد مین مختلف طریقے
رہے - اکثر تعلقداروں کو ایک ضلع بالمقطع دیا جاتا تہا - تعلقدار سے ایک معتد بہ رقم
سالانہ مقرر کی جاتی تہی - علاوہ این سالانہ پیشکش و نذرانہ حسب موقع و بمقتضائے
وقت لیا جاتا تہا - تعلقدار ضلع کے سفید و سیاہ کا مالک مختار ہوتا تہا - جسقدر
چاہتا تہا رعایا سے وصول کر لیتا تہا - اسوجہ سے رعایا تنگ حال رہتی تہی - اکثر
زمیندار تعلقداروں کی سختی و بیرحمی سے جلاوطن ہو جاتے تہے - دیہات و مواضع
ویران و بیچراغ پڑے رہتے تہے - سرکاری محاصل پر نقصان پہنچتا تہا - کوئی
اس نقصان کیطرف توجہ نہین کرتا تہا - جاگیرات مین بہی اس قسم کی بد انتظامی

[۱] ۱۱۵۹ اردو تاریخ آصفی مولفہ لچھمی نراین ۱۲

رہتی تہی۔ جاگیرداروں کے نائب جو چاہتے تہے کرتے تہے۔ رعایا کے لئے کوئی
قانون و دستور العمل نہین تہا جسکی پابندی ہو۔ اسیطرح سے عالیجناب نواب
سالار جنگ بہادر مرحوم اوّل کے زمانہ وزارت تک پریشانی رہی۔ پہر عالیجناب نے از سر نو
پیمایش کرائی۔ خراج و محاصل کے قوانین و دستور العمل مرتب کرائے۔ بالمقطع دینا بالکلیہ
موقوف کیا۔ سرکار انگلشیہ کی طرح زمینداروں کو قول و پیمان سے زمین دینے لگے
اور محاصل واجبی مقرر کئے۔ تاکہ کسیکو موقع شکایت نرہے۔ مین نے عالیجناب مدار المہام
کی سوانح عمری تفصیل کے ساتہہ محبوب الجمن تذکرۂ وزراء دکن مین لکہی ہے۔ یہان
اُسکا موقع و محل نہین ہے صرف بطور نمونہ لکہدیا۔ میرے پاس تین روزنامچے بطور
گزیٹیر ایک اورنگ آباد۔ دوسرا بیدر۔ تیسرا برار موجود تہے۔ اُنمین محاصل و زمین کی کیفیت
شرحاً مرقوم تہی۔ افسوس صد افسوس وہ تینون روزنامچے میرے کتب خانہ نوادر کے ساتہہ
موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و نذر سیلاب ہوگئے۔

فہرست خدمات مفوضہ خانساماں یعنی دیوان خانگی

۱ تقرر و تبادل خدمات شاگرد پیشہ	۲ جواب محاسبات و درخواست مطالبات	۳ دستور کارخانجات و خزانہ
۴ فرمائش حضور	۵ تصفیہ کرایہ و اجرت	۶ ضبط محصول اسباب خانگی و کرایہ کالین و چلمچیہا
۷ جواب التماس متصدیان کارخانجات	۸ افراد عرض کارخانجات	۹ دستک انعام
۱۰ روزنامچہ صوبجات و روزنامچہ رکاب	۱۱ دستخط بر عرائض	۱۲ تمسکات مال خانگی شاگرد پیشہ و متصدیان
۱۳ تصدیقات حاضری داروغہ و اسناد و سررشتہ تحویلداران	۱۴ عرض کارخانجات	۱۵ تشخیص قیمت جنس پیشکش
۱۶ نذر خیرات و سوغات	۱۷ تصدیق انعام حبشی و انعام بصاحب رسالہ تعلقدار	۱۸ جانورونکا یومیہ خوراک مقرر کرنا۔

۱۹	۲۰	۲۱
باربرداری کارخانجات کو تقسیم کرنا۔	دستکات اجناس ستفار جوکارخانہ سے دیتے ہین	بادشاہ زادونکی شادی کا انتظام واہتمام
دستک واسنہ طعام بہ نسبت کمی واضافہ بدفتر خانسامان	طوامیر تحصیل محاسبات تحتیان بدفتر خانسامان	ضبط اموال باتعلق خانسامان
طرح عمارات	تعین مقامات رواہ	سرانجام کارخانجات
بیع اجناس		

خدمات مفوضہ میرآتش متعلقہ توپخانہ

جماعت امیدواران بندگی ازہرکہ اسپ بکار آید وستعطی شود وبرائے ہرکہ اضافہ باید گرفت استادہ نماید۔ پیش کند	برقندازان تیراندازی ودستخط چہرہ ملاحظہ کند
دستک داغ وتصحیحہ وچوکی برقندازان ازدفتر میرآتش نوشتہ شود	دستک منصبداران وتوپخانہ وافواج وصوبجات ومتصدیان داغ تصحیحہ ازدفتر میرآتش نوشتہ شود
مطالبہ عرضی عرض کند	دستک تنخواہ اجناس توپخانہ وافواج وقلعجات بمہر میرآتش
سوال تنخواہ حاضری ودیگر مقدمات بدستخط میرآتش	روزنامچہ داغ تصحیحہ بدفتر میرآتش

آپنے دارالخلافہ مین وزارت کے بعد انتظامات قبل محمد شاہ بادشاہ کی خدمت مین چند خیرخواہانہ عرض کئے

حاسدین نے بادشاہ کو آپکے جانب سے بدگمان کیا۔ وہ انتظامات خارج مین موجود ہونے نہین پائے

آپ دل مین کشیدہ ورنجیدہ ہوئے۔ اسی قسم کے اسباب ہان یعنی دربار شاہی سے نکلنے کے مہیّا ہوئے۔

تفصیل انتظامات

اول۔ محال خالصہ کا اجارہ موقوف کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اجارہ و مقطع ملک کی خرابی و تباہی کا باعث ہے۔

دوم۔ رشوت جو نام زد پیشکش ہے اوسکو موقوف کرنا چاہئے۔ اسطرح سے لینا بادشاہون کی شان کے خلاف ہے۔

سوم۔ جزیہ ہنود پر بدستور مثل زمانہ خلد مکان عالمگیر جاری رکہنا چاہئے

چہارم۔ عرض کیا کہ ہمایون بادشاہ شہنشاہ کی وجہ ایران گیا تہا۔ اور شاہ ایران نے اعانت کی تہی۔ فی الحال افاغنہ ایران پر حملہ کررہے ہین۔ اسوقت اگر شاہ ایران کی اعانت کی جائے تو آیندہ تیموریہ خاندان کی نیک نامی ہمیشہ تک باقی رہیگی محمد شاہ نے فرمایا کہ اسکو روانہ کروان۔ آپنے فرمایا آپ جسکو تجویز کرین وہ حکم کی تعمیل کریگا۔ ورنہ اس خانہ زاد کو تجویز کرین بدل و جان کوشش کریگا۔

ایضاً

آصفجاہ مرحوم نے ۱۱۳۵ ہجری مین دکن کا پورے طور سے بندوبست کیا۔ اور رعایا کو زمینداران مفسد و مقدمان ظالم و نایکان سرکش کے شکنجہ ظلم سے رہا کیا۔ تمام سرکشون کو مطیع و مسخر فرمایا۔ اور واکنکیرہ و پرگنات گدوال و سرکار ایلگندل وغیرہا کے راستون و جہاڑیون کو رہزنون کی تاخت و تاراج سے پاک و صاف کیا۔ کوئی راہزن باقی نہین چہوڑا۔ آپ کے اہتمام سے تمام راستے جاری ہوئے۔ مسافرین تجار کو

امن و آرام ملا۔ فراغت سے آمد و رفت کرتے تھے۔ کسی کا مال و اسباب تاراج و غارت نہیں ہوتا تھا نہ کسی کی جان ہلاک ہوتی تھی۔ تمام رعایا آپ کے عدل و انصاف سے خوش تھے۔

ایضاً

سادات بارہ نے مرہٹہ کو دکن کے محاصل سے چوتھہ کی سند عطا کی تھی۔ اور جاگیردار چوتھہ سے مستثنیٰ تھے۔ لیکن مرہٹہ کے گماشتے جاگیرداروں سے بھی ظلماً چوتھہ لیتے تھے۔ اور علاوہ چوتھہ فی صدی دس روپیہ حق دیسکھی بھی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ رعایا پر سخت ظلم و ستم ہوتا تھا۔ آپ جب دکن میں حکمرانی کرنے لگے۔ تب آپنے ایسا بندوبست کیا کہ چوتھہ کا معاوضہ زر نقد صوبہ حیدرآباد کے خزانہ سے دیا جائے۔ اور مرہٹہ رعایا و جاگیرداروں سے کچھہ تعلق نہ رکہے۔ اور آپنے حق دیسکھی کو موقوف فرمایا۔ اور چوتھہ و حق دیسکھی کے محصلین کو برخاست کیا۔ تمام رعایا و جاگیرداران دکن آپکے حسن انتظام سے خوش خرم ہوئے۔ اور مسافرین بہی آپکے شکرگزار ہوئے۔ سردیسکھی راہداری کے گماشتے مسافرین تجار کو بہت تنگ کرتے تھے۔ مرہٹہ کے ظلم سے تجارت کا بازار سرد تھا۔ آپ کے عہد میمنت میں تجارت کا بازار گرم ہوگیا۔ سوداگران دولت سے مالامال بنگئے۔

اس دیوان کے اشعار منتخبہ جسمین آپ آصف تخلص فرماتے ہین مندرجۂ ذیل ہین

آصف

حرف الف
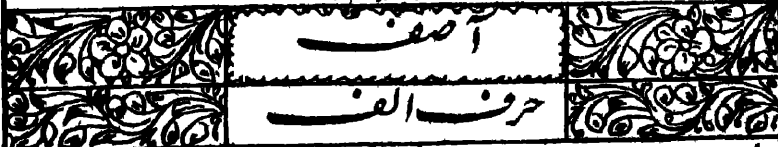
اشتیاق دیدن آن بیوفا داریم ما	گو کدورت در دلش باشد صفا داریم ما

از خافی خانی جلد دوم ۶۳ صفحہ ۱۲

از پناهِ دیگران باشد پناهِ ما قوی
هرکس اینجا گر کسی دارد خدا داریم ما

در حضورش راست ایستادن عبارِ سروریست
این بنا را در نگاهِ او بپا داریم ما

از یکی ده میشود نقدی که کس را میدهیم
در میانِ کیسهٔ خود کیمیا داریم ما

توتیائی در ضیا بخشی ازین بهتر کجاست
در فضای چشمِ خود آن خاکِ پا داریم ما

سر شبها روزی دنیا پریشان باد و بس
در دلِ خود شیوهٔ تسلیم و رضا داریم ما

از تصور کردنِ روئی چمن پیرای او
در نظر آصف چه باغِ دلکشا داریم ما

وله

گریه و نالهٔ شبینهٔ ما
هست مفتاحِ گنجِ سینهٔ ما

در توا ضع نشانِ رفعت ست
پستئ ما شده است زینهٔ ما

وله

با صاحبِ آنی سرو کارست دلم را
با سرورِ وانی سروکار است دلم را

شد سینهٔ من چاک ز عشقِ رخِ صافی
با ماه و کتانی سروکار است دلم را

شد شهرهٔ عالم دلِ بیتاب بهجرت
با نام و نشانی سروکار ست دلم را

آصف شده ام کشتهٔ گفتار نگاری
با تیغ زبانی سروکارست دلم را

وله

در کارها رعایتِ اسباب لازم است
باشد کمان چو تیر جدا تیر زن جدا

شبهای ماه تیره شد از دودِ آهِ ما
تا گشته ایم آصف از آن سیمتن جدا

وله

درد و سوز و وجد و ذوقِ دل بود سامانِ ما
عشق نازل کرد این آیات در شانِ ما

می کند آن سر جفا و ما تحمل میکنیم
شد با حسانش مقابل صورتِ حسانِ ما

در جدائی گر هم بیتابی ست اعضا یک قلم
می طپد دل در رهِ وصلت برنگِ جانِ ما

میرسیم آصف بکوی او سبکتر از نسیم
هیچ ننشیند غبار راه بر دامانِ ما

وله

رونقی دارد ز عشقِ ماه رویت کارِ ما
همسری با عرش جوید گوشهٔ دستارِ ما

مسکن یا نگیم ما ... رنگ حسن از عشق تو
صرف کن ای بوالهوس فهمیده نقد خویش را
هر چه می باید رشک عنبر سارا و ریست
حیف آصف عشق یک لحظه پنهان نماند
دعا گفتم از شور جنون امروز طاقت را
نه آسانست عاشق گشتن ای دل غم بجور چندی
ز میدان وفا ننگ است سر بر داشتن رفتن
ضرور افتاد طالب را ذکائی بهر سبق خواندن
نمایان است آصف را باید نقد جانبازی
بود از موجها چین جبین محفل دریا
اگر پروانه کس ز لجه هستی برون آید
محیط عشق و بحر شوق باشد در دل آدم
خراج از بحر میگیرد همین ابر نیسان را
درو ساز ز فکر دنیا می کشی ای دل چرا
خودنمائی می کند کس را ز معنی بی نصیب
هستی بی همتان را چون سراب بگو

کمتر از زاهدت نباشد برشته زنار ما
جز متاع درد عشقی نیست در بازار ما
زلف خوشبوی تو باشد طبلهٔ عطار ما
آشکارا می کند فریاد دل بر یار ما

وله

که ما دیدیم در جولان آن قامت قیامت را
در آئین محبت جلوه پرواز است محنت را
ازین شیرین هر دل کس نه فهمید این قباحت را
ندارد گر کسی همت چه فهمد برکات را
غنیمت دان برای سود خود امروز فرصت را

وله

هوائی گر نباشد حل شود این مشکل دریا
ز هر موجی باد آماده باشد ساحل دریا
گر شد از خاکساریها درینجا محمل دریا
حباب گوهر است و قطره آصف حاصل دریا

وله

چون قناعت مسند بیداری شد ای غافل چرا
همچو خط موج دریا گشته باطل چرا
کشت زاری بود پیدا گشت بی حاصل چرا

حرف التاء

چندان نبود معتقد محض توکل
چون رواج بد درین دوران بود

وله

تا بر کمر خویش کسی زاد سفر بست
اعتبارش ... در پا چگر بیست

هرکرا باشد نظر انسان بود
هرکه بشناسد گهر را جوهریست
مغز هر کار است محو او شدن
ورنه کار هر دو عالم سرسریست

ولہ

بود مراد دل آن صدف بنگه حافظ گفت
سلامت همه آفاق در سلامت تست

ولہ

بعجز کوش که مقصود یابی ای دل زار
کدام صید عزاوت ز خاکساری نیست
دلیر شیوهٔ تو امروز کرد آصف را
گناهگار بامید پرده داریست

ولہ

پاس مهمان داشتن آمد ضرور
هر نفس خود میهمان دیگر است

حرف دال مهمله

در حال تردد نرسد شخص بجائے
مانده است بره هرکه نگاهے بقفا کرد

ولہ

عاشق ز سوج گریه دلے شاد میکند
برروی آب خانه آباد میکند

ولہ

سزاوار محبت نیست قطع دوستی کردن
نپرسد یار ما گر هیچ می باید کمی پرسد
زیاران زمانی نیست امید وفا هرگز
خوشا یارے که در شادی نیاید در غمی پرسد

ولہ

بررگ غفلت تواند نشتر تیزی زدن
هرکه مژگان را شب از اشک ندامت ترکند
میرسد از صحبت نیکان بدان را فیضها
عاقبت آمیزش اکسیر مس را زر کند
فیض چشم اشکبار آصف تماشا کردنیست
آب در گوهر چو باشد قدرش افزون تر کند
عاصیان هم قائل حاجت چو نیکان میشوند
هر عرض پیش نظرها جلوهٔ جوهر کند

حرف راے مهمله

تقتدرے کن و افزائے جانفشانی ما
که کار بیش نماید بخوشدلی مزدور

ولہ

همچنان کز التجا جام دلم لبریز است
کینهٔ طبع نگار از نقد استغناست پر
تو فروست گل تازه ز فضائل الٰهی
از شرم عرق ریخته در دامن تیغ گیر

بجلوه گاه تو بیگانه گشت دل ز شعور
چنانکه دل نفسی نیست غافل از یادت
بکیسه داشت چو رنگینی لبش شهدی
ز گرمی که کشیدست در جوانی طبع
قوی ز شیوهٔ تدبیر گشته است ضعیف
ظهور راحت و رنج ست در فضای جهان
تعقدی کن و افزای جانفشانی ما
بحیرتیم ز قرب و بعد جلوهٔ او
محیط آن نشد چشم ما نمی بینیم
بسمع قامت او عرض می کند آصف
دل سراسر ز خیال آن بت زیباست پر
شیشه هائی باده میگردد ز می خوردن تهی
نازها چون قطره دریا موج حسن دلبرست
نیست پای جستجو را مانعی در راه عشق
در دل روشن ندارد جای آصف غیر یار
در میان گلرخان دارد تبسم آنی دگر
گو ربائی گرچه این خوبان بچوگان می کنند
چون زبان با دل یکی شد لذت توحید یافت
گرچه درمان طبیبان سودمند آصف نشد

وله

غبار راه تو گر می شود بود معذور
تغافل تو کند کار را برین دستور
دمید سبزهٔ خط همچو جستن زنبور
سفید گشتن ریش ست شربت کافور
ز اتفاق چو زنجیر میشود ضعف مور
ز آتش ست و زبان بر تمام صحن تنور
که کار بیش نماید بخو شدلی مزدور
که یار راست نزدیک نیست از ما دور
بهار حسن تو در غیبت ست هم بحضور
که بهر سوختنم در تو روشنی ست ضرور

وله

از فروغ صورتت چشم این شدیست پر
چشم او بینا ولی همواره این بیناست پر
از هجوم قطره صحن خانهٔ دریاست پر
گرچه خار مغیلان دامن صحراست پر
از فروغ جلوهٔ او دیدهٔ بیناست پر

وله

کعبهٔ مقصود من دارد از نشانی دگر
کوی دلها میبرد خوبم بچوگانی دگر
من نگیرم چاشنی را از نمکدانی دگر
میرساند دردمندیها بدرمانی دگر

وله

ای چه میپرسی ز ما از درد دوریهای یار ‌ در پریدنهای رنگ ماست مطلب آشکار

استقامت کی کند بر شعله یک ساعت سپند ‌ لیک دل در عشق خوبانست بر آتش سوار

گر دو تشویشی نمی یابیم ما در راه عشق ‌ در نگاه ما نمی آید بجز خطش غبار

ای بهار خوبی جاوید یک آن جلوه کن ‌ تا کجا آصف کند از بهر دیدن انتظار

وله

چون بر آرد از میان غرفه خود یار سر ‌ وا نه سان بهر تماشا سر کشد بسیار سر

دیدنت مقصود چشم و الفتت محبوب دل ‌ جامه را تن خواست ما خواسته دستار سر

میدمد صبح امیدت کمتر از شبنم مباش ‌ گر ز پا سود ای خورشیدش لبع دیوار سر

دفع موذی کردنت لازم بود پیش از گزند ‌ کوفتن باید چو پیش کس برآرد مار سر

دور کن سودای دنیا از سرت آسوده زی ‌ موی چون گیرند از سر می شود هموار سر

آصف از درد محبت پیشت آهی رو چه شد ‌ ناله بلبل کشد در محفل گلزار سر

وله

از رنگ گل آئینهٔ رخسار تو بهتر ‌ وز ماه بود پرتو دیدار تو بهتر

خوبان دل و جان برده ز عیاری دیدن ‌ زان جمله بود دیدهٔ عیار تو بهتر

نقشی که زمانی ست درین صفحهٔ عالم ‌ زان سبزهٔ خط لب پرکار تو بهتر

ای دل کشش از رهبری خضر تو منت ‌ یا دشمن بود امروز بره یار تو بهتر

ای برهمن از رشتهٔ تسبیح ریائی ‌ در پیش نظر رشتهٔ زنار تو بهتر

بی لطف بود رفتنت از پهلوی آصف ‌ در آمدنت خوبی رفتار تو بهتر

وله

از گل هزار جا رخ یارست خوبتر ‌ رنگینیش ز رنگ بهارست خوبتر

جز دل مکن تو روی سوی صید آهوان ‌ صید دل از تمام شکارست خوبتر

از سرمه گر چه روشنی آید بچشم کس ‌ در جلوه گاه یار غبارست خوبتر

آصف بہار پستۂ خندان اگرچہ خوب
سنجیدہ ام از ان لب یار است خوبتر

وله

دل از تو چہ بیداد میدارد
بر جان چہ رسید یاد میدارد

ابروی تو روز وصل بشوخ
تیغی کہ کشید یاد میدارد

نبر تو رسید بر دل و جان
ہر جا کہ رسید یاد میدارد

صید خم زلف تست آصف
دامت چہ کشید یاد میدارد

وله

حلقۂ زلف بتان را دام گیر
در کمندش ای صید دل آرام گیر

کار لقمان و فلاطون عشق نیست
پیشۂ عشق این بچگان را خام گیر

کارہا کردن بموقع خوشنماست
دامن رخ صبح و ز زلفش شام گیر

در عتاب گلرخان لطفی بود
لذتی از داد و دشنام گیر

گر ہوای سیر باغ آصف تراست
دامن عشق بت گلفام گیر

وله

لب پر خندہ و خال و قدش آمد بنظر
نخل امید دلم کرد گل آورد ثمر

تنگدل می شود آنکس کہ کند ترک تلاش
دست و پا چون بزند قطرہ بدریاست گہر

وله

بی ثبات است آشنائی یار
مغتنم ہر قدر کہ ہست شمار

مزرع وصل سبز اگر خواہی
عرق افشان براہ تخم بکار

جہد کن تا مراد دل یابی
مقصد آئینہ ایست در کف کار

گفت خذ ما صفا الی آخر
جز محبت ز غیر دل بردار

فرصت خویش را ز دست مدہ
کہ بود ہر نفس ببرق سوار

وله

این کن و آن مکن نمیگوید مجال آرزو
ہر چہ خواہی کن تعالی مرد صاحب اختیار

عالم ایجاد باشد نعمتی از خوان حق
شکوہ ناشکری بود از کار و بار روزگار

جائے نامحرم فضائے محفل اسرار نیست — هرچه آصف غیر یاد اوست از خاطر برآر

وله

پردهٔ ستاریش جرم مرا افشا نکرد — عفو او در گوش میگوید که باش امیدوار

بسکه از توفیق او یاری دمادم می شود — هر نفس با نفس سرکش هست ما را کارزار

میکند آماده عجز ای دل حیات تازه — خاکساری پیشه کن بار دگر هم سر برآر

اصل در اشیاست حلیت غرض سازد حرام — شرط در شطرنج چو بندند می گردد قمار

دل بدست تست هرجا خواهی ای دلبر ببر — در کفش آصف نمی بیند عنان اختیار

وله

آن علامت ز خاک ره آمد — هر کجا مے شود بلند غبار

وله

نقش قدم ببین و قدم بر قدم بنه — از رفتگان براه نشان هست در نظر

از خوف و رجا گذشتنست در نظر — کیفیت بهار و خزانست در نظر

وله

پشیمانی کند ستر گناهان — درین پرده خطای من نگهدار

وله

بعد محنت میرسد راحت بپایان غم مخور — عسر دارد آفتاب یسر تابان غم مخور

آشنائیها مبدل شد چو با بیگانگی — ای دل غافل ز بهر آشنایان غم مخور

مانع فیض مربی نیست اسباب حجاب — سائبان ابر دارد موج باران غم مخور

آصف آن گلرخ پریوش در صدف چون گوهر است — گر نشیند در درون پرده پنهان غم مخور

وله

در محبت و صحبت یک نقطه هست فرقے — زانروئے عاشقان را هست اعتبار دیگر

وله

برو مخلب نیست این جائے تو — بیجا نه باشد جهان دگر

وله

محسوسش نه بیند کس ناگزیر لیکن — دنیا بچشم آزاد آید بسے محقر

وله

از فیض خاکساری سوزست در دلها — خاکستریست هرجا پنهان درو اخگر

وله

متاع صحبت ببازار نیست — خریدار شو از دکان دگر

ردیف حرف زائے منقوطہ

بنازنگشت مرا یار و شد پشیمان ناز | که بعد ازین نرگه گیرد سر گریبان ناز
بهار ناز نگارم ز عالم دگر ست | ندیده ام بجهان یک نگار با آن ناز
نشسته تا بهت زلفت بعیش عارض تو | کند بشیوه هر کافر و مسلمان ناز
ز روز عید بود بیش در نشاط آصف | دمی که در نظر شوق کرد جانان ناز

وله

دست عشق از لوث دنیائے دنی آزاده است | نیست جز اعجاز چیزے در ید بیضائے ناز
عالم از صوت و صدائے گیر و دار او پر است | شور محشر کند دریوزه از غوغائے ناز
از نیاز آصف بیتاب اے رشک پری | بایدت پرسید قدر بی نیازیہائے ناز

وله

در راه طلب همدم حیرت شده بودی | ای دل تو درین بحر چه لنگر زده باز
ای دل پی دلدار شدی گرم تردد | یارا تو درین راه برا خگر شده باز
قطع طمع از هوش کند مستیت آصف | از دیدن چشمش تو که ساغر زده باز

وله

صبح شد پیر و رخ مهر ندیده است هنوز | دل افسرده گل وصل نچیده است هنوز
از ره عشق خبردار دل او نبود | او چه داند که درین ره نه دویده است هنوز
چشم او طرفه بلائے است که صد رنگ درست | نگهم از گل این فتنه چه دیده است هنوز

وله

گر بود تحریک دست کس بمداد ریا | دانه تسبیح سازد رشته زنار سبز
چون بموقع هر چه افتد از مذمت سالم است | نیست بد باشد گر آب تیغ جوهردار سبز
موج بار انست آصف تا مگر فیض بهار | کشت امید دلم را کرد آن دلدار سبز

وله

بهار آمد و دلدار چون بهار امروز | برائے باده کشی چیست انتظار امروز
گذشتم از خود و گشتم باو دو چار امروز | بروز شور جنون کرده ام دو کار امروز

بیا بیا کہ زہر قطرۂ اشک چشم ترم — پرست دامنم از گوہر نثار امروز
دلم بدام سر زلف یار می گوید — کہ صید را نبود ہیچ اختیار امروز
بہار چہرۂ رنگین او نگر آصف — شگفتہ ست چہ گلہا بباغ یار امروز

ردیف السین المہملہ

عاقلان را یک اشارت ہم کفایت میکند — گر درون خانۂ فہم ست کس یک حرف بس
ہر کرا توفیق باشد احتیاج پند نیست — تازیانہ نیست حاجت چست باشد گر فرس

ولہ

خاکساری سے کند معمور دل — خانہ ہا بر باز دیوار ست و بس
از سماجت جان من آگاہ نیست — در دلم مقصود اظہار ست و بس
دامنش آصف بود تا دست گیر — زندگی یعنی ہمین کار ست و بس

ردیف الشین المنقوطہ

از خاطر ما دوئی بود دور — دریا دلیست شکر فراموش
آصف نرود بجز در تو — کردہ ست در دگر فراموش

ولہ

از بار فراق تو قدم شد چو کمان خم — از قامت موزون خود امر عصا بخش
اے جاذبۂ عشق تو فرا باز نگاہ ہست — ما ہیم خریدار تو این قبلہ نما بخش
چون ما نبود ہیچ گنہگار بعالم — چون تو نبود ہیچ کس امروز خطا بخش
آصف نکند تا در رہ عدل تجاوز — او را زکرم چاشنی خوف و رجا بخش

ولہ

لبم از ذکر نامت نیست خاموش — بجز یادت ز دل جملہ فراموش
حضور یار جز مستی مزن دم — بہار آمد دمادم جام می نوش
مرا ہر دل ز رقت سے بر آید — گرفتہ مہر را شبنم در آغوش

زرفتارش چون جوئے مرادے
برون از دام گیسویش نمی بینیم صیدے را
زگلزار نگارم نیست واقف غیر دل دیگر
خوبی آزادگی آزاد بیند روشنش
جلوه گاه ناز شوخ ما فضای دل بود
بسالک در ره عشقش نه بخشد سود بیزارے
ز خاموشی براحت بود هم آغوش جان آصف
گرد از برق خلعت میبرد امروز شمشیرش
لبش شیرین و شیرین تر از ان افتاده تقریرش
فضای نامه یکسر شعله ریز شوق جانان باشد
دمی که تیغ کشد غمزهائے بیباکش
چو کار و بار جهان جلوه کرد پیش نظر
گل محبت دنیا نمیگذاشت دے
چو اختیار زمین کرد عجز را آصف
به بند اعتقادش کافر و گبر و مسلمانست
دل می برد و می کند انکار زبرون
خاک قدم پاکدلانست چو آصف
هر که بهر خدا طعام دهد
پرورش پا شمرده بگذاریم

اگر بینی تو آصف عیب کس پوش

وله

تعلق دارد این دنیا و مافیها بکلو پیش
صبا می پرسد از من تا کجا باشد سر کویش

وله

سرکشیها شعله را باشد ز اوج گردنش
آن پریرو آمد ولی بی شیشه نتوان دیدنش

وله

نگر همت درین وادی ببندد در کمر زادش
بیاد جور آن بدخو فغان و ناله ام دادش

وله

اگر خونریزی بسیار گردد عنان گیرش
بود هر حرف او دام و دلم آنجاست نخچیرش

وله

قلم را نیست طاقت بر زند دامان تحریرش
خورد دلم دم آبے ز دست چالاکش
محبتست که کرد اختیار در آتش
بباغ دهر نبود می چو خار و خاشاکش
بهار رتبه والا شگفت از خاکش

وله

بهر بند همت موافق هست شاید خال هندویش

وله

جان نیست به تن تا که بیاریم گواهش
بخشند ازین راه مگر جرم گناهش

وله

نه فلک کم بود ز یک قابش
که دهد بار پاس آدابش

بقدر طاقت خود از بدان گریزان باش — زکردہ ہائے خودت اندکے پشیمان باش

ز ہر چہ خوب نکردی ازان پشیمان باش — برائے بہ شدن خود بفکر درمان باش

چو سرو شیوۂ آزادگی درین گلشن — اگر مراد تو باشد بہ بند احسان باش

ولہ

کم نسازد مایۂ دولت نمود بخششت — سنگ با خود دارد و بیرون ز خود ہم گوہر خویش

آشیانے بہر ہر طایر درین گلشن بود — تیر او را جائے بنما ہیم در پہلوئے خویش

ردیف صاد مہملہ

گل خوشبوے کجا بوے وفائے تو کجا — نیست عطرے کہ بود ہمدم بوئے اخلاص

چشمۂ خضر چسان دم ز مساوات زند — آب کوثر چو برد رشک بجوئے اخلاص

ردیف طاء مہملہ

ولہ

گر دسیہ چشم عدو کار مبکند — شد منکر صفای لبت پائمال خط

ولہ

بیگانہ گشت یار و دلم می طپد ز غم — رفت آشنا ز کار کجائی تو ارتباط

بیگانگی گرفتہ رہ کوئے یار را — را ہم نما کہ رہنمائی تو ارتباط

ولہ

گر داروے طبیب بود موجب شفا — بخشد شفائے تازہ بہ بیمار احتیاط

بیمار را ز بار مرض بے دوا کند — مانند تندرست سبکسار احتیاط

ولہ

روشن نمودہ ست دلم را سرور وصل — شد جلوہ گر در آئینہ ام چہرۂ نشاط

روز وصال بہر تماشائے نگار — جان بلب رسیدہ بود نقد در بساط

ردیف ظاء منقوطہ

در اتفاق کار جہا نراست رونقے — دل برد حسن معنی خوب نگار لفظ

در لفظ معنی چو نباشد مکدر ست — گرد و بلند پیش نظر ما غبار لفظ

ردیف حرف عین مهمله

حرف هر یک لبری با هم متشابه بوده‌ست
هر یکی را مطلب آسودگی در دل بود

گفتگوی دلبر ما هست بر لب مخترع
در دل عشاق محنت جوست مطلب مخترع

ردیف حرف غین منقوطه

کی توان برون به پیش نکته‌دان نام باغ
فرق باشد در میان ناقص و کامل عیان
گذشت عمر بامید وصل یار افسوس
بجستجوی تو فرسوده شد سراپا یم
سخن ز لعل لبش سر نزد هزار افسوس
بغیر آه ز اجزای ما نماند اثر
دم فراق ندیده ست چشم خونبارم
رسید بر تن بیجان و دل نگار آصف

وله

رنگ می باز از رشک چهرهٔ گلفام باغ
میوه‌های پخته خوب است فیض تام باغ
نیامده‌ست بت شوخ در کنار دریغ
مدد نکرد دمی هم بوقت کار دریغ
پیاله‌ای اگر نیست در بهار دریغ
نشد رفیق بما کس هزار بار دریغ
نکرد سیر گل و موج آبشار دریغ
کنون که نیست بکف این گل نثار دریغ

ردیف حرف فا

آن غمزه سینه زند ناوک اگر بهر طرف
دل چه بجز حص بسته واکن قدر خود مگر
ناوک غمزه اش چه شد کز دل و جان ما گذشت
حاصل عمر و زندگی دیدن یار آشناست
جنبش دست در دعا گر ز تو هست بی ریا
صدف یقین جان ما میکند آصف این سخن

ای دل غمزه جوی او سینهٔ خود نما هدف
نیست بگوهری عیان قیمت خویش در صدف
هر مژهٔ سیاه او هست بجای او خلف
بی تو دمی که بگذرد ضایع و حیف هم تلف
گوهر مراد تو بوسه دهد بهر دو کف
یار کسی ست هر کسی حامی ما شده نجف

عالم ز دل پرست و لی آگهی کجاست | آئینه هست و جلوهٔ دیدار نیست حیف

هستند عیان گر کیست مسلمان که کافرست | در دست یار رشتهٔ زنار نیست حیف

در جلوه هست یار و ندارد کس آگهی | وقت سحر که دیدهٔ بیدار نیست حیف

آصف ازین آمدنم یار منکرست | خود گفته است و مائل اقرار نیست حیف

وله

جمال عصمتی چون دید چشم روشن یوسف | نشد آرایش حسن زلیخا رهزن یوسف

فضائے عالم از شادی غم خالی نمی باشد | که در زندان و چاه و تخت آمد مسکن یوسف

ندارد کار دنیائے دنی خبر افترا آصف | از آن رو پاک از تهمت نیامد دامن یوسف

حرف ردیف قاف

آن دل که زنده نیست بود بی نیاز عشق | در عالم حیات بود امتیاز عشق

نسبت مکن بشور قیامت که در جهان | صوت و صدائے تازه بود دیار ساز عشق

از زیب لفظ رتبهٔ معنی بود زیاد | انسان چو لفظ و معنی آن سرفراز عشق

آصف بپرسشش از چه جهت رنجه می شود دل | جز درد نیست پیش نظر کارساز عشق

حرف ردیف کاف

از فروغ ماه می باشد کف دریا نمک | ماهتاب از چهرهٔ یارم کند پیدا نمک

در ادائے شکر آصف بند لذت می دهد | بر لب هر یک بود در خامشی گویا نمک

وله

درد ما را توئی دوا عینک | و بدن تست مدعا عینک

تا کجا انتظار تو بکشم | نور چشمی بیا بیا عینک

از برائے خدا تو روئے نما | بر زبانم بود خدا عینک

همچو آصف در انتظار تو ماند | مردم چشم ما بیا عینک

حرف ردیف کاف فارسی

محمود از صفات پسندیدہ ذات است — بخشد بہ برگ نازک گل عنبار رنگ
گر بنگری بہ آصف گوئی سخن بجاست — بوئے خوش ست در گل و ہم در کنار رنگ

حرف ردیف لام

کامل آنست کہ نقصان نپذیرد گاہے — ماہ ہم نیست درین دائرہ از اہل کمال

ولہ

شدہ است نشو و نما آصفے درین گلشن — کہ دیدہ است خزان از ریا بہار قبول
عمل ز دیدۂ اغیار چون بود مستور — ز بی ریائی خود دارد اشتہار قبول
دولت بدست تو سر رشتہ عمل بدہد — اگر برشتۂ تسبیح تست تار قبول
سخن چگونہ شود سبز در جہان آصف — اگر بہ ہمہ میشش نیست اعتبار قبول

ولہ

خندہ گل لب گل و ہن گل خوبی گفتار گل — در جہان جز باغ جنت نیست یکجا چار گل
بوئے مقصود آصف در مشام آنجا رسد — بیشک بی شبہ باشد صحبت ابرار گل

ولہ

کس بکس نیست در امداد بجز صاف ضمیر — آید از آئینہ امروز مددگاری دل

ولہ

آرائش ظاہر کجا مقبول اہل باطنست — رنگ روئی امروز ما داریم پنہان در بغل
پیوستہ در آغوش ما دل می طپید در یاد حق — تعظیم ما واجب بود داریم قرآن در بغل

ولہ

ترا چون آشنائی نیست با کار — اگر علم جہان دانی چہ حاصل
اگر راحت بدلہا نیست از تو — بدولت گر تو خاقانی چہ حاصل
برو چون عاقبت باشند خاکی — اگر خورشید تابانی چہ حاصل
قبول آصف تمنا بخشش لہاست — جز این گر سبحہ گردانی چہ حاصل
پلاوت ز بیرۂ کرمان کہ دارد — تو آخر رزق کرمانی چہ حاصل

چو نعمتهائے دنیا نیست پایدار | تو بر این خوان که مهمانی چه حاصل

ولہ

کشو حتی که بر سجد بلا می | مشغول دعا شدن مشکل

خواهی که پیش تو بیایم | راضی بر رضا شدن مشکل

ردیف حرف میم

فریاد میکنم چو دلم اوست با دلم | افتاده است کار من امروز با دلم

از فیض عشق نیست غم از گرم و سرد دهر | تا آشیانه ایست بروے هوا دلم

ولہ

تا شود داروئے الفت کارگر درد مرا | بر نگین خاطر خود نام جانان می کنم

کندن جان در وفایش عمر جاوید آمده است | این زمین را از برائے آب حیوان میکنم

ولہ

حرف شد اوقات در باطل تمام | حیف قدر زندگی نشناختیم

ولہ

دل را جنون بدامن صحرا رهنمون | امروز هم بخاطر یاران نشسته ایم

آصف ز درد عشق چو شد کار ما تمام | آسوده دل ز خواهش درمان نشسته ایم

ولہ

بهر آن گل از دو عالم بیخبر گردیده ام | آشنائے یکدلی ها زین هنر گردیده ام

شوق منزل با مراعات رفیقان گشته باره | شد مزاجم معتدل تا راهبر گردیده ام

شبنم را در گلستان از حقارت بنگرید | همسر خورشید من هم دیده ور گردیده ام

ولہ

گر باین خوبی بجولان آن نگار آید بچشم | موج گل رنگ چمن جوش بهار آید بچشم

نیست آصف شش جهت خالی ز نور آفتاب | هر طرف نظاره ام تا زد که یار آید بچشم

ولہ

دل میکشد بسیر گل تا کجا روم | تا همرهم نه تن تنها کجا روم

سامان عیش و زندگی من جمال تست | نی دست بیتو دارم و نی پا کجا روم

ولہ

دار و نه مروت و وفا هم | بر ما که کند ستم جفا هم

بر لطف تو ہست چشم آصف — چون در ز تو میدہی دوا ہم

ولہ

دیدن کجا کہ نیست صدا در خرام او — در گوش ہم اثر ز شنیدن نیافتیم

ولہ

ہر چند کہ ما روئے تو امروز ندیدیم — لیکن ہمہ جا صوت صدائے تو شنیدیم

آصف نگر آن رشک پری برق خرام است — ہر چند دویدیم بگردش نرسیدیم

ولہ

شعلۂ عشق سر کشید ز دل — روز روشن چراغ می بینم

نیست محروم بسکہ در گلشن — رنگ طاؤس زاغ می بینم

در چمن چون رسید یار آصف — خرمن گل بباغ می بینم

وضع او شوخ و شنگ می بینم — وسعت کار تنگ می بینم

ولہ

یافتم ز اشک چشم نشو و نما — داد این چشمہ آب حیوانم

میکنم بحث با فلاطون لیک — با تو گفتن جواب نتوانم

آصف امروز دعوت سیفی — بیش ابروئے یار میخوانم

ولہ

صدق بود ہر طرف جانب آن میبریم — بر روش تیر راست سوئے نشان میبریم

گر نرسد دست ما ہیچ بداماں او — از پئے دلدار خود نعرہ زنان میبریم

ولہ

نیست جز آرزوئے بوس رخت — زاد راہے کہ در کمر داریم

از وفا و محبت و الفت — ہر چہ خواہی تو بیشتر داریم

ولہ

تیرم بنشان رسد بہ پیری — پر زور فتادہ این کمانم

لب بشکوہ او نکرد آصف — بیرون بود از حد بیانم

نہ روئے گل نہ بوئے گل درین گلزار بیرنگم — چہ ہستی گر بپرسی من بہ ہستی بر سر جنگم

نمی گویم کہ با یارم نمیگویم کہ بے یارم — خموشی پیشہ از راہ ادب گردیدہ است آہنگم

بجست و جوی تو گر جان رود چه باک ای دل
گذشته‌ام ز خودی بی تأملی آصف

وله

در جهان تحصیل دنیا تا نگاهم می دوید
گر نمیرفتم ز خود در دوربیت امروز بین
سرمهٔ چشمم که آصف راه طاقت بسته است

وله

نشان غفلت ما را بود موی سفید
ز لغزشی که به پیری کنیم از ره حرص
کار را بر خویش از آه آسان می کنم
گر چه طوفان میکند پیش نگاهم دور بیش

وله

خاکساریهای ما بر نفس غالب کرده است
نشاء از بس میکند آصف ز هستی بیخبر

وله

رفتار تو چون خاک کند دانهٔ دل را
تا مرتبهٔ عجز بمن گشت نمایان
بر غفلت خود چو زدم جان دلم جست
پیوند کند آصف اگر دل شکند یار

وله

صید دل بسکه بود محو جمال دامش
تا بیع جنبش دامانش بود شعلهٔ دل
فهم سر رمز ترا می کنم از دولت عشق
چون سمندر که ز آتش نکشد رنج آصف

گر جان تازه از شوق استعاره کنیم
بکار خیر چه حاجت استخاره کنیم

وله

عمرتی از هر چه میدیدم که بر میداشتم
در دولت از نالا امید اثر میداشتم
نالها میکردم آوازی اگر میداشتم

وله

دمیده صبح نمایان دگر چه خواب کنیم
چه ریش گاو شدن حمل بر شباب کنیم
غنچهٔ دل زین نسیم فیض خندان میکنم
طرح طوفان دگر از چشم گریان می کنم

وله

باز بر دستی بنفس از زیر دستی میکنیم
تا بجای خود پرستی می پرستی میکند

وله

گر سرمه کشم در پی او ریخته روانم
دل خاک شود در رهت امروز بر آنم
آئینهٔ بیداری خواب دگرانم
گر شیشه شکن دوست من آن شیشه گرانم

وله

آشکارا بنظر جلوه کند صیادم
در ره عشق چو او خواست بپا استادم
نکته نیست که تعلیم نکرد استادم
در جهان هستم و از فکر جهان آزادم

گر خم می بے رخت چو شد بفضل نوبہار
از غمش گشتم ضعیف و ناتوان و پیر لیک

دلم پسند کرده است شیوهٔ محجوب
دلم که هست در آزادگی علم چون سرو

در عضو عضو پیکر من جلوه پرسیست
ناز و نیاز هر دو بکار خودند گرم

در اعتدال وضع بود مژدهٔ نجات
بحمد الله بر آمد از لب لعل بتان کامم

بحمد الله که ایام بهار جلوه‌اش آمد
دمد بر روی امید دلم صبح مراد آصف

تا رشتهٔ تسبیح من را ز دلت گفت
تا نرگس او داد ز کاتم ز نگاهش

در دوری آن صاف دل از چشم تر آصف
پیش خوبان که ترا مد نظر داشته‌ام

در فراقت چو زدم آه و اثر کرد ترا
همتم اوج رسائی بدر او دارد

آصف از مهر مه روی و لب شیرینی
دهنت غنچه بخاموشی و در حرف گل است

زداویان رنگ نو و تازه بلعل لب توست

چون نمک آبی زنم از چشم بی‌خودش کنم
قامت خم گشته خود حلقهٔ گوشش کنم

وفا بورزم و من کار نیکنام کنم
بذوق حلقهٔ زلفش نه بند دام کنم

وله

چون دل از آنکه سر بسر آئینه خانه‌ام
گر ناوک است آن مژه من هم نشانه‌ام

آصف براه خوف و رجا در میانه‌ام

وله

لبم از خنده بگشاد آن شکرخنده جانم
بکام دل بهم آغوش طرب گردید ایامم

خبر آید نه آمد آن ماه گرسنامم

وله

من بهر چه دل بستهٔ زنار نباشم
امروز چرا مالک دینار نباشم

پیوسته چرا ابر گهربار نباشم

وله

دل بعجز و دوستیت ز همه بر داشته‌ام
شکر کردم که درین نخل ثمر داشته‌ام

زاد از قوت دل تا بکمر داشته‌ام
در بساط دل خود شهر شکر داشته‌ام

به بهار چمن آرای دهان تو قسم
میتوان خورد برنگینی پان تو قسم

وله

گر غبار راه دامان تو ننشیند چه باک | شرط عجز و خاکساری را بجا آورده ایم

دور بودیم از درت گشتیم خاک درگهت | ما کجا بودیم خود را تا کجا آورده ایم

در جمیع کارهای مشکل آصف ما بصدق | رو بفضل و لطف تائید خدا آورده ایم

وله

گر سحر در خاطر امید دل جا میکنیم | دولت جاوید وصلت را تمنا می کنیم

در تلاش و جستجویت گر بکار آید سرم | خاک راهت را در آندم جزو اعضا میکنیم

اینکه می بندم دل خود را بمهر این بتان | شیشه را من آشنا با سنگ خارا می کنیم

وله

خاک ما دادی بباد و هر طرف می بویت | من ز شیدای لبت خط غبار آورده ام

نوبهارم گفت می آید نگاه [illegible] تا بپیش | من نشان جلوهٔ آن گلعذار آورده ام

چیست آهنگ ترحم ای بهار بی جنون | وامن خود را برای نیش خار آورده ام

وله

سرمهٔ چشمش برای [illegible] است [illegible] همراه | ما نگاه مست ورا کیمیا دانسته ایم

دوستی کردن بجان عاشق [illegible] باشد غلط | آصف این بیگانه را ما آشنا دانسته ایم

وله

نسبت گیسو و زلفت را بسنبل میکنم | طرهٔ گل را مشابه من بکاکل می کنم

پیشوم بیتاب تا جورت نمی بیند دلم | چون ستمهای تو می بینم تحمل می کنم

وله

پیش رفت کار ما بوده است در دست جنون | نامهٔ فتح دل از چاک گریبان خوانده ایم

گر سخن گفتیم از حال خود آصف پیش یار | قصهٔ از درد دل در پیش دربان خوانده ایم

وله

اگر نیکم و گر بد و اینم او را | از و هستم در اینجا هر چه هستم

چه میپرسی کرا آصف پرستی | بتی دارم که او را می پرستم

وله

می طپد دل در برم بگذار دستی بر دلم | منتشر گردد وگرنه در جهان آب و گلم

از بیابان گردیم صیاد بیش آزاد و ساخت | کرد آسان دام زلف تا بدارش مشکلم

بماه نو چو ببیند خلق من روئے تو می بینم
که همشکل هلال عید ابروئے تو می بینم

نشان مسجد آمد دیدن محراب مردم را
چو خواهم قبله را جویم بابروئے تو می بینم

ولہ

زعصیانم عجائب خوفها در دل بود پیدا
رجائے هست از جان پشیمانی که من دارم

ندامت پیشه کن ای دل اگر داری شفا مقصد
جز این مرهم ندارد داغ عصیانی که من دارم

ولہ

ای بهار زندگی تا حسن رویت دیده ام
بهر عیشت طالب عمر خضر گردیده ام

حکمت العینت نه فهمد جز شهید ناز تو
از اشارتهائے ابرو درس آن فهمیده ام

زعفران را زیست رنگ زرد من از درد عشق
از نشاط عشق او همرنگ گل خندیده ام

کاروان عمر می بندد چو محمل هر نفس
آگهی تا گم نگردد چون جرس نالیده ام

هر یکی را سروری آصف نزیبد در جهان
در میان گل رخان آن شوخ را گزیده ام

ولہ

چو رسیده درد و سوزت بدل شکسته گفتا
چه بجز تیِ تو اینجا که بمقصدت رسانم

بنمود ز لطف قهرت غرضی بجز رضا نیست
نه بسود هست میلی نه تنفر از زیانم

ز غم تو چشم آصف همه بحت اشک خونین
چو عیان فنا و جانم چه کنی تو امتحانم

ولہ

ببنو تا خود را سلامت دیده ام
جان و دل را غرق خجلت دیده ام

حرمت بیعت داده ام با شیخ جام
تا کشائش در اراد ت دیده ام

من شباب عمر را صیاد وار
در کمین صید فرصت دیده ام

دیدم آصف گه عتاب یار را
لیک در عین لطافت دیده ام

ولہ

حرف لب نازکش نغمۂ داؤدیست
تا زسماعش بوجد رقص کنان میرویم

نام خدا در نظر هست نشان نبی
تا بسوی کشور نام و نشان میرویم

شعلۂ شوق بپرواز در آمد شب هجر
شمع افروخته در راه طلب بال و پریم

خاک گشتیم برهت اوج مرا سیر نما / در پی قافلات هست نمایان اثرم
هر کجا می نگرم موج ظهور دریاست / قطره در بحر نموده ست و بخشکی گهرم
رہبری کرد زبس کار توکل همه جا / خطری چهره نیفروخت بره در سفرم
نیست جز رنگ رخ یار به چشم آصف / محو نظارهٔ گلزار بوجه دگرم

وله

بغیر درد محبت که دائم است بپا / بنای کار جهان را خراب می بینم
چه خوش بود که کنم عبرتی بدل حاصل / که کار عمر عجب در شتاب می بینم

وله

غرض بود ز وطن راحتی و آرامی / بذوق وصل براه تو من وطن دارم
زبان کشاده پی وصف خوبی قد است / نشان هر سر موئی که من بتن دارم

در دل خود محبتش دارم / در جدائی حضور دلدارم
سوز و درد محبت و شفقت / بهزار آرزو خریدارم
ای صبا از من بگو آن یار را / یوسف عهدی خریدار توام
گوید آصف کای دکان ناز یار / طالب هر جنس بازار توام

وله

در زاهدان زرد نشانی نیافتیم / تصویر بو و گرمی جانی نیافتیم
پیری ز رنج هرزه دویدن نجات داد / منزل لطیف راحت جانی نیافتیم

وله

از تارکان دنیا هرچند ما نباشیم / لیکن بکوی ایشان ما نقش بوریائیم
درد محبت او مرهم شفای جان ماست / بگذر طبیب از ما کی طالب دوائیم
فرسنده خاکساران فهمیده زن قدم را / هرجا که در خرامی ما خاک زیر پائیم
سودای یار آصف فزود قسمت ما / از دولت محبت ما جنس بی بهائیم

وله

یادیامی که یار مهربانی داشتیم / در بهار سرو قدش آشیانی داشتیم

یاد آن صحرا که پیش شوخی صیاد خود | ما دل از صیاد گشتنها گمانی داشتیم
یاد آن آهی که هم رنگ جرس آواز داشت | بود تا بر لب نفس ما کاروانی داشتیم
یاد آن سودا که در کوچهٔ زلف بتی | جنس دل را چیده بودیم دوکانی داشتیم
تشنه لب مردیم در هجران او با آنکه ما | در فضای چشم خود آب روانی داشتیم
یاد آن ساعت که سودا بود آصف رهنمون | ما سر خود را بخاک آستانی داشتیم

وله

ز حال دل که درد محبت چیست پرسیدم | نمود آئینه تا محرم اسرار گردیدم
چو او در عالم و بیرون ز عالم هست از شوقش | درون پیرهن بیرون از آن من نیز بالیدم
اگر باور نداری من نشسته جوان ای خضر | بجای سیر سایه در تماشاهای تقلیدم

وله

نه از جوش مستی از الست و از بلی آگه | از این دانی که امروز از صنم عشق تو ورزیدم
شناسائی بود تکلیف آزار در جهان آصف | لباس عافیت تا دل بحیرت نیست پوشیدم

وله

بعشق آن پری رو خویش را دیوانه می سازم | دلم را گرد شمع عاشقش پروانه میسازم
بدل توحید تا بخشید از اهلیتم سوزی | باهل خانقاه و کعبه و بتخانه می سازم
رسائی نیست آصف را فراقش خبر بفرمای | بیاد چشم او با نعرهٔ مستانه می سازم

وله

بشارت اشک را داده چشم پر نم شبنم | که بر برگ گلی در بوستان شد همدم شبنم
بهر شاخی که گل واکرد چشم عبرتی بر خود | مهیا گشت در بزم چمن جام جم شبنم
عرق از بسکه بر روئی تو باشد صاف نازکتر | توان گفتن درین گلزار او را شبنم شبنم
دلم قمری است بر سرو قدش آصف بیا خاکی | زمین و آسمان دارد خبر از عالم شبنم

وله

در آئین نیازم جبهه سائی نقش امید ست | بهر جا یار پا بگذاشت بهر سجده رو کردم
ظهور کارها را جوش طاقت می کند یاری | بقا لبریز شد تا جانم براهت جستجو کردم

دل صد چاک می گوید که عشرت نیست بی رنجی
برنگ شانه سیر زلف خوبان مو بمو کردم

وله

نه پیدا باشد شوق این دل بیتاب بیار رو
که بالش پر بود موجود در کار طپیدن هم

درین گلشن بهار شادی و غم پهلوی هم باشد
بود گل غنچه گاهی گاه سرگرم شگفتن هم

وله

چو دندان برات عاشقان بر شاخ آهو گفته اند
پاک زین تهمت دل ما شد که ما پروانه ایم

ناتوانی را ز جوش باده کم نتوان شمرد
در ره کوی تو گرم لغزش مستانه ایم

وله

در نفی خودی جلوهٔ اثبات نگار است
آگاه ز هستی نیم و محو جمالم

پیوسته توئی بسکه بدل حاضر و ناظر
کفر است که گویم که سوی یار خیالم

وله

شکر احسان نیست جز احسان نمودن مثل آب
بر لب شیرین او دستی بر از شکر زدم

تا عرق در گرمی جولان بخاک افشانده
دانهٔ موران در زیر پای نازکش سر بر زدم

وله

سرو مراد آصف است در چمن راستی
آنکه بتعظیم خلق خوی کند با قیام

وله

گرد عالم همدم باد صبا گردیده ایم
همچو روی او گل خوشبوئی کم دیده ایم

در گلستان محبت رتبه باشد بلند
تا به بندیم آشیانه بر سرو او بالیده ایم

آصفا زور دستم پای دون را چه غم
صندلی بر جبهه از خاک درش مالیده ام

وله

لطف کن لطف کن که در پیش تو باز آمده ایم
با کف پا زیر از نقد نیاز آمده ایم

پیش آن مه بقد خم شده آصف چه رسید
گفت آن ماه که ما هاله نواز آمده ایم

وله

عشق بازی نبود سهل که مشکل کاریست
هر کجا پای نهی من سر خود را بازم

وله

در دل آزادگان دنیای دون را جا نیست
نقش خود ننشاند هرگز بر سر دریا قدم

اتفاق آئینهٔ مقصود روشن میکند
جذب یار و نفس در راه او از ما قدم

وله

ز دردم یار آگه نیست افسوس
که محمودم نمیداند ایازم

شود مقبول کس از خاکساری
چو یک کس بی رعونت نیست آصف
اختلاطی نیست پیدا لیک در راه وفا
گر مددگاری کند حیرانی نیرنگ حرص
سینهٔ گل چاک می بینیم چو خود آصف به باغ
حرص دنیا هیچ کمتر از گزند مار نیست
از پی دردسرم کبر و رعونت ره نیافت
صید دل تا رسید در کویت
هر کجا باشد طلوع آفتاب مهر یار
همچو عیسی هر که در تجرید باشد سرفراز
دارد این دنیای دون بر لب پیغام غم
کام آگاهان بود شیرین ز عیش معرفت
در تلاش شهرتش حاصل جز این چیزی نشد
از نصیب خویش هر یک را بود شکر طلب
پختگان را سربلندی در نظر هیچ نیست
بی مضرت کی بود گر حرمتی در نغمه است
پند ما بشنو که بیخ دولتت محکم شود
تا نهنگ آسا ز خون عاشقان رنگین کند
قطره از آبرو بهتر بود آصف بحر

کنم گر خدمت محمود ایازم
بود در خاکساری امتیازم

وله

انتظار گرم جوشیهائی یاران می کشم
دست خود از مهر این دنیا چه آسان می کشم
تا سر خود را در آنجا از گریبان می کشم

وله

تا بجنبیم آمد ز رفتگانش عصا برداشتیم
تا ز زیر پائے او خاک شفا برداشتیم

وله

از جرم حرف هم زحل گفتیم

وله

می‌نهد در گم شدن دنیا و ما فیها قدم
می گذارد بی سخن بر عالم بالا قدم

وله

خودنمائی کرد در آئینه او نام هم
غفلتش بسیار و آگاهیست در ناکام کم
بر جبین خویش دارد از عرق گمنام نم
برد فیض از آئینه اسکندر و از جام جم
میشود از بار زحمت قامت هر خام خم
میکند بی شبه تاثیر در اجسام سم
کامیابیها بود در شیوهٔ خود کام کم
می کشاید حلقهٔ آن زلف عنبر فام خم
در بساط عزتش دارد سپهر نام نم

وله

درجهان ظلم ست بیش و عدل کمتر در نظر   مائل کار خدا بی هر یکست و معمار کم

خاک کم باشد بکوه آصف هجوم سنگ بین   بی ترحم در جهان خلقی بود غمخوار کم

وله

رسان ای طپش برکف پائے یارے   درین خون فشانی حنائے که دارم

بنا بم دگر غیر جانبازی آصف   براه وفا رهنمائی که دارم

وله

مسلمان کی در حلقهٔ گیری او افتد   ندارد کافری ره در خم زلفش برهمن هم

کند نائب همان کارے که فرماید منیب آنرا   چو آن مه میکند پامال ما را نعل توسن هم

بت سنگین دلم آصف بپرسد هیچ از حالم   که آرد دوست رحمی در چنین زاری دشمن هم

وله

رمی که طالب آن یار بیوفا شده ام   بتخلف وعدهٔ هر روزه مبتلا شده ام

زسوز در دمحبت چه شد که سوخت دلم   هنوز قابل عشق بتان کجا شده ام

بهار لاله ز خاکم دمد که جا دارد   شهید خنجر مژگان سرمه سا شده ام

ز ناتوانی تن رشته ایست هر رگ من   لباس پوش که چون حرف در قبا شده ام

بمحفلش نظر افتد مگر ز دور آصف   غبار وار پی یار بر هوا شده ام

وله

به نیک بد خبر کردیم از درد   بهر مست و بهر هشیار گفتیم

لب از شکر و شکایت پر ز خارست   ز گل حرف و سخن از خار گفتیم

وله

دل با ئین خاکساری گفت   مثل آن قطرهٔ چکیده رسم

نیست گر طاقتی بدان آصف   بر آن دلربا طپیده رسم

وله

نه همین گرد و غباری دیدم   شکر شد که سوارے دیدم

شب چو بیدار نشستم آصف   صبحدم چهرهٔ یارے دیدم

وله

تا تر از اشک مژه جانب بالا زده ام   پنجه بر آبروئے ورد هویدا زده ام

اے رہ کوئے محبت مکن از من گلۂ
شب چو آخر شود از شمع اثر کی ماند

ہر قدم را بسر آبلۂ پا زدہ ام
سر دشمن نہ بہ تیغی بمدارا زدہ ام

وله

دل صیاد پارہ ام بیاد آمد
پیش تیغ دو ابرویش آصف

سبحہ را تا شمار می کردم
وصف آن ذو الفقار می کردم

وله

تا نظر بر چہرۂ آن شوخ و شنگ انداختیم
تا بہ بزم آن گل رخسار غیرے سر کشید

با جنون و عقل کامل طرح جنگ انداختیم
ما درون کاسۂ آتش قدرے رنگ انداختیم

وله

بجز بند نویسندگان عالم
سر من است و ہمان خاک آستانۂ تو

گر از اشک چشم تر ہم شستہ می شود گنہم
در ترا بہ بہشت برین بکف ندہم

وله

اگر در وے بود سر را بر آن در بر زمین مالم
بگویم از لب شیرین او تا حرف شیرینی

ز خاک پاک آن گلزار صندل بر جبین مالم
ز شان شوق آصف بر لب خود انگبین مالم

وله

ما قصہ ہائے درد ز لبہا شنیدہ ایم
فردائے محشر است مگر روز وعدہ ات

یک شب در فراق کہ شبہا شنیدہ ایم
ہر روز از زبان تو فردا شنیدہ ایم

وله

نظر بر مہر مکتوبت در اسناد باید کرد
پی اسباب دنیا در تعب کے افگنم دل را

گر از نقش نگین در ہر دو عالم نام می خواہم
کہ جان کندن نگین آسا برائے نام می خواہم

ردیف حرف نون

نقش نیکی بعد مردن ہم نخواہد شستہ شد
جز نگین ہر نقش آصف می تواند شستہ شد

وله

مژدگان را می کنند این نقش پیدا چون نگین
نقشہا بسیار دیدم نیست یکتا چون نگین

وله

حفظ آرا ہم بمنزلگاہ مقصودم رساند
گوش ہوشم می کند تفریق کذب و صدق را

راہ گردیدہ است طی از پا کشیدنہای من
بر کف آئینہ دارد شنیدنہائے من

ہست در پرواز بیتابی رسید نہائے من   بال و پر افشانده در راہ طپیدنہائے من
انبہ دعوی بالب شیرین خوبان کرد و گفت   میبرد دل چون لب پاکش مکیدنہائے من
در مقام کوشش آصف این ترنم می کند   برق را افکند در خجلت دویدنہائے من

وله

الفت ما از رسید نہائے او گردد فزون   گوہر نایاب باشد بہا از حد برون
در عروج اہل دنیا نیست اینجا اعتبار   میشود خورشید ہم ہنگام مغرب سرنگون

وله

جلوه پیرائی کند گر آن گل رعنائی من   در تماشا محو او گردد ز سر تا پائے من
شور بخشد بیست گردد پیش ما ہی ہوئے عشق   سربلند از دولت دردش بلع و غوغائے من

وله

صفائے نام در ینجا از آب پیدا نیست   بدست کار سیاہی نشست و شوئے نگین
اگر نصیب کس آصف ز نام نیک بود   روان بود برخش آن بروز جوئے نگین

وله

رحم و لطفت ساز یارم یا محمد تاج دین   از عنایت سازگارم یا محمد تاج دین
دانہ تسبیح باشد دل بدست شوق من   نام پاکت می شمارم یا محمد تاج دین
جبہہ سائیدن بخاک درگہ نورانیت   میفزاید اعتبارم یا محمد تاج دین
چہرهٔ نورانی خود را نما خورشید وار   بر درت در انتظارم یا محمد تاج دین
خاک راہت گشته ام در آرزوی پابوس   در ہوائے تو غبارم یا محمد تاج دین
گر تو صیادی بود صید دلم در دام تو   در خم زلفت شکارم یا محمد تاج دین
پیش لطاف تو آصف قایل از جان و دلست   جز تو دیگر من که دارم یا محمد تاج دین

وله

بسیار در فراق تو خواہم گریستن   دل را ملول بیش کند کم گریستن
در وصل آفتاب جہانتاب آن نگار   تدبیر صائب است چو شبنم گریستن
آصف مزاج خلقت عالم ہمین بود   بر بیش خنده کردن و بر کم گریستن

وله
گرد هستی ز عشق بر خیزد
نیست غیر از هوا غبار شکن

غیر تسلیم نیست زیر فلک
گردن سخت این سوار شکن

وله
چه غم دارم اگر طوفان کند موج تردد ها
گر باشد همدم و مونس رفیق ره خدای من

وله
بباد میرود از جنبش ریا کردار
ازین به است پشیمانی گنه کردن

وله
همتی باید که در آغوش مقصد جا کند
بگذر از جان کار مشکل تو آسان بین

دل اگر در یاد او تسبیح گردانی کند
بر فراز تخت مقبولی سلیمانش ببین

وله
جزای یک حسنه میدهند ده حسنه
چه لطف اوست که یک را حساب ده کردن

وله
میدهد حسنت بشارت از عروج دولتم
در زنخدان تو دیدم همچو یوسف جاه من

آصف مدار بلندیهای بخت و طالعت
تا نظر کردم بسرو قامت آن شاه من

ردیف حرف واو

وله
بعرصه گاه جهان راه و جاده بسیار
بجز طریق محبت به هیچ راه مرو

وله
ای چه هیچ گوئی ز دنیائے دنی آرام دل
نیست جز تشویش خاطر الفت اسباب او

نفعی ز باغ دهر اگر هست منفعت
چون شاخ باردار از ینجا خمیده رو

آخر نتیجه بخشش بود کوشش مدام
باقیست تا نفس تو پی این عقیده رو

وله
دلم در سینه دارد مهر گیسوی چو دام تو
که از روز ازل نقش نگینم گشته نام تو

بملک دیده و در عالم دل ای صنم خواهم
بود دائم چو حکم حاکم عادل نظام تو

وله
نام من زیر فلک عمر درازی یابد
دیده ام زلف بتی نقش نگین نام از او

دل بکی یار یکی اوست چو آئینه فکر
نه بدل فکر ز دنیا نه ز دین دارم از او

وله
تا دیده ایم دلبری چشم مست او
رفت از خفیا ز جان و دل ما بدست او

ردیف حرف ہائے ہوز

تا شام و هر ای گلچهره خوشبو کرده | بهر صید عالمی پنهان تکاپو کرده
تا بسنجی نیک بد اینجا دو چشمت داده اند | ای چرا خود را تو غافل زین ترازو کرده
اشک می سازد نمازی ساحت سجاده را | مژده بادت گر وضوئی زآب این جو کرده

وله
می تواند آشنا گشتن به پشت پا زدن | گر دلت را آگه از نیرنگ دنیا کرده
میتوان گفتن از آن اسرار با ما شمه | نرگس حیران چه در گلشن تماشا کرده

وله
جز فیض نسیمت نبود حاصل گفتار | از برگ درختان که شنیدیم ترانه
گر بشنوی ای محتسب از ما سخن خوش | بشنو ز رباب نی و هم چنگ چغانه

وله
نمک از آن لب شیرین خود بجان من ده | که تا کباب کنی آتشی در آن زده
چه سنگهای ملامت بره فتادن من | تبارک سرین جان ناتوان زده

وله
دل چه سنجید بمیزان گل رعنائی تو | چشم بد دور که از پیش دو چندان شده
در بلندی من اسباب نشاطت افزود | گریه ها کرده ام ای یار که خندان شده
غیر احسان نبود در دولت آصف چو مرد | پیش دلدار تو شایسته احسان شده
از اشارات دو ابروی دو چشم بیمار | نکته دان گشته ای یار و شفادان شده

وله
روشن بود که گوهر کان مروت ست | سر را براه الفت حباب داده
در نظر ما سبحه گردانی نباشد جز ریا | اینقدر خود را تو ای زاهد چه رسوا کرده
چو ذوالفقار عدو افکنی ست در دستت | مدد نمای بما یا علی ولی الله

وله
تا کجا ها بار دنیا می کشی | گر بیند ازی ز سر این بار به
گر عمامه بندی از بهر ریا | سر برهنه بودن از دستار به

ازریا اعمال باطل می شود		از چنین تسبیحها زنار به

ردیف حرف یای تحتانی

مشکل نباشد یافتن مال فی الطبع را		باید تامل کردنت در کار دنیا اندکی
با عسر میسر آید مگر ناخوانده ران بگذاشته		بسیار کردی جبر ما رحمی بفرما اندکی
بتدبیری کنی عالم مسخر	وله	بخاطر فکر بسیاری نداری
همین بندگیست جمله آزاد		ازین صنعت گرفتاری نداری
بخاطر کینهٔ آصف مپو یاران		هزاران مشکن یاری نداری
چیزی سبب باه و عالم	وله	بهتر نبود ز آشنائی
از زشت جهان اگر نجو بینی		بدتر نبود ز خودنمائی
ایدل آغشتهٔ دنیای دنی چون شده	وله	ور نظر آید همه خوابست تو هم میدانی
برنج سفرت چهره نمای برکاتست	وله	اینجاست جهان راحت جاوید بهی
از گنج قناعت نبود هیچ نصیبت	وله	تا در دل جان نقد درویش نیابی
مشاعی صرف بیجا تو شب عزیز خود را	وله	بجهان دگر نیابی ز متاع زندگانی
در دوست اگر نصیب دل و جان نا شدی	وله	بجان بخشی تر ز آب حیات روا شدی
ایدوست کجائی بوطن باز کی آئی	وله	در دیده نگرانم بر من باز کی آئی
بدست آویز آصف پیشیت آمد	وله	سلیمان وار چون ما یکتا بی
مکن در فعل بد تعجیل هرگز	وله	بکار نیک آصف شتابی
دل رنجیده کجائی که یار در پیاست	وله	جمال بینی اگر باز در وطن آئی
راحت جاوید یابد دل بغربت خواهد شدن	وله	گر بی آسوده گرد نهایت جهان میشوی

ایدل از رمز محبت گر بیانی شمهٔ　　در میان عاشقان از اہل عرفان میشوی

در بہار وصل آصف سبز گردد کشت دل　　در فراق یار اگر چون ابر گریان میشوی

وله

تعب کش در سفر گردد حریفش　　بکار اینجا نیاید میرزائی

جہان پر گشت از نور تو لیکن　　نه بیند کس که در عالم کجائی

وله

غنیمت بشمر ای غافل که فرصت حاصل عمر است　　بود خرمن عالم ہمین امروز و فردائی

فروغ جلوه اش پیداست اما کس نمی بیند　　بود خالی تماشاگاه او از چشم بینائی

متاع زندگی آن به که صرف آشنا گردد　　سر ما را بفتراکت چو بندی ہست سودائی

وله

دلست آئینه وار صیقل او　　نمی بینم بجز یاد الٰہی

مکن در مو سفیدی خواب غفلت　　ز جائے خویش خیزد کس پگاہی

وله

وارسته نیستی اگر از خویش نگذری　　آگه نه ز غفلت اگر پیش نگذری

تفریق نیک و بد ثمر آگہی دہد　　اے مه درین میانه ز تفتیش نگذری

سیر بہار گلشن وحدت بود محال　　تا در دولت تو از کم و بیش نگذری

آصف درین بساط بود نقش اینکه تو　　خدمت نکرده از بر درویش نگذری

وله

محبت میدہد ہر دم گواہی　　که دل را میبری خواہی نخواہی

اگر پرسی تو حال ما ز مردم　　دو عالم میدہد پیشت گواہی

درا صلاح گناہم دخل دارد　　پشیمانی ندامت عذر خواہی

علامت ہائے فیروزی و فتح ست　　نشانہائے دعا و طلوع و ماہی

بحال خاکساران محبت　　تفقد کن که صاحب دستگاہی

دہد آئینه را اعزاز صیقل　　دل آصف شد از یادت مباہی

دل حیرت زده را دیدهٔ حیران مددی
شرط یاریست بهر کار ز یاران مددی

دل بظلمت کدهٔ فکر جهان افتاده است
شمع روشن توئی ای بی‌نوایان مددی

گنج معموری عالم متصور نبود
تا بشاهان ننماید گدایان مددی

درد عشق است که منت ز روائی نکشد
دردمند تو نخواهد ز طبیبان مددی

یکدگر بود از ربط فوائد بسیار
نانخورش یافته در لذتش از نان مددی

آصف از یاری ما یار تنفر دارد
کی طلب میکند از مور سلیمان مددی

وله

بحر دامست ندارد صید دل سامان آرامی
بنای خانهٔ عاشق ز زلف حلقهٔ دامی

نشان پخته کاریهاست بر جوش شدن راضی
امید از لطف او بیرون بود اندیشهٔ خامی

اگر سوئے حرم روئے توجه هست حاجی را
بطوف زلف مشکین آصف بسته احرامی

وله

دامن خواهش نیا چه دراز افتاده است
وقت آنست که ای خار مغیلان مددی

آصف از گاو و خر امداد نه بندد صورت
کند انسان همه باب بانسان مددے

وله

برنگ رو یم از عشق ست از روے
دلم دیوانه شد آیا چه کردی

نخواهی یاد درمان کرد ای دل
اگر محرم بجو بهاسے دردسے

بروید گلشنے از خاکت آصف
بزیر پائے نیکان گر تو گردی

وله

برخاست امن از دل تا رو بره نهادی
نظاره ماند تا یم هر جا که ایستادی

زین بوستان خرم در باب غنچه هست
آواز پا بگوشت هر دم نوید شادی

گر ممکن است آصف میکوش در تدارک
فرصت غنیمتی بود از دست چون دادی

وله

تجاوز کردن از حد نیست دستور ادب هرگز
تعرض با تو می پیچد چه بی دستور بنشینی

نشست و خاست باید کرد آیا در رضای او
بحکم یار برخیزد ز جا مامور بنشینی

چنان ز غیر آصف بجز یار باید شد
مروت تو اگر چند عام هست چه سود
ز نخته هیچ صدائے نمیرسد در گوش
باشد بلند همچو علم در صف ناز
در رتبه اش تنزل دیگر ضرور شد
هر جا که پیروی هست آصف گرفته است
اگر نقاب ز رخ لمحه بر اندازی
سخن بلند ز لب همچو سرو شد آصف
در نظر زلف سیه شبرنگ آید اندکے
معنی محوش ندارد لفظ غیر از نیستی
لذت افزائش نعمت نصیب کام نیست
شکر شد چشم غیرے همچو ما رویت ندید
نویسد شوق حرفی بس اگر در جا نه کس باشد
کند پرواز شهرت در فضائے عالم لها
دل میبرد آن دلبر طناز نهانی
در دست توانائی ما نیست جز افسوس
در باغ جهان است خزان آفت پیری
با این همه ستم که تو دلدارم آمدی
در هیچ مذهبی نبود این ستم روا

که روی آن پری بینی اگر با جور بنشینی

وله

ز حال خسته ما هیچگه نپرسیدی
بکار عشق تو ئی خام چون خروشیدی

وله

در گوش اهل سجده اذان محمدی
عیسی چو گفت بعد من اسم احمدی
تو مقتدائی قبی و ما ئیم مقتدی
شوم چو مهرپائے تو گرم مهربازی
بیا و سعدی شیرین زبان شیرازی

وله

تا رشکینش مگر در چنگ آید اندکے
این لعبت پیدا نه در فرهنگ آمده اندکے

وله

گر تو شکری بزبان از زرق زرن میبری
ای پری خود را نهان از پیش نظر ن میبری
اثر در آشنا خواهد نمود از دوستان حرفی
اگر دارد ز جوش معنی برجسته جان حرفی

وله

داغے بجگر میبندد از بهر نشانی
تا همدم برق شده ایام جوانی
پیداست ازین رو که بهارست جوانی

وله

صد شکر می کنم که خریدارم آمدی
زینسان که چون نهنگ تو خونخوارم آمدی

چیست راز دل نمیداند کسے — حل این مشکل نمیداند کسے
عالمے در جستجوئے ساحلند — کیست بر ساحل نمیداند کسے

وله

شدیم خاک و زہستی ہمین بود کافی — گواہ سجدہ کویت زمین بود کافی
گواہ درد محبت چہ شد کہ نیست کسے — بہ پیش یار دل پر حزین بود کافی

وله

چہ بودی آن پری رو یک نفس ہم یار من بودی — زمانے ہمدم و از لطف با من ہم سخن بودی
نبودی جز ہمین پروانہ گشتن شیوہ جانم — شبے قد موزون تو شمع انجمن بودی

وله

ایدل فدائے غمزہ خونخوار کیستی — ایدل بدام کاکل پر کار کیستی
تنہا نمیکشی تو کہ صد پارہ می کنی — در بسملان بگوی کہ در کار کیستی

وله

دیدہ ام از تو من امروز نگاہ عجبی — کہ دلم ہست بہ تشویش گواہ عجبی
بدعا دست برآری اگر از دل آصف — در خطرہا بنظر ہست پناہ عجبی

وله

اے یار شگفتہ رو کجائی — وے شوخ فرشتہ خو کجائی
دل بستۂ موی تست آصف — اے کاکل مشکبو کجائی
ما بیخبریم در جدائی — ما ہم کجا و تو کجائی

وله

تا نہ نشین چو خاک بدریا نمی شوی — جوہر شناس گوہر لیلا نمی شوی
ہرگز حضور دل بتو روئی نمی کند — یکسو اگر ز مردم دنیا نمی شوی
حرص مزخرفات جہان داردت حزین — تا آشنا بترک تمنا نمی شوی
آزادہ تا نمی شوی از یار نرہی آصف — سرو ریاض گلشن عقبی نمی شوی
ثمر و نہالے تو عام ست و ما ممنا ز مہرت — ہزار افسوس قدر الفت ما نمیدانی
بحیرت رفتہ است آصف بہ پیش جلوۂ نازت — نمیدانم کہ میدانی ز حالم یا نمیدانی

وله

بی روئے تو یک ذره نداریم قرارے
با صبر نباشد دل ما را سروکارے

روزیکه دو چار رخش شدم این عرض نمودم
آنکس که دلم برد توئی گفت که آرے

وله

دہد گوسر بجائے خود غبارم را بجا باشد
که دارد آشنا از آشنا امید اعزازی

محبت نیست محتاج محرک در طلب آصف
بغیر بال پر دل میکند سوئے تو پروازی

زخاکساری بوی خوش جہانگیر است
زپائے ہمچو گل خود که بر زمین داری

وله

نگشته خاک پان گرد آستان نرسی
برون ز خود نشوی تا بآنجہان نرسی

بغیر جنس تو از راز دل مگو آصف
خموش باش تو تا پیش ہمزبان نرسی

دادند ترا دیده بینا تر ازان ہم
از جام جم روشن جمشید چه پرسی

رنج سفر چہره نمائے برکات ست
اینجاست عیان راحت جاوید چه پرسی

جز یار تسلی ندہد جان مرا
ایدل خبرم او که نپرسید چه پرسی

انوار رخش بسکه عیانست بعالم
آصف خبر از مطلع خورشید چه پرسی

وله

اے پری رخسار تو آئینه روشن بود
دیدم چو قرص ماه را در چین ابران بالا تری

خورشید و مه را کی رسد ہمسر شدن با حسن تو
از طره طرار خود از بسکه صاحب افسری

وله

در روت اگر نصیب دل و جان ما شدے
جان بخش تر ز آب حیات دوا شدے

آصف کسے چو چشم کشادے بعبرتے
ہر مشکلے نماندی و ہر عقده وا شدے

وله

ہمرہان را چون قفا بگذاشتی
پرده از رو بعد ازان برداشتی

ای برآصف چون نکردی اعتماد
بر طریق دیگران پنداشتی

وله

دل را نشد ز جلوه انتہائی یار آگہی
حیران ندارد از روش کار آگہی

در گلشن مراد سرافراز می شود
ہر نخل قامتے که بود بار آگہی

میدهد دولت جاوید بما سایهٔ حسنت
که بفرق سر ما بسکه بماه همائی

طالب بدن رویت نبود انچه ل زار ر
درد مند تو بود آصفا ای یار شفائی

ولہ

ای شوخ چیست سوی گلستان نمیری
گلها شگفته ست به بستان نمیروی

ولہ

بعهد خویش نگار استوار بایستی
انیس جان و دل بیقرار بایستی

چه سود از ینکه بهار آمده است و سبزه دمید
که یار گلرخ ما در کنار بایستی

ولہ

بهتر از وضع ملائم نیست جا نزا فارسی
آب سیبی ند یاد از صدمهٔ سنگ کسی

آهن زنجیر برما شد زر کامل عیار
سختی خوبان هندی هست سنگ پارسی

جلوهٔ گلزار دنیا هست آصف همچو برق
نیست جا بکنز رنگ گل زینجا فارسی

ولہ

فریاد و ناله است وصدا و فغان یکی
مقصود ما ز شور جهانست آن یکی

چون یک می منفیده هر انجام کار ماست
غم نیست گل را اگر آمد شبان یکی

ولہ

اند رینج خار راه اگر جبهه چین ندید
گلهای تازه روی بدامان کند کسی

نقشی بر آب مینماید آهنگ معصیت
آمدم که نفس خویش پشیمان کند کسی

پیری ربود خواهش عیش و طرب ز دل
آمد خزان چه سیر گلستان کند کسی

ولہ

می کند هوش و واعظم چو جدا میگردی
عهد بستی نروی باز چرا میگردی

نیست امید که از دست تو بینم آرام
گر شوم خاک تو لا شوخ هوا میگردی

ولہ

بوسه گاه لب افلاک بود جای علی
اوج امید گرفته ست چمن پای علی

نیست جز وجودش ز کرامت خالی
حل مشکل شود از ناخن ربیای علی

الفت اوست چو ارکان مسلمانی من
شده ام شیفته و واله و شیدای علی

بیسزد قیمتش افزون ز دو عالم آصف
بی بها هست ز بس گوهر یکتای علی

حریف صبرا نبود روز حشر قدرت نطق
جمال یار ز خورشید نیست کم آصف

ولہ

دهان پرست از آن در جواب معذوری
اگر به پیش رخش نیست تاب معذوری

دیوان دوم کے اشعار منتخبہ جسمیں آپ شاکر تخلص فرماتے ہیں مندرج ہیں

ردیف الف

صبح دمید باده ده نالهٔ عذرخواه را
پاک ز زنگ جهل کن آینهٔ گناه را

اوج مقام جاه او کرده بعرش همسری
سرمهٔ بینشی کشم دیدهٔ اشتباه را

کشت مراد منکر است طرفه ترا اینکه بهره‌ور
گوش نمیکند کسی زمزمهٔ گواه را

خندهٔ گل نمیشود رنگ ردائے گلفتم
شاکر اثر بود بسے گریهٔ صبحگاه را

لالهٔ داغ ست دل خستهٔ سودائے ترا
گل بود ساغر خون محرم مینائی ترا

چشم دل فاخته سان گرد سرت می گردد
دیده تا سرو قد سرکش رعنائی ترا

دی شنیدم که ملائک بمسیحا میخواند
بر فلک شاکر پر شور غزلهای ترا

ولہ

در بهار خط صفائی حسن افزون میشود
آب دیگر میخورد بر رخ غبار آئینه را

از حدیث مهر و کین پیش منافق دم مزن
تا نه بیند راز پنهانی بیار آئینه را

ولہ

در فراقش هر سر مو شعلهٔ آهست آه
میرود از عرش برتر ناله و فریاد ما

راستیها رهبر آزادی شاکر شود
قامت سروی ازین فن گر بود استاد ما

ولہ

بسکه تصویرکشی بهبهات انسانی را
تا تماشا کنی این انجمن فانی را

گر ز انصاف بمعموری عالم کوشد
شاه در خواب نه بیند غم ویرانی را

خار و گل پیش نگاهش همه یکسان گردید
هر که پوشید نخود جامهٔ عریانی را

زلف مشکین ترا کجا فطرت مانی ز کجا — قلم صنع نوشت این خط ریحانی را
محرم معنی خویش است در اینجا شاکر — هرکه در سجده بخواند خط پیشانی را

وله

نگاه میفروشش پر کند مینای خالی را — رخش از خون تر می بخشد بهار پرتگالی را
نه هر صورت بود لازم که معنی آشنا باشد — شکوه پنجه صولت نباشد شیر قالی را
ز شور بیکسان تا واعظ ارباب فرقها باشد — بحرف و صوت کی نسبت بود اشعار حالی را
بچشم همت خود در نیارد وضع درویشی — نه طاق مشرقی نشناکرد ایوان شمالی را

وله

مدعی از رشک میسوزد چو شمع — گر ببیند گرمی بازار ما
خار فکر باطل از دل بر کشیم — گر بود صاحب دل غمخوار ما

وله

جناب آستان بی نیازیست — گدا در سجده و سلطان هم آنجا
ز محنت میرسد هر کس براحت — الم هرجا بود درمان هم آنجا
شکر خواهی بشکر کوش شاکر — که باشد لطف هم احسان هم آنجا

وله

هرسو رویم یار مقیم خیال ماست — اورا چه غم که رنج سفر میکشیم ما
از حال ما چو آینه اینجا گر است غم — گر زحمت خود بملک دگر میکشیم ما

وله

در بیابان طلب راه حرم گم کرده ایم — یک مدد از خواجه احرار میخواهیم ما
عیر در واز حاصل گیتی چه باید جستن — آه گرم و دیده خونبار میخواهیم ما
بستر آسودگی در خاکساری یافتیم — بر زمین پهلو چو نقش بوریا داریم ما
جام ما از درد و صاف عرض مطلبها تهیست — شاکریم از خود دل بیمدعا داریم ما

وله

تو در بیجا فسرده همه گرداب گوهری — بطبیعتش ببند رخت دل بجهان گر گشا
نبود جز جنون دوا مرض کار بسته را — همه در ببند بر رخت ز دل چاک در گشا

آه دردآلودے باید مرا | وله | نغمۂ داؤودے باید مرا
شکر لله فارغم از نیک و بد | نی زبان بے سود می باید مرا

وله
سوخت تا داغ محبت دل دیوانۂ ما | شمع گردید بگرد سر پروانۂ ما
چهره بنماید و از شاکر اگر دل طلبد | نیست جز دادن جان تحفۂ شکرانۂ ما

وله
خوش ندارم صحبت عاقلان | صحبت مجذوب می باید مرا

وله
نیست از دشمن غمی چون دستگیر ماست پیر | در جناب حضرت والتجا داریم ما

وله
محو آن زلف پریشان چکند سامان را | بر در خانه نگر جائے دہد طوفان را

وله
یک ساعتے بحرص مده اختیار را | محرم مکن بدیدۂ هوش این غبار را
شاکر چو شرع پاک نبی حکم ایزد است | بی رخصت رسول مکن هیچ کار را

وله
کار جهان برشتۂ تدبیر بسته اند | وابستۂ عنایت او کارهائے ما
مارا چه میشود که دران حلقه بشمرند | شاکر رسان بخلوت یاران دعائے ما

ردیف بای موحده

صفائے عارض گلرنگ یار را دریاب | چمن طرازی این نوبهار را دریاب
زیاد دوست مشو یک نفس جدا شاکر | بکنج خلوت دل آن نگار را دریاب

ردیف تای فوقانی

ز سرد و گرم جهان فارغند آزادان | گذشتن از سر او نام کار مردانست
ز جان گذشته بجانان سپرده ام شاکر | متاع وصل این نقد سخت ارزانست

وله
محتسب را بر در میخانه هرگز راه نیست | منکر آن را با تماشاگاه جنت کار نیست
دامن هر عشرت و راحت بدست محنت است | عمرها گشتم درین گلشن گلی بیخار نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور وصل اوست — بیجمال یار یکدم زندگی درکار نیست
گریهٔ گوهر فشان شاکر بهار دیگر است — همچو سیل آشوب چشم ابر دریا بار نیست

وله

موسم عیش است و جای دلکش دلها جوان — در چنین هنگامهٔ عشرت هوای قهوه است

وله

دردل ما اثری از طرب عالم نیست — غیر درد تو درین خانه کسی محرم نیست
میرود عمر زکف تا دلت آگاه شود — غنچه تا چشم گشاید بچمن شبنم نیست

وله

چمن عشق و محبت گل درویشانست — پردهٔ راز آگهی دل درویشانست
جلوهٔ همت ایشان مقامیست بلند — منزل خلد کجا قابل درویشانست
جوهر آزادی ما را فروغی دیگر است — هر کجا دل صاف گردید از گهر روشنتر است
کیمیای بی نیازی همت درویش است — کبریای فقر از ادا و این جا کمتر است
سوز جگر دل قبول عبادتست — آن زاهد کافر است که دردی نیاز نیست
بیعزرع راه اصل بپایان نمی شود — شاکر مگو دلیل حقیقت مجاز نیست

وله

هر یکی را عملی دیگر و حالی دگر است — رنگ گفتار دگر صورت قالی دگر است
گر شکوهٔ زمانه کنی مختصر بس است — عیش دوام رستن ازین دردسر بس است
در باغ آرزو و هوس رنگ بو گر است — ما را خیال آن گل رخ دردسر بس است

وله

دل ز خیال تو نکهت خرمی دارد — همین لطف تو اینجانه دولت آباد است
بود فزونی نعمت بشاکر مسکین — شکر و ابیش نعمتی خدا داد است

وله

اینجا نه تن پرستی و نی آرمیدنست — از ساغر عمر نغمه نامی شنیدنست
شاکر ز عیب خلق بعبرت شو آشنا — این ساز دیدنی که تو داری ندیدنست

وله

الفت او تا بروز حشر زنجیر منست — مهربانیهای افسون تسخیر منست

نصرت دین یاورم گردید شاکر شکر کن | آبے از لطف علی در جوی شمشیر من است

وله

پیر و عقل است هر کس نامی گلفام نیست | عالمی گمراه میگردد چو شیخ جام نیست

از طراوت دستگاه رنگ دارد هر گلے | هر که شاکر نیست دردے بوی از اسلام نیست

وله

مست الفت را شراب بیگری در کار نیست | گردش چشم تو دیدم ساغرے در کار نیست

هر کرا باید سفر کردن اقامت آفت است | کشتی طوفانیم را لنگری در کار نیست

وله

عیش اگر در وطن بود شاکر | ما توان هر کجا فتد وطن است

درد مندانرا زبانے دیگر است | هر طپش در دل بیانی دیگر است

گلشن ایجاد را کاین رنگهاست | تربیت از باغبانی دیگر است

وله

حب وطن باعث آزار ماست | شوق سفر پیشه و کار ماست

الفت دنیا بدل ما نزد | این مدد از خواجه احرار ماست

ردیف تاء مثلثه

یار رنجید ز ما باز چه باشد باعث | با رقیبان شده همساز چه باشد باعث

شمع این بزم جهان پرتو نازش بر خاست | مانده پروانه ز پرواز چه باشد باعث

مدتے دلبر بیرحم بما بود رحیم | باز کرد آن ستم آغاز چه باشد باعث

ناله ها کردم و زین کوه صدائے نرسید | همچو یخ بسته شد آواز چه باشد باعث

شاکر آن راز که دلدار ز ما می پوشید | خود بخود گفت بما باز چه باشد باعث

ردیف الجیم

مستی عشق نباشد به بهاران محتاج | نبود شور قیامت به نمکدان محتاج

فکر آرایش خود شیوهٔ آزادان نیست | گردن سرو نباشد بگریبان محتاج

از دل چاک منت اوج غرورش شاکر ‌ ‌ نیست با شانه چو از زلف پریشان محتاج

ردیف حای حطی

وله

هر کس کجاست محرم آب و هوای صبح ‌ ‌ داغ است آفتاب بذوق صفای صبح

انجام هر نفس بود آغاز جلوه اش ‌ ‌ در ابتدای صبح ببین انتهای صبح

میدوزد آفتاب بصد تار زرنگار ‌ ‌ تا چاک شد ز غفلت عالم قبای صبح

بهر علاج مرگ گران خواب غافلان ‌ ‌ شاکر بود مسیح دم جانفزای صبح

ردیف خاء

نکرده ست بت سبز من لب از پان سرخ ‌ ‌ شده ز خوردن خونهای عشقبازان سرخ

بیاض گردنش از خون من خطے دارد ‌ ‌ غریب نیست اگر باشدش گریبان سرخ

نگر ز خاک شهیدان گذشته امروز ‌ ‌ که شد لباس تو از گرد این بیابان سرخ

قبول فیض مدان جز بقدر استعداد ‌ ‌ بنو بهار نشد رنگ باغبانان سرخ

ردیف الدال مهمله

آن کیست بر سفر بگذارد بنای خود ‌ ‌ هر کس خوش است در غم شادی بجای خود

هر چند دل ز درد غم هجر داغ شد ‌ ‌ شاکر شگفته ایم بکس ماجرای خود

وله

عارفان را رغبت شوق تماشا تهمت است ‌ ‌ دیده عبرت بروی اینجهان وا کرده اند

بیخبر از سیر دل بگذر که خوبان جهان ‌ ‌ انجمن در خلوت آئینه ما کرده اند

از نسیم صبح توفیق رسا صاحبدلان ‌ ‌ کار دنیا را چو گل شاکر بسر وا کرده اند

وله

بر سر خاک شهیدان گذرے خواهی کرد ‌ ‌ در دولت گر هوس بدین گلها باشد

شمع کاشانه بفریاد دل ما نرسد ‌ ‌ آتش افروز جنون دامن صحرا باشد

ز ناوکی که از نگه او بما رسید | صد رنگ نو بهار گل مدعا رسید
جان و دل و جگر صیدگاه اوست | هر جا رسد ناوک شوخش بجا رسید
بر آسمان رسوز جنونم فسانهاست | کارم بعشق او ز کجا تا کجا رسید

وله

چه حالتست درین عصر کز تغافل چرخ | دعای خسته دلان کارگر نمی آید
نظام کار دو عالم باختیار کسی ست | ز دوست کوشش ما هیچ بر نمی آید

وله

بدوستی چشمت می و ساغر نمی ارزد | بان رنگینی عارض گل احمر نمی ارزد
نسیم طره اش دل نمی ربا بد ترک سعدا کن | بهوی گیسوی او طبلهٔ عنبر نمی ارزد
کجا مجذوب با سالک تواند همسری کردن | بذوق قطرهٔ یک اشک صد گوهر نمی ارزد

وله

یک گل ازین بهار با نرو نمی رسد | سنبل خوش ست لیک بگیسو نمی رسد

وله

عنان بدست نویسندگان تقدیرست | باختیار کسی را کجا گذاشته اند
بلاکشان محبت بسجدهٔ تسلیم | چه نقشها بمقام رضا گذاشته اند

وله

ناز صد بیگانه بهر آشنا باید کشید | رنج کوششها برای مدعا باید کشید
دامن مقصود تا افتد بدست آرزو | در بیابان طلب بس رنجها باید کشید

وله

محبت پیشه دل از جور الفت بر نمیدارد | حبابم سر زپیش موج تیغت بر نمیدارد
چو شبنم از زمین سبزه نخواهد داشتن شاکر | نقاب از رخ گران خورشید طلعت بر نمیدارد

وله

دوستیها که بیریا باشد | همچو عنقا و کیمیا باشد
فارغم زین جهان بیگانه | یار می باید آشنا باشد
نتوان در حساب آوردن | الفتی را که انتها باشد
شاکر از طالبان مخلص را | هر که دل بستهٔ وفا باشد

نگاهی سوی مستان می توان کرد — بمژگان تیرباران می توان کرد
بنور شمع حسن عالم افروز — شب ما را چراغان میتوان کرد
چه از نیکی نباشد هیچگاهی — بدشمن نیز احسان می توان کرد
درین گلشن ز رنگ و بوی اخلاق — گلی شاکر بدامان می توان کرد

ولہ

مغتنیان رحمی بحالم کرده اند — باده نوشیها حلالم کرده اند
مست جام آشنایی خم دیده اند — سرخوش ذوق وصالم کرده اند
کوشش یاران غم افزوده است — گرچه تدبیر ملالم کرده اند
در گلستان محبت اهل دل — از کرم شاکر نهالم کرده اند

ولہ

بمحفلی که مراد شه و گدا بخشند — چه میشود که دل زنده بما بخشند
بشکر کوشش اخلاص ورشب شاکر — کز گنج نعمت جاوید ازین او ابخشند

ولہ

بهر کشادن در میخانه شیخ جام — در دست ساقیان ز رمه نو کلید داد
شاکر بعیش کوش که ساقی ببوی گل — ما را نوید شوق بجام نبید داد

ولہ

ای آنکه ناامید شدی از گناه من — بارے ببین که فضل الهی چه می کنی
آگاه نیست زاهد خود بین ز حال ما — این بیخبر خیال تباهی چه می کند

ولہ

بنور روی تو خورشید شد بجا شاگرد — دگر بغیر جهالت شود کرا شاگرد
عنان خدمت استادگی ز دست مده — شود شهنشاه معنی گر آشنا شاگرد

ولہ

دلم از درد پیش آشنا خالی شد و پر شد — برنگ جام می کی جا بجا خالی شد و پر شد
بهارتی و خزانی روز و شب در کار می بینم — ز رفت و آمد و خلق این سرا خالی شد و پر شد
کلام غالبست این از صفا شاکر اثر دارد — دل پاکان از هر مدعا خالی شد و پر شد

وله
گوشه گیری قطره را گوهر کند — کامل آنکس کز جهان پا می کشد
شاکر آگاهم ز مکر آرزو — در کمند مهر دنیا می کشد

وله
شاکر از کنج قناعت هرکه فیض اندوز شد — منت احسان کی از ارباب دولت می کشد

وله
هر کمالی را زوالی در قفاست — غفلت آخر ها پشیمانم کند
زنده ام شاکر باین امید و بس — درد مندیها مسلمانم کند

وله
چون مئی دیرینه در آفاق شهرت میکند — منزوی شد هرکه در یکرنگی یکسان ماند

وله
بی برگ ز آفات جهان باک ندارد — رنجست نخلی که ثمر داشته باشد
از عالم راحت طلبی بهره ندارد — آن شخص که در پیش سفر داشته باشد

وله
کم کن سخن که حرف تو بی آب میشود — این شیوه ننگ صحبت احباب می شود

وله
دردم را بهار مداوا نمی کند — سعی نسیم غنچهٔ دل وا نمی کند

وله
نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر — آئینها و آئینه ساز آفریده اند
ز آغاز کار سید گیسو دراز را — دشمن گداز بنده نواز آفریده اند
شاکر بمعنی تو و من وارسیده را — صد بار نیست کرده و باز آفریده اند

وله
ندارد زیب حسنت حاجت مشاطهٔ دیگر — جهان را بی سپاهی شاه عالمگیر میگیرد
ز رنگ بی نیاز بهای نازاو چه پردازم — بصد تقصیر می بخشد بیک تقصیر می گیرد
بلند و پست ما از عشق گردد در نظر یکسان — ز سیلاب این بنا صورت تعمیر می گیرد
دل میرود ز دست و نداریم اختیار — مطرب درین بساط چه آهنگ ساز کرد
دستش ز دامن مقصود کوته ست — هرکس که بر بساط ادب پا دراز کرد

وله
تمیز کامل و ناقص نماند در عالم — درین زمانه رواج گهر خزف دارد

فلک مدد گر خلق ست لیک شاکر ما
امید گوشهٔ چشم از شه نجف دارد

وله

نعمت ز خاکسار محبت دریغ نیست
اکثر فروغ مهر بدیوار می رسد

اے غرّه فریب هوسهائے زندگی
غافل مشو که مرگ بیکبار می رسد

افزون کنیم شکر و بهر حال شاکریم
هر چند غم ز دست تو بسیار می رسد

وله

تدبیر عزیزان چه کند با من محزون
دل کی شود آراسته زین شیشه گرے چند

خوردیم بسے غصه درین بحر بامید
شاید که بگیریم بدامن گهرے چند

وله

دارم امید گوشهٔ چشم از عنایتش
حافظ که خاک را بنظر کیمیا کند

وله

در ابروش اشارهٔ تحقیق مدعاست
در پیش طاق قبله نما جلوه می کند

وله

نیستم ممنونِ احسانِ بهار
دامنم پر گل تو گلّ می کند

هر که شاکر لخت دل ریزد ز چشم
دامن مقصود پر گل می کند

وله

بفکر خستن من نیست حاجت کوشش دشمن
نفس چون خارماهی نیشتر در آستین دارد

وله

کشتیم باک ندارد ز شکست طوفان
کار دشوار چو افتاد خدا ساز شود

وله

جوشِ غم و تنها جهان پائدار نیست
بیدل مشو که اندک و بسیار بگذرد

برگشته عالمی ز مریدان شیخ جام
کو محتسب که بر در خمّار بگذرد

وله

طینت اهل کرم از آفت مرگ ایمن ست
نیکنامی تا قیامت کار هستی می کند

هر که شاکر آشنائی معنی تحقیق شد
گرچه در بتخانه باشد حق پرستی می کند

وله

آنها که در حمایت همت سفر کنند
اندیشه کی ز رهروی خوف و خطر کنند

دانا دلان که نسخهٔ آداب خوانده اند
هر چند قرب بیش حذر بیشتر کنند

وله

وصل کمال پیروی کامل ست و بس
در منزل آن رسد که پی پیشرو رود

ز دنیا در لباس دوستیها	وله	فریب دشمن جانی به بیند
براوج فلک سایه کند طرف کلاهم	وله	از گوشهٔ چشمش نگهی گر بمن افتد
جائے گله اش نیست که نعم البدلی یافت		از کشور هند آنکه بملک دکن افتد
ایمان بدل از حب وطن ریشه دوانده		خوش وقت غریبی که بفکر وطن افتد
تا خاک شدن دیگرش از کف نگذارم		کو بخت که دامان تو در چنگ من افتد
گر شاه را سیاستی نیست	وله	کی کار جهان نظام دارد
پیری ز سینه جوشش شبابم نمی برد	وله	ذوق شراب میل کباب هم نمی برد
مرا از ذکر محمود و ایاز این نکته شد روشن	وله	که صید عشق خوبان عاقبت محمود میگردد
صلاست باده پرستان که یار می آید	وله	بچشم مست و سر پر خمار می آید
فصل گل ست امروز دیوانه می توان شد	وله	با لیلی جنونی همخانه می توان شد

حرف الذال المعجمه

در فراق تو نهادم چو قلم سر بکاغذ		تر شد از اشک من آن رهبر سر کاغذ
رقم نامه ام از بهر نگاه شوق ست		یافت زین تار رسا رشتهٔ سطر کاغذ
خط شناکر طپش دل برساند بر یار		نیست محتاج به پرواز کبوتر کاغذ

حرف الراء المهملة

دل برده میکند طلب از من پی دگر		با زلف او فتاده مرا مشکلی دگر
با یاد جانفزائے تو سرسبز عشرتیم		در کشت عمر کو به ازین حاصلی دگر
من ندارم جز تو دلسوزی و غمخواری دگر	وله	غیر مهرت در دل من نیست دلداری دگر
بهر زاهد سبحه و زنار بهر برهمن		بر سر و سودائے دیگر هر کسی کاری دگر

وله

میفزاید قدر مرد از بردباری بیشتر — آدم با حلم باشد اعتباری بیشتر

می‌شود سرسبز شاکر دانهٔ امیدوار — چون زمین در ہر که باشد بار برداری بیشتر

وله

شود زنگت فزون طبع چون گہر دلگیر — برنگ آب روان نیست از سفر دلگیر

چرا از اہل صحبت ملول میگردی — که طبع نخل نگردد از خطر دلگیر

وله

اے محبت اشک گرمم بر سر مژگان ببر — یعنی از دل شیشه نذر پریان ببر

نیست حاجت اینقدر سختی شناگر دہنت — جان عشق چون نفس بر لب بود آسان ببر

وله

نقش و نگار منظر اقبال دیده گیر — عرض کرر از لب لت شنیده گیر

ہر جا و ہر مقام که قصدت رسید نیست — منزل گزیده گیر و بانجا رسیده گیر

دنیاست زہرمار قناعت فسون او — ہیش از گزند آنقش افسون دمیده گیر

وله

باغ امکان مظہر رنگ است از ایوان یار — صبح ہستی نیست جز گل کردن فرمان یار

مصرع برجسته ہرگاه موزون میکنم — انتخاب بیت ابرو نیست از ایوان یار

وله

ساغر چشم تو دارد بادهٔ ناب دگر — موج خیز نشهٔ او ہست سیلاب دگر

خواب مخمل فرش را غفلت آرائی بود — چشم او دارد درین راحت سر خواب دگر

در خم ابروی او مذہب پرست عشق را — بہتر از تسلیم گشتن نیست آداب دگر

وله

جز روی یار نیست گلی خوشرنگ دگر — این گل یقینی ہست درین نیست ننگ دگر

بمثال ہست ابر بہاری زہر نسیم — ہمرنگ او کجاست بحسن نمک دگر

وله

چشم ابر نوبہاری در سراغ دانه ہاست — جز متاع دل نمی‌جوید در دوران یار

نیست موجودی درین گلشن که بی داغش بود — ابر و رعد و شعله و دود است از مستان یار

وله

رنگ شہرت گل را خودنمائی بیشتر — بالد از اظہار الفت آشنائی بیشتر

دست از تدبیر بینا هوش نتواند کشید		بخشد از کار جهان غفلت پائی پیشتر
نمی شود بفراق نوا شکسته آه آخر	وله	زسعی جان بلب آمد گذشت راه آخر
مکن ملامتم اے مدعی که عارف پاک		نوشته است خط نسخ حب جاه آخر
یکدم بیا و بر سر این خفته کن گذر	وله	ببینیم سیر یکدمت آهسته کن گذر
شائسته بہشت پائے تو گلشن دگر		در باغ دل بصورت شائسته کن گذر
محبت تو بدل می کنم بجان اظهار	وله	مفید آنچه بود کرده ام بهان اظهار
رسانده عرض محبت بیار خاموشی		فضولیست که سازیم با فغان اظهار
از نگاه عالم عقل و هوش و جان ببر		چون دلم آخر تو خواهی برد با سامان ببر
تا به گلزار دلت درد محبت گل کند		نقش خواهشها ز لوح سینه درمان ببر

ردیف الزاء المعجمه

دل عاشق ز درد آسود هرگز		که دید این شعله را بی دود هرگز
ز دل فاش است اسرار محبت		نشد پوشیده بوئے عود هرگز
دل شاکر که از هجر تو شکست		کشاید نغمهٔ داؤد هرگز
صبا به آن بت شیرین ادای صبر گداز	وله	بگو سلام من خسته دل ز روئے نیاز
بیا که خانهٔ دل بی غبار رنگ دوئیست		صفائی آئینه در راه تست با انداز
ز صبح فیض عنایات محی الدین	وله	صفای قلب طلب میکنم بعجز و نیاز
برون نداده فغانم نوائے پردهٔ راز		شکسته رنگی من گشته اینقدر غماز
قبول بندگی درگهم کند چه شود		جناب سید گیسو دراز بنده نواز
دل شکسته ارادت بشیخ جام آورد		کشاد کار نه در روزه بود نے بنماز

رسید موسم گل ساز عیش کن آغاز — بجام و شیشه و نقل و کباب و می در ساز

ببین همت آن پیشوای اهل سخن — نموده ام غزلی نذر حافظ شیراز

وله

خرمی گل کرد جز با غم نمی سازم هنوز — در چمن آمد بهار و رنگ میبازم هنوز

داغ انجام وفا شاکر کجا باید شمرد — دیدهٔ صحرم نشد از رنگ آغازم هنوز

درد عشقش را ز چاک سینه خود چاره ساز — گر گشاد کار میخواهی گریبان پاره ساز

صید دل کردی بوجه احسن و روی سفید — سیر این مهتاب در آئینه رخساره ساز

اجتماع لفظ بد تاثیر دارد در کلام — نفس را گر زور باشد دور از اماره ساز

وله

از جوش بهار قدمت گشت چمن سبز — بلبل بنوا آمد و گردید سخن سبز

در فصل خزان سیر چمن نیز توان کرد — زان روی که گردید بدل یاد وطن سبز

از باد خزان نخل بهشتی نبرد رنج — از فیض حق و لطف نبی هست رکن سبز

شاکر نتوان خانه نشین ساخت جنون را — امروز که صحراست نه از طرف چمن سبز

وله

وا شدنها بدست بتان اختیار ناز — رنگین تر از بهار گل آمد بهار ناز

شاکر چو صبح شمع شب محفلش بود صواب — جز گوهر نیاز نزیبد نثار ناز

وله

زهستی کی شود محو واصل بالله را — غبار ره توئی از راه برخیز

بلطف مولوی رومی و جامی — ببین شاکر جمال شمس تبریز

ردیف سین مهمله

آشیان در دهر کجا بستیم بی زحمت نبود — گوشهٔ آرام ما چاه زنخدانست و بس

کسی از خوان قسمت روزی خود می خورد — رزق غفلت پیشگان اندوه و حرمانست و بس

وله

بباغ دهر مگو نیست بار و زر نرگس — شه و گدا همه دل بسته اند بر نرگس

درین چمن ولی ز حسب جاه خالی نیست　　تهی نساخته پهلو ز سیم و زر نرگس
فروغ باغ ز نرگس بود از ان شاکر　　که هست از همه گل صاحب بصر نرگس

ردیف شین معجمه

آسوده ز اندیشهٔ هر سود و زیان باش　　چون آینه از عالم حیرت زدگان باش
هر کجا رنجست راحت میرسد　　دردمند و خسته و بیمار باش

ولہ

تلاش معرفت خویش از ان و این غلط است　　مرو بهیچ طرف گوشه گیر دامان باش

ولہ

غافل مشو ز خاک نشینان چو آفتاب　　ای صدر آستان خبرے می گرفته باش
ای دل چنین به بستر راحت چه خفته　　از غم کشتگان خبرے می گرفته باش
چون عاقبت ترا بته خاک رفتن است　　غافل ز آنجهان خبرے می گرفته باش

ولہ

طالب دردیم درمان نباشد گو مباش　　پرس جوئی از طبیبان گر نباشد گو مباش

ولہ

ای سخن در وصف خوبان بر لب امید باش　　از فروغ این معانی کوکب امید باش
جز محبت نیست امید دگر در خاطرم　　ای محبت در دل من مطلب امید باش
تا بفهمی معنی اشک محبت را که چیست　　همچو طفلان روز و شب در مکتب امید باش

ولہ

بشوق کوی محبت تردد دارم　　شبے بود که بیاید بچشم ما سحرش
فغان که بار بفریاد ما دمے نرسید　　هزار ناله کشیدیم و نیست یک اثرش
ز فیض نقش فزون تر بود و یمنے　　کسی نام محبت نکند بر جگرش
نہالے صبر نشانی اگر بدل شاکر　　بقدر حوصله یابی حلاوت ثمرش
خاکساریہای من بوسید نقش پای یار　　خواب راحت می کنم در سایهٔ دیوار خویش

ولہ

طرح گلشن ریزد از خنده یدش　　غنچه ها را وا کند بالیدنش

نیست رنج شور و شر در آبشار
سبز عالم نیست پابند همین پا سودنی
گر خبر داری ز را قرار سان تصدیق قلب

وله

عاشق آسوده است از نالیدنش
گر خیال تو رسائی میکند سیار باش
در چمن زار بیان گفتار با کردار باش

ردیف صاد مهمله

در محبت خلوص می باید
جز محبت کجاست درمانی
فرق باشد در آسمان و زمین
بی نصیب از وجد و حال افتاده اند این صوفیان
غافلان را نیست تعبیری بغیر از وجد و حال

وله

می کند حجت جو وفا اخلاص
درد بیمار را شفا اخلاص
زاهدان در کجا کجا اخلاص
می نماید جلوه اینها گوشه دستار رقص
میکند خوابیده را از هاي هو بیدار رقص

ردیف ضاد معجمه

با مقدم بهار نداریم با غرض
تن پروران با گل و شر بند مبتلا
بر در گهش که نیست غباری جبین ماست

در دل بود رسیدن آن آشنا غرض
زانرو که آشناست آب هوا غرض
تا شاکر کجا فتاده و باشد کجا غرض

ردیف طاء منقوطه

تا بنازم سر به تیغ ابروت جان را چه حظ
عیش ما جز پرسش و جوئی لطف تو آماده نیست
در دولت تا غم نباشد غمگساران را چه حظ
رخت بیماری ز تن افکند بیرون احتیاط
چون رود افسردگیها از چمن بی لطف ابر

وله

کفر زلفت گر نزد راه دل ایمان را چه حظ
گر نباشد میزبان خوش خلق مهمان را چه حظ
بی امید یاریت امیدواران را چه حظ
ای ز درد عشق تو پرهیزگاران را چه حظ
جلوه پیرا گر نگردی خاکساران را چه حظ

لذت احسان ز ناشکران نمی یابد کریم — گر ببارد بر زمین شور باران را چه حظ
درد عضوی میبرد اعضائے دیگر را ز کار — گر بود یاری سپهر رنج یاران را چه حظ
تا نماند غنچهٔ دل تنگ سا غر غیر از ین — زین روا رو در جهان باد بهاران را چه حظ

ردیف عین مهمله

دلها چو عجب ساخت خم زلف یار جمع — مردم شوند بهر امان در حصار جمع
تا دل علم بعشق شد از خویش میرود — کی مانده هست میوهٔ سر شاخسار جمع
کز پرتو جمال و سواد نگاه — در چشم خلق آمد لیل و نهار جمع
چون موج کز جدائی بحرست مضطرب — در دوری تو نیست دل بیقرار جمع
شاکر امید شد که کشد دامن الم — تا کرد یار از مژه اش خار زار جمع

وله

سراپایش بهار کفر و ایمانست در واقع — کجا زلف و چه رخ زنار و قرآنست در واقع
چراغ عالم افروزست شاکر عارضش بیشک — جبینش بیگمان خورشید تابانست در واقع

وله

پیش آن رخسار تابان گر بسیم نام شمع — آتش خاموشی فتد در زبان و کام شمع
نیست جز بر باد رفتنها درینجا حاصلے — غفلت ما را اشارت می کند انجام شمع

حرف غین معجمه

تازه شد از زخم گیسو تو سودائے دماغ — فکر من شمع دل افروخت ازین دود چراغ
وحشتم را رهبر بادیهٔ گمنامی ست — که دران بادیه گرد پر عنقاست سراغ

وله

بهوس چون سحر آمدم که رسیدیم بباغ — پیرهن بهر خست ز یاس بدیدیم بباغ
چون گل آخر ز جهان قطع تماشا کردیم — ساغری چند بهر رنگ و دیدیم بباغ
باغبان گرچه ز ما را ز چمن پنهان داشت — روغن از مغز دل غنچه کشیدیم بباغ

شاکر از خاطر ما رفت خیال دو جهان — دلربا نالهٔ امروز شنیدیم بباغ

حرف فا

نالهٔ زارم نشد همدم بگوشش یار حیف — می‌سزد گفتن بجای ناله‌ها صد بار حیف
در هوای ابر و جوش سبزه و فصل بهار — جلوه پیرائی ندارد قامتش بسیار حیف
بر سپهر دور می کند تعطیل ظلمی آشکار — ناوک مژگان او باشد اگر بیکار حیف
جز بدل شاکر نباید راز عشق او — آشنا گردد اگر گوشی باین اسرار حیف

ردیف قاف

گر شود شوق طلب یار رفیق — می توان رفتن بمنزلها رفیق
بهتر از شوقش رفیقم نیست کس — ورد جانم شد از آن رو یار رفیق
پاس انفاسم درینجا شد ضرور — تا دمی همراه شود آنجا رفیق

ولہ

نظر بلطف تو دارند یک جهان مشتاق — همین منم بجفاهای تو بجان مشتاق
زمان زمان بسرت سایهٔ شوقش ندارد — تو هم شنو ز پی انصاف یکزبان مشتاق
مرنج گرچه رقیب از درش ترا راند — که نیست هیچ خسیسی بمیهمان مشتاق

ولہ

یار شمع ست و دل سوخته پروانهٔ عشق — داغ کافیست همان چارهٔ دیوانهٔ عشق
بر در دوست گدائیست ز شاهی بهتر — گنج دولت همه فرش ست بویرانهٔ عشق

ولہ

گر شود تشویش دنیا خار دامنگیر شوق — قطع اسباب موانع می کند شمشیر شوق
خضر باید اقتدا اینجا بصد منت کند — تا آه من شده امشب بهر شبگیر شوق

ردیف کاف تازی

رسید غم ز دلم شد چو او بنزدیک — ز شب اثر نبود چون شود سحر نزدیک

زقرب وعدهٔ او جوش عشق افزاید
درین جهت سخنم سبز گشت در عالم
دعای صاف دلان مستجاب میگردد
دماغ نازک یارم ز بوی گل گیرد
بجوم خلق بخلوت گزین زبان نکند
فدای مصرع برجسته ام که شیخم گفت
سخت تر پیدا زهی از بهر شکستم دل سنگ را
با وجود سخت جانی نیستم هیچو شش اشک
زیاد عاقبت کار در بدایت حال
نغافلم آن بت بیرحم هیچگه نشنید
اگر بعشق شهادت طلب کنی شاکر
باین نشاط که داد هوای کرناتک
چه شرح آب هوایش دهم همینه دانم
کشادگی طبع عالمی دارد
ز آبیاری حسن بتان ماه جبین
غبار او همه زر بخشش تر زاکسیرست
عروس ملک باین زیب بیدلی دارد
زکوس نصرت دین محمدیست بلند
ز فیض سایهٔ عدل محمدی امروز

وله
ببال کسب هوا چون فتد سفر نزدیک
که آه خسته دلانست با اثر نزدیک
دران زمان که شود شیر باشکر نزدیک

وله
بنالهٔ گرم مشو ای جرس ندارد رهی باک
شکر نصیب تو شد از مگس ندارد رهی باک
هزار جان بلب آری زکس ندارد رهی باک

وله
کرده این بیضهٔ فولاد را حاصل ز سنگ
در محبت کرده ام آئینه حاصل ز سنگ

وله
برنگ غنچه درین باغ مانده ام دل تنگ
گداز درد رهی وانگردد دل سنگ
گواه درد دلم نیست جز پریدن رنگ

وله
کجاست خلد چو عشرت سرای کرناتک
که صبح جامهٔ در دبر صفای کرناتک
سواد گلشن بهجت فزای کرناتک
چو جوی شیر بود کوچه های کرناتک
چه گوییم از عمل کیمیای کرناتک
کرد و خشند ملائک قبای کرناتک
ازوان بمنبر تخانهای کرناتک
گرفته خواب عدم فتنهای کرناتک

گر از تجمل کونین در نظر آید ۔ دمے کہ سایہ فگن شد ہمائے گرناتک

گشودن درِ فردوس ہم ہمین باشد ۔ وگرچہ وصف کنم فتحہائے گرناتک

ز عاشقان نظرباز میبرد دل و دین ۔ برنگ خط بتان سبزہائے گرناتک

ببین بچشم بتان میبرد چہ سرمہ بکار ۔ غبار کشور گو ہر صفائے گرناتک

فزون بود بمراتب ز خسروان عجم ۔ بطمطراق تجمل گدائے گرناتک

عجب مدار گر از شوق بستہ ام زنار ۔ دلم ربودہ بت خوش ادائے گرناتک

دل شکستہ درو ہائے تازہ گلجوست ۔ باین صفت چمنے کو سوائے گرناتک

ز سیب نار بہشت آرزو چہ بہرہ برد ۔ مگر دوبارہ چشند انبہائے گرناتک

کسے نیافتم اینجا ستم کش افلاس ۔ فگندہ سایہ بعالم ہمائے گرناتک

درین طربکدہ آشنا ز غنچہ نتوان یافت ۔ کہ یک گلست سراسر فضائے گرناتک

گلے درین چمن از رنگ تازہ خالی نیست ۔ پر است جلوہ گر از شیشہائے گرناتک

یکی ز صد نتوان گفتن و صد آید ز ہزار ۔ بدور لیل و نہار از ثنائے گرناتک

ز جنس تافتہائے و مشجر زرباف ۔ کشیدہ سر بفلک خیمہائے گرناتک

ز کشت زار کرم میدہد عجب امید ۔ بجائے دانہ گہر خوشہائے گرناتک

بنشاءہ طرب انبساط شاکر ما ۔ فزون ز بادہ بابست لائے گرناتک

ولہ

ظلم ست وضع ہر شئی در غیر موضع او ۔ عرفان چو رو نماید بر اہل آن مبارک

آئینہ حضوری جائے حضور حسن است ۔ دیدار دیدن او بر حاضران مبارک

آشفتہ شد نہ تنہا جانم بآن دو گیسو ۔ بیدار بودن ما بر پاسبان مبارک

ردیف لام

در بهاران میفزاید رونق بازار گل | موج آبی تازه می آید بروی کار گل
جلوهٔ حسن خزان کم نیست از جوش بهار | میبرد باد هوش بلبل شوخی رفتار گل
رنجها باید کشیدن راحت اینجا مفت نیست | گل توانی چید اگر بینی جفای خار گل
نیست آسان محرم راز و سخنجان شدن | هست هر برگی زبان خامش گفتار گل
فکر گلرویان کند شاکر اگر جا در سرم | میشود دستار من رنگین تر از دستار من

وله

شور جنون فکنده در آفاق بوی دل | تسخیر کرده هر دو جهان هایهوی دل
جولان کس بعالم معنی نمیرسد | سعی قدم کجا و کجا جستجوی دل
مینا ز می تهی کن و ساغر بسنگ زن | لبریز راز کن ز محبت سبوی دل
غنچهٔ ما انتظار آن تبسم میکشد | کی نسیم صبح بگشاید گره از کار دل
ای خریدار محبت از متاع درد و داغ | هر قدر خواهی مهیا گیر در بازار دل

وله

تا خیال آن پریرو تنگ دارد در بغل | شیشهٔ دل صد هزاران رنگ دارد در بغل
از دل زاهد کجا سختی برون خواهد شدن | شیشهٔ قلبی است کاین بی ننگ دارد در بغل
فاضل بیمعنی این عصر از بهر جدال | خشت جای نسخهٔ فرهنگ دارد در بغل
تا کند وضعم باهل عالم اندک ارتباط | گل بجای خشت بهر جنگ دارد در بغل

وله

بخوبی نیست چون رویش گر گل | کجا این رنگ و بو باشد بهر گل
درین گلزار بی آن مهر تابان | جمال آب و رنگی نیست در گل
بدنیا بسکه دل بستند یاران | شگفته نیست یک خاطر مگر گل
چو شاکر گشت تسلیم رضایش | برنگ شاخ گل شد سر بسر گل

وله

باتفاق نوان عالمی مسخر کرد | برآر گرچه به آئین یار صحبت گل

برنگ و بوی دو عالم مسخرست اینجا　　بروش شاه و گدا مینبدر رایت گل

وله

گر الفت علیست بجانت چو آئینه　　از کوثر قبول کنی شست و شوی دل

وله

طبع اِرم گلشن ست و صفحهٔ رخسار گل　　بلکه در پیشش خجالت می کشد صد بار گل
گر به مستی نرگسش ساغر نگیرد در چمن　　می نشیند گوشهٔ چون بیدلان بیکار گل
از دوام رنگ دارد حسن او نسبت چو حق　　جلوه گر تنها گر بسالی می شود یکبار گل

حرف میم

خاطرم دارد هوس تا حرف مشکل بشنوم　　از لب آئینه یعنی چیزی از دل بشنوم
آرزو دارم که رمزی از لب جان بخش یار　　با ادب از دور بنشینم مقابل بشنوم
واعظا بیدردی از افسونهایت پرچم می کشد　　پند جان بخشی مگر از صاحبدل بشنوم
بیدل صاحبدل تنها که چه خوش فرموده است　　سرچه لیلی گویدم باید ز محمل بشنوم

وله

بی جمالت در چمن جام تمنا نکشم　　گر نیاید بهشتم بهری آنجا نکشم
تیغ و خنجر نشود سد ره الفت بینا　　محو تسلیم توام گردن از ینها نکشم
عشرت زندگی اینست که دلدار اینجاست　　ورنه زین یک دو نفس منت بیجا نکشم
بسچه کار آیدم این ست معطل فردا　　تنها که امروز اگر دامن او را نکشم

وله

وقت آنست که دل محو پریزاد کنم　　گوشهٔ حیرتی از آئینه ایجاد کنم
جست و جوی خرم پایهٔ جامی دارد　　کو جنونی که بطور خودش ستاد کنم
ای تمنا با ادب باش که آن محرم راز　　حرف دل می شنود به چه فریاد کنم

وله

بسکه شوقت بدل از تیغ زده ایم　　نفسی غیر آه کم زده ایم
نسخهٔ دل نقوش او دارد　　بر خیال دگر قلم زده ایم

لباس آن پریرو از پر طاوس می بافم
درین گلشن بسر زیے تنگ تنگ همتی دارم
تماشائے بہار ہمیشہ الی میکنم
مخمل و دیبا بخواب خاکساری کی رسد
خانهٔ بهتر درینجا از بنائے عجز نیست
در وصف خط او سخنم سبز شد مدام
جز درد نام او نبود آرزو دگر
شاکر درین دکان هوس هیچو آئینه
تا یاد یار را ببر خود گرفته ام
در کیش خاکساری عاشق و می کجاست
از جوش فیض دیدهٔ بیدار شاکرم
هر شبنم بیدار دارد حیرت افزا جلوهٔ
میرمی از بزم اینشوخ و پیت می سازم
شاکر از رهبری یاد با پوست کرد
سراغ راحت منزل درین وادی نمیدانم
آئینه محو آن رخ گلفام کرده ام
شاکر بغیر شکر ندارم وظیفه
یاد آن رخسار کردم گل دمید از پیکرم
با وجود گریه نومید از سحاب نیستم

وله
زداغ شمعش گرته فانوس می بافم
همین نام و پیراهن ناموس می بافم

وله
خانهٔ دل را ز فکر غیر خالی میکنم
زین قماش از بهر تارش فرش قالی میکنم
ظرف دل از خاکساریها سفالی میکنم

وله
چون خضر یافت ز آب بقا لبم
با دل موافق ست درین مدعا لبم
جنسی نچیده است ز یک مدعا لبم

وله
خوش میوهٔ ازین شجر خود گرفته ام
ز نقش پائے او اثر خود گرفته ام
فال مراد ازین سحر خود گرفته ام

وله
سینه نم چشمک چو انجم با سدا زیستم

وله
چه شود باز بیائی بسرت جان بازم
شوق از آنرو ست که شد بال و پر پروازم

وله
تلاش حسن و جو بیهوده چون ریگ روان دارم

وله
خیل پری بشیشه ازین دام کرده ام
تا دل اسیر آن بت خود کرده ام
نو بهار تازه جوشید امشب از بزم
گوهر افشانست در راه بتان چشم ترم

آشنای شکوه کی گردد لب تسلیم من — در جفا و جور خوبان از ته دل شاکرم

وله

آگر از رمز محبت شد دل دیوانه ام — گشت لبریز زلال معرفت پیمانه ام

وله

دل را بسیر دیدهٔ خونبار می بریم — دیوانه را بدیدن گلزار می بریم

مست عشقیم و باسرار جنون پی برده ایم — ما عنان دل بعقل دوربین نسپرده ایم

وله

نامهٔ بیرنگی کرا قاصدی در کار نیست — هست بربال نگه پیغام از خود رفتنم

شاکر از سیر جهان نه نگاه نارسا — دوخت از طول امل صد رشته بر پیراهنم

وله

نور درد و داغ وفا سوختم کرا گویم — رنگی ندارد این هوس فکر کار خود خرم

وله

رسته ام از غم وابستگی کار جهان — بستهٔ سلسلهٔ کاکل پیچان توام

گر غبارم نرسیده است بکامی اینجا — روز محشر برسد دست بدامان توام

وله

سوختن از بس در جدائیها سراپا پیکرم — عالمی گردید پنهان در دل خاکسترم

دانهای اشک اگر از هجر بیسر نم نجاک — پا بر تاج شهان دارد ز غیرت گوهرم

می نگارد بسکه نقش طرهٔ او خامه ام — کوچهٔ زنجیر باشد سطرهای نامه ام

حرف نون

کیست گوید با تو آن کن این مکن — جز ترحم بر من مسکین مکن

مخمل و کمخواب رنگ اعتبار — دستگاه بستر و بالین مکن

راه و رسم هجر و بیداد دل مده — پادشاه خویش را فرزین مکن

وله

هست دنیا زراعت عقبی — غافل امروز کار فردا کن

وله

خاک درگاه ترا مالیده ام تا بر جبین — کی گذارم چون فروغ مهر بر هر در جبین

صورت تدبیرها میدید و تمثال هوس — داشت بر آئینه را گر اسکندر جبین

بدیدن دل بود مائل چه دیدن دیدن یاران — الٰہی دور کن ظلمت چه ظلمت ظلمت ہجران

حرف واو

جسم ہیچا بینیم ما را دستگاہ ناز کو — بال ناپیدا حت دیگر شوخی پرواز کو
رنگ گلزار جہان شاکر زفیض اولیاست — غافلست آن کہ گوید حافظ شیراز کو

ولہ

از گفتگوی بیہدہ باید بہ بست لب — شاکر دران بکوش کہ آید بکار تو

ولہ

در ملک دلبری ہمہ جا سکات زوند — صاحب تو ئی بکشور و خوبان غلام تو
بر روے نیک و بد در آئینہ ہست یار — روشن برنگ صبح بود فیض عام تو
ہر کہ شد مبتلائے تنبا کو — جان نبرد از بلائے تنبا کو
سوخت خود را بآتش دوزخ — ہر کہ شد آشنائے تنبا کو

حرف ہاے ہوز

زلف تو تا دل برد از گرہ — بہر ہمین ست سرا سر گرہ
ابرو بیت ای شوخ گرہ گر زند — لطف نمائے از دل من بر گرہ
عقدہ بکار تو ز تر دامنیست — وا نشود ز پیچ چو شد تر گرہ
ہر گرہے ہست ندامت طلب — چشم تامل کہ بود بر گرہ
زد بسر زلف تو شاکر بشوق — از دل صد پارہ مکرر گرہ
جز روئے تست روی دگر دیدنم گناہ — یارب مرا نمای بسوبیت ز لطف راہ
خم گشت پشت زاہد و آہش اثر نداشت — چون حلقۂ کمان کہ شود چلہ اش تباہ
جز درد دل بیار نگفتیم مطلبے — شاکر سخن زیادہ کسی چون کند بشاہ

ولہ

دل براہ انتظار جلوہ ات بیچارہ — میتوان بر حال کردن ترحم پارہ

دردمندیها نیامد خالی از آسودگی — شد طپیدنهای ما از بهر دل گهواره

شب بسر بردیم در فکر دل را وانساخت — پشت چشمم او در انتظار تیغ چون سیپاره

از دعاییم چون دل احباب فارغ شد زغم — ز نتیجه نشا گر نباشد حاجت غمخواره

وله

می کند سیر لوح و کرسی و عرش — آنکه گردید خاک پای همه

شور عالم کجا بود بیجا — داشتی گوش بر صدای همه

ردیف یای تحتانی

نیست دردی در دلی از عاشقی دم میزنی — نقش بر باد ست این آبی که بر هم میزنی

بگذر از تشویش دنیا اندکی آسوده شو — تا بکی غافل نفس از بیش و از کم میزنی

وله

بمکتوبی دلم را شاد کردی — محبت خانه آباد کردی

دل از نقش دورنگی پاک کردم — ز زنگ آئینه را آزاد کردی

خراب آباد ملک بیخودی را — بخوابم آمدی آباد کردی

نمی آید زما شکر غیر شکرت — گر انعام و اگر بیداد کردی

وله

بخط جادهٔ تسلیم باید از خود رفت — عنان کار نباشد در اختیار کسی

بسیر این گل و گلزار کی شوم مائل — دلم فریفتهٔ ست لغت بهار کسی

وله

بمردن هم هوس است از عزیزان بر نمیدارد — کشود مرده صد ساله از حرص کفن چشمی

کجا دوری شود شاکر حجاب ره که مجنون را — ز نیش عشق لیلی گشته هر برگ درخت چشمی

وله

یک قلم روی زمین زیر نگین عاجزیست — یاد می باید گرفت از بوریا افتادگی

سر نشیبها دوزخست و خاکساری ها بهشت — آرزوییم عاجزی و مدعا افتادگی

وله

گوشت آدم ز موز حق شنود — که بفریاد بینوا برسی

گر او آرام جهان بودے چه بودے ❊ اگر همه یکزبان بودے چه بودے
گل روئے تو اے گلزار جانی ❊ جهان عاشقان بودے چه بودے

وله

نهان ناله می کارم گل سودا بر دارم ❊ اسیر شوق دیدارم تو هم ای شوخ میدانی

وله

صبح گاہے از دل صد چاک من ❊ سیر کن گلزار و گل چین اندکے

وله

ترا از حیرت دل آگہی نیست ❊ طریق پاکبازان را چه دانی
نسوزد تا دلت از آتش عشق ❊ حدیث جانگدازان را چه دانی
ز استغنائے حسنت آگہی نیست ❊ مزاج بادشاہان را چه دانی
تو خوناب جگر نا خورده شاکر ❊ بہائے لعل خوبان را چه دانی

وله

درینجا اختر کاہشہاست مسجود جہان گشتن ❊ مہ نو گر بہ بینی شکل محراب است پنداری
ہنر میہائے دشمن سخت نتوان شد درین پا ❊ گلو را گر بگیرد قطره گرداب است پنداری

وله

اگر از لطف بکاشانہ ما می آئی ❊ دل و جان ما فدایت کہ بجا می آئی
بر سر خاک شہیدان گذرت افتاده است ❊ کہ تو امروز چنین لعل قبا می آئی

وله

جہان زتن خواہد رمیدن فکر کار خویش کن ❊ گر سلیمانی کہ روزی داغ این خاتم شوی
از دو عالم گوئے اقبال سعادت برده ❊ گر بہ نیکان یک نفس از صدق دل ہمدم شوی
چون نباشد کار و بارت بے بہا شاکر چہ سود ❊ گر بہ بخشش شہرہ آفاق چون حاتم شوی

وله

قصر جہان ندارد بنیاد پائداری ❊ در گل نشستہ بینی رفتہ بآب بینی
آسودنت درینجا با اعتدال بیاست ❊ یعنی بسایہ بینی در آفتاب بینی
زین بہر قطره ما را یکسان نمی توان یافت ❊ چون گوہرست بینی ہمچو حباب بینی
معموری جہان بود چون شیشہہائے ساعت ❊ آباد گشتہ بینی تا شد خراب بینی۔

زان اشکها که در هجر شما ز دیده ریزد — چو شعله هست نیمی همرنگ آب نیمی

خاک را بر باد خواهد داد آخر آسمان — وله — دانه چون شکست دارد زحمت پرورنی

همچو عیسی نیست ممکن رو بمقصد بردنش — هرکه با خود دارد از اسباب دنیا سوزنی

همه تن حضور گردد دولت از فروغ حیرت — وله — اگر از ادب زبانی بصفا رسیده باشی

شمع بزم ماست امشب روی تابان کسی — وله — باده در جام ما از لعل درخشان کسی

عمرها شد از بد و نیک دو عالم فارغیم — نیست ما را خیال کفر و ایمان کسی

فارغیم از خلد رضوان در خیال عارضش — نیست ما را آرزوی باغ و بستان کسی

قدم بردار ازین گلزار کلفت سوی صحرائی — وله — اگر بوئی بری دل از گل خود روی صحرائی

ز اسباب تعلق خویش را بیگانه کن شاکر — اگر وارستگی خواهی نشین پهلوی صحرائی

جهان را بیک چشم اگر دیده باشی — وله — بد و نیک هستی چه فهمیده باشی

ندیدی سرانجام احوال خود را — چه حاصل دو عالم اگر دیده باشی

دوریت نیست کم از رنجوری — وله — می طپیم عمرهاست از دوری

الهی با طرب پاینده باشی — وله — برنگ گل سراپا خنده باشی

از خردمندان قدم برتر زند تدبیری — میدهد در پای شیران سبزه زنجیری

هر دو عالم حاصل سوز محبت آمده است — نغمه با تاثیر شد نخواهد در جا گیری

ساختهٔ عاشقم باز پشیمان توئی — وله — منتظرم بر رهت پای بدامن توئی

باخته ام جان و دل تا عوض آمد بدست — در تن و در جسم من هم دل و هم جان توئی

عشق تو بر باد داد صبر و قرار دلم — خاک ضعیف مرا سیر جولان توئی

چون تو بتان را کجاست صد هنر دلبری — مالک دلها شدی صاحب ایمان توئی

از تو بود هر چه هست لیک ز روئے ادب
در دنگویم ترا صورت درمان توئی

ذره صفت شاکرست محو فروغ رخت
بر فلک دلبری مهر درخشان توئی

وله

خوبان تمام انجم و خورشید آن یکے
از گلرخان نبرد دلم جز همان یکے

کثرت نمودست بجز پردهٔ خیال
در پیش چشم آمده و هفت آسمان یکے

دل داده ایم ما بهمان یک نگار و بس
چون ممتحن یکی ست بود امتحان یکے

نیرنگ اینجهان نفریبد اگر دلت
گردد به پیش تو بهار و خزان یکے

وضع خوشست اشاره بتوحید میکند
جز یک سخن مگوے که باشد زبان یکے

شاکر فریب ظاهر و باطن نمیخوریم
با ما چو یار هست نهان و عیان یکے

وله

فریاد و ناله است صد آه و فغان یکے
مقصود ما ز شور جهانست آن یکے

چون یکدلی مفید سرانجام کار ماست
غم نیست گله را اگر آمد شبان یکے

نقصان براستی نشود جمع هیچ جا
بالید پائے سرو در آب روان یکے

وله

ز کوئے یار خبر یابد از هزار یکے
بقصد صید جهان میکند شکار یکے

باختیار تو کردیم کارها و نبود
ز هیچ وجه از ینها باختیار یکے

وله

احتمال صدق با کذب خبر باشد یکے
نیک و بد محسوس در پیش نظر باشد یکے

ظاهر و باطن همان یک جلوه یارست و بس
در خبر باشد یکی و در نظر باشد یکے

محنت و آرام بکرنگا نه صحبت داشتند
پیش تسلیم و رضا چون خیر و شر باشد یکے

سعی دنیا را مکن نسبت بعیش آخرت
راحت و آسودگی کی با سفر باشد یکے

وله

ز اختلاط اهل اغراض ست نفرت ایمنی
به بود زین آشنائیها رم بیگانگی

دام پنهان کی نماید صید را راه امان
آفت نفس ست پیش از دشمنان خانگی

گزار در وادی عشقش نباشد بهره — همتی دریوزه کن از عالم مردانگی

ولہ

می شود ز گوهر مقصود دانش — گر بپیروی بدیدهٔ گریان کند کسے

پیری ربود خواهش عیش و طرب ز دل — آمد خزان چو سیر گلستان کند کسے

هر آفتے که هست ز گوش و دست و چشم — تا چند احتیاط زیاران کند کسے

جز جان ناتوان چه بود در بساط مو — گر عرض هدیه اش بسلیمان کند کسے

ولہ

بازی دهد مرا ز گل رعنای طبع تو — گاهے چو رنگ پخته گهی خام می شوی

از سعی ما چه فائده حاصل شود بگو — از خویش میرویم که تا رام می شوی

ولہ

فرصت ایدیده چو آئینه بحیرت نیست — تا بهر رنگے درین باغ تو وا میگردی

دولت راحت اگر کس برد از سایه تو — جلوه پرواز پر و بال هما میگردی

ولہ

بوسه گاه لب افلاک بود جائے علی — اوج امید گرفته است چو من پائے علی

نیست یک جزو وجودش ز کرامت خالی — حل مشکل شود از ناخن زیبائے علی

برگ برگ چمن امروز چراغان کرده است — چهره افروخت درین باغ سراپائے علی

میشود زنده بحرفش تن بیجان بیشک — چشمه آب حیات است سخنهائے علی

راه مقصود باین نور به بیند همه کس — روشنی داد بخورشید و مه رائے علی

میبرد قیمتش افزون ز دو عالم شاکر — بی بها هست بس گوهر یکتائے علی

رباعیات

منزلگه عاشقان مکانی دیگر است — در سینه نگاه شان جهانے دیگر است

در دیر و حرم گر نروم معذورم — پیشانی من بر آستانی دیگر است

گردید سفید مویت از پیریها — داری ز خضاب صولت شیر بها
چشمت مژه ریخت در تماشا و هنوز — با هر زه نگاه هست بدل سیریها

وله

از جور تو ام لطف نهانی دگر است — با دل ز خیالت امتحانی دگر است
هرچند میکشی ز شوق بعیت — هر دم به تنم چو شمع جانی دگر است

وله

شور دل هر کس ز جهانی دگرست — در جبر که عاشقان فغانی دگرست
زین ناله و آه نتوان برون — در عالم عشق امتحانی دگرست

وله

مهرت بدل خلق بیاض بغلی است — خطش وسط است نی خفی و نه جلی است
چون آئینه روی عالمی جانب تست — وضع تو زبسکه چو گر صاف دلی است

وله

هرچند جهان نقش نگینت باشد — یا خنگ فلک بزیر زینت باشد
هرگاه بحال خویش وا می نگری — او نیست که در سجده جبینت باشد

وله

من با تو چو شیشها بهل نزدیکم — با آب بقا ز وضع پل نزدیکم
در پیش تو ام گرچه بظاهر دورم — ای غنچه بتو چو بوی گل نزدیکم

وله

در یاد تو ام از تو جدا نزدیکم — چون دل بخیال تدعا نزدیکم
دایم بتو روی هر کجا خواهی بود — دایم بتو چون قبله نما نزدیکم

وله

از حسن خیالت بصفا نزدیکم — وز پیر تو مهرت بضیا نزدیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست — من در یاد تو با خدا نزدیکم

وله

ای آنکه بحسن خویشتن مغروری — بر بستر ناز و خرمی مسروری
شاکر چو غبار جلوه گاهت باشد — گر برسر رفتار نه معذوری

آصفِ ثانی تخلص

آصف تخلص۔ میر محبوب علیخان نام۔ فتح جنگ نظام الملک مظفر الممالک آصفجاہ بہادر ششم خطاب ہے۔ آپ غفران منزل میر تہنیت علیخان افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ پنجم بادشاہ دکن کے صاحبزادے بلند اقبال ہین۔ آپکی ولادت باسعادت بتاریخ شب ششم ماہ ربیع الثانی یوم جمعہ عید المومنین ۱۲۸۳؁ ہجری شہر حیدرآباد دکن مین واقع ہوی۔ پیدا ہوتے ہی خوشی مبارکبادی کے رسوم تجمل و تزک کے ساتھہ ادا ہوئے۔ یعنی چند توپین بتقریب ولادت شلک کی گئین۔ اور خوشی کے نقارے اور مبارکبادی کے شادیانے بجوائے گئے۔ تمام ارکان دولت و امرائے سلطنت و مشائخ دکن و علمائے زمن نے تہنیت کی نذرین پیش کین۔ غفران منزل فرزند دلبند کی میلاد سے بہت ہی خوش ہوئے۔ کثرت خوشی مین امرا و مشائخ و علما و فقرا کو انعامات وافرہ و خلعتہا فاخرہ سے سرفراز کیا۔ خوانق و مساجد مین فقرا و غربا کے لئے طعامہائے لذیذ و حلوائے شیرین بھیجے۔ و طوائف ارباب نشاط بھی صلات و انعام سے مالا مال ہوئے چند روز تک راگ و رنگ کا جلسہ و آوازہ مزمار و چنگ کا ہنگامہ گرم رہا شعرائے زمانہ نے تاریخی قصائد پیش کئے۔ مناصب مناسب انعامہا و جاجب سے ممتاز ہوئے۔ حسب معمول قدیم دستور کے موافق پیشکاری ور دیوانی سے منجے تجمل و عظمت کے ساتھہ حضور مین بھیجے گئے اسیطرح امیر کبیر کے جانب سے بھی مراسم مبارکبادی ادا ہوئے۔ حسب الحکم حضور آپ کی تربیت و رضاعت و حضانت کے لئے متعدد اتائین اور مائین مقرر کی گئین۔ بقول

بعض مخبرین چار اتائین اور چار مائین خادمہ معین ہوئین۔ پس آپکا نشو نما حیدر آباد
فرخندہ بنیاد کی آب وہوا کی آغوش مین ہونے لگا۔ اور راتدن خوشی کے گہوارہ مین
روز بروز نونہال چمن کی طرح بڑہنے لگا۔ اور آپ کی حضانت و رضاعت کا اہتمام
آپکی جدۂ ماجدہ مخدومۂ جہان ولادر النسا بیگم صاحبہ کے سپرد تہا۔ مخدومہ آپکی
نگرانی عمدہ طرح سے فرماتی تہین۔ کثرت محبت سے آپ پر جان نثار ہوتی تہین
آپ کو ایک منٹ بہی نظر سے جدا نہین کرتی تہین۔ حضرت مغفرت منزل آپکو
کبہی کبہی دیدار کے لئے طلب فرماتے تہے۔ اتائین و مائین پیش کرتی تہین۔
حضور نور چشم کے دیکہنے سے خوش ہوتے تہے۔ اتاؤن کو بیشمار انعام دیتے تہے حضور
مغفرت منزل کے ہاتہہ مین زر و جواہر مردود تہا۔ کبہی زر و جواہر کے طرف التفات
نہین کرتے تہے۔ حاتم و معن بن زائدہ۔ و برامکہ و برامکہ کے اسما کو صفحۂ زمین سے مٹاتے تہے
چنانچہ آپ کے و حضور مرحوم کے مفصل حالات و سیر و عادات محبوب الوطن تذکرۂ
سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین ذکر کئے جائین گے۔ شعرا و مورخین نے آپ کی
ولادت کی تاریخین فقرات ذیل سے بحساب جمل بر آمد کی تہین۔ **ھوھذا**

ہوالمختار	چراغ دکن	امیر افضل الملک
سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری	سنہ ۱۲۸۳ ہجری

پس آپ سرو تازہ کی طرح نشو و نما مین ترقی کرنے لگے۔ جب آپ دو برس
آٹہہ مہینے کے ہوئے تب یکایک تیرہ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مغفرت منزل
عالیجناب افضل الدولہ بہادر جو آپ کے والد بزرگوار تہے اس دار فانی سے
عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ اس حادثہ سے امرا و اہل ریاست کو سخت رنج و غم ہوا

شہر مین خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ نوحہ و گریہ کا شور و غوغا بلند ہوا ۔ فصیل اور شہر کے دروازے بند کئے گئے ۔ نواب مختار الملک بہادر نے دفن سے قبل بمشورۂ امیر کبیر شہر مین آپ کے حکمرانی کی منادی کردی تہی تا کہ کوئی فتنہ برپا نہو جائے ۔ منادی ہوتے ہی عام و خاص مطمئن ہوئے ۔ صاحب عالیشان مسٹر سانڈرس رزیڈنٹ حیدرآباد و کرنل ٹوڈہی صاحب مددگار رزیڈنٹ نواب مختار الملک کے پاس آئے ۔ ملاقات کر کے فی الفور چلے گئے ۔ پہر مختار الملک بہادر کے حکم سے شہر کے دروازے کہولے گئے مدار المہام و امیر کبیر و دیگر امرا و علما و مشائخ و فقرا بارشاہی محل مین جمع ہوے مرحوم کی تجہیز و تکفین کر کے نعش مقدس کو مکہ مسجد مین لائے ۔ نماز جنازہ ادا کر کے مسجد کے صحن مین سکندر جاہ کے دہنے جانب مین دفن کئے ۔ دفن و کفن مین نصف شب گذر گئی تہی ۔

جلوس اعلیحضرت

پہر ستیہ تاریخ سوم کی فاتحہ مین کل امرا و صاحبان سیف و قلم مثلاً سر سالار جنگ مختار الملک نواب شمس الامرا بہادر و مقدم جنگ جمعدار عرب و راجہ نریندر پرشاد بہادر پیشکار جمع ہوئے ۔ فاتحہ و ختم قرآن سے فارغ ہو کے مراسم تعزیت ادا کئے اور صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بہی مع دو افسرون کے تشریف لائے اور ماتم پرسی کر کے چلے گئے ۔ پہر سولہ تاریخ ماہ مذکور دربار منعقد ہوا ۔ مدار المہام و امیر کبیر و پیشکار و ارکان دولت و جمعداران ریاست و صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر مع مسٹر فریزر صاحب و ڈاکٹر وِنڈ و صاحب وغیرہ افسران جلیل القدر حاضر دربار ہوئے ۔ اور حضور کے تخت نشینی کی تیاری ہوئی ۔ اسوقت آپکی عمر شریف

تین برس آٹھ مہینے کی تھی۔ نواب سپہ سالار جنگ مختار الملک بہادر حضور کو سفید
لباس و دستار مع طرہ زیب بدن کر کے گود میں لائے اور تخت نشین کئے۔ جب صاحب عالیشان
سانڈرس صاحب بہادر رزیڈنٹ نے فرمایا مبارک ہو۔ جلوس ہوتے ہی سلامی کی
توپیں داغی گئیں اور خوشی کے نقارے بلند آوازہ ہوئے۔ تمام امرائے حاضرین
نے تہنیت کی نذریں پیش کیں۔ اور دربار میں یہ امر قرار پایا کہ نواب مختار الملک
بہادر مہمات سلطنت کے کفیل اور نواب امیر کبیر شمس الامراء بہادر تا سن شعور
نائب حضور رہیں۔ نواب مختار الملک بہادر نے مقرر کر دیا تھا کہ دستور قدیم کے
موافق معززین امرا و اہل مناصب جمعداران و غیرہم روزانہ سلام و مجرا کے لئے
دولتخانہ پر حاضر ہوا کریں۔ حسب الحکم تمام حاضر ہوتے تھے۔ سلام و کورنش ادا کرتے تھے
اور خود نواب صاحب امیر کبیر بھی تشریف لاتے تھے۔ آداب و کورنش بجا لاتے تھے
اعلیحضرت کی خیر و عافیت استفسار کر کے رخصت ہوتے تھے۔ جب آپکی عمر شریف پورے
چار سال کی ہوئی۔ تب آپکی تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر میں اس جشن کے
چرچے کوچہ بکوچہ محلہ بمحلہ ہو رہے تھے۔ تمام اہالی دکن اس جشن کے سراپا مشتاق
تھے۔ الحمد للہ کہ وہ زمانہ آیا مشتاقان جان نثار کی مراد بر آئی۔ اور تمام کی دعاؤں
نے قبولیت کا اثر پایا۔

جشن تسمیہ خوانی و تعلیم کا ذکر

جب حضور چار برس کے ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر آرائش سے
سجایا گیا۔ شہر کے تمام امرا و اہل مناصب ملازمین کو تورے و جوڑے تقسیم کئے گئے
بتاریخ دہم شعبان ۱۲۸۷ھ ہجری بڑی عظمت و شان سے دربار منعقد ہوا۔ ارکان دولت

وامرائے ریاست وعلما وفضلا وغیرہ حاضر دربار ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی
خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ ارکان دولت نے مبارکباد کی نذریں پیش کیں
پھر آپ کی تعلیم کے لئے جامع العلوم حضرت مولوی محمد زمان خان صاحب
شہید ایک ہزار روپیہ ماہانہ سے متقرر کئے گئے۔ شہید مرحوم آپکو نہایت ملائمت
وسہولت سے تعلیم فرماتے تھے۔ جب ساتہہ تاریخ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ ہجری میں مولوی صاحب
ایک مہدویہ افغان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ تب نواب مختار الملک مدار المہام نے
بجائے شہید مرحوم برادر شہید مولوی مسیح الزمان خانصاحب کو مامور کیا۔ مولوی صاحب
کے متعلق اور بھی مہمات محلات وغیرہ تھے بناءً علیہ مولوی صاحب نے حسب الاجازت
مدار المہام اپنے دو مددگار ایک حافظ حاجی مولوی انوار اللہ صاحب قندہاری حیدرآبادی
دوسرے مولوی محمد اشرف حسین صاحب سہسوانی کو مقرر فرمایا۔ یہہ دونوں بزرگ
اوقات معینہ پر حاضر ہوتے تھے۔ اور تعلیم دیتے تھے۔ لیکن تعلیم کی نگرانی مولانا کے
سپرد تھی۔ اعلیحضرت کی طبیعت میں ذکاوت وفطانت خداداد تھی۔ آپ اردو
فارسی میں ایسے مستعد ہو گئے کہ املا وانشا درست وصحیح لکھنے لگے۔ اور سنہ مذکورہ
میں آپ کی انگریزی تعلیم کے لئے ولایت سے مسٹر کلارک صاحب بلائے گئے۔ اور
آغا مرزا بیگ المخاطب سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک دہلوی کو کلارک صاحب کا
مددگار کیا۔ اور میرزا محمد علی بیگ المخاطب فخر جنگ فخر الدولہ افسر الملک بہادر
بن میر ولایت علی بیگ قشار رسالدار نیزہ بازی وجمناسٹک لان ٹنس کرکٹ
وپولو وغیرہ فنون سپاہگری کے تعلیم کے لئے اور شیپو خان بہادر شہسوار سواری
سکھلانے کے لئے۔ اور منشی مظفر الدین خان بہادر خوشنویس۔ ومرزا نصر اللہ خان تہا

دولت یار جنگ وغیرہم مقرر کئے گئے۔ تمام اساتذہ آپ کو علوم و فنون کی تعلیم نہایت سہولت سے کے ساتہہ فرماتے تہے۔ آپ نہایت ہی ذہین و فہیم تہے سرعت کے ساتہہ علوم و فنون مین ترقی کرتے گئے۔ تائید آلہی سے فارسی و عربی و انگریزی و فن سپاہ گری مین ایسی لیاقت حاصل کی کہ آپ ہی اپنا نظیر ہوئے۔ تقریر و تحریر مین بہی بے نظیر۔ انتظام و تدبیر مین بدر منیر مین ۲ اللہم زد فزد

آپکی جلوسی سواری کا ذکر

سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین آپ کی پہلی سواری جلوسی دستور قدیم کے موافق دارالامارۃ حیدر آباد سے نہایت تجمل و تزک شاہانہ کے ساتہہ برآمد ہوئی۔ تمام افواج عرب و حبشی و افاغنہ سوار و پیادہ جلوس مین ہمرکاب تہے۔ رعایا کا ہجوم کثرت سے تہا۔ در و دیوار پر تماشائیون کا مجمع تہا۔ تمام اپنے بادشاہ نونہال بلند اقبال کے دیدار سے خوش ہوتے تہے سواری کے مقابل ہوتے ہی تمام سرو کی طرح تعظیماً ایستادہ ہوتے تہے اور اپنے مالک کو محبت کی نگاہ سے دیکہتے تہے۔ اور صدق دل سے دعا دیتے تہے آلہی اس روشن چراغ سلطنت کو تا ابد روشن رکہہ۔ سواری تجمل شان کے ساتہہ فرمان باڑی عرف لالہ گوڑہ پہنچی۔ وہان تہوڑی دیر توقف کرکے مراجعت کی۔ مراجعت کیوقت رزیڈنسی کوٹہی مین اترے۔ رزیڈنٹ صاحب نے استقبال کیا۔ کوٹہی مین تہوڑی دیر قیام کرکے رخصت ہوئے۔ وہان سے آپکے محلسرا مین داخل ہوئے۔ آپ کی جدۂ ماجدہ نے فقرا و مستحقین کو بیشمار صدقات دئے۔

دہلی کا سفر بتقریب جشن قیصری بعہد لارڈ لیٹن گورنر جنرل ہند

اعلیحضرت بتقریب جشن قیصری ۱۹ تاریخ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر

و امرائے ریاست شاہانہ شان کے ساتھہ اسپیشل ٹرین پر سوار ہوکے دلی روانہ ہوئے
۴ تاریخ ذیحجہ سنہ مذکور مین دلی پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی توپخانہ شاہی سے
۲۱ ضرب اتواپ سلامی سر ہوئین۔ دوسرے روز گورنر جنرل ہند بھی وارد ہوئے
نہم تاریخ ماہ ذیحجہ اعلیحضرت مع مختار الملک بہادر و امرائے دولت گورنر جنرل لارڈ
لیٹن صاحب کی ملاقات کے لئے گئے۔ لارڈ صاحب کے خیمہ گاہ مین پہنچتے ہی
۲۱ ضرب اتواپ سلامی شلک ہوئین۔ گورنر جنرل نے اعزاز و اکرام سے ملاقات کی
اعلیحضرت نے ایک عربی گہوڑا مع ساز و سامان تحفہ دیا۔ ویسرائے نے منظور فرمایا
پھر آپ نے فرودگاہ پر مراجعت کی۔
۱۳ تاریخ ماہ مذکورہ مین نواب گورنر جنرل بہادر اعلیحضرت کے فرودگاہ پر بازدید کیلئے
تشریف لائے۔ توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئی۔ اعلیحضرت
گورنر جنرل سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ ملے۔ تہوڑی دیر کے بعد ویسرائے
بہادر رخصت ہوئے۔
۴ تاریخ مذکورہ کو راجہ بنارس۔ و راجہ جیپور۔ و راجہ ریوان۔ و راجہ ہلکر والی اندور
اعلیحضرت کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ تمام سے حسن اخلاق و محبت کے ساتھہ ملے
تمام حضور کی ملاقات سے محظوظ ہوئے۔
۱۵ ذیحجہ سنہ صدر مین دربار قیصری منعقد ہوا۔ تمام راجے و مہاراجے و رؤسائے ہند
دربار مین رونق افزا ہوئے۔ اعلیحضرت بھی مع امرا پہنچے۔ اعلیحضرت کی کرسی
گورنر صاحب کے مقابل مین حضور کے داہنے بائین جانب امرائے آصفیہ۔ اور امرائے
آصفیہ کے بعد حسب مراتب راجگان و نوابان ہند تہے۔ لارڈ صاحب نے اسپیچ پڑہی

اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ (ملکہ کوئین وکٹوریہ نے قیصر ہند کا خطاب قبول فرمایا -)
جلسہ کے بعد توپخانہ شاہی سے سلامی کی توپین سر ہوئین - جلسہ برخاست ہوا -
۱۹ ماہ مذکور کو بیگم صاحبہ والیہ بہوپال نے اعلیحضرت سے ملاقات کی - اعلیحضرت
حسن اخلاق سے ملے - تہوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئی -
۱۲ ذیحجہ سنہ مذکورہ مین اعلیحضرت دہلی سے حیدرآباد روانہ ہوے - ۲۷ ذیحجہ
مع الخیر والعافیہ شہر حیدرآباد مین داخل ہوئے - اُسروز تمام رعایا و اہل شہر نے
بہت خوشی منائی - اسٹیشن سے شہر تک در و دیوار نقش و نگار سے اراستہ
کئے تہے - جا بجا کمانین ہوائین تہی - سڑک کے دونون طرف سرخ سبز جہنڈیان
قائم کین تہین - اور رات کو تمام شہر مین روشنی کی گئی تہی - اعلیحضرت نے علما
و فقرا کو بیشمار انعام عطا کیا -

اعلیحضرت کا دورہ بطریق سیر رائچور و گلبرگہ و اورنگ آباد

پندرہوین سنہ جلوسی مین اعلیحضرت مع نواب مختار الملک بہادر اول مع
مصاحبین ۲۷ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین گلبرگہ تشریف فرما ہوے -
گلبرگہ مین پہنچ کے قلعہ و تعمیرات قدیمہ کو دیکہہ کے تعمیرات جدیدہ جنکو نواب
اکرام اسد خان المخاطب نواب یار جنگ بہادر نے تعمیر کی تہین - مثلاً گلزار حوض
بازار آصف گنج - و باغ گلشن وغیرہ دیکہکر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا - اور
مجلس کے دار الصنائع کو بہی ملاحظہ کیا - نواب یار جنگ نے آپکی تشریف آوری
کی تقریب مین شہر کو آرائش سے آراستہ کیا تہا - اور رات کو شہر مین روشنی
کی گئی تہی - آپ کی تشریف آوری کی بیحد خوشی منائی تہی - اور تین روز اعلیحضرت

گلبرگہ مین رونق افروز رہے۔ اور ۲۹ تاریخ ماہ مذکور مین تعلقہ ضلع و عدالت ضلع و خزانہ کا ملاحظہ فرمایا۔ دفاتر کی درستی و خزانہ کی حفاظت دیکھہ کے بہت خوشی ظاہر کی۔ پھر محبوب گلشن و چڑیا خانہ و مکان کلب کو اپنی رونق افروزی سے زینت دی غرۂ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۹ ہجری گلبرگہ سے اورنگ آباد روانہ ہوے۔ وہان رونق افزا ہوکے بزرگان سلف و اولیائے کرام و جد اعلی آصفجاہ اول مرحوم بانی ریاست آصفیہ و بادشاہ عالمگیر خلد مکان کی زیارت کی ہر ایک بزرگ کی درگاہ کے سجادہ نشینون کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ اور بزرگون کے قبور پر غلاف چڑہائے اور اشرفیان نذر دین۔ علما و فقرا کو خیرات و صدقات سے ممتاز فرمایا۔ ۱۴ تاریخ اورنگ آباد سے مع الخیر و العافیت حیدرآباد مین داخل ہوئے۔ تشریف آوری کے روز اہل شہر نے بموجب سابق حسن عقیدت سے بہت خوشی منائی۔

اب وہ زمانہ قریب تہا کہ اعلیحضرت مہمات سلطنت و اقتدارات و اختیارات ملکیت کی باگ اپنے اختیار مین لین۔ یکایک مختار الملک بہادر اول کی وفات حسرت آیات کا واقعہ پیش آیا۔ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ڈیوک آف کناٹ بطریق سیر حیدرآباد مین آیا۔ نواب مختار الملک بہادر نے آپکی دعوت کا اہتمام میر عالم کے تالاب پر کیا دعوت مین صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب و افسران فوجی بہی مدعو تہے اسی دعوت کے جلسہ مین یکایک اُسی رات کو سوء ہضمی سے نواب صاحب کی طبیعت علیل ہوگئی۔ ڈاکٹری و یونانی معالجہ کیا گیا مگر کچہہ مفید نہین ہوا۔ آخر ۲۹ تاریخ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری بروز پنجشنبہ ساڑہے ساتہہ بجے شام کو چھپن (۵۶) برس کی عمر مین عالم آخرت کو روانہ ہوئے۔ بروز جمعہ دس بجے کے قریب دایرہ مین

مدفون ہوئے۔ اس وزیر نامور کی رحلت سے اہل دکن کو سخت رنج والم ہوا۔ اور اعلیحضرت کو اس حادثہ عظیم کا نہایت ہی اندوہ غم ہوا۔ جب جنازہ مرحوم کا پورانی حویلی کیطرف سے گذرا تو آپ جنازہ کو دیکھکے آبدیدہ ہوئے۔ مرحوم کے دو نون فرزند زندہ درگور تھے۔ جنازہ کے ساتھہ خلایق کا ہجوم تیس پچیس ہزار سے زیادہ تہا۔ شہر مین گھر گھر کہرام مچگیا تہا۔ ہر ایک کوچہ و بازار مین محشر کا سما نمایان تہا۔ نوحہ و گریہ کا شور و غل فلک الافلاک تک پہنچا تہا۔ مرحوم کے بعد راجہ نرسنہدر پرشاد بہادر منصرمانہ مدار المہامی پر مقرر ہوئے۔

سفر کلکتہ واقعہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

حسب الطلب ویسرائے گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب سولہ تاریخ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۱ ہجری روز دوشنبہ شہر حیدرآباد سے کلکتہ روانہ ہوئے آپکے ہمرکاب امرائے ذیل سے تھے مہاراجہ پیشکار بہادر۔ نواب شمس الامرا بہادر۔ نواب وقار الامرا بہادر۔ نواب ظفر جنگ بہادر۔ نواب میر لائق علیخان مختار الملک ثانی۔ نواب میر سعادت علیخان منیر الملک۔ فخر الملک بہادر۔ نواب اکرام جنگ بہادر۔ نواب قادر جنگ بہادر۔ نواب سرور جنگ بہادر۔ نواب افسر جنگ بہادر۔ راجہ مرلی منوہر بہادر۔ راجہ گردہاری پرشاد بہادر۔ نواب میر حشمت علی صاحبزادہ۔ و نواب میر منور علی صاحبزادہ۔ حکیم الحکما میر وزیر علی صاحب۔ ڈاکٹر صفدر علی صاحب۔ سی کلارک صاحب بہادر۔ ولکنس صاحب بہادر۔ وڈالس صاحب بہادر وغیرہ تھے آپ ۲۰ تاریخ ماہ مذکور کلکتہ مین مع الخیر والعافیہ پہنچے۔ توپخانہ شاہی سے ۲۱ ضرب توپون کی سلامی ادا ہوئی۔ آپ گورنر جنرل بہادر ہند سے ملے

دیرتک باہم مکالمہ ہوتا رہا۔ گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریر وجستی دیکھکے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ تخت نشینی و حکمرانی کے لائق ہین۔ اللہ مبارک کرے۔ آپ ربیع الاخر ہی مین تخت نشین کئے جائین گے۔ آپنے شکریہ ادا کرکے فرمایا آپ بھی حیدرآباد تشریف لائے۔ اور مجکو شرکت جلسۂ تخت نشینی سے خوش کیجئے۔ گورنر بہادر نے خوشی سے آپکی دعوت قبول کی۔ زبان مبارک سے فرمایا مین ضرور حیدرآباد آؤنگا۔ دربار برخاست ہوا حضور رخصت ہوکے فرودگاہ پر آئے

۱۹ ماہ صفر سنہ مذکورہ مین محمد رحیم الدینخان و نصیرالدینخان حیدر میسوریہ۔ و جہانقدر مرزا محمد علی لکھنویہ و نواب عبد اللطیف خان بہادر سی ای اے نائب صدر کمیٹی انتظامی و جماعت اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ بذریعۂ ڈالبس صاحب بہادر اعلیحضرت سے ملے اور تہنیت نامہ خیر مقدم پیش کیا۔ آپنے اڈریس منظور کرکے سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور حسب الحکم منجانب اعلیحضرت سرور جنگ بہادر نے اڈریس کا جواب نہایت محبت آمیز فقرات مین ادا کیا۔ بعد ازین جماعت مذکور رخصت ہوئی

۱۱ ربیع الاول سنہ مذکور مین اعلیحضرت کلکتہ سے مراجعت کرکے حیدرآباد مین مع الخیر آئے جس روز اعلیحضرت شہر مین داخل ہوئے۔ اس روز شہر کا کوچہ و بازار رشک گلزار تھا اسٹیشن سے اعلیحضرت کے محلسرا تک سڑک کے دونون طرف سرخ و سبز جھنڈیان آویزان کئے تھے اور چند کمانی دروازے بنائے تھے۔ رات کو روشنی بھی کی گئی تھی اس زمانہ مین روز نوروز اور رات شبرات تھی۔ یہہ تمام آرائش و تکلف اہالی شہر کیطرف سے تھا۔ سب نے کیا امیر و کیا فقیر آپ کی تشریف آوری کی خوشی حسن عقیدت صدق محبت سے منائی تھی۔ اسوقت شہر کے درودیوار سے یہہ مترشح ہورہا تھا کہ درکن جا آیا

اپنے بادشاہ و ممالک کے ساتھہ کسقدر جان نثار و قربان بردار ہے •

تشریف آوری لارڈ رپن گورنر جنرل ہند
بتقریب جشن مسند نشینی اعلیحضرت اقدس خلد اللہ ملکہ •

۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین لارڈ صاحب مع اپنی لیڈی صاحبہ کلکتہ سے جہاز پر سوار ہوکے برآمد ہوئے دوسری تاریخ ربیع الآخر سنہ مذکور مین مدراس پہنچے تیسری تاریخ ماہ مذکور دن کے بارہ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین حیدرآباد روانہ ہوئے۔ اعلیحضرت کیطرف سے مہاراجہ نرسنہار پرشاد بہادر منصرم مدار المہام و نواب میر لائق علیخان بہادر مختار الملک ثانی استقبال کو رائچور تک گئے۔ چوتہی تاریخ شام کے ساڑہے چار بجے گورنر جنرل صاحب بہادر مع لیڈی صاحبہ حیدرآباد مین پہنچے۔ لارڈ صاحب کے اُترتے ہی ۳۱ ضرب توپون کی سلامی سر ہوئی۔ اعلیحضرت پانچ منٹ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ امیر کبیر و دیگر امرائے ریاست ہمرکاب تھے۔ کل سولہ امرائے برگزیدہ ساتھہ تھے۔ اول تعظیمی گارڈ نے سلام ادا کیا۔ اور بینڈ بجنے لگا۔ اعلیحضرت نے آگے بڑہکے ویسرائے و لیڈی صاحبہ سے ہاتھہ ملایا۔ ویسرائے نے اعلیحضرت سے ملنے کے بعد امرا سے مصافحہ کیا۔ پہر چوکڑے پر سوار ہوکے لوال روانہ ہوئے۔ ۶ ربیع الثانی سنہ صدر مین دن کے چار بجے لارڈ صاحب مع چند یورپین معززین اعلیحضرت کی ملاقات بازدید کے لئے محلسرائے آصفی مین رونق افزا ہوئے۔ الوال سے محلسرا تک سڑک پر کوتوالی کا کمال انتظام تہا کوئی آمد و رفت نہین کرسکتا تہا۔ پولس کا انتظام عمدہ تہا۔ محمد عنایت حسین خان بہادر کوتوال و محمد رستم علیخان نائب صدر مہتمم کوتوالی و دیگر افسران فوجی اہتمام و انتظام مین سرگرم تھے۔ جب ویسرائے بہادر محلسرائے آصفیہ مین

داخل ہوئے توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپونکی سلامی ادا کی گئی۔ اعلیحضرت نے دروازہ تک استقبال کیا۔ گورنر صاحب نے اعزاز کے ساتھہ ملاقات کی تہوڑی دیر کے بعد قیامگاہ پر مراجعت کی۔

جشن مہتابی یعنی رانکو لارڈ صاحب و معززین یورپین و امرا کی دعوت کا جلسہ

جشن مسند نشینی کے روز رانکو جناب گورنر جنرل ہند لارڈ ریپن صاحب بہادر و گورنر مدراس و کمانڈر انچیف بہادر ہند و غیرہم معززین یورپین و امرائے ریاست کی دعوت کی تیاری شروع ہوئی۔ دیوان عام مین فرش زرین و قالینہائے رومی و فرنگی و ایرانی بچھائے گئے دیوارون و دروازون پر زربفت و کمخواب کے پردے لٹکائے گئے۔ اور چہت رنگین و زرین اطلسون سے آراستہ کیا گیا۔ اور کرسیان طلائی و نقرئی اور کوچ جنپر زربفت و مخمل کے گدے و تکئے تہے ترتیب سے جمائے گئے۔ اور روشنی کے لئے بلورین جہاڑ و فانوس لالٹین و جہومر آویزان کئے گئے۔ اور دیوارون پر دیوارگیریان لگائی گئین۔ تمام شہر مین باشندگان شہر نے جوش مسرت و حسن عقیدت سے اپنے گہرون مین خوب روشنی کا انتظام کیا تہا۔ چار منار پر چارون طرف دو دو قندیلین بجلی کی روشنی کی تہین۔ افضل گنج کے پل سے الوال تک تقریبًا پانچ کوس کا فاصلہ ہے برابر رستہ مین دو طرفہ گلاسون کی روشنی کی گئی تہی۔ شام ہوتے ہی روشنی کیگئی کثرت روشنی سے رات دن معلوم ہوتی تہی۔ اور گلزار حوض مین جو فوارے چہوٹتے تہے اہل نظر اوس سے وجد کا لطف و مزہ پاتے تہے۔ دربار عام مین نہایت ترتیب پسندیدہ کے ساتہہ کہانے میز پر چنے گئے تہے۔ شاہی باورچیخانہ مین اقسام اقسام کے کہانے ہندی و انگریزی تیار کئے گئے تہے۔ قریب آٹھہ بجے گورنر جنرل بہادر و گورنر مدراس

و کمانڈر انچیف بہادر ہند و غیرہم معززین یورپین وامرائے دولت بادشاہی محل
مین رونق افزا ہوئے۔ قریب دس بجے کہانے سے فارغ ہوئے۔ پہر آتش بازی
شروع ہوئی۔ انواع انواع کی آتشبازی چہوڑی گئی۔ اسکے بعد اعلیحضرت نے وائسرائے
بہادر کو پہولون کا ہار پہنا کر عطر دیا۔ قریب بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ گورنر جنرل
بہادر وغیرہم رخصت ہوئے۔ اس مجلس دعوت مین دو سو مدعو تہے۔

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے حکمرانی کا جشن

ساتوین تاریخ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ صبح کیوقت سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین عظمت
وشان کے ساتہہ مسند نشینی کا جشن منعقد ہوا۔ تمام شہر آرائش سے سجایا گیا تہا
سڑک پر دونون طرف سرخ و سبز جہنڈیون کے پہریرے لہرا رہے تہے۔ اور ہر طرف
خوشی کے نقارے بج رہے تہے۔ دار الامارت مین ایک طرف جنیبون کا رسالہ۔ دوسری
طرف جمعیت بیسرم کا گروہ دو رویہ ترتیب کے ساتہہ صف بستہ آراستہ و پیراستہ کہڑے
تہے۔ بیرون محلسرا سڑک پر جمعیت باقاعدہ و رسالہ سوار و پیادہ حسن ترتیب سے
دو طرفہ قیام پذیر تہے۔ افسران کوتوالی نے ہر طرف ناکہ بندی کردی تہی۔ سڑک پر
میانہ و بگی و سواری کا گذرنا دشوار تہا۔ بلکہ پیدل بہی روکے جاتے تہے۔ ہر طرف
تماشائیون کا ہجوم تہا۔ سڑکون پر پانی چہڑکا گیا تہا۔ اسوقت شہر کیا تہا ؟
رشک ارم تہا۔ در و دیوار سے سور و سرور کا عالم نظر آتا تہا۔ کوچہ و بازار مین نور علی نور
دکہائی دیتا تہا۔ حسب الحکم اعلیحضرت نواب جان نثار جنگ نے دو سو جوان باقاعدہ
بیسرم کی جمعیت سے [illegible] بہ سلامی ادا کرنے کے لئے مع بیانڈ بیرونی گیٹ کے روبرو
ایستادہ کیا تہا [illegible] آراستہ ہونے کے بعد اعلیحضرت و تمام لارڈ صاحب کے منتظر تہے

یکایک ٹہیک دس بجے صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب مع سپہ سالار ہند آئے - اور سوا دس بجے سپہ سالار مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف - بعد ازان گورنر صاحب مدراس مع لیڈی صاحبہ و اسٹاف - پہر چند منٹ کے بعد لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند چوکڑے پر سوار مع دو سو سوار و توپخانہ شاہی آئے - جب دار الامارہ مین پہنچے تب اعلیحضرت مع امرائے عظام استقبال کے لئے بگی تک آئے - مصافحہ کرکے اپنے ساتہہ محل شاہی مین لائے - حاضرین دربار تمام تعظیماً کہڑے ہوگئے - توپخانہ آصفی سے ۳۱ ضرب کی سلامی ادا ہوئی - اعلیحضرت و گورنر جنرل بہادر مسند طلا کرسیون پر رونق افروز ہوئے - اور ارکان دولت حسب مراتب کرسی نشین ہوئے - ابہی پانچ منٹ نہین گذرے تہے کہ گورنر جنرل بہادر کہڑے ہوئے - تمام حاضرین دربار بہی کہڑے ہوگئے - اولاً لارڈ صاحب نے مختار الملک بہادر مرحوم کے طرف اشارہ کرکے فرمایا - افسوس یہ جلسہ ایسے شخص سے خالی ہے جو اسکی تمنا مین گذر گیا - سرکار انگریزی کا محسن و سرکار نظام کا خیرخواہ تہا - ثانیاً فرمایا رعایا کو بادشاہ کی طاعت مین ہروقت مستعد رہنا چاہئیے اور بادشاہ کو رعایا پر ایسی شفقت کہنی چاہئیے - جیسے والدین اپنی اولاد کے ساتہہ مگر انصاف اس شفقت کا جزء اعظم ہے - الخ یہہ اسپیچ طویل ہے - آگے تاریخی حال مین گزارش کیجائیگی - لارڈ صاحب اسپیچ تمام کرکے بیٹہہ گئے - ایک یورپین افسر نے کہڑے ہوکے اسپیچ کا پورا ترجمہ فارسی زبان مین حاضرین دربار کو سنایا - مختار الملک بہادر مرحوم کا افسوس سنکے حاضرین و اعلیحضرت کو بہت رقت ہوئی - اللہم اغفر لہ

ترجمہ ختم ہونے کے بعد اول لارڈ صاحب کرسی سے اٹھے - پہر حسام بہی کہڑے ہوئے اعلیحضرت کو مسند کے جانب لیگئے اور حضور کی کمر مین تلوار باندہ دیا اور سر کار آپکو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند

کے طرف سے سلطنت کے پورے اختیار حاصل ہوئے۔ مبارک ہو۔ تمام یورپین لیڈیون نے آپکے پاس جا کے درجہ بدرجہ مبارکباد دی۔ پہولون کے ہار و عطر دان تقسیم کئے گئے

اعلیحضرت کی تقریر

اعلیحضرت نے لارڈ صاحب کے جواب مین کہڑے ہوکے فرمایا۔ مین نہایت خوش ہون کہ مجھے حیدر آباد مین آپ کے خیر مقدم کا موقع ملا۔ اگر آپ میری مسند نشینی مین شریک نہوتے تو مجھے اور میری رعایا کو بہت افسوس ہوتا۔ بیشک یہ شرف ہمکو اس سبب سے حاصل ہوا کہ آپ کو اس ریاست کی بہبودی کا بہت خیال ہے۔ اور مجھسے آپکو ذاتی محبت ہے۔ یہ امر خوب ثابت ہوگیا۔ اور مین کبہی نہ بہولونگا۔ آپ دونون صاحب یعنی گورنر جنرل بہادر۔ اور گورنر مدراس کی یقین جانین کہ مین دونون کے احسان کو خوب سمجہتا ہون اور توقع رکہتا ہون کہ آپ میری دلی شکر گزاری کو کہ آپنے میرے لئے اتنے سفر دور دراز کی زحمت اُٹہائی۔ اور یہانتک قدم رنجہ فرما کے میری مسند نشینی کی رسم مین شریک ہوکر مجھے شرف اندوز کیا۔ کی قبول فرمائینگے۔ میری حکمرانی آیندہ کیلئے بہہ اچہا شگون ہوا۔ اور مین خوشی سے تسلیم کرتا ہون کہ وہ اتحاد جو مابین سرکار انگریزی اور میرے بزرگون کے چلا آتا ہے اس موقع پر تازہ ہوگیا۔ اور جو نصیحتین آپنے براہ شفقت مجھے کی ہین۔ مین اُنکو بڑی خوشی کے ساتہہ قبول کرتا ہون۔ اور ہمیشہ کوشش کرونگا کہ اُن معاملات مین جنکو اس ملک کی بہبودی اور ترقی سے تعلق ہو۔ آپسے اور سرکار انگریزی سے جنکے آپ ایک معزز سردار ہین صلاح لیا کرونگا۔ اور مین یقین کرتا ہون کہ اُن باتون کے خیال کہنے مین میرا اور میری رعایا دونون کا فائدہ متصور ہے ہلیں امید کرتا ہون کہ آپ جہانتک ممکن ہو جلد میرے اتحاد و وفاداری کی خبر قیصر ہند کو پہنچائینگے۔ اسکے بعد جلسہ

برخاست ہوا۔ اور گورنر جنرل صاحب وغیرہم رخصت ہوئے۔ پھر دو بجے امرائے عظام
وارکان دولت نے نذرین پیش کین۔ اور خطابات و مناصب سے سرفراز ہوئے۔
نواب میر لایق علیخان بہادر کو سالار جنگ منیر الدولہ خطاب خدمت وزارت ہفت عدد
جواہر سے سرفراز فرمایا۔ اور میر سعادت علیخان بہادر کو غیور جنگ شجاع الدولہ خطاب خلعت
و جواہرات سے ممتاز۔ اور راجہ نرسندر بہادر کو مہاراجہ خطاب و منصب ہفت ہزاری پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جھالردار۔ اور نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ۔ و نواب امام جنگ
کو خورشید الدولہ اصل و اضافہ و منصب چار ہزاری و نہ ہزار سوار۔ علم و نقارہ

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے شکار کا ذکر

اعلیحضرت کے مزاج مین قدرتی چستی و چالاکی ہے۔ فن سپاہگری سے آپکو خاص طور سے
مناسبت و دلچسپی ہے۔ بندوق کی نشانہ زنی مین بے نظیر۔ اور نیزہ اندازی سواری
اسپ مین بھی ممتاز ہین۔ جمناسٹک پولو و لان ٹینس چوگان بازی وغیرہ مین فرد فرید ہین
نشانہ زنی مین کبھی خطا نہین کرتے۔ شکار کے شائق ہین آپنے اکثر شیرون کو شکار
کیا ہے۔ اور آپ جفاکش و قوی دل ہین۔ شکار کیوقت اکثر جنگل و جھاڑیون مین گرما کے
موسم مین شکار کے تاک مین ایسے جمے رہے ہین کہ بھوک و پیاس کی کچھہ پروا نہین کی بعض
مصاحبین تن پرور گرما کے موسم مین مضطرب الحال ہوتے تھے۔ لیکن اعلیحضرت کے خوف سے
دم نہین مار سکتے تھے۔ اعلیحضرت کی دلیری و جفاکشی دیکھہ کے چار و ناچار جفاکش و دلیر بنگئے تھے
اکثر اوقات شکار کو گئے ہین۔ اور ہر ایک وقت مین متعدد شکار کئے ہین۔ آپنے شکار کے
موقع مین مظلومین کی دادرسی بھی کی ہے۔ آپ کی طبیعت عالی مین انتظام سلطنت کا
جوش اور ملک کی آبادی و رعایا کی آسودگی کا ولولہ موجزن ہے۔ آپکا شکار کیلئے برآمد ہو

گویا رعایا کی دادرسی کرنا ہے۔ ظاہر مین شکار کا نام تہا لیکن واقع مین ملک کی بہتری ورعایا کی آسودگی مطلوب ہوتی تہی۔ چنانچہ آپ سولہ تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین بروز سہ شنبہ شکارگاہ موضع میلواڑہ کے طرف مع صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر و نواب مختارالملک ثانی و نواب افسر جنگ بہادر و نواب محبوب یار جنگ بہادر مع خدم وحشم روانہ ہوئے۔ صبح کیوقت ناوندگی کے اسٹیشن پر سواری پہنچی۔ پہر وہان سے بسواری اسپ خاصہ خیمہ گاہ موضع مذکور مین رونق افروز ہوئے۔ وہان پہنچتے ہی اعلیحضرت شکارگاہ کے طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک شیر کو ضرب بندوق سے مار ڈالا۔ اُسی روز راستہ مین ایک مقام پر رعایا نے استغاثہ پیش کیا۔ آپنے مستغیثین کی درخواستین لے لین اور مدارالمہام کو اُن مظلومین کی دادرسی کے لئے ہدایت کی جب شام کو صاحب عالیشان رزیڈنٹ صاحب بہادر بارگاہ آصفی مین باریاب ہوئے اور حضور کی سلامتی کا جام نوش فرمایا۔ اور کہڑے ہوکر مبارکباد دی اور فرمایا بڑی خوشی کی بات ہے کہ اعلیحضرت نہ صرف شکار کے لئے برآمد ہوئے ہین بلکہ شکار کے ساتہہ ملک کی رفاہیت کے طرف بہی توجہ فرماتے ہین۔ مجھے امید قوی ہے کہ جب سواری مبارک شکارگاہ مین رونق افروز ہوگی۔ جسقدر حضور شیرونکا شکار فرمائینگے اُسیطرح ملک کی شکایتین بہی دور ہو جائینگی۔ اور مین زیادہ اسبات کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ شکارگاہ مین شکار سے محظوظ ہوا۔ اور حضور کی مہمانی و مدارات سے آرام پایا۔ انتہی کلامہ اعلیحضرت نے رزیڈنٹ صاحب کے طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مین بہی مشکور ہون کہ آپ نے میری صحت کا جام نوش فرمایا۔ اور مبارکباد دی۔

سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین بذریعہ لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہند ملکہ معظمہ قیصر ہند کیطرف سے

اعلیحضرت کے لئے گرینڈ نائٹ کمانڈر اسٹار آف انڈیا کا خطاب آیا۔ بارگاہ عالی میں خریطہ پیش ہوا۔

کونسل آف اسٹیٹ کا ذکر

تاریخ سلخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں اعلیحضرت نے کونسل آف اسٹیٹ قائم کی پہلا جلسہ پرانی حویلی راحت محل میں ہوا۔ میر مجلس حضور پرنور ہوئے۔ اور ارکین مندرجہ ذیل قرار پائے۔

نواب سالار جنگ منیر الدولہ مدارالمہام۔ راجہ راجایان مہاراجہ نریندر پرشاد بہادر نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ نواب بشیرالدولہ امیر اکبر آسمان جاہ بہادر نواب وقارالامرا اقبال الدولہ بہادر۔ نواب شمشیر جنگ بہادر۔ نواب شہاب جنگ افتخار الملک بہادر۔ نواب فخر الملک بہادر۔ مولوی سید حسین صاحب عماد الملک معتمد مجلس

اعلیحضرت میر مجلس نے اجلاس فرما کے ارکین مع صوف کے روبرو زبان مبارک سے فرمایا کہ آج شاید حیدرآباد کی تاریخ میں یہ اول روز ہے کہ یہاں کے امرا بالاتفاق رئیس وقت کے سامنے سرکاری کاموں میں مدد دینے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ میری بڑی خواہش تھی و آرزو تھی کہ یہ کونسل مقرر ہو جائے۔ مجھے امید تو یہی ہے کہ جن امرا کو میں نے انتخاب کیا ہے اُنسے مجکو اور میرے ملک کو بہت مدد ملیگی۔ اور میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے ذاتی اغراض کو سرکاری امور میں راہ نہ دینگے۔ اور سب ملکر بالاتفاق کام کرینگے۔ آپ لوگ اگر چاہیں تو اپنے ملک کی بہت بہتری کر سکتے ہیں۔ اور ملک کی بھلائی گویا میری بھلائی اور عین آپکی بھلائی ہے۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ لوگ ہر مقدمے میں نیک نیتی اور خیر خواہی کے ساتھہ آزادانہ رائے دینگے۔ آپ لوگ

یقیناً جانیں کہ مجھے ہر فرقے اور ہر گروہ کی رعایت مدنظر ہے۔ مین نہین چاہتا ہوں
کہ کسی کے واجبی حقوق تلف ہو جائین۔ مین سرکار اور رعایا دونوں کے حقوق
کی یکسان حفاظت کرونگا۔ اور مہینے مین دوبار پنجشنبہ کے روز کونسل منعقد ہوا کریگی
انتہی کلامہ۔

نواب شمشیر جنگ بہادر نے اجازت کے بعد عرض کیا۔ آج بڑا دن مبارک ہے۔ آج
وہ دن ہے کہ ہمارے قدردان جوہر شناس خداوند نعمت کو خدا تعالی نے ہمارا سردار کر کے
ہمارے سرون پر انکا سایہ ڈالا ہے۔ اب ہمارے جوہر کھلین گے۔ اور ہماری قدردانی
ہوگی۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

مجلس انتظامی صرف خاص کا انعقاد

حسب الحکم اعلیحضرت غرہ محرم ۱۳۰۳ ہجری مین مجلس انتظامی صرفخاص منعقد ہوئی
اسکے میر مجلس سی کلارک صاحب بہادر نائب میر مجلس نواب اکرام جنگ بہادر الدولہ بہادر
اور نواب قدیر جنگ بہادر۔ اور معتمد مجلس مولوی سید یوسف الدین صاحب ہوئے
صرفخاص کے تعلقات کے مخارج و داخل کا انتظام اسی مجلس کے متعلق کیا گیا۔ مگر
تھوڑے ہی روز کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ اور مولوی سید عبدالرزاق صاحب
المخاطب بہ آصف نواز الملک بہادر خدمت معتمدی صرفخاص پر مقرر ہوئے۔ صرفخاص
کا کل انتظام معتمد صاحب کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب تا بزندگی انتظام عمدہ طرح سے
انجام دیتے رہے۔ صرفخاص کا انتظام بدستور قدیم جو معتمد مقرر ہوا اسکے تفویض ہوتا ہے

اعلیحضرت کا سفر نیلگری

اعلیحضرت بتقریب تبدیل آب و ہوا۔ رجب ۱۳۰۳ ہجری نیلگری کے طرف روانہ ہوئے

آپ کے ہمراہ امرائے ذیل تھے۔
اعظم الامرا امیر اکبر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر۔ نواب عماد نواز جنگ بہادر
شمشیر نواز جنگ بہادر۔ و عماد الملک بہادر۔ و محبوب یار جنگ بہادر۔ و نواب افسر جنگ بہادر
و حکیم الحکما بہادر۔ و فتح نواز جنگ بہادر۔ و آغا سید علی شوشتری۔ و راجہ مرلی منوہر بہادر
وغیرہم تھے۔ تقریباً دو مہینے وہاں بسر کرکے سولہ تاریخ ماہ رمضان سنہ مذکور میں واپس آئے

اعلیحضرت کا سفر مدراس کیطرف

اعلیحضرت۔ لارڈ ڈفرن گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے ۲۴ تاریخ جمادی الاولی
سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین مع نواب مختار الملک بہادر مدار المہام۔ و صاحب عالیشان رزیڈنٹ
صاحب و نواب شمس الامرا امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ و نواب وقار الامرا بہادر۔ و نواب
عماد الملک بہادر۔ و نواب افسر جنگ بہادر۔ و نواب محبوب یار جنگ بہادر۔ و مختار یار جنگ بہادر
و منیر نواز جنگ وغیرہم مدراس روانہ ہوئے۔ ۲۵ تاریخ ماہ مذکور روز سہ شنبہ مدراس مین
مع الخیر پہنچے۔ بندرہوین پلٹن کے سو جوان تعظیماً مع بیانڈ و نشان اسٹیشن پر کھڑے ہوئے
تھے۔ اعلیحضرت کے پہنچتے ہی ۲۱ ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین۔ اور تعظیمی گارڈ نے سلامی
ادا کی۔ اعلیحضرت ریل سے اُترکے بیگم صاحبہ زوجہ نواب کرناٹک کے عمدہ باغ مین
فروکش ہوئے۔ دوسرے روز مع وزیر و چند امرائے دولت گورنر جنرل بہادر کی ملاقات
کے لئے گورنمنٹ ہوس مین تشریف فرما ہوئے۔ گورنمنٹ ہوس مین ۲۱ ضرب سلامی
کی توپین شلک ہوئین۔ ملاقات کرکے فرودگاہ پر واپس آئے۔ اُسی روز شام کے
ساڑھے پانچ بجے گورنر جنرل بہادر بھی فرودگاہ پر بازدید کی ملاقات کے لئے آئے
ملاقات کرکے رخصت ہوئے۔ ۲۷ جمادی الاخری سہ پہر کے وقت حضور نے لیڈی صاحبہ

وُڈفرن سے ملاقات کی۔ اور ۲۸ جمادی الاول دن کے گیارہ بجے اعلحضرت نے گورنر صاحب مدراس سے ملاقات کی اُسی روز شام کے ۴ بجے گورنر صاحب مدراس عمدہ باغ مین آئے۔ اور حضور سے بازدید کی ملاقات کی۔ مدراس مین سرکار انگریزی و اہل اسلام نے حضور کی بے انتہا مدارات و تعظیم کی۔ اور وہان سے اہل اسلام و اہل صنائع تہنیت نامے پیش کئے۔ حضور نے اُن کے جواب مین فرمایا **وھو ھذا**

مین بہت مسرور و خوش ہوا۔ کہ اہل مدراس نے میرے آنے سے ایسی خوشدلی و حسن عقیدت ظاہر کی ہے۔ مین اُنکا شکریہ ادا کرتا ہون۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ یہان کم اقامت کی بہت خوشنما یادگار اپنے ہمراہ لیجاؤنگا۔ انتہی کلامہم۔

آپ نے مدراس مین پانچہزار روپیہ کمشنر پولس کے ذریعہ سے غربا و فقرا پر تقسیم کیا۔ ۳۰ جمادی الاول عمدہ باغ مین کثرت سے روشنی ہوئی۔ اور کثرت سے آتشبازی چھوٹی گئی۔ بیگم صاحبہ نے اعلحضرت کی ضیافت تکلف و تجمل سے کی۔ گورنر جنرل ہند ۲۷ ماہ مذکور کلکتہ گئے۔ بتاریخ سلخ جمادی الاول اعلحضرت مع مصاحبین حیدرآباد روانہ ہوئے۔ غرہ جمادی الثانی کو مع الخیر والعافیہ دارالریاست مین پہنچ گئے۔ امرائے ریاست و جمعیت استقبال کیلئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ پولس کا انتظام درست تھا

اعلحضرت کے شمائل و مشاغل

آپکے خصائل و شمائل پسندیدہ بیشمار ہین۔ اگر پورے پورے لکھین جائین تو کتاب ایک دفتر ہوجائے بنابرین مین قلیلے از کثیر و عشر عشیر مجملاً بطور گوشوارہ گزارش کرتا ہون آپ جب تخت نشین ہوئے۔ اور ممالک محروسہ کے انتظام کی باگ اپنے دست قدرت مین لی نظم و نسق کے مہمات کو سرانجام کرنے لگے تو ریاست کی درستی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن

مصروف ہوئے۔ اُسوقت سے ابتک برابر رفاہ عام کو مد نظر رکھتے ہین۔ خلائق کی داد رسی
مین توجہ فرماتے ہین مستحقین کے حقوق خواہ اہل اسلام خواہ اہل صنام سے ہون برابر
ادا کرتے ہین۔ اور ہر ایک فریق کو درجۂ مساوات مین رکھتے ہین۔ معاملات مین تو سط کا
طریق ملحوظ رہتا ہے۔ افراط و تفریط سے منہ رُون و دور رہتے ہین۔ داد خواہون کی داد
و فریاد سنتے ہین مظلومون کو ظالمون کے پنجہ سے بچاتے ہین۔ آپ ہی کے عدل و انصاف
و بذل و الطاف کی برکت ہے کہ تمام اہل کن خوشحال و فارغ البال ہین۔ آپ کے
سایۂ ہمایون پایہ مین آرام سے زندگی بسر کرتے ہین۔ ہر ایک فرد بشر شکر گزار ہے۔ کوئی
شاکی نہین۔ آپ کی ذات بابرکات فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ سے موصوف
ہے۔ عدالت و حکمت و شجاعت و سخاوت مین معروف ہین۔ اگر مین آپ کو نوشیروان
عادل و لقمان حکیم و رستم زال و حاتم و معن بن زائدہ و اسخیائے برامکہ سے ممثل کرون تو
میری تمثیل و تشبیہ بیجا نہوگی۔ ہان اگر یہہ کہون کہ آپ مجسم عدل و حکمت و ممثل شجاعت
و سخاوت ہین تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ ابر کرم و بحر سخاوت ہین آپکے خوان نعمت و آب رحمت سے
سیراب و شاداب ہین کیون نہون آپکے نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے
ملتا ہے۔ اور شیخ کا سلسلہ حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے
بزرگان سلف کی برکت سے آپکے خاندان مین اکثر صاحبان علم و عمل و اہل اللہ کمل ہوئے ہین
علم و فضل و رہدایت خلق و افادۂ عوام الناس آپ کے خاندان کی موروثی فطرتی صفت ہے
نسلاً بعد نسل یکے بعد دیگرے علم و فضل و معرفت و ہدایت کی کرسی پر جلوہ افروز
ہوتے رہے۔ اسیطرح حکمرانی و ملک کشائی کی صدارت پر صدر نشین۔ چنانچہ خواجہ غاؔ
مخاطب بشیخ الاسلام بخارا مین سبحان قلی خان بن نذر محمد خان والی بلخ و بخارا کے

عہد مین ظاہراً صدر عدالت و باطناً مسند نشین رشادت تھے۔ یعنی قلوب خلائق پر حکمرانی کرتے تھے۔ اور حضرت عزیزان عالم شیخ پدر بزرگوار خواجہ موصوف کی زیادہ توجہ خلائق کی ہدایت اور خالق کی عبادت کے طرف تھی مدۃ العمر ریاضت ہدایت مین مشغول رہے بلخ و بخارا سمرقند و تاشقند کے ترک و ازبک آپکے معتقد تھے۔ خوانین و ترا کمہ آپکے آستانہ مبارک کو سجدہ گاہ سمجھتے تھے۔ آپکی خانقاہ انبیا مین دو ہزار سے زیادہ مریدین تہجد گزار رہتے تھے۔ اور حضرت عزیزان مومن شیخ پدر عزیزان درویش شیخ وغیرہم مرتاض و مرجع خاص و عام تھے۔ مین نے آپکے بزرگان سلف کے حالات مسلسل و واقعات مفصل محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن کے مقدمہ مین لکھے ہین۔ تذکرہ زیر طبع ہے۔ اس تذکرہ کے طبع ہونیکے بعد مطبوع ہوگا۔ شائقین خاص اعلیحضرت قدر قدرت اُسکے ملاحظہ سے بہت خوش ہون گے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت کی بھی وہی شان ہے۔ جو بزرگان سلف کی تھی۔ ظاہر کیطرف آپکا میلان خاطر زیادہ ہے۔ مقتضائے حال بھی اسی میلان کا طالب ہے۔ آپکی طبیعت و فطرت مین اصلی میلان مطلق ہے۔ وقتاً فوقتاً باطنی میلان بھی کرسی ظہور پر جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ آپ حسن عقیدت و ارادت و اخلاق و مروت و استقلال و ہمت۔ دلیری و جرأت سیرت و صورت مین بزرگان سلف کے قدم بقدم ہین آپ کے رگ و پے مین بلخ و سمرقند کی آب و ہوا کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور آپکے چہرے مہرے سے بخارا و تاشقند کی شان نمایان ہوتی ہے۔ انہین بزرگان سلف کے خصائل و شمائل سے ہے کہ آپ مشائخ و اہل اللہ سے حسن اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن ارادت سے ملتے ہین انکی تعظیم و تکریم مین کوئی بات فروگذاشت نہین فرماتے۔ فی زماننا مشیخت و مشائخ عنقا صفت ہین۔ جو اہل اللہ ہین وہ گوشہ گمنامی مین ہین۔ اور پیران مرید طلب و مریدان پیر طلب کو

خوب پہچانتے ہین - ہر ایک کے جوہر کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھتے ہین - کھرے کھوٹے کو
خوب سمجھتے ہین - آپ نقاد انسان ہین انسان کے نقد انسانیت کو اچھی طرح سے
آزماتے ہین - بھلے برے مین تمیز کر لیتے ہین - مگر باوجود تمیز کسیکی پردہ دری نہین فرماتے
اور کسیکی تعظیم و تکریم مین فرق نہین کرتے - آپکا حلم و وقار آفرین و تحسین کے لائق ہے
آپکی قوت فیصلہ ایسی مستقل ہے کہ فی الفور معاملۂ فیصلہ طلب کا تصفیہ کر دیتے ہین
اور منتظرہ حالت مین نہین رکھتے - اور استقلال کے رستہ سے کبھی نہین ہٹتے - اور
حکم آپکے قلم عطار ورقم سے جاری ہوتا ہے وہ کبھی رد نہین ہوتا - گویا وہ قلم تقدیر ہے
کسی کے مٹانے سے نہین مٹتا - سنا گیا ہے کہ بعض اوقات آپنے کسی مشائخ یا سائل
کی عرضداشت و طبقہ پر بجائے سو ہزار لکھدیا - اہل دفتر نے عرض کیا - بجائے سو ہزار
ہوگئے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپنے فرمایا جو کچھ ہوا درست ہے ہمارا حکم حکم مبرم ہے - ہزار ہی
جاری کیا جائے - اور بہی اسی قسم کی بہت سی روائتین حکایتین ہین - آپکے تاریخی واقعات مین لکھونگا

آپکی قدردانی ارباب علم و ہنر

آپ علم دوست و ہنر پرور ہین - آپکی قدردانی و مہمان نوازی کی شہرت نے اکثر عجم و عرب
و ترک و یورپ کے ارباب علم و ادب کو رہین دکن مین کھینچ لایا - اور آپکے خوان کرم سے ہر ایک
مستفید و سیراب ہوا - آپ علما و شعرا و حکما کی بہت قدر کرتے ہین - اور مشائخین و سجادین
کو بہی بیحد دیتے ہین - ملک دکن فی زماننا دار العلوم و الفنون ہوگیا ہے - بلحاظ آسائش
و آرام غربائے امصار و دیار کے لئے دار الامن و الامان بنگیا - آپ ہی کی قدردانی
و جوہر شناسی کی برکت ہے کہ شہر کے ہر ایک چپہ بازار مین جابجا مدرسے و شفا خانے و شعرا کے
جلسے قائم ہین - کہین فقہ و حدیث کا درس کہین تشخیص مزاج و علاج کا ذکر - کہین

قافیہ و ردیف کا چرچا ہو رہا ہے۔ مساجد و خانقاہوں میں ذکر بالجہر و بالخفی کا بازار گرم ہے

آپ کی شعر و شاعری کا ذکر

چونکہ اس تذکرہ میں آپ کی شعر و شاعری کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ میں نے جو کچھ آپ کے حالات تفصیلی کا ایک مختصر و مجمل گوشوارہ گویا مشتے نمونہ از خروارہ ہے۔ میں نے آپ کے تفصیلی حالات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ میں شرح و بسط کے ساتھ گزارش کئے ہیں وہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ زیر طبع ہے قریب میں اشاعت کے زیور سے آراستہ ہو کے جلوہ نما ہوگا۔ بنائے علیہ اب یہاں شعر و شاعری کا ذکر واجب و لازم ہے گزارش کرتا ہوں۔ **وھوھذا**۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے اور تخت نشین ہوئے۔ ملکی انتظام میں مصروف ہوئے۔ اور خلائق کی آسائش و آرام کی فکر کرنے لگے۔ فطرۃً و قدرۃً آپکی طبیعت میں شعر و شاعری کا جوش موجزن تھا۔ اور مزاج میں سخن سنجی و سخن فہمی کا ولولہ برق افگن تھا۔ با وجود اشتغال مہمات سلطنت و حکمرانی و اصلاح حالات مخلوقات سبحانی و ریاضت جسمانی و ادائے حقوق مستحقین اقاصی و ادانی طبع آزمائی و سخن سنجی فرماتے ہیں۔ آپ جو کچھ موزوں فرماتے ہیں سنجیدہ و پسندیدہ آپکے کل اشعار برگزیدہ و برجستہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک شعر کا مضمون لطف و مزہ سے خالی نہیں۔ خوبی معانی و رنگین بیانی میں ڈوبا ہوا۔ فصاحت و بلاغت کی ترازو میں تولا ہوا ہوتا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف نہایت ہی شستہ و شفاف۔ مضامین کی شوخی الفاظ پاکیزہ سے عیاں۔ در معانی شیریں کی دلاویزی فقرات سنجیدہ سے نمایاں۔ آپکی طبیعت کیا ہے بحر مواج ہے اور معانی و لآلی مضامین کا خزانہ ہے۔ جب چاہتے ہیں فوراً دست فکر سے نکال کے بذریعۂ زبان قلم صفحۂ کاغذ پر سطور کی

لڑیون مین منظوم فرماتے مین۔ نقادان سخن و جوہریان کلام آپکے جواہر پارون کو دیکھکے حیران ہوتے ہین
اور کہتے ہین کہ یہ ہیرے ایسے گران بہا ہین کہ ہم نے کبھی آنکھون سے دیکھے نہ کبھی کانون سے سُنے
اور آپکے کلام کی صفائی و جادو بیانی سے سامعین کو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے ابتدائے زمانہ مین ہی
اپنے کلام کو ایسا شستہ و صاف کیا۔ کہ اگر کوئی برسون اساتذہ کی خدمت مین مشق کرتا تو یہہ خوبی
اسکو نصیب نہوتی۔ آپکی جادو بیانی و طاقت لسانی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ خوبی خداداد ہے
و عطیۂ رب العباد ہے۔ آپ غزلیات و سلامون مین واقعات ایسے ڈہنگ سے ادا فرماتے ہین
کہ بعینہ واقعہ کا سمان دکھلائی دیتا ہے۔ اور آپ محاورات زبان کو اہل زبان کی طرح برابر استعمال
کرتے ہین جب آپ زبان مبارک سے تکلم فرماتے ہین تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہل زبان
استاد زبان تکلم کر رہا ہے۔ آپ ہی کے صفات مین سے یہہ بہی ایک صفت ہے کہ آپ ایک ہی معنی کو
متعدد پیرایون مین ایسے ڈہنگ سے آراستہ کرتے ہین کہ ہر ایک کا رنگ نرالا۔ مگر واقع مین
مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ آپکے کلام مین کمال خوبی یہہ ہے کہ برجستہ و شستہ ہوتا ہے حشو و زوائد سے
پاک و صاف۔ متکلم کی زبان سے نکلتے ہی سامع کے گوش دل مین مثل نقش نگین جانشین ہو جاتا ہے
اور ایسا حلاوت آمیز و لطف انگیز ہوتا ہے کہ سُننے و پڑہنے سے لطف و مزہ آتا ہے۔ آپکے اشعار
کی لطافت و شگفتگی مردہ دلون کو زندہ و پژمردہ گلون کو تازہ کر دیتی ہے۔ لطافت کیا ہے
گویا آبحیات و ابر بہار ہے۔ آپکو نظم کلام مین قوت مستحضرہ حاصل ہے۔ انواع کلام کے
ہر ایک نوع کو آسانی سے موزون کر سکتے ہین۔ اب مین ایک نظیر قوت مستحضرہ گزارش کرتا ہون
تا کہ ناظرین کو میری گزارش کی تصدیق ہو جائے۔ کوئی کوتاہ بین مبالغہ و تملق پر محمول نکرے
چنانچہ یہان شہر مین محرم شریف مین جابجا مرثیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہین۔ اُن مین
سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مراثی و سلام پڑہے جاتے ہین۔ اور ہند سے

مشاہیر مراثی خوان بلائے جاتے ہین۔ مراثی ایسے دردانگیز و جگرخراش سنائے جاتے ہین کہ اہل مجلس کے قلوب رقت و حسرت کے صدمہ سے ہل جاتے ہین۔ کبہی باعتبار خوبی مضمون و ترکیب موزون اہل مجلس کے زبان سے واہ واہ کا نعرہ ایسا بلند ہوتا ہے کہ عرش برین تک پہنچ جاتا ہے وباعتبار معنی جانسوز و دلگداز سہرایک فرد کی آہ آہ کا آوازہ زمین آسمان کو ہلا دیتا ہے۔ اعلیحضرت قدر قدرت مجلس عزا مین حسن عقیدت و ارادت سے شریک ہوتے ہین۔ شہدا کے واقعات سنکے افسوس وحسرت فرماتے ہین۔ ایکروز آپکو مراثی کے سننے سے بہت ہی رقت و حسرت ہوئی۔ آپ مجلس ختم ہونیکے بعد اُسی رقت و حسرت مین دولتخانہ مبارک پر آئے۔ جوش رقت مین چند سلام شہدا و امام کے بیان مین لکھے۔ دوسرے روز مجلس مین سلام پڑہا گیا۔ حاضرین مجلس کے دلون سے غم و رنج کا دریا امنڈ آیا۔ تمام واویلا وامصیبتا کہنے لگے۔ اور آنکہون سے آنسو بہنے لگے۔ شور و شین کا بازار گرم ہوا مجلس کا رنگ بدل گیا مجلس مین کہرام مچگیا۔ یہ تمام دلون کا ہل جانا آپکے کلام پر تاثیر کا نتیجہ ہے۔ مجکو جسقدر آپکے اشعار دستیاب ہوئے ہین گزارش کرتا ہون۔ کاش اگر ردیف وار پورے ملتے تو ناظرین کو مطالعہ سے زیادہ لطف و مزہ اور میرے اس تذکرہ کو فخر حاصل ہوتا۔

اپکے اشعار مندرجۂ ذیل جنکی شان مین کہا جاتا ہے

کلام المحبوب محبوب الکلام

آصف | بسم اللہ الرحمن الرحیم | حرف الف

محشر مین کون دوست ہے مجہہ داد خواہ کا
دل اپنی راہ کا ہے جگر اپنی راہ کا

دیکہا یہ شعبدہ تری چشم سیاہ کا
محفل مین ہوگیا ہے تماشا نگاہ کا

دل حکمران سے ہے لشکر فریاد و آہ کا
سہرا رہی کے دم سے ہے پڑہنا سپاہ کا

وہ دیکہتے ہین حشر مین منہ داد خواہ کا
یہہ دیکہتا ہے ناز سے پہرنا نگاہ کا

ضبطِ فغان اگر نہ کرون مین تو حشر ہو
گردون ہے ایک نالہ کا دشمن اک آہ کا

محشر مین جب ہو ساری خدائی اسیرِ طرف
کیون حال ہو تباہ نہ مجھ دادخواہ کا

اے آسمان خدا کیلئے اب تو رحم کر
خاکا اڑا چکا مرے حالِ تباہ کا

بجلی کبھی بنی کبھی تلوار بن گئی
دیکھا عجیب شعبدہ اُسکی نگاہ کا

برسون مین اُسنے ملنے کا وعدہ کیا ہے آج
اس شرط پر کہ حرف نہ آئے نباہ کا

جب آئے وہ خیال مین آئے نہ خواب مین
دشوار نازکی سے ہوا پھیر راہ کا

ڈسنے لگا ہے یہ تو مرے دلکو صبح و شام
کیا کوڑیالا ناگ ہے زلفِ سیاہ کا

بخشش پہ جنکی بخشنے والیکو ناز ہو
ایسا ہے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا

اُس مہروش نے چہرے سے اُلٹی ہے جب نقاب
شب کو ذرا سا منہ نکل آیا ہے ماہ کا

کسکو سنوگے کونسا قصہ پسند ہے
یوسف کی چاہ کا کہ زلیخا کی چاہ کا

اُس خارزار مین مجھے اب لیچلا جنون
کھٹکا صبا کو بھی ہے جہان خارِ راہ کا

اک ہاتھ اور بھی تجھے قاتل مری قسم
اک شور اُٹھے چار طرف واہ واہ کا

آجائے گرم و سردِ زمانہ نگاہ مین
ہنگامہ دیکھلو جو مرے اشک و آہ کا

اُس ترکِ چشم کی صفِ مژگان ہے جنگجو
یہ ہے چھری کٹاری سے لڑنا سپاہ کا

ہمشکل سے ہے اپنے اُسے رشک اسقدر
منہ دیکھتا نہین وہ کبھی مہر و ماہ کا

اُس سے شبِ فراق بہلتا رہا ہے دل
مجکو خیال تھا کسی زلفِ سیاہ کا

شاہ و گدا کا حشر مین بس ایک حال ہے
کسکو وہان خیال ہے رتبہ کا جاہ کا

پانی کے ساتھ آگ کا شعلہ نکل گیا
دیکھا طلسم ہمنے عجب اشک و آہ کا

یہ اُسکے دل سے پوچھ نہ اُسکے جگر سے پوچھ
کیسا مزا ہے چاہنے والے کو چاہ کا

خونِ جگر فراق مین پیتا ہون اُتدن — دلکو سبو تو چشم کو پیمانہ کر دیا

محبوبِ حق کی زلف وہ ہے جسکے واسطے — مژگان کو اپنی حور نے بہی شانہ کر دیا

بہولی جو اُسکی یاد کبہی یہ بہی تہا قصور — عاشق نے آپ اپنے کو جرمانہ کر دیا

جتنا ہے جسکا ظرف وہ دیتا ہے اسقدر — ہر چارہ گر کو اُسنے مسیحا نہ کر دیا

یہ سادگی کی وجہ ہوئی یا غمِ رقیب — کیون تم نے ترک سرمہ حنا شانہ کر دیا

مین نے تو کی تہی بات فقط وصل کی کیا — تمنے جو اُسکو عشق کا افسانہ کر دیا

رکہے ہین اچہے اچہے چمن جن کے ظرف مے — مسجد کو محتسب نے تو میخانہ کر دیا

اسکی نشیلی آنکہ سے کیا بچ سکے کوئی — زاہد کو جسنے بیخود و مستانہ کر دیا

رکہا کسیکو گلشن عالم مین شکل گل — اُسنے کسیکو سبزۂ بیگانہ کر دیا

جس نور کی وہ طور پہ چمکی تہی روشنی — روشن اُسی نے دلکا سیہ خانہ کر دیا

بیٹہے بٹہائے آج یہ کیا دل مین آگئی — آصف نے ترک مشرب رندانہ کر دیا

ولہ

مژدہ قاصد کا روح افزا تہا — وہ فرشتہ خدا نے بہیجا تہا

جلوۂ یار کیا کہون کیا تہا — اُسکی قدرت کا اک تماشا تہا

مین نے پوچہا رقیب کیسا تہا — جلکے بولے ترا کلیجا تہا

اب یہ جانا کہ ہمکو دہوکا تہا — دل ہمارا نہ تہا تمہارا تہا

لوٹتا تہا کوئی تڑپتا تہا — کوئے قاتل مین اک تماشا تہا

ابہی آنسو پلک تک آیا تہا — ابہی دیکہا تو ایک دریا تہا

بزم مین اُسکے ایک میلا تہا — ہم نہ تہے اُس جگہ زمانا تہا

حشر میں بھی کہیں گے تجھسے ہم — تجھپہ دعوی ہے تجھسہ دعوا تہا
اختلاف مزاج سے نہ نہی — کوئی قصہ نہ کوئی جہگڑا تہا
انکو بزم عدو میں جب دیکہا — راگ تہا رنگ تہا تماشا تہا
ہاتم غیر میں وہ سو سو بار — مجھسے کہتے تہے تجھسے اچھا تہا
جاکے کنج لحد میں ہم سمجھے — زندگی عمر بہر کا جہگڑا تہا
در جانان پہ جبہہ سائی کی — اپنی تقدیر کا یہہ لکہا تہا
دل عشاق پر چہری سی پہری — کیا کہوں اک نگاہ میں کیا تہا
کہتے ہیں وہ کہے سنے پہ نجاؤ — غیر کے پاس تمنے دیکہا تہا
کہتے ہوں گے عدم میں اہل عدم — زندگی کا عجیب میلا تہا
چال تہی اسکی یا قیامت تہی — نقش پاسے بہی فتنہ برپا تہا
زلف میں دل اگر نہ تہا نہ سہی — کیوں جی مٹہی میں آپکی کیا تہا
کہتے ہیں قتل کرکے عاشق کو — اسنے کیا اپنے دلمیں سمجہا تہا
غور کر لو شب فراق کا غم — مجھسے کیا پوچہتے ہو تم کیا تہا
جلوہ تیرا کسی زمانے میں — جسنے دیکہا تہا اسنے دیکہا تہا
دل نشین غیر کا خیال رہا — وہ تو خلوت میں بہی تنہا تہا
اب زمانے کا رنج ہے آصف — کیا خوشی کا کبہی زمانا تہا

ولہ

دل حور کی اداؤں سے بیزار ہو گیا — جنت میں جاکے میں تو گنہگار ہو گیا
نالوں سے آگ کوچہ دلدار ہو گیا — خورشید حشر سایۂ دیوار ہو گیا

پرہیزگار جب کوئی میخوار ہو گیا
پرہیز کرتے کرتے وہ بیمار ہو گیا

آئے تھے بیچنے دلکے خریدار بنکے وہ
دل دیکھتے ہی اُنکا خریدار ہو گیا

منصور نے کہا جو انا الحق تو حق یہ ہے
اس کلمہ کا الف ہی اُسے دار ہو گیا

غم کہا گیا ہے ہجر کا تیرے مجھے تمام
پیا سارے لہو کا تہا خونخوار ہو گیا

اے فتنہ گر یہ حال تری رہگذر کا ہے
نقش قدم بھی فتنہ رفتار ہو گیا

لائے تھے وہ رقیبوں کو میرے مزار پر
اُٹھکر غبار سامنے دیوار ہو گیا

سیدھا ہوا جو تیر نظر دل کو تاک کر
غمزہ بھی ساتھ کھینچ کے تلوار ہو گیا

رنج و فراق و درد و غم و ضعف قلب نے
بیمار کر دیا مجھے بیمار ہو گیا

پوری جھلک بھی دیکھنے پائی نہ چشم شوق
اتنے میں بند روزن دیوار ہو گیا

سرکار عشق میں ہے بڑا جرم احتیاط
میں بے قصور رہ کے خطاوار ہو گیا

صہبا کے پیتے ہی جو وہ طبق کہلے
میں نشۂ شراب سے ہشیار ہو گیا

ذرات کی لڑائی ہے جہگڑے مدام ہیں
دل آپکے ستانے سے بیزار ہو گیا

مجکو خیال زلف میں کچھ سوجھتا نہ تہا
روز فراق بھی تو شب تار ہو گیا

یارب بتوں کا عشق مریجان کے ساتھ ہے
یا رشتۂ حیات بھی زنار ہو گیا

سامان وصل کی مجھے پروا نگی تو ہو
تمنے ادہر کہا کہ وہ تیار ہو گیا

پہلے سے اگرچہ وہ کافر دغا شعار
دلکو چراکے اور بھی عیار ہو گیا

تکلیف اپنے نفس کو دی اور اسقدر
زاہد عباد توں سے گنہگار ہو گیا

تنے کہاں نصیب ہون گلچہر گلبدن
محشر ہمارے واسطے گلزار ہو گیا

قاصد یہ تہا گمان کہ یہ عاشق مزاج ہے
کیا جانے کس بلا میں گرفتار ہو گیا

طاقت کہاں ہے دل میں کہ اب ناز بھی اٹھائے
صدمہ اُٹھا اُٹھا کے یہ بیمار ہو گیا

غیروں کیواسطے ہی یہ دربان نہ روک ٹوک
یہ گھر ترا اخیر کو بازار ہو گیا

آصف غم زمانہ نے تجکو گھلا دیا
تیرا تو غیر حال مرے یار ہو گیا

ولہ

عاشق ترا جو تارک دیر و حرم ہوا
دوزخ کو آگ لگ گئی جنت کو غم ہوا

روز فراق کا گذرنا اہم ہوا
یہ دن وہ دن نہیں جو بڑھا اور کم ہوا

سنتا ہوں غیر مورد لطف و کرم ہوا
یہ کیا غضب کی بات ہوی کیا ستم ہوا

وہ نقش پائے غیر مٹاتے ہوئے چلے
نقش قدم پہ اور بہی نقش قدم ہوا

صورت وہی رہی جو تصور میں جم گئی
ہر سنگ راہ بتکدہ مجکو صنم ہوا

تو بہ نیاز مند سے کب عذر ہو سکے
اے بے نیاز لے سر تسلیم خم ہوا

فکر رقیب ہی میں گرفتار تم رہے
میں مر گیا تو کچھ بہی مرا انکو غم ہوا

دیکھا جو جو اُسنے نیم نگہ سے ز راہ لطف
کچھ دل کی آگ کم ہوئی کچھ درد کم ہوا

وعدہ کیا اشارہ سے وصلت کا غیر سے
اُسکا وہاں اشارہ سر اپنا قلم ہوا

مرنیکا میرے غم نہیں انکو یہ رنج ہے
کیوں ناتوان پہ صرف ہمارا ستم ہوا

احسان ضعف کا ہے گھٹا اضطراب شوق
طاقت جو کم ہوئی تو تڑپنا بہی کم ہوا

وعدہ پر آئے وہ تو شب وصل کیا کروں
ہوتے ہی شام صبح جدائی کا غم ہوا

بہرتی ہے ہجر یار میں موج سرشک کی
مژگان اشکبار کا جاری قلم ہوا

عشاق کی گذرتی ہے مر مر کے زندگی
اُنکے لئے تو ایک وجود و عدم ہوا

ایسا گمان تجھپہ نہ تہا اے دعا شعار
دہوکا بڑا مجھے ترے سر کی قسم ہوا

کیا اور اس سے بڑھ کے کہوں کیا ہوا مجھے
صدمہ ہوا فراق ہوا رنج و غم ہوا

فریاد بے سبب تو نہیں دادخواہ کی
تو نے ستم کیا تو کسی پر ستم ہوا

ہے میرے دل پہ داغ محبت بنام دوست
کیا مٹ سکے جو صورت نقش قدم ہوا

کیسا رقیب کون عدو کسکی چل سکے
جب اتفاق میرے تمہارے بہم ہوا

کرتے ہو وعدہ وصل کا دیکھو تو آئینہ
چہرہ کا رنگ اور ہی وقت قسم ہوا

دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
جام جہان نما نہ کبھی جام جم ہوا

دل تھا کہ دلربا تھا کچھ اسکی خبر نہیں
رخصت مری بغل سے کوئی صبحدم ہوا

ہم سے چھپا کے وصل کا وعدہ عدو سے ہو
کیا قہر ہو گیا یہ ستم پر ستم ہوا

سوچو تو مجھپہ عشق مین کیا کیا گذر گئی
غم مجھکو رنج مجھکو الم مجھکو کم ہوا

خط اون کے ہاتھ سے ہوا تحریر غیر کو
سرنامہ پر خطاب ہمارا رقم ہوا

تمنے دیا جو غیر کی محفل مین مجھکو جام
وہ بھی تمہارے سر کی قسم مجھکو سم ہوا

آصف کے دم قدم سے یہ نشو و نما ہے
ایسا جہان مین مرد خدا کوئی کم ہوا

ولہ

انصاف بنا اے بت عیار ہو چکا
جب تو ہوا عدو تو خدا یار ہو چکا

بس انتظار وعدہ دیدار ہو چکا
وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا

کرتا ہون آہ تیغ نگہ کھا کے بے سنبھل
اب میرا وار روک ترا وار ہو چکا

کسطرح سے اُسنے اٹھائی ہے قسمین
غم کھاتے کھاتے آپکا غمخوار ہو چکا

آتی نہین ہے شرم تمہین جھوٹ بولتے
وہ وعدہ کرتے ہو جو کئی بار ہو چکا

تم کیا پھنساؤ گے دلکو کہ لاکھ بار
آزاد ہو چکا یہ گرفتار ہو چکا

پوچھا نہ جھوٹے منہ بھی کسی نے مجھے ذرا — سو بار اس امید میں بیمار ہو چکا

میں بھی اب آزمایش مہر و وفا کروں — تیرا تو امتحان کئی بار ہو چکا

دزد نظر نہ ٹھہریگا دزد حنا کی طرح — یہ چور دل چرا کے گرفتار ہو چکا

اس عاشقی پہ خاک پڑے دل لگی بری — رسوا میں ہر طرح سر بازار ہو چکا

اس مصلحت سے شور فغان کر رہا ہوں میں — سویا اگر نصیب تو بیدار ہو چکا

پوچھا یہ میرے مردہ پہ اس بدگمان نے — کچھ اس میں جان ہے کہ یہ بیمار ہو چکا

میری بھی بات کوئی سنیگا کہ تو نہیں — ہاں ہاں کا وعدہ تیرا تو ہر بار ہو چکا

کچھ التجائے وصل کی اب حد نہیں ہی — للہ ہاں سے کیجئے انکار ہو چکا

رحمت کا تیری رات دن امیدوار ہوں — نادم میں اپنے فعل سے غفار ہو چکا

معشوق کی خطائیں ہوں ثابت یقین نہیں — اللہ عاشقوں کا طرفدار ہو چکا

اب تو خدا کے واسطے بیعت پہ اسکی جا — عاشق ترا تمام مرے یار ہو چکا

اس چشم شوق کو بھی ذرا دیکھ لیجئے — بس آئینہ تو دیکھ چکے پیار ہو چکا

پورا کبھی ہوا بھی ہے اقرار آپکا — سو بار وعدہ کر چکے سو بار ہو چکا

تاب نظارہ چاہیئے اسکے جمال کو — آنکھیں اگر یہی ہیں تو دیدار ہو چکا

کس پر کرے گا جور و جفا تو ہمارے بعد — دلدار تیرا اے مرے دلدار ہو چکا

اس حسن دلفریب سے سبکا ہی ایک حال — اب اختلاف کافر و دیندار ہو چکا

طاقت دل و جگر میں نہ ہے ہاتھ پاؤں میں — سامان اب تو کوچ کا تیار ہو چکا

دیوار ہی گراؤنگا میں سیل اشک سے — سو بار بند روزن دیوار ہو چکا

آئے ہو گھر سے غیر کے مجھپر ہو مہربان — اخلاص دور رکھو بس اب پیار ہو چکا

کبتک سنون دماغ مین طاقت نہین رہی
بس شکر مہربانی انجیا رہو چکا

کس کے آگے اسکی شکایت نہو چکی
آصف تو بے خطا بہی خطاوار ہو چکا

ولہ

وہ بہی کیا دن تہے ہمین غم سی سروکار نہ تہا
دل کو ارمان نہ تہا جان کو آزار نہ تہا

جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تہا
دل پہ جب ہاتہ رکہا تمنے تو آزار نہ تہا

ابہی کو بہی کوئی قتل کیا کرتا ہے
مین خطاوار تہا قاصد تو خطاوار نہ تہا

وجہ کیا اسکو قلمبند کیا آپنے کیون
یہ تو روداد غم ہجر تہی اظہار نہ تہا

منصفی شرط ہے شایان کرم غیر ہی تہے
مین ترے جور و ستم کے بہی سزاوار نہ تہا

رہگیا کوئی نہ کوئی مرے دل کے اندر
تیر مین اسکے تہا پیکان تو سوفار نہ تہا

ایک کیا مین ہی تہے ہجر مین نالان [illegible]
کون ایسا تہا جو وہ جان سے بیزار نہ تہا

کیا عیادت کی توقع ہو ستمگر تجہسے
بچگیا کوئی تو کہتا ہے یہ بیمار نہ تہا

عرصۂ حشر کے اندر تہی نفسی نفسی
اسکی محفل مین کسیکا بہی کوئی یار نہ تہا

واہ رے شان کریمی ترے صدقے قربان
جس گنہگار کو دیکہا وہ گنہگار نہ تہا

لطف کیا تہا جو اک آزاد رہا ایک اسیر
ہم گرفتار تہے جسکے وہ گرفتار نہ تہا

اُس نے جب ظلم کیا مجہپہ تو غیرون نے کہا
یہ وفادار کبہی اسکے سزاوار نہ تہا

محفلِ رقص تہی وہ تیری بہت ہوش ربا
سب ہی بیہوش تہے واں کوئی بہی ہشیار نہ تہا

حسرتِ مشق ستم کیون ترے دلمین رہتی
مین تو حاضر تہا اگر کوئی خطاوار نہ تہا

تونے افسوس ہے بیگانہ کو اپنا سمجہا
غیر سے رشتہ ترا اے بت عیار نہ تہا

وہ شب وصل بناوٹ سے بگڑنا اسکا
غصہ تہا قہر تہا اخلاص تہا پیار نہ تہا

دور ہی سے وہ مجھے دیکھ کے فرماتے ہین
نہوا ہے کبھی لیسون سے سروکار نہ تہا

مجھکو کیا کوئی پہنسائیگا ازل سے اب تک
دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تہا

جنس دل دابکے ہم اپنی بغل مین لے آئے
جاکے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تہا

لیجئے غیر سے دو دن بہی نباہی نہ گئی
آپکے ذہن مین آصف تو وفادار نہ تہا

حرف ذال

تیری ہیکل مین مرصع ہین مسلسل تعویذ
دلکو تسخیر کرینگے یہی ہیکل تعویذ

یون تو زیبا سبہی زیور ہین ترے بازو پر
خوشنمائی مین مگر سب سے ہے اول تعویذ

درد سر کا تو نہو شکوہ نصیب اعدا
آپ لکہواتے ہین کیون لیکے یہ صندل تعویذ

غیر کی نکلی وہ تصویر گلے مین اُنکے
ہمنے جانا تہا کہ ہوگا یہ مخمل تعویذ

واسطے دفع نظر کے وہ اگر باندہتے ہین
شوخی حسن سے ہوجاتے ہین ہیکل تعویذ

وہ گئے پہیر کے منہ لکہتہ گئے کچہہ اُس پر
قبر کا پہر ہی رہا آنکہہ سے اوجہل تعویذ

مین نے جانا کہ یہی مار سیہ کا من ہے
اُسکی چوٹی مین جو چمکا تہا ذرا کل تعویذ

یہ جوشن ہے ترے سینہ پر اے ماہ جمال
ہے خداداد مبارک بہت افضل تعویذ

چشم مشتاق ہے پائے ترے سینہ پہ جگہہ
کاش اس آنکہہ سے ہوجائے مبدل تعویذ

اسقدر ضعف ہے کیون اُنکو کیسی گذری
پہر آ اُترا ترے بازو سے گیا ڈہل تعویذ

ہوگیا آج وہ بیمار تمہارا رخصت
گہو لکر جسکو پلاتے تہے تم کل تعویذ

سایۂ فضل خدا آصف دیندار پہ ہے
سحر ہیکار رقیبون کا ہے مہمل تعویذ

حرف لام

ہوا چالاک تجہسے بہی سوا دل
چہلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

یہ سچ ہے باوفا ہے آپکا دل — بہت ہی بیوفا ہے یہ مرا دل
تری کنہ حقیقت کو نہ پہونچا — مقدر سے سوا ہے نارسا دل
وہ تھی اور وقت صبح لذت — تڑپکر بھی یہ دیتا ہے مزا دل
بہت دیکھے ہین ہمنے بیوفا بھی — ترا سب سے ہے بڑھکر بیوفا دل
ترستی ہین یہ آنکھین دیکھنے کو — کرون کیا مین تڑپتا ہے مرا دل
یہ تبخانہ گویا کعبہ کو بیجا سے — عجب میرا بھی دل ہے ہنما دل
سنی تعریف جب اُس غنچہ لب سے — سمٹکر اور غنچہ ہو گیا دل
لئے جاتا ہے پھر اُسکی گلی مین — یہ بے غیرت یہ کیسا بیحیا دل
مین کیا جانون محبت اور الفت — یہ پہلے ہی پہل تجھ سے لگا دل
نہ دے اے سنگدل تو رنج اسکو — نگر تو ظلم ٹوٹے گا مرا دل
ہماری بندگی ہے ایسے دل کو — نہ دے بندے کو ایسا بھی خدا دل
ہمارا بھی کبھی تو آشنا تھا — ارے او بیوفا نا آشنا دل
برائے نام اسکا بھی نشان ہے — دہن ہے آپکا یا ہے مرا دل
خراب و خستہ ہوکر خوب سنبھلا — محبت مین بگڑ کر بنگیا دل
بچانا عشق کی آفت سے مجھکو — مرا اب مانگتا ہے یہ دعا دل
تڑپنے کی جو عادت ہی تو آصف — تسلی سے ہوا تڑپا مرا دل

ولہ

کہا جب اُس نے کہیے کیا ہوا دل — بس اتنی بات سنکر آ گیا دل
ہر اک دلبر کی خاطر چاہیے ایک — کہان سے روز لاؤن مین نیا دل

مرا دل سوز ہے داغ جگر اب — مرا ہمدرد ہے درد آشنا دل
بہت ہی ٹھیک کہنا آپکا ہے — مرا ہی تو ہوا ہے بیوفا دل
ہمارے دشمن جان عاشقی مین — یہی ہین ایک آنکھین دوسرا دل
کہین آیا نہو وہ فاتحہ کو — تڑپتا ہے جو مرقد مین مرا دل
سبھی کہتے ہین دل کو کعبہ ہے یہ — نہ ڈھا اسکو نہ مٹی مین ملا دل
اگر دل مین نہ دل ڈالون تو کہہ دے — کہ مین کہلون کلیجے مین ترا دل
گلی مین دیکھکر اپنی وہ بولے — پھر آیا کسقدر ہے بیحیا دل
سما جائے غم کونین جس مین — کہان سے لاؤن مین اتنا بڑا دل
بہت آنکھون سے کی ہے خونفشانی — ہزارا بنگیا ہے یہ مرا دل
وہ کہتے ہین کہان رکھے کوئی پاؤن — پڑے ہین عاشقون کے جا بجا دل
یہ ہے گفتار یا رفتار کیا ہے — تری باتون پہ میرا بس گیا دل
مرا دل ہے نہ کر پامال اسکو — ارے ظالم کلیجے سے لگا دل
کسی پر جان جاتی ہے جب اپنی — خدا حافظ یہ دیتا ہے دعا دل
ہزارون دیکھنے والے ہین سکتے — صفائی سے ہے آئینہ مرا دل
جسے دیتا ہون وہ کہتا ہے آصف — مبارک آپ کو ہو آپکا دل

ولہ

جب اسکے کام کا نہ مرے کام کا ہی دل — پھر کس مرض کی بار خدایا دوا ہے دل
اس سنگدل کے جور و جفا پر فدا ہے دل — کمبخت میری جان کے پیچھے پڑا ہے دل
پاس ادب نہ ضبط محبت رہا مجھے — بے اختیار اُن سے کہا آ گیا ہے دل

جسطرح ٹوٹ کر نہ جڑے رشتۂ حیات
ایسا ہی اسکا حال ہے جب ٹوٹتا ہے دل

تم دلستان ہو اور دل آزار بھی تمہین
تم جانتے ہو دلکو تمہین جانتا ہے دل

جس روز سے سنا ہے کہ ہرجائی آپ ہین
اوروں سے بدگمان ہون مرا جا بجا ہے دل

پہلے لڑی تھی آنکھ تری اسکا ہے قصور
اسپر ہے کیون عتاب مرا بیچارا ہے دل

بچنا محال اور نکلنا محال ہے
اس بیوفا کی زلف مین پڑ پہنسا ہے دل

اکسیر کی تلاش مین کیون خاک چھانئے
کشتہ کرے جو نفس کو پھر کیمیا ہے دل

کچھ وسعت زمین و فلک کی نہین بساط
گر حوصلہ ہو دل مین تو سب سے بڑا ہے دل

باہم ہو کیا ملاپ کہ دونون ہین بیقرار
تم شوخ ہو اگر تو بہت چلبلا ہے دل

بدنامیان اسی کی تو ہین اک جہان مین
تم باوفا ہو سچ ہے مرا بیوفا ہے دل

دام وفا بچھا کے گرفتار جو کرے
ایسے سے آنکھ اٹکی ہے اس سے پھنسا دل

دلبر چھٹے نہ مجھسے نہ مین اسسے چھٹ سکون
مین آ سکے پیچھے یہ مرے پیچھے پڑا ہے دل

انجام کیا ہو دیکھئے اس اختلاف کا
سنتا ہون دلکی مین نہ مری مانتا ہے دل

کیا فراق و وصل مین کب چین ہی مجھے
ترچھی ادائین دیکھتے ہی لوٹتا ہے دل

آصف کا امتحان تو کیا منصفی بھی کر
یہ ہر کسی کا حوصلہ ہر ایک کا ہے دل

حرف نون

وصل مین تلخ بھی دشنام مزا دیتے ہین
کوسنے والون کو ہم اسسے دعا دیتے ہین

عفو کرتے ہین خطائین نہ سزا دیتے ہین
جان عاشق کی یہ ہین وہ تو کہلا دیتے ہین

حال دل کہکے جو ہنستون کو رلا دیتے ہین
تو ہنسی ہنسکے وہ روتون کو ہنسا دیتے ہین

ایسے لوگون مین نہین ہم کہ کہین اور نکرین
مرد جو کہتے ہین وہ کرکے دکھا دیتے ہین

وہ شہادت کو سمجھتا ہے حیات جاوید
زندگی آپ تو عاشق کی بڑہا دیتے ہین

سنکے آواز چلے آتے ہین وہ گہبرا کر
میرے نالے مری قسمت کو جگا دیتے ہین

دل مرا کسنے چرایا ہے بتا ئین تجہکو
زائچہ کہینچکے جو نام بتا دیتے ہین

ان حسینون سے کوئی خون کا دعوی کری
خونبہا دیتے نہین خون بہا دیتے ہین

اُن کو لاؤ مرے گریہ کا کرینگے وہ علاج
بات کرتے مین جو روتون ہنسا دیتے ہین

بیوفا یاد نہیں تجہکو وفا کا شیوہ
یاد رکہہ تو کہ یہہ ہم تجکو سکہا دیتے ہین

آنکہہ ملتے ہی یہ خود ملتے ہین دل ملتا ہے
خوبرو پہر بہی تو مل ملکے دغا دیتے ہین

اُن سے کہتا ہون جو مین ہجر کی آفت شب وصل
قہقہہ مارکے وہ صاف اُڑا دیتے ہین

خط پہ خط بہیجین گے کچہہ تو کبہی آویگا جواب
آہ سے ہم بہی ہہی تار لگا دیتے ہین

قول ہو بوسہ ہو معشوق تو دے مانگتی ہی
پہر وہ دیتا ہے کہان جسنے کہا دیتے ہین

دل لگی یہ بہی شب وصل رہا کرتی تہی
ہم جلا دیتے ہین وہ شمع بجہا دیتے ہین

راز افشا نہ ہو لوگون مین یہ ہے اندیشہ
غیر کے خط کو وہ پڑہتے ہی جلا دیتے ہین

روز ہان ہان کے سوا اور نہین ہے کچہہ بات
دلکو دیتے نہین پر کہکے منا دیتے ہین

دل بیتاب جو پنکہے کی طرح ہلتا ہے
روح کو ہم اسی پنکہے سے ہوا دیتے ہین

وہ تو خط پڑہتے نہین ہمکو یہ سوجہی تدبیر
دل کی تصویر لفافے پہ بنا دیتے ہین

ہوکے عاشق مرے مرنیکی ہبار کبادی
اُس ستمگر کو مرے اہل عزا دیتے ہین

ہم تو مرتے ہین مگر اپنی وفائین تم کو
یاد رکہنے کے لئے یاد دلا دیتے ہین

جان کیونکر تجہے دیدون یہ خدا کا ہی مال
کیا پرائی بہی امانت کو اٹہا دیتے ہین

یہ کچہہ احسان ہے دل بالندہ کے گر چہوڑ دیا
گیسوی یار گرہ سے ہمین کیا دیتے ہین

ابہی کم سن ہین وہ مانوس بہت کہیل سے ہین
خط مرا بہاڑ کے وہ پرزے اڑا دیتے ہین

لب جانان کو چکہائینگے مزا وصل کی شب
ہوتی آئی ہے کہ جہوٹے کو سزا دیتے ہین

جسم یار دام وہین پستہ ہے رخسار ہین سیب
ہم ترے وصف مین اک باغ لگا دیتے ہین

رہ گئے دن جو اُسے کوستے تہی آٹہہ پہر
اب تو آصف کو وہ جینے کی دعا دیتے ہین

ولہ

تو کرے مجہہ سے پیار کی باتین
ہین یہ پروردگار کی باتین

نہ کرو اعتبار کی باتین
دور رکہو یہ پیار کی باتین

صاف آئینہ ہوگئین ہم پر
ترے دل کے غبار کی باتین

ہم ہین مشتاق ہان سُنا واعظ
بادہ و بادہ خوار کی باتین

رنج کے ساتہ رنج کا ہے کلام
پیار کے ساتہ پیار کی باتین

غیر بہی نوحہ گر ہے یون مجہہ پر
جیسے ہین سوگوار کی باتین

کیا کہین تجہ بغیر کس سے کہین
دل امیدوار کی باتین

رات جاتی ہے کیجئے موقوف
قصۂ روزگار کی باتین

جبر کیجے کہ لطف دونون ہین
آپ کے اختیار کی باتین

کیا گزرتی ہے کس طرح سے سُنین
ہائے اہل مزار کی باتین

کہہ دیا غیر سے تمہارا بہید
لو سنو راز دار کی باتین

جو ہین کنج لحد مین خاک نشین
جوش فصل بہار کی باتین

اُبہرے جوبن نے کر دیا بیچین
کیا کہین ہو نہار کی باتین

روکے رکتا نہین ہے طفل سرشک
دیکہو اس جانہار کی باتین

آنکھہ سے سب عیان ہے دیکھو تو
چشم مست خمار کی باتین

پاس ہو ہو گئی مگر ہین وہی
اس دل جان نثار کی باتین

اے صبا کیا خبر ہے کہہ تو ذرا
میرے اُس شہسوار کی باتین

کان رکھکر کبھی سنو تو سہی
اپنے تم دوستدار کی باتین

دل نہ دیتا اگر تو کیون سنتا
چارسُکے طعنے چار کی باتین

بیوفا ایک تیری خاطر سے
سن رہا ہون ہزار کی باتین

تجکو رسوا کرین یہ ہین آصف
اس دل بیقرار کی باتین

ولہ

ارمان بہت ہین ترے پیکان بہت ہین
دلمین مرے ہرطرح کے مہمان بہت ہین

تہوڑے سے بہی تو معشوق کے احسان بہت ہین
دو چار ہی نکلین تو وہ ارمان بہت ہین

عاجز تری آنکہون سے مسلمان بہت ہین
یہ تاکتے یہ لوٹتے ایمان بہت ہین

جہگڑے سے تو ہزارون ہین مگر بات ہے اتنی
ہم تم سے وفا کرکے پشیمان بہت ہین

اے نامہ بر آئندہ کو اقرار تو ہو جائے
کم سن ہین اگر وہ ابہی نادان بہت ہین

کیون خوش ہو مری حسرت دیدار مٹا کر
مٹنے کے لئے اور بہی ارمان بہت ہین

دل ڈہونڈہ رہا ہے اُنہین اے ناصح مشفق
وہ کام محبت مین جو آسان بہت ہین

مایوس نہو کوئی زمانے مین خدا سے
ہونے کیلئے غیب سے سامان بہت ہین

یکبار سبہی کو نہ گرا اپنی نظر سے
آنکہون مین ابہی کہہ لینے کو انسان بہت ہین

قسمت یہ ہماری ہے کہ ارمان نہ نکلے
وہ جان کے ہم سے ہوے انجان بہت ہین

تم جیسے پریرو یونکا سایہ نہین پڑتا
یارو نمین ہمارے بہی نگہبان بہت ہین

زاہد سے قیامت مین بھی بنے کے نہین رند
اسکے لئے ہر حال مین ہر آن بہت ہین

ہم پینے ہی کرلین گے ابھی توبہ پہ توبہ
دنیا کے لئے دین کے سامان بہت ہین

دیوانون کو جنت ہے ترا سایۂ دیوار
ہان خاک اڑانیکو بیابان بہت ہین

وعدہ نہین کرتے ہو کبھی وصل کا ہم سے
کیا پوچھتے ہو دل مین تو ارمان بہت ہین

ملنے کے نہین ہم کہ گزرتے ہین گمان اور
محفل مین تری عیش کے سامان بہت ہین

دل جتنے شکستہ ہین اگر کیجئے گنتی
ٹوٹے ہوے انسے ترے پیمان بہت ہین

کیا تو نے کسیکا دل آشفتہ پھنسایا
گیسو کے ترے بال پریشان بہت ہین

آتے ہین خدا جانے تصور مین وہ کیونکر
دربان وہان انکے نگہبان بہت ہین

یون کھینچکے خنجر مجھے قاتل نے پکارا
آ چاہنے والے تجھے ارمان بہت ہین

جانباز ہمین ہین کہ ہے جان سے حاضر
یون نام کے ہونیکو تو قربان بہت ہین

ہان دیکھنے والے کو نظر اور پرکھ ہو
انسان جنہین کہئے وہ انسان بہت ہین

دل لیکے کیا مجھسے سلوک آپنے کیا خوب
یون مفت جتانیکو تو احسان بہت ہین

کچھ اور رہو غم حضرت آصف کی بلا کو
ہان تیری محبت مین پریشان بہت ہین

حرف واو

بنے کیا تم سے گو تم خوبرو ہو
ستمگر بے مروت تند خو ہو

کہا جب مین نے رنجیدہ عدو ہو
وہ بولے سنتے ہی تو کیون ہو تو ہو

وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو
وہی ہے پھول جسمین رنگ و بو ہو

ادھر مین ہون ادھر محشر مین تو ہو
جو ہونی ہو خدا کے روبرو ہو

تجھے دلمین تو رکھلون مین پہ ہے تنگ
اسی مین جان ہو اس مین ہی تو ہو

گداز عشق نے چھوڑا ہی کیا ہے — مژے سے ٹپکے گر دل مین لہو ہو

اُسے کیونکر نہوا نداز پرنا نہ — کسی کی دہوم جب یون چارسو ہو

وفا داری ہے گو عاشق کا شیوہ — کرے کیا کوئی بے پروا جو تو ہو

یہ حسرت ہے تری تیغ ہلا لی — گریبان کی طرح زیب گلو ہو

لڑائی کی ہین باتین اُنکی مجہ سے — کہین یہ ختم یارب گفتگو ہو

نقاب اُ لٹے جو رخ سے روز دیدار — صف محشر مین بہی پہر تو ہی تو ہو

کرین بیگانہ سے ہم کیا شکایت — یگانہ ہوکے جب اپنا عدو ہو

ہمارا خون وہ ہے آبرو دار — تری تلوار جس سے سرخرو ہو

نہوا اسکے سوا کچھہ بہی تمنا — دل بے آرزو کی آرزو ہو

یہ ہے خاک در تجہا نہ زاہد — شکستا اسکے چہونے سے وضو ہو

رہے ہر دم مین ہر دم یاد تیری — جدہر دیکہون اُدہر بس تو ہی تو ہو

چلے جو سر کے بل آس رہگذر مین — وہی عاشق سراپا جستجو ہو

بگڑتے ہو بظاہر بات سے تم — یہ بہتر دل ہی دل مین گفتگو ہو

وہ پوچھین اپنے دامن سے جو آنسو — مرے اشکون کی کیسی آبرو ہو

تبرک ہے ہمارا بہی دل پاک — لگائے ہاتہہ وہ جسکو وضو ہو

سمجھہ مین آئے کیونکر بات قاصد — تری اُلجھی ہوی جب گفتگو ہو

عدو کو بزم مین ہو شربت خضر — مرے حق مین مے احمر لہو ہو

مقابل یون ملے جب حسن کی داد — اُدہر یوسف اِدہر بے پردہ تو ہو

برا کہتے ہین جو تیرے ستم کو — ہماری اور اُنکی گفتگو ہو

قیامت کی ہے اسکی ناامیدی / کہ جسکو آرزو کی آرزو ہو
جب اُس سے ہمنے کرلی قطع امید / تو پہر کیون آرزو کیون جستجو ہو
جو ہو تکیہ کرم پر اُس کے اپنا / بر آئے دل کی جو کچہہ آرزو ہو
خدا عزت رکہے دونون جہانمین / اور آصف کی ہر اک جا آبرو ہو

ولہ

مل کے عاشق سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو / ابہی کیا تہے ابہی کیا ہوتے ہو انصاف کرو
تم تو ناحق ہی خفا ہوتے ہو انصاف کرو / اور پہر حد سے سوا ہوتے ہو انصاف کرو
مین بہی ڈہونڈہونگا تو امید رہیگی کسکو / اب جوان نام خدا ہوتے ہو انصاف کرو
وقت پر کام جو آئین گے یہی آئین گے / دشمن اہل وفا ہوتے ہو انصاف کرو
جان ہم دیتے ہین تم سے ہی وفا کرتے ہین / تم تو غیرون پہ فدا ہوتے ہو انصاف کرو
منصفی شرط ہے مہمان یونہین بنتے ہین / تم تو آتے ہی ہوا ہوتے ہو انصاف کرو
خوگر لطف و عنایت ہون مجہے تاب کہان / مہربان ہو کے خفا ہوتے ہو انصاف کرو
داد عاشق کی نہ دی بادشہ حسن بنے / اور سرگرم جفا ہوتے ہو انصاف کرو
تم تو مل مل کے رقیبون سے جلاتے ہو ہمین / اور پہر ہم سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو
ہے برا شیوۂ بیداد سے رسوا ہونا / سب مین انگشت نما ہوتے ہو انصاف کرو
آج بیداد جو کرتے ہو تو کل کیا ہوگا / منفعل روز جزا ہوتے ہو انصاف کرو
مار رکہتے ہو ذرا آنکہہ دکہاتے ہو جسے / دوسری تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو

یاد بہی ہے کبہی آصف سے ملے تہے کہ نہین
آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

حرف یائے تحتانی

مچی ہے دہوم زمانہین جا بجا کسکی — بندہی ہے دہاک ترے حسن کی ہوا کسکی

وہ حور وش بہی تو مسجد مین تہا خدا جانے — نماز کس نے ادا کی ہوی قضا کسکی

نکر کسی سے محبت یہ ہم نہ کہتے تہے — دل فریفتہ سنتا ہے تو بہلا کسکی

قصور تہا مری آنکہون کا دل نے پائی سزا — ہوی ہے عشق مین یہ کسکے سر بلا کسکی

مزاجدان ہو تمہین جب تمہین سے کچہہ نہوا — مریض عشق کو راس آئیگی دوا کسکی

ہزار رنگ سے نیرنگ ہین زمانے مین — ہوئی ہے شعبدہ گر چشم فتنہ زا کسکی

فلک بہی گو ہے ستمگر مگر نہین تجہسا — یہ دیکہہ کم ہے جفا کسکی ہے سوا کسکی

لڑی نظر سے نظر میری آپ کی لیکن — ثبوت کیجئے ہے پیشتر خطا کسکی

تمہین بہی اسکی خبر ہے وہ کون ہے ایسا — بندہی ہوئی ہے زمانہین یہ ہوا کسکی

کہین نکرنے سے چہپتا ہے عیب دنیا مین — رقیب پر کہو اب جان ہے فدا کسکی

غضب تنے ہوئے ابرو کہنچی ہوئی تلوار — بُرے ہین طور ترے آئی ہے قضا کسکی

عدو بہی میری طرح ملتجی رہا شب قدر — وہان قبول ہوئی دیکہئے دعا کسکی

یہ امتحان تو دیکہو وہ مجہسے پوچہتے ہین — پسند ہے تمہین اس شہر مین ادا کسکی

کبہی لحاظ ہے دلکو کبہی ہے یہ گستاخ — سمائی اسمین شرارت بہری حیا کسکی

ہوئے ہین دیدہ و دل دونون والہ و شیدا — یہ کیا خبر ہے کہ اچہی ہوا تہا کسکی

نہ جان کا ہے بہروسہ نہ عمر رفتہ کا — یہ بیوفا ہوئی کسکی وہ آشنا کسکی

مئے طہور کے اوصاف سن لئے واعظ — لگی ہے رٹ تجہے اے بندۂ خدا کسکی

خبر بہی ہے تمہین یا بیخبر ہو تم اس سے — خبر پہونچتی ہے ہمکو ذرا ذرا کسکی

ستم بھی آپ کرین اور آپ ہی پوچھین — زبان زبان پہ شکایت ہے برملا کسکی

جو کامیاب نہو کوئی یہ نصیب اُسکا — نہین قبول کی آصف نے التجا کسکی

ولہ

اگر ہو امتحان دیکھین نگاہ یار کیسی ہے — نہین معلوم وہ کستی ہوئی تلوار کیسی ہے

مجھے کس وہم مین ڈالا ہے یہ گفتار کیسی ہے — لبون پر مسکراہٹ سی ہم گفتار کیسی ہے

تمہاری نرگس بیمار بھی بیمار کیسی ہے — کہ یہہ بیمار ہوکر پھر غریب آزار کیسی ہے

چُراتے ہین جو اپنی جان ای قاتل وہ کیا جانین — تری کھنچی چمکتی کاٹتی تلوار کیسی ہے

نہین جاتے اگر تصویر بھی کھنچوا کے منگوالو — یہہ تم کیا جانو شکل عاشق بیمار کیسی ہے

لئے ہین رو ہی بوسے مین نے اسپر کیون بگڑتی ہو — یہہ دیکھو سرخ ہوکر زینت رخسار کیسی ہے

پکڑتی ہے زمین پیر قدم کو جیسے قاتل کے — یہ کیون مشتاق ایسی ہے مری رفتار کیسی ہے

ہمارا خانۂ دل دیکھکر وہ سخت گھبرائے — کہ یہہ تعمیر بے سقف و در و دیوار کیسی ہے

مجھی سے چاہتے ہین داد اسکی وہ یہ فرما کر — کہو انصاف سے تم صحبت اغیار کیسی ہے

ستم ایسے ہین یہ جنپر دعا دیتا ہون مین انکو — کوئی دل سے تو پوچھے یہ جفاے یار کیسی ہے

کوئی جب خواب مین آتا ہے کھلجاتی ہے آنکہہ کی — اجی صاحب تمہاری نیند بھی ہشیار کیسی ہے

نہ کیونکر آبلہ سے سرفرازی دلکو حاصل ہو — ملی یہہ عشق کی سرکار سے دستار کیسی ہے

ہوا بھی ہم اسیرون تک نہین آتی جو یہ پوچھین — فضاے باغ کیسی نکہت گلزار کیسی ہے

نزاکت کے بہانے سے تو مجھ تک آ نہین سکتے — مری آنکھون مین تم پھرتے ہو یہ رفتار کیسی ہے

گری پڑتی ہین ٹھوکرین کھاتی ہین فریادین — یہ راہ عالم بالا بھی ناہموار کیسی ہے

وہ جانے دل لگی کا حال جس نے دل لگایا ہو — یہی آسان کیسی ہے یہی دشوار کیسی ہے

خدا پر چھوڑ بیٹھے چارہ گر بھی دوست بھی سکو
ذرا چلکر تو دیکھو حالت بیمار کیسی ہے

ترے طعنون سے اے ظالم کلیجہ ہو گیا چھلنی
ہوئی ہے تیر اک اک بات یہ گفتار کیسی ہے

نہین ملتے نہ ملئے ہمسے بھی غمزے سے نہین اٹھتے
یہ صحبت روز کی کیسی ہے یہ تکرار کیسی ہے

کمر مین تو نے باندھی ہے کمر مین چاہئے رہنا
تری تلوار پھر میرے گلے کی ہار کیسی ہے

خدا نے عقل دی ہے اور کو بھی تو تو اے ناصح
نہین سنتا کسی کی یہہ خدا کی مار کیسی ہے

مخاطب غیر سے ہین بزم مین اُس سے خفا ہون
مری آنکھون کو حاصل فرصت دیدار کیسی ہے

سر شوریدہ سے سد سکندر توڑ ڈالین ہم
جہان روزن بھی ہے دشوار وہ دیوار کیسی ہے

بہت لڑتی تھی پہلے عاشق ناشاد سے ہر دم
وہی اب آنکھ اُسکی شکل سے بیزار کیسی ہے

وہ کہتے ہین ہماری ہی صفت مین غزل جب ہو
کہون کیا مین کہ یہہ پابندی اشعار کیسی ہے

اُسے آصف کا غم ہے اور آصف کو یہ بیتابی
ہر اک سے پوچھتا ہے حالت غمخوار کیسی ہے

ولہ

کیا منہ ہے کوئی باتین بنائے مرے آگے
دعوی ہو جو دشمن کو تو آئے مرے آگے

فتنے تری نظرون نے اٹھائے مرے آگے
جادو تری آنکھون نے جگائے مرے آگے

کرنی جو پڑی اُنکو رقیبون کی اطاعت
کہتے ہین بڑے بول سب آئے مرے آگے

بے پردہ کیا حور کی تعریف نے اُن کو
جھنجلا کے وہ باہر نکل آئے مرے آگے

وہ کہنے لگے دیکھکے پروانے کا جلنا
جلتے کو کوئی اور جلائے مرے آگے

محفل مین جلانے کو مجھے ہائے وہ ضد سے
پہلو مین رقیبون کو بٹھائے مرے آگے

جاتا ہون عدم کو وہ عیادت کو نہ آئے
اتنی بھی نہ تکلیف اُٹھائے مرے آگے

اُس منزل دشوار مین تقدیر نے ڈالا
رہبر بھی جہان ٹھوکرین کھائے مرے آگے

ہے نکہت گل مجکو قفس مین بہی غنیمت
یارب یہ بہار آکے نہ جائے مرے آگے

وہ بات نہ کرتے تہے جو کی بات تو یہہ کی
غیرون کے بہت عیب چہپائے مرے آگے

اندیشہ تہا انکو کہ نہ آنکھون مین سما جاؤن
منہ کہولے نہ محفل مین وہ آئے مرے آگے

جاتے تہے وہ کل چپکے سر شام جو پوچہا
مین کیا کہون کیا فقرے بنائے مرے آگے

عاشق کو کیا قتل یہ احسان جتا کر
دنیا مین مصیبت یہ اٹہائے مرے آگے

بلبل کی کہان ایسی گل افشانی تقریر
باتون کے چمن اس نے لگائے مرے آگے

بہر آئے جو دل عاشق مضطر کا کرے کیا
تم کہتے ہو آنسو نہ بہائے مرے آگے

روٹہے کا منانا مجہے آجائے جو کوئی
روٹہے ہوے اس دل کو منائے مرے آگے

اس بزم مین لیجا نہ مجہے اے دل مضطر
کیا ہو جو وہ کہدے یہ نہ آئے مرے آگے

دنیا کا جو ہے قافلہ رکہتا ہے کب ضعف
جائے کوئی پیچہے کوئی جائے مرے آگے

ولہ

کب مرے دل پہ کارگر نہ ہوئی
وہ تو برچھی ہوی نظر نہ ہوی

غیر کو کاوش جگر نہ ہوئی
یہ ادہر کی بلا ادہر نہ ہوی

نازنین کو کہان ہے تاب نگاہ
خواب مین کیا اسے نظر نہ ہوی

مہربانی تری اس التفات پر
جتنی ہوتی تہی اسقدر نہ ہوی

تیری فرقت مین رونے والونکی
آستین کب لہو مین تر نہ ہوی

مین نے جب کچھ کہا زبانی حال
تیری تسکین پیامبر نہ ہوی

کب ترا نخچیر پہ نہ دل آیا
کب تری پیار کی نظر نہ ہوی

غیر اس بزم ناز مین پہنچے
خیر گذری مجہے خبر نہ ہوی

تجھکو دلدیکے اپنی رسوائی ‏— وہ ہوئی اب جو عمر بھر نہ ہوئی

یہ شب وصل انکو حسرت ہے ‏— شام ہوتے ہی کیون سحر نہ ہوئی

ہم بھی جیتی ہوئی کہے ہی گئے ‏— کب سزا بات بات پر نہ ہوئی

پھر کہان جائین گے اٹھی ہم ‏— خلد مین بھی اگر بسر نہ ہوئی

ہم نے میدان عشق جیت لیا ‏— فتح غیرون کے نام پر نہ ہوئی

درد سر کا انہین بہانہ ہوا ‏— داستان اپنی مختصر نہ ہوئی

دیکھیے دیکھیے پھری آنکھہ ‏— ہوتی ہوتی ادہر نظر نہ ہوئی

پاس ہوتی تو سب خلش ٹلتی ‏— نہ ہوئی عشق مین مگر نہ ہوئی

مرگئے فراق مین ہم ‏— نہ ہوئی انکو کچھہ خبر نہ ہوئی

شب کا وعدہ وہ کرکے کہتے ہین ‏— رات دو چار دن اگر نہ ہوئی

سامنے ہی رہی تصور مین ‏— آنکھہ او جھل تری نظر نہ ہوئی

شاخ گل کی بھی دیکھہ لی جنبش ‏— وہ لچکتی ہوئی کمر نہ ہوئی

مین جو رویا تو کیا گناہ ہوا ‏— دامن تر سے چشم تر نہ ہوئی

شکوۂ ہجر سنکے اسنے کہا ‏— تجھکو اللہ پر نظر نہ ہوئی

کب نظر تری اثر نہ ہوا ‏— کب تری آنکھہ فتنہ گر نہ ہوئی

دہری تلوار ہین باندہ لین تم نے ‏— یہ تو معشوق کی کمر نہ ہوئی

کب ہوا حشر کب تمام ہوا ‏— مجھے محشر کی کچھہ خبر نہ ہوئی

بتکدہ مین جو دیکھی ہے صورت ‏— وہ بھلے کو خدا کے گھر نہ ہوئی

صلح کی کچھہ امید ہے باہم ‏— آج آصف سے پھر اگر نہ ہوئی

ولہ

لیتے ہین ہنس کے میرا نام اُٹھتے بیٹھتے
پیار سے دیتے ہین وہ دشنام اُٹھتے بیٹھتے

غیر کی تعریف میرا شکوہ اپنی خوبیان
وہ بیان کرتے ہین صبح و شام اُٹھتے بیٹھتے

سامنے آ جا کہ اے ظالم کہ گذری دوپہر
مجکو بیتابی سے زیر بام اُٹھتے بیٹھتے

چھیڑتے ہنس ہنسکے ہین عشاق کو رونا ہوا
دیکھکر معشوق گل اندام اُٹھتے بیٹھتے

میرے کہنے پر عمل کرتے تھے وہ دن اور تھے
اب تو ہے ہر بات پر الزام اُٹھتے بیٹھتے

سنکے قاصد سے رقیبون کے سنانیکے لئے
یاد کرتے ہین مرا پیغام اُٹھتے بیٹھتے

ہو چکی تعظیم غیرون کی کرو محفل تمام
شب تو گذری پھر خاص و عام اُٹھتے بیٹھتے

ضعف مین کن مشکلون سے طے ہوئی ہے راہ شوق
پہونچے ہین منزل پہ ہر ہر گام اُٹھتے بیٹھتے

ہمکو کیا مطلب کہ سب اغیار محفل کو تری
دیتے ہین آغاز سے انجام اُٹھتے بیٹھتے

میکدہ مین مدرسہ کی قید اے زاہد نہین
بے تکلف سب ہین مے آشام اُٹھتے بیٹھتے

دل کے چھالون کی دکھاؤن سیر کیا مشکل حباب
یہ نہین ہین اے بت گلفام اُٹھتے بیٹھتے

اب تو آ صورت کہا جا گرتے پڑتے ضعف سے
ہم بھی آ بیٹھے ہین زیر بام اُٹھتے بیٹھتے

عاشقون کا قتل انکو کھیل ہے مشکل نہین
وہ تو کر لیتے ہین ایسے کام اُٹھتے بیٹھتے

دل ہی بس بیچین ہو آصف تو کیا کوئی کرے
چلتے پھرتے ہے نہ ہے آرام اُٹھتے بیٹھتے

ولہ

انداز شوخ شوخ جو ملتے ہین یار کے
اب تاب دیکھے کوئی دل بیقرار کے

نکلی ہے جان عشق مین اُس گلعذار کے
عشاق پھول لیتے ہین میرے مزار کے

وعدہ کا انتظار کہانتک کرے کوئی
ناچار ہم بھی بیٹھ رہے دل کو مار کے

دل میں ہمارے ایک صنم پردہ وار ہے
آئے خیال غیر تو پردہ پکار کے

رفتار اُسکی کیوں نہ قیامت بپا کرے
فتنے قدم سے اُٹھتے ہیں اُس شہسوار کے

بیٹھے شب وصال میں چپ چپ الگ الگ
جب دل کھلے تو لطف ہیں بوس و کنار کے

بیتاب دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بھی
اندر مزار کے کبھی باہر مزار کے

یہ تو شب وصال ہے ماتم کا دن نہیں
کیوں سادگی سے آئے ہو زیور اتار کے

اُسکی نشیلی آنکھوں سے ایمان کیا بچے
دشمن یہ دونوں مست ہیں پرہیزگار کے

چوری کی بات تھی جو پکارا رقیب کو
شرما رہے ہیں سامنے میرے پکار کے

سرکار عشق کو ہے ابھی آزادگی پسند
قیدی نہ چھوٹ جائیں کہیں زلف یار کے

گنتی کے داغ پاس مرے دل میں رہ گئے
یہ ہیں نشان لٹی ہوئی فصل بہار کے

یہ دل نہیں ہے زلف بگڑ کر جو پھر بنے
اسکو کہیں بگاڑ نہ دینا سنوار کے

بس امتحان غیر تو اب ہو چکا تمام
اُمیدوار ہم بھی تو ہیں ایک وار کے

زاہد کو ناز زہد پہ رندوں کا ہے یہ قول
بندے گناہگار ہیں پروردگار کے

سچ ہے نہیں کسی کا کوئی ہائے بیکسی
جاتے ہیں یار قبر کے اندر اتار کے

دونوں طرف ہے بحر محبت میں ایک حال
بے صبر وار کے ہیں تو بیہوش پار کے

بندوں پہ اپنے شان کرم بھی ہے رحم ہے
کیا فیض و فضل ہیں مرے پروردگار کے

جب تک ہے منہ میں بات تو اخفائے راز ہے
وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ ہزار کے

انصاف کر تو خاک پہ کسکی ہے اے صبا
پیچھے پڑی ہے کیوں مرے مشت غبار کے

آصف سے ہم نے پوچھا جو مذہب تو یہ کہا
ہم ہیں غلام پنجتن و چار یار کے

ولہ

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے
بھلوں سے بھلا ہے بروں سے برا ہے

قیامت کی چتون غضب کی ادا ہے
بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے

شکایت نہین تو اگر بیوفا ہے
یہ قسمت ہے میری اُسیکا گلا ہے

نہین ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
زمانے مین کوئی کسیکا ہوا ہے

پیو بھی پلاؤ بھی اسکا مزا ہے
یہ شیشہ بھرا ہے یہ ساغر دھرا ہے

رہے یا نہین کوئی کس کام کا ہے
سلامت رہو تم یہ میری دعا ہے

کرین بتکدہ سے عبث قصد کعبہ
یہان بھی خدا ہے وہان بھی خدا ہے

مزا ہے یہی بات مین بات نکلے
ادا سے ادا جب نہو پھر تو کیا ہے

نشانہ بنے دیکھیے کونسا دل
یہ تیر دعا ہے وہ تیر ادا ہے

گیا دل تو جائیگی جان حزین بھی
محبت کا آخر کو پھل کیا ملا ہے

یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
جہنم مین بھی اک طرح کا مزا ہے

نہ لکھنا اُسے خط مین کیا جانتا تھا
مرا مدعی یہ مرا مدعا ہے

شب وصل مین ڈر کے بیزار مجھسے
وہ پوچھا کیے صبح تک کیا بجا ہے

جفا کرکے تمنے وفا کی تو کیا کی
وہ دل ہی نہین مجہ مین اُسکا رہا ہے

نہ اترا و بس بس خدا سے ڈرو بھی
گر اچھے ہو تم تو بروں کا خدا ہے

ترے توڑنے سے نہ ٹوٹیگا ہرگز
مرا دل بھی کیا تیرا عہد وفا ہے

کہان جائے انسان انسے نکل کر
زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے

شب وصل کس طرح طے ہو یہ جھگڑا
نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کبھو پھر تو گھبرا کے ذکر عدو پر
نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے

نہ ہونا کبھی مائل زلف پیدل
اُسی کے رہے سر پہ جسکی بلا ہے

بجز میرے اور ونسے مطلب نہ رکھو
مرا مدعا ہے تو یہ مدعا ہے

تمہارا ہی میں ہوں خطاوار عاشق
زمانہ کبھو مجھ سے پھر کیوں خفا ہے

ستایش میں ہے ایک لطف تبسم
شکایت میں سو طرح کا مزا ہے

بہت دور ہے منزل الفت اے دل
جو پہنچے ہوئی پھر خدا ہی خدا ہے

یہ پوچھا کسی نے جو عاشق سے انکے
ترا حال اب کیا سے کیا ہو گیا ہے

کہا اس نے میری مصیبت نہ پوچھو
سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے

یہ سر تھا کبھی زانوے دلربا پر
یہی زانوے فکر پر اب جھکا ہے

کبھی یہ جبیں رشک ماہ مبیں تھی
یہی خاک میں صورت نقش پا ہے

کشیدہ کمان کی طرح تھا جو ابرو
وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغ کا ہے

وہ آنکھیں جو تھیں محو دیدار ہر دم
انہیں اک قیامت کا اب سامنا ہے

وہ بینی جو تھی محو خوشبوے الفت
وہ مدت سے محروم بوے وفا ہے

وہ لب غنچہ لب جسکو دیتے تھے بوسے
لب خم کی طرح اب بدنما ہے

وہ گوش طربناک لبریز نغمہ
شکایت ملامت ہی اب سن رہا ہے

وہ گردن پڑے دست محبوب جسمیں
گریبان اُسے طوق اب ہو رہا ہے

وہ گلرنگ رخ جسکے بلبل تھے گلرو
خزان دیدہ پہولوں سے مرجھا گیا ہے

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ
اُسے دیکھیے اب تو ماتم سرا ہے

پھرا جو حسینوں کے سینوں پہ برسوں
اُسی ہاتھ سے اب تو سر پیٹتا ہے

کبھی پاؤن چلتے تھے راہ طلب مین — انھین پاس نے اب شکستہ کیا ہے
یہ دل رنج و غم سے تھا آزاد کیسا — یہی اب گرفتار دام بلا ہے
کوئی بیوفاؤنکے دم مین نہ آئے — محبت جو کی تھی یہ اسکی سزا ہے
مرے حال بد پر کرم کرنے والا — خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
ہمارے بھی ہے امتحان پیش آصف — لگانا ہی دل کا سراسر خطا ہے

ولہ

کبھی پراے دل گمراہ تو ہے — مرا دشمن مرا بدخواہ تو ہے
نظر آتا نہین شب کو سیہ دن — کرین کیا ہم جو رشک ماہ تو ہے
فلک کو دیکھکر کوئے بتان سے — اٹھے یہ کہکے ہم اللہ تو ہے
کہا جب اُن سے عاشق اور بھی ہین — قسم کھا کر کہا واللہ تو ہے
تصور غیر کا مین نے کیا جب — کہان جاتا کہ سد راہ تو ہے
مرا راز محبت ہوئے افشا — خدایا اس سے بس آگاہ تو ہے
رقیبون کا جلائے دل تو جانین — کہان برق بلائے آہ تو ہے
دل اتھو دیدیا اس بت کو مین نے — مرا یاور مرے اللہ تو ہے
پڑا پھرتا ہے کوچہ مین اسی کے — ارے او دل بڑا گمراہ تو ہے
نہ پایا دل کے گوشہ مین کوئی اور — فقط اک زیب خلوتگاہ تو ہے
اثر دیکھا ترا اے عشق ہم نے — ارے ظالم بڑا جانکاہ تو ہے
کہا جب بیوفا غیرون کو مین نے — چٹخکر بولے وہ واللہ تو ہے
ترے در کا گدا یا ہیر مین ہون — شہنشاہون کا شہنشاہ تو ہے

ادا سے ناز سے پاس آکے اُسنے
کہا آصف سے آصفجاہ تو ہے

ولہ

پہر رہی ہے سارے عالم مین دہائی آپکی
یہ خدا کی ہے خدائی یا خدائی آپ کی

مار ڈالیگی ہمین یہ کج ادائی آپ کی
بیوفائی بیرخی بے اعتنائی آپکی

راست بازو نپہر ہے روشن کج ادائی آپکی
ہے وفادارو نپہ ظاہر بیوفائی آپکی

دیدۂ پرخون کو میرے دیکہکر کہتے ہین وہ
ہے یہ بیماری کی سرخی آنکہہ آئی آپکی

خوب پہل پایا ہے ملکر لیا آگے کو عہد
کیا ملائیگی خدا سے آشنائی آپکی

جو پہنسائیگا کسیکو آپ ہی پہنس جائیگا
ہوچکی پہندے سے میرے اب رہائی آپکی

بال تہے اُلجہے ہوے شانہ کیا ہے دیر تک
ہین دبارون دکہہ گئی ہوگی کلائی آپکی

چہیڑ کا اسمین مزا شکوے کا اسمین لطف ہے
صلح سے بہتر سمجہتا ہون لڑائی آپکی

جب تلون ہے طبیعت مین نوعہ یکسان ہوگئی
آشنائی آپکی ناآشنائی آپکی

کیا سکہائے گی قیامت آپکو فتنونکی چال
ابتدا سے یہ تو ہے سیکہی سکہائی آپکی

دلمین ہم جلتے ہین سنکر کچہہ اپنا بس نہین
لوگ کرتے ہین برائی پر برائی آپکی

پہر ہوے برہم یہ غصہ مجہپہ کیون ہے اسقدر
ہوگئی تہی وصل مین مجہسے صفائی آپکی

داور محشر کے آگے آپکا شکوہ کیا
حسب عادت پہر قسم ہی ہمنے کہائی آپکی

اپنے عاشق کو ستانا اسقدر اچہا نہین
بیٹہہ جائیگی مرے دلمین برائی آپکی

آپکی صورت جو دیکہین تو بہر آئیگا دل
یاد آئیگی قیامت مین جدائی آپکی

جانتے تہے جا کے ہونگے بزم دشمن مین سبک
کیا کرین ہمکو محبت کہینچ لائی آپکی

ہے تجلی نور کی لاکہون حجابون سے عیان
پردے پردے مین ہے کیا کیا خودنمائی آپکی

اپنی آنکھوں کی بلائیں لوں کہ شب کو خواب میں — خوب بے پردہ مجھے صورت دکھائی آپکی

رنج فرقت میں جو مر کر جئے تو کیا جئے — خاک میں ہمکو ملائیگی جدائی آپکی

روز محشر پرسش اعمال ہوگی جب مری — یا نہی رونگا دہائی ہے دہائی آپکی

عاشق و معشوق کے لب پر ہوئی ہے داستان — یہ وفاداری ہماری بیوفائی آپکی

سیر گلشن کیا کہوں کیا باعث فرحت ہوئی — پھول کو سونگھا تو خوشبو مجھکو آئی آپکی

غیر کو بھیجا تھا چھلا خط کے اندر ڈالکر — وہ نشانی لیجئے میرے ہاتھ آئی آپکی

بدگمانی دیکھنا دیکھی جو میری آہ سرد — پوچھتے ہیں وہ لگی کسنے بجھائی آپکی

کسطرح راضی ہوئے کیا اسنے جادو کردیا — شب کو آصف سے ہوئی کیونکر صفائی آپکی

ولہ

نہ دل میں صبر نہ دل میں قرار باقی ہے — کسیکی یاد فقط یادگار باقی ہے

تری بہار جو ابر بہار باقی ہے — ابھی سرور مے خوشگوار باقی ہے

حجاب وصل میں بھی اے نگار باقی ہے — نگہ نگہ کو مرے انتظار باقی ہے

لگا کے تیر مرے دلپہ تو جگر کو نہ چھوڑ — شکار وہ تو ہوا یہ شکار باقی ہے

مٹا سکیگا مجھے خاک چرخ کج رفتار — نہیں مزار تو مشت غبار باقی ہے

نکالیو دل شیدا وصال میں ارمان — ابھی تو حسن کی کچھ کچھ بہار باقی ہے

کر اب بھی وعدہ خلافی سے عہد اے ظالم — کہ کچھ یونہیں سا ترا اعتبار باقی ہے

جوان ہوگئے تجھے گرچہ آئی شرم و حیا — وہ کمسنی کی شرارت تو یار باقی ہے

وہ کس غرور سے کہتے ہیں اب شباب کے بعد — یونہیں رہیگی یہ جتنی بہار باقی ہے

خدا کے آگے بھی کہدونگا میں تو روز جزا — کہ دل میں آرزوِ وصل یار باقی ہے

ہزار بار نکالو جو دل کی تم ارمان
یہ بار بار کہوں لاکھ بار باقی ہے

تنہا قصور مرا اسکو کر دیا ثابت
تمہارے دل میں ابھی تک غبار باقی ہے

شب وصال وہ گھبرا کے صبح تک مجھ سے
یہ پوچھتے ہی رہے کوئی پیار باقی ہے

ہزار گن کے جو میں تھم گیا تھکی ہے زبان
بہت سا تیرے ستم کا شمار باقی ہے

تمہیں رقیب کا جسطرح انتظار رہا
تمہارا ہمکو بھی یون انتظار باقی ہے

ترا جو سینہ ہے آئینہ میں بھی تو دیکھوں
نہیں ہے یا ترے دل میں غبار باقی ہے

نکل گئی مرے دل سے تری مژہ کی پھانس
عدو کے رشک کا کمبخت خار باقی ہے

مٹے بلا سے مٹے ہم مگر جفا تو کرو
ابھی مزار کا سنگ مزار باقی ہے

تمہارے ڈھنگ تو سارے ہیں بیوفائی کے
یوہین سا وعدۂ ناپائدار باقی ہے

مٹے مٹے نظر آتی ہیں داغ دل اکثر
لٹی لٹی مرے دل کی بہار باقی ہے

نکالیں تو نے زمانے کی حسرتیں کیا کیا
فقط یہی دل امیدوار باقی ہے

ہماری قبر پر اسکو چڑھا دے اے گلرو
ترے گلے میں جو پھولوں کا ہار باقی ہے

نشان اہل نشان ہو گئے بہت معدوم
ظہور قدرت پروردگار باقی ہے

قد اسکا سرو ہے پستان انار سیب زنخ
بہار پر ہے وہ جوبن بہار باقی ہے

پلا دے ساغر مے ساقیا نہ دیر لگا
چمن میں جوش گل و برگ و بار باقی ہے

کوئی رہا نہیں ارمان نزع میں مجھکو
جو ہے تو حسرت دیدار یار باقی ہے

بجا ہے قدر کرو جسقدر مرے دل کی
کہ عاشقوں میں یہی یادگار باقی ہے

اٹھائے رنج کہاں تک آصف غمگین
کہ مجھ میں کیا مرے پروردگار باقی ہے

ولہ

اب آشنا ہوئے ہین تمہارے نئے نئے
پھرتے ہین لوگ تمکو اُبھارے نئے نئے

انسان ہے کہ حور و پری ہے یہ کون ہے
چلمن سے جو دے ہین اشارے نئے نئے

پہلے ہماری چاہ سے یہ بات تھی کہان
ہین رنگ ڈھنگ اب تری پیار کے نئے

بستر پر اُنکے دیکھے ستارے جڑے ہوئے
دن کو نظر یہ آئے ہین تارے نئے نئے

مہجور و دلفگار و پریشان و بدنصیب
رکھے گئے خطاب ہمارے نئے نئے

گر ایک ہے عدم تو قیامت ہے دوسرا
دریائے عشق کے ہین کنارے نئے نئے

وہ التفات ہے نہ وہ ہین مہربانیان
بدلے ہین طور آپکے سارے نئے نئے

تصویر داغ دل کی ہے زخم جگر کی بھی
تحفے یہ اُن کو نذر گذارے نئے نئے

اُن کو ملے رقیب تو معشوق ہمکو بھی
اُن سے کہے نئے ہین ہمارے نئے نئے

دیکھے بہشت سے زہرہ جبین اور مہ جمال
چمکے زمین پر بھی ستارے نئے نئے

چاہت مین ہے ہنوں کی تیر انو کا کب مزا
ہوتے نہین ہین یان کرارے نئے نئے

ہمسے چھٹے تو پھر نہین ملنے کا کوئی بھی
تم ڈھونڈتے پھروگے سہارے نئے نئے

جانے دو اگلی باتوں کو جو کچھ ہوا ہوا
پھر عہد ہون ہمارے تمہارے نئے نئے

بھڑکی جو دل کی آگ تو نکلے ہین شتاب
آنکھون نے یہ دکھائے شرارے نئے نئے

ہمکو ملا نہ خانہ دل کا سا ایک بھی
نقشے مکان مکان کے اُتارے نئے نئے

آصف نے غیر کا جو کیا شکوہ یہ کہا
معشوق کیا نہین ہین تمہارے نئے نئے

ولہ

ٹھہرے ہوئے ہین جب سے کسی گلعذار کے
پچھن سے جھڑ گئے ہین عروس بہار کے

حسن و جمال تیرے مین کیا کیا بہار کے
دیتے ہین جان عاشق جانباز وار کے

صدمے بیان کیا ہون شب انتظار کے
سو بار چپ ہوا ہون اجل کو پکار کے

چلتا ہوا ہے پنجۂ مژگان اشکبار
لتے لئے ہین دامن ابر بہار کے

یہ قول وصل کا ہے نہ ٹوٹے خدا کرے
جاتے ہو میرے ہاتھ پہ تم ہاتھ مار کے

چکر مین تجھکو ڈال دیا عشق غیر نے
یہ ہتھکنڈے ہین گردش لیل و نہار کے

یہ عرصہ گاہ حشر ہے محفل نہین تری
اغیار ہے تو جائین تجھے اب بہار کے

کچھ تم نگاہ مہر و عنایت اگر کرو
کچھ حوصلے بڑھین دل امیدوار کے

میرے دل و جگر سے کوئی پوچھلے ذرا
کیا کیا مزے ہین وصل مین اس گلعذار کے

کس عارف خدا کا گذر اسپہ ہو گیا
قربان شیخ و شاب ہین جسکے مزار کے

اس خوش گلو کی ہے وہ سریلی صدا
نغمے ہزار بار سنے ہین ہزار کے

آنکھون مین ہے سرور نہ مستانہ ہی ادا
پالے پڑے ہو تم کسی پرہیزگار کے

مجبور کر دیا ہے محبت نے کیا کرین
دل اختیار کا ہے نہ تم اختیار کے

اس حسن پر دو چند ہوا حسن اور بھی
ابھرے ہوے ہین گال ابھی اس نوبہار کے

انگڑائیان خمار کی لیتے ہو صبح سے
پیتے چڑھے تھے رات کو کس بادہ خوار کے

ایسی ہے تیری اٹھتی جوانی کی دھوم دھام
جوش و خروش جیسے ہون آتی بہار کے

قطرے شراب سرخ کے یاد آگئے مجھے
توبہ کے بعد دیکھکے دانتے انار کے

دیگا چڑھے ہوے جوبن کی داد کون
پچھتاؤگے بہت مجھے دل سے اتار کے

ٹھنڈی ہوا ہے مے ہے بہت تنگ گل ہی سا
پھر اسپہ لطف بارش ابر بہار کے

کس سے کہون مین حال کہ بس جوش عشق سے
کیسے ہین رنگ ڈھنگ دل بیقرار کے

پہونچائے ہمکو دیکھئے عمر رواں کہاں
قابو میں یہ سمند نہیں ہے سوار کے

آصف کے حال پر یہی تھی احسان ہوں کبھی
اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

وله

سامنے وہ بے نقاب دیکھئے کبتک رہے
دیکھنے والوں کو تاب دیکھئے کبتک رہے

تشنہ ہیں ساقیا ہم بھی ہیں جلدی پلا
بزم شراب و کباب دیکھئے کبتک رہے

حشر کا دن ہے بڑا حال غم اس سے ہوا
تجھسے سوال و جواب دیکھئے کبتک رہے

ہجر کا دن یا خدا حشر کا دن ہو گیا
پیش نظر آفتاب دیکھئے کبتک رہے

رات تڑپتے کٹی چین نہیں دن کو بھی
دل کو مرے اضطراب دیکھئے کبتک رہے

سوتے ہیں وہ وصل میں ڈر بھی ہے کچھ کچھ نہیں
چشم ہے وا نیم خواب دیکھئے کبتک رہے

مست کئیں جو صورتیں کیا کہیں کس سے کہیں
چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کبتک رہے

تلووں میں کی گدگدی پانوں بھی داب ہی کبھی
وصل کی شب آنکھ کو خواب دیکھئے کبتک رہے

چین نہیں تو نہیں موت بھی اسکو نہیں
یہ دل خانہ خراب دیکھئے کبتک رہے

تونے پھرایا ہے سر کھینچنے کا تیر سے تر
ناصح مشفق جناب دیکھئے کبتک رہے

ہاتھ میں ہے جام مل پاس ہے اک رشک گل
نشۂ جوش شراب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی جو تھی گھڑی وہ تو گذر ہی گئی
ہجر کا تیرے عذاب دیکھئے کبتک رہے

رشک سے وہ مہ جبین خاک نہ ڈالے کہیں
آئینہ کی آب و تاب دیکھئے کبتک رہے

کہتی ہے شوخی نہ رہی اور یہ مستی نہ رہی
شرم سے منہ پر نقاب دیکھئے کبتک رہے

جور کہاں تک نہیں اشک کہاں تک نہیں
اور غم بے حساب دیکھئے کبتک رہے

حسن کا اسکے ظہور دل کئے ہوا نار نور
دور مہ آفتاب دیکھئے کبتک رہے

وصل کی شب ہمکنار آج ہے وہ گلعذار — لطف شراب کباب کیجیے کبتک رہے

آصفنا شاد کا حال وہی ہے جو تہا
عشق مین مٹی خراب دیکھیے کبتک رہے

سلام

سلامی دیکہنا اشکون کے گوہر ایسے ہوتے ہین — لئے ہین شہ نے دامن مین مقدر ایسے ہوتے ہین

مضامین غم سے شہ زور ادل تہام کر سنئے — رگ جان کہولتے ہین یہہ نشتر ایسے ہوتے ہین

سنا شبیر کا نام اور اک بجلی گری دل پر — جو دلمین درد رکہتے ہین وہ مضطر ایسے ہوتے ہین

فرشتون نے کہا جب سر کٹانے آپکو دیکہا — ولی اللہ کے سدا اکبر ایسے ہوتے ہین

لڑے اس ڈہنگ سے اکبر کہ دشمن بہی پکار اٹہے — بہادر اسکو کہتے ہین دلاور ایسے ہوتے ہین

زمین سے عرش پر پہنچا دیا شبیر نے حر کو — خدا کے خاص بندے بندہ پرور ایسے ہوتے ہین

مرے آئینۂ دلمین ہے جلوہ ماہ زہرہ کا — سکندر سے کہو دیکہے سکندر ایسے ہوتے ہین

تن سرور پہ جتنے زخم تہے وہ سب بتاتے تہے — چہری تلوار برچہے تیر خنجر ایسے ہوتے ہین

محبت زینب و شبیر کی دیکہو تو ظاہر ہو — کہ خواہر ایسی ہوتی ہی برادر ایسے ہوتے ہین

لب و دندان مین شہ سے اور ہی کچہہ آب پیدا ہے — نہ لعل اس ڈہنگ کے دیکہے نہ گوہر ایسے ہوتے ہین

لڑے بچے جو زینب کے تعجب سب پہ چہایا ہے — کہ جو شیرون مین پلتے ہین وہ اکثر ایسے ہوتے ہین

نہائی خون مین اصغر تو بانو سے کہا شہ نے — کہ دیکہو باغ جنت کے گل تر ایسے ہوتے ہین

مظالم کربلا کی سنکے حیرت اسپہ ہوتی ہے — کہ یہہ مٹی کے پتلے لگے پتہر ایسے ہوتے ہین

عدو بہی ہوگئے حیران جو دیکہا صبر حضرت کا — یہہ کیا معلوم تہا سبط پیمبر ایسے ہوتے ہین

پہڑک کر شہ کی شہ رگ کہہ رہی تہی آپ قاتل سے — کہ پیاسونکے مشتاق خنجر ایسے ہوتے ہین

مژہ کیا دیدۂ تر اپنے اے آصف	یہ ہم آج جانا جام کوثر سے ہوتے ہیں

سلام

رات دن دل میں خیال شہدا رہتا ہے	خوب رونے کا تڑپنے کا مزا ملتا ہے
ماتم شاہ شہیدان کبھی مٹنے کا نہیں	یہ وہ ہے داغ ہمیشہ جو ہرا رہتا ہے
دل مرا سا ہے مگر دیکھئے وسعت اسکی	داغ رہتا ہے جدا درد جدا رہتا ہے
خلف ساقی کوثر ہے ہمارا ساقی	مئے کوثر سے یہان جام بھرا رہتا ہے
عاجزی چاہئے اُن کو جو کرم والے ہیں	خاک پر نخل ثمردار جھکا رہتا ہے
ہے تصور میں جو عابد کی برہنہ پائی	ایک کانٹا سا کلیجہ میں چبھا رہتا ہے

فیض یہ چشم گہربار کا ہے اے آصف
موتیون سے مرا دامن جو بھرا رہتا ہے

آذری اسفراینی

آذری تخلص ۔ سید حمزہ نام ۔ شیخ نورالدین لقب ۔ آپ[۱] خواجہ علی ملک سربداریہ کے فرزند ہین ۔ نسب کا سلسلہ احمد زمجی ہاشمی مروزی سے منتہی ہوتا ہے ۔ خواجہ ملک سربداریہ کے عہد مین اسفراین مین صاحب اقتدار و اختیار تہا ۔ آذری کا مسقط الراس اسفرائن ہے ۔ اسی شہر مین نشو و نما پایا ۔ اور وہان کے علما و فضلا کی خدمت مین تربیت و تعلیم پائی ۔ جب فارغ التحصیل ہوا اسوقت عالم شباب تہا شعر و شاعری مین مشغول ہوا شاعری کے میدان مین مشاہیر شعرا سے بڑہ گیا ۔ تیزی فہم و ذکا مین مشہور ہوا ۔ چنانچہ ایک وقت شیخ صدرالدین رواس کے ہمراہ مشہد مقدس مین میرزا الغ بیگ کے ملنے کیلئے گیا مرزا نے اول شیخ صدرالدین سے پوچہا کہ آپ رواس مین پہلا بار رات شہا شلتہ مین

شیخ نے کہا رواص صاد سے ہون - میرزا نے فرمایا کہ آپ صاد سے بہی نہین ہین اسلئے کہ رواص
کلام عرب مین نہین آیا - پہر شیخ آذری سے پوچہا کہ آپکا تخلص آذری کس جہت سے ہے
آپنے کہا چونکہ میری ولادت ماہ آذر مین ہوئی تہی اسلئے مین نے آذر تخلص اختیار کیا - میرزا نے
کہا آپ شاعر پیشہ نہین تہے - وہ آذر بضم ذال ہے نہ بفتح - شیخ نے بداہۃً جواب دیا - ماہ
آذر کے ذال نے متعدد سال ذلت و خواری مین گذارے اور اسکی پیٹہ خمیدہ ہو گئی - قریب تہا
کہ اسکی پیٹہ شکستہ ہو جائے - لیکن بمقام شعور و ہوش مین آیا - اور قائم ہو گیا - اسکی پشت
درست و راست ہو گئی - میرزا کو شیخ کا جواب پسند آیا - شیخ کو مصاحبین کے زمرہ مین شریک
فرمایا - اور بیشمار انعام و احسان سے سرفراز کیا - اور شیخ سے فرمائش کی کہ سلمان ساوجی
کے قصائد جوابًا لکہئے - شیخ نے موزون کرکے پیش کیا - تمام شعرا نے پسند کیا - بعد ازان ایک
قصیدہ میرزا شاہرخ کی مدح مین بہی لکہا شاہزادہ کے توسل سے میرزا کے ملاحظہ
مین پیش کیا - میرزا بہت ہی خوش ہوا - ملک الشعرائی خطاب سے مخاطب فرمایا - اور صلہ
و انعام وافر سے مالا مال کیا - اسی زمانہ مین شیخ نے دنیا سے برخاستہ خاطر ہو کے طریق تصوف
مین قدم رکہا - شیخ محی الدین طوسی کی خدمت مین پہنچا - کتب سلوک و احادیث کی سند
شیخ سے حاصل کی - اور اُن کے ہمراہ حج کو گیا - شیخ کے فوت ہونیکے بعد بیعت شیخ نعمت اللہ
ولی کرمانی کی خدمت مین آیا اور بیعت کی - ریاضت شاقہ کے بعد سیر و سیاحت مین
مشغول ہوا - بہارستان سخن کے مولف نے لکہا سفر کرتے وقت میرزا بایسنغر بن
شاہرخ نے شیخ کی خدمت مین ایک بدرہ زر پیش کیا - شیخ نے قبول نہین فرمایا - اور یہ بیت پڑہی

زر کہ ستانی و برافشانیش ہم بہ ازانست کہ نستانیش

مولانا مجاہد ہندی طالب العلم نے اُس بدرہ سے ایک مشت زر اُٹہایا اور کہا اے شیخ

تو نے اس مال کو اپنی ذات پر حرام کیا۔ خدا نے مجھپر حلال کیا۔ شاہزادہ طالب علم
کے کلام سے مسکرایا۔ اور بدرہ اسکو دیدیا۔
شیخ سیاحت کے زمانہ مین ایک سال کامل بیت الحرام مین مقیم و مجاور رہا۔ قیام و مجاورت
کے زمانہ مین ایک کتاب مسمی سعی الصفا مشتمل بر مناسک حج و تاریخ کعبہ لکھی۔
فرشتہ نے لکھا کہ شیخ آذری حرمین شریفین کی زیارت سے فارغ ہو کے دکن مین
آیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار مین باریاب ہوا سلطان کی مدح مین چند قصائد
غرا پیش کئے انعام و خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوا۔ پھر حسب الارشاد سلطان
بہمن نامہ کی نظم شروع کی۔ جب احمد شاہ کے داستان پر پہنچا تب کتاب بادشاہ کے
ملاحظہ مین پیش کی۔ اور وطن مالوفہ جانیکے لئے رخصت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا
اے آذری فی زماننا مین مخدومی سید محمد الحسینی گیسو دراز کے فوت ہونے سے رنج
و مصیبت مین ہون آپکے ملنے سے میرا رنج و غم کم ہوتا ہے۔ آپ اسوقت سدہارئیے نہین تو
آپکے فراق مین بھی مبتلا ہونگا۔ رنج و غم دوچند ہوگا۔ شیخ نے جب بادشاہ کی ایسی
عنایت دیکھی تو دکن مین سکونت اختیار کی۔ اور اپنے عیال و اطفال کو خراسان سے
طلب کیا۔ اتفاقاً بادشاہ نے انہین ایام یعنے ۸۳۲ھ ہجری مین دار الامارہ بیدر مین
ایک قصر رفیع الشان بنا کیا جسن اتفاق سے تیار ہو گیا تہا۔ شیخ نے قصر کی شان مین
دو بیتین لکھہ کے خوشنویس کے ہاتہہ سے لکھوا کے دروازہ پر چسپان کردین۔ ایکروز
بادشاہ کی نظر بیتون پر پڑی بہت خوش ہوا تحسین کر کے پوچھا کہ یہہ کس نے لکھین حاضرین
مقربین نے عرض کیا کہ یہہ شیخ آذری کا نتیجہ طبع ہے۔ اسوقت شہزادہ علاء الدین
نے موقع دیکھہ کے عرض کیا کہ شیخ مشتاق وطن ہے۔ کہتا ہے اگر بادشاہ مجھکو رخصت کرین تو

مین حج کا نصف ثواب پیشکش کرتا ہون۔ بادشاہ راضی ہوا شیخ کو بلوایا چالیس ہزار تنکۂ نقرہ کہ ہر ایک تنکہ وزناً ایک تولہ ہوتا ہے پیش کیا۔ شیخ نے تمام زر کے بدرون کو دیکھکے کہا۔ لا یحمل عطایا کم الا مطایاکم۔ آپ کی عطیہ کو کوئی نہین اُٹھائیگا مگر آپکے اونٹ۔ بادشاہ مسکرایا اور بیس ہزار خرچ راہ و کرایہ کے لئے عطا کیا۔ اُسیوقت خلعت خاصہ اور پانچ خدمتگار ہندی بہی عنایت کئے۔ اور شیخ کو رخصت فرمایا شیخ نے رخصت کیوقت عضائر رازی کی یہہ دو بیتین پڑہین سہ

ثواب کرد کہ سید انکرد ہر دو جہان	بگانہ داور دادار بی نظیر و ہمال
وگرنہ ہرد و بخشیدی بوقت کرم	امید بندہ نماندی بایزد متعال

وعدہ کیا تہا کہ بہمن نامہ وہان سے لکہکے بہیجا کرونگا۔ ہمایون کے داستان تک لکہکے بہیجا۔ ہمایون کے داستان تک آذری کی تصنیف سے ہے۔ باقی ملا نظیری و سامعی وغیرہ نے تکمیل کی۔ اور اصل کے ساتہہ ملحق کردیا۔ شیخ آذری ہند سے اسفرائن مین پہنچا تا بزندگی گوشہ نشین رہا۔ شبانہ روز ریاضت و عبادت مین گزارتا تہا۔ آخر بیاسی برس کی عمر مین ۸۶۶ ہجری مین واصل حق ہوا۔ زندگی مین اپنے قبر کے لئے زمین و باغ خرید کے وقف کردیا تہا۔ زمین و روضہ کی آمدنی طلبہ فقرا و صلحا اور روشنی و فرش کے لئے وقف کردی تہی۔ حمد اللہ مستوفی نے اسکی وفات کی تاریخ لکہی سہ

چراغ دل بمصباح حیاتش	بانواع حقائق داشت پرتو
چو او مانند خسرو بود در شعر	ازان تاریخ فوتش گشت خسرو

ہفت اقلیم کے مولف نے لکہا کہ ایک بزرگ سے منقول ہے۔ فرمایا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دیکہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتہہ جاتے تہے

مین نے چاہا کہ ایک شخص سے پوچھون کہ حضرت کہان تشریف لیجاتے ہین۔ یکایک حضرت صلعم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ آذری کی زیارت کیلئے اس بیت کے صلہ مین جاتا ہون کہ اُس نے میرے فرزند کے مرثیہ مین لکھی وہ بیت یہہ ہے۔

ہرجا کہ ذکر واقعہ کربلا بود	سوراخ میشود دل ما چون گل حسین

باوجود این شیخ آذری کی شاعری و سخن گستری تمام طوائف انام کے نزدیک مسلم الثبوت ہے اور اسکی درویشی و بزرگی بھی مقبول و محمود ہے۔ مجمع الفصحا کے مولف نے لکھا کہ صاحب التالیف و التصنیف تھا۔ من تصانیفہ جواہر الاسرار۔ و عجائب الدنیا۔ طغرائے ہمایون۔ سعی الصفا۔ جواہر الاسرار ایک مجموعۂ نوادر ہے بطور کشکول ہے جو متعدد علوم پر شامل ہے۔ اور اسمین اکثر اشعار مشکلہ کو حل کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی لیاقت و استعداد کس حد تک تھی۔ تم کلامہ۔

من اشعارہ

در مدح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

چنانکہ ہست فلک را دوازدہ تمثال
کہ آفتاب بر آن دور می کند مہ و سال

بر آسمان ولایت دوازدہ برج اند
چو آفتاب نبوت ہمہ باوج کمال

شہان بی سپہ و خسروان بے شمشیر
ملوک بے حشم و اغنیائے بے اموال

ازین دوازدہ بروج دوازدہ خورشید
علیست مہر سپہر کمال و مطلع آل

علیست آنکہ بکنہ حقیقتش نرسد
بغیر ذات خداوند ایزد متعال

حدیث معرفت او بمردم نااہل
ہمان حکایت آبست و قصۂ غربال

چنان منورم از پرتو رضا کہ اگر
رگم زنند ہمہ نور ریزد از قیفال

وله

منت خدا را که مطیع پیمبرم — فرمان بر قضای خداوند اکبرم

توحید بحر و این تن من همچو کشتی است — جان ناخدای کشتی و غفلت لنگرم

تا از سواد و جه شدم سرخ روی فقر — روشن شده است معنی گوگرد احمرم

معنی حل طلق حلول قناعت است — این نکته یاد گیر که من کیمیاگرم

دنیا چو جیفه طالب آن سگ شمرده اند — لیکن من این گروه بسگ نیز نشمرم

من ترک هند و جیفه جیپال کرده ام — باد بروت چه نه بیک جو نمی خرم

از آفتاب همت من مهر ذره ایست — گر ذره ایش دانم از ذره کمترم

از خسروی روی زمین ننگ آیدم — تا من گدای حضرت ساقی کوثرم

وله

زهول روز جزا آذری چه میترسی — تو کیستی که در آن روز در شمار آئی

وله

زحکمت بیاموز مست نکته — که در هر دو عالم شوی سرفراز

وله

لباس طریقت چو در بر کنی — بذلت مرنج و بعزت مناز

وله

من گریه آتشین نمیدانستم — من سوز دل حزین نمیدانستم

نه نام بمن گذاشت عشقت نه نشان — من عشق ترا چنین نمیدانستم

وله

چون مستولی در و جدائی تن بمردن ده — دوای این مرض را هیچکس جز من نمیداند

وله

باز مست شد چشم من میدان گریه آب زد — سیل شک آمد شبیخون بر سپاه خواب زد

وله

آن چشم شوخ را الستم میتوان شناخت — زان رو که مست را بکرم میتوان شناخت

وله

ما رخت دل بمنزل حیرت کشیده ایم — خط بر سواد خطه راحت کشیده ایم

فردا عذاب حشر نباید بچشم من — در جنب محنتی که ز فرقت کشیده ایم

وله

مجلسی که در و گنج کبریا بخشند — هزار افسر شاهی بیک گدا بخشند

ولا زمیکده ها روز شب گدای کن ‏ بود که دُردکشان جرعهٔ بابخشند
شدیم پیر زعصیان و چشم آن داریم ‏ که جرم ما بجوانان پارسا بخشند
غلام همت آن عاشقان با کرمم ‏ که یک صواب به بینند و صد خطا بخشند
بکوی میکده از مفلسی چه غم دارم ‏ که ساقیان همه جام جهان نما بخشند
به نیم ساعت هجر آذری نمی ارزد ‏ هزار بار گرش در جهان بقا بخشند

وله

شنیده ام که درین طارم زراندود است ‏ خطیکه عاقبت کار جمله محمود است
زتاب قهر مبیندیش نا امید مباش ‏ که زیر سایهٔ خود نیست هرچه موجود است

وله

اگرچه دولت وصلت بچون منی نرسید ‏ درین امید بمیرم که خوش تمنای ست

وله

اگر صبا سر زلف ترا گذار دهد ‏ هزار دل شده ایمان خود بباد دهد

وله

بار شب شد چشم من سیل آگریه بزد ‏ سیل اشک آمد شب خون بر سپاه خواب زد

وله

خوش حیات ست کسی را که پیش جان داد ‏ دوستان بر سر خاکش بزیارت آیند

وله

قیمت دولت وصل تو اگر جان بودی ‏ کار بر عاشقان دلسوخته آسان بودی
کر رسیدی بخم طرهٔ او دست مراد ‏ همچنین خاطر مجموع پریشان بودی

بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شعرا ئے معاصرین امیر شاہی آذری کے اشعار مین باہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین بحث و تکرار کرنے لگے۔ آخر اس تصفیہ کیلئے ایک بزرگ معتمد علیہ سے پوچہا۔ بزرگ معتمد علیہ نے تہوڑی دیر تامل کیا۔ ترجیح تو بیان نہین کی لیکن شیخ آذری کی غزل سے ایک مصرع جس سے دونون کی تعریف مستفاد ہوتی تہی تضمین کرکے تصفیہ کردیا۔ هو هذا

اے کہ گفتی صفت آذری و شاہی کن ‏ حال این نکتہ برون ست ز آگاہی ما

آذری مجمع اسرار کلام از لست	در نیاز دسر اندیشہ بہمراہی ما
لیک خود بر سر دیوان سخن می گوید	چرخ بر دوش کشد غاشیۂ شاہی ما

مصرع مذکور آذری کی دیوان کے ابتدائے غزل کے مطلع سے ہے۔ بس

گر کند نذر بہ لطف تو ہمراہی ما	چرخ بر دوش کشد غاشیۂ شاہی ما

امیر شاہی سبزواری کی وفات ۸۵۷ھ ہجری مین بزمانۂ بابر شہر استرآباد مین واقع ہوی اسکی نعش کو وہان سے منتقل کر کے سبزوار مین بزرگان سلف کے خانقاہ مین دفن کئے۔

مولانا محتشم کاشی نے شیخ آذری کے مرثیہ کی تتبع مین کہا ہے۔ کسی نے ابتک اس زمین مین مرثیہ نہین لکھا تہا۔ آذری سے بڑہ گیا بعض نے کہا کیا بڑہا الخ

ہست از ملال گرچہ بری ذو الجلال   او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

بہارستان سخن کے مولف نے دولتشاہ کے تذکرہ سے نقل کیا۔ کہ شیخ آذری حج و زیارت سے فارغ ہو کے ہند مین آیا۔ سلطان محمد جونہ سے ملا۔ سلطان نے ملا کو پہلی ہی ملاقات مین پچاس ہزار دینار دئے۔ بادشاہی امرا اہل دربار نے چاہا کہ شیخ ہندوستانی رسم کے موافق بادشاہ کی تعظیم و کورنش مین مبادرت کرے۔ شیخ نے تعظیم و تواضع سے انکار کیا۔ اور زر عطیہ سلطانی کو واپس کردیا۔ اور قصیدہ مین اس کا اظہار کیا ہے۔ بس

من ترک ہندو جیفۂ جیپال کردہ ام	باد بروت جونہ ہیچکو نمی خرم

انتہی کلام سمرقندی۔ لیکن سمرقندی کی نقل خلاف واقع ہے اسلئے کہ سلطان محمد جونہ ۷۵۲ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور شیخ کا تولد ۷۸۴ھ ہجری مین واقع ہوا۔ بادشاہ کی وفات و شیخ کے تولد مین (۳۲) سال کا تفاوت ہے۔ اس تفاوت کے سبب سے سلطان محمد

محمد شاہ نبیرۂ خضر خان مراد لئیے ہین - کہ ۸۳۷ھ ہجری مین تخت نشین ہوا - لیکن اسکو کسی نے جونہ سے موسوم نہین کیا - الخ

دولت شاہ نے اسیطرح کے مقدمات بلا تحقیق لکھے ہین - انتہی کلام بہارستان - بہر سے نزدیک دونون مولفین غلطی کے میدان مین جولانی کر رہے ہین - اید ہر اودہر گم ہو رہے ہین واقع مین یہ ہے کہ شیخ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین متعدد قصائد لکھے - اور انمین اپنی استغنائی و آزادی کا اظہار کیا ہے اور یہہ بہی بتلایا کہ مین دنیا و مافیہا سے علیحدہ ہون جیسا کہ ؎ من ترک ہندو

جیبفۂ جیپال کردہ ام * باد بروت جونہ بہیک جونمی خرم * الخ

یہہ شعر شاعر نے باعتبار معنی مجازی لکھدیا ہے نہ باعتبار معنی حقیقی - اگر آپ باعتبار معنی حقیقی وعرف عام جونہ سے سلطان محمد لیتے ہین تو جیپال سے بہی وہی حقیقی لینا چاہیے - جیپال آذری کے زمانہ مین بہت زیادہ فاصلہ ہے - آذر نوی صدی کے شعرا مین ہے - اور جیپال پانچوین صدی اور تغلق آٹہوین صدی مین گذرے ہین سمرقندی کو اسی شعر کے جونہ نے غلطی کے گڑہے مین گرایا - اور بہارستان کے مولف نے سمرقندی پر جرح وقدح کی لیکن پورا تصفیہ نہین کیا - مذبذب چہوڑ دیا - آذری کا دیوان نادر الوجود ہے -

مولینا الفتی یزدی

الفتی تخلص - مولینا الفتی نام - سادات یزد سے ہے - عالم فاضل ادیب کامل تہا ۹۴۲ھ ہجری مین وطن سے ہند مین وارد ہوا - خان زمان کے ظل عاطفت مین خوشحال و فارغ البال رہا - ہمیشہ خان بہادر کی صحبت مین کیا حضر کیا سفر زندگی

بسر کرتا رہا۔ اکثر خان ممدوح کی مدایح مین قصائد و رباعیات لکھین۔ دلخواہ جائزے و صلے پاتا رہا۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانۂ عامرہ مین لکھا الفتی نے خان زمان کی خدمت مین یہہ مطلع پیش کیا ؎

مشت خاشا کیم و داریم آتشے ہمرہ خویش	دور نبود گر بسوزم از شرار آہ خویش

خان مذکور نے مطلع کا صلہ ہزار روپیہ عطا کیا۔ شاعر کے کلام کی داد دی۔ جسوقت خان بہادر عازم گجرات ہوا نیرزی بہی ہمرکاب تہا۔ پہر گجرات سے دکن مین آیا۔ اس اثنا مین خان زمان کا انتقال ہوگیا۔ مولانا الفتی ۱۰۴۵ھ ہجری مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کی خدمت مین رجوع ہوا۔ سلطان ممدوح نے مولانا کی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ مولانا نے قطب شاہ کے حالات مین ایک کتاب مسمی بروائح گلشن قطب شاہی لکھی۔ کتاب مختصر ہے سات روائح پر شامل ہے۔ رائحہ اول مین بادشاہ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر۔ رائحہ دوم مین محلات و عمارات شاہی کا بیان ہے۔ رائحہ سوم مین حیدرآباد کی آبادی کا ذکر ہے۔ رائحہ چہارم مین جشنہائے سالانہ کا ذکر۔ رائحہ پنجم مین لشکر و فیروزی اثر کا ذکر ہے۔ رائحہ ہفتم مین سبب تالیف کتاب۔ کتاب قلیل اللفظ کثیر المعنی ہے عبارت رنگین۔ مصنف نے گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ عبارت رنگین و معانی بہترین ہے۔ کیا نظم و کیا نثر ہر ایک کا رنگ نرالا ہے۔ شایستگی الفاظ و خوبی معانی کا حسن دوبالا ہے دیکہنے سے مزہ و لطف آتا ہے۔ ہر ایک فقرہ دلچسپ اور ہر ایک لفظ پسندیدہ ہے۔ ہم بطور نمونہ ہر ایک روائح سے دو ایک فقرے ذیل مین نقل کرتے ہین تاکہ شائقین لطف اٹھائین۔

من رائحہ اول

للہ الحمد کہ ذات قدسی صفات در تشش جہت ربع مسکون بر پنج صفت یگانہ و ممتاز است

نورفشانی آفتاب عدل. کوه شکوهی سنگ وقار. جلوه طرازی حسن خلق. گوهرباری
پنجه سخاوت. قدرت نمائی بازوی شجاعت. از سواد عین عدلش بیاض دیده خورشید
نور پژوه، و از نقطه قاف وقارش کوه بدریوزه شکوه، و دندان سین سخایش با جواهر
عقد پروین بطنز در تبسم، و طره لام خلقش با جعد حور العین بسر زلف در تکلم
و شین شجاعتش در صف شگافی سرآمد شمشیر بهرام.

من رائحه دوم

سبحان الله از شکوه دولتخانه عرش آشیانه که از بلند پایگی بسرکوبی قصر سپهر قامت رفعت
برافراخته، تعالی الله از شوکت عمارت عالی منزلت که از علو شان بسرزنش کاخ
آسمان لب بام را سخن گو ساخته.

نظم

زهی شان دروازه شیر دل	که از رفعتش گشته گردون خجل
باین آستان تا شود سرفراز	سجود آورد مهر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب	بگیتی شده روشناس آفتاب
باین در بسایند شاهان جبین	بدربانیش یار و دولت رهین

من رائحه سوم

توان از فیض وصف حیدرآباد	خرابی سخن را کرد آباد
قلم شرح سوادش را چو پرداخت	سواد اعظمی را طرح انداخت

من رائحه چهارم

وه چه عرصه نشاط و بساط انبساط است که سامعه باریافتگان طالع سعد را بنغمه
عیش نواخته. و شامه مقربان ارجمند را بنکهت نشاط معطر ساخته. سر صبح فراشان

فراشان فرشتہ خصال بجاروب شہبال از گلہائے شبیہ آسمان آسمان انجم فشان

من رائحہ پنجم

در توصیف لشکر نصرت علم و تعریف عسکر ظفر پرچم صف آرائی و فوج نمائی معانی نمودہ شبدیز کلک سمند قلم را بمیدان صفحہ می تازد و از جوش مضامین رنگین سطح بیاض را ہمچو عرصہ رزم دلیران شرح رومی سازد

من رائحہ ششم

دلا چند باشی چو غم در خمار	سرا ز جیب مستی چو عشرت برار
حیات ابد جو بمیخانہ رو	کہ بخشند شراب کہن جان نو
چو دستت نباشد تہی باوضو	ہر آنکس کہ پیماں بہ پیمانہ بست
بجز توبہ ہیچش نباید شکست	بگیر از می و آب زمزم وضو

من رائحہ ہفتم

این گرامی نسخہ کہ ارمغان عالم غیب و تحفہ سرادر فیاضی ست۔ بے سرمایہ نقد فرصت سرحد اقلیم آغاز بمنزل کشور انجام رسید۔ ہر رائحہ اش بمشام یعقوب جان نکتہ سنجان عاشق سخن نکہت پیرہن یوسف معنی رساند و ہر فقرہ اش بگوش مجنون دل دقیقہ شناسان ادا فہم مژدہ وصل لیلی مضمون رساند۔ از روائح سبعہ این گلشن جہات ستہ قلم و سخن نگہستان گشتہ۔ الخ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے کتاب مذکور کے صلہ مین سات ہزار ہون عطا کئے مولانا الفتی لطیف الطبع و ظریف المزاج تہا۔ بادشاہ و اہل دربار تمام مولانا کی تقریر و بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی سے نہایت خوش ہوتے تہے۔ مولانا کی مروت و حسن خلق

دکن مین مشہور حسن خلق سے تمام ارکین دکن و مشائخ مشاہیر کو مسخر کر لیا تھا۔
سب ملا نا کے مداح تھے۔ اکثر اہل حوائج کی سفارش بادشاہ کی خدمت مین کرتا تھا
مولانا کے ذریعہ سے اکثر فائز المرام ہوتے تھے عبداللہ قطب شاہ کے فوت ہونیکے بعد
ابوالحسن تاناشاہ کے زمانہ مین بہی چندروز زندہ رہا۔ عمر رسیدہ ہوکر حیدرآباد مین
سسہ ہجری مین فوت ہوا۔ میر مومن کے دائرہ مین دفن کیا گیا۔

من اشعارہ
عبداللہ قطب شاہ کی مدح مین

بہار فیض ازل قطب شاہ عبداللہ	کہ یافت نشاء ز عدلش تہر تلنگانہ
سواد دیدۂ عالم سنرد اگر گردد	ز نور معدلتش کشور تلنگانہ
ہمیشہ تاکہ نباتست خاک را باشد	ز خاک مقدم او افسر تلنگانہ
لبا لب از می مہر علی و آل شدہ است	بدور دولت او ساغر تلنگانہ
زمین تربیت آفتاب سلطنتش	بود برا وج شرف اختر تلنگانہ

تعریف کمان شیر دل

زہے شان دروازۂ شیر دل	کہ از رفعتش گشتہ گردون تجل
باین آستان تا شود سرفراز	سجود آورد مہر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب	نگینی شدہ روشناس آفتاب
باین در باید شاہان چین	بدر بانیش با دولت زمین

تعریف لعل محل

چو نام لعل محل کلکم آورد بزبان	شنوند معنی رنگین بصفحہ لعل فشان

تعریف چیندن محل

کنم وصف چیندن محل چون رقم
بدستم شود شاخ چیندن قلم

گلشن محل

بنگری بر گلشن محل بوزند
کاختران فلک سلحداران
اندرو هر شب از پی چوکی
می نشینند بخت بیداران

سجن محل

بیا زبان بحدیث سجن محل بکشا
که در بنای سخن رفعتی شود پیدا
زهی عمارت عالی که از ره وسعت
بزیر سایهٔ خود داده عالمی را جا
بصحن وسعت او فرش گشته کند وری
کشاده رو چو کریمان زند بخلق صلا

دروازه قدم

اس دروازه مین حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم کا نقش قدم تها

کنم چون رقم وصف ینگ قدم
سر از رتبه بر لوح ساید قلم
سرے را رسد وصل این نقش پا
که هر دو جهان را دهد رو نما

خرقه مبارک و موی مبارک

اسی دروازهٔ مذکوره مین آنحضرت صلعم کا خرقه مبارک تها

ز موئے پیمبر سخن سر کنم
مشام دل و جان معطر کنم
در اوصاف این موی عنبر سرشت
رقم گشته ریحان باغ بهشت

باین موی بسته دل اهل دین
همین ست تفسیر حبل المتین

دولت محل

اس محل مین اہل دربار کا سلام ہوتا تہا

ببین رتبہ و قدر دولت محل | کہ دولت ازو یافت قدر و محل
درو در وشش گردیدہ بخت بلند | ستارہ بپا طالع ارجمند
درو مجلسی با سعادت قرین | ہمیشہ بدولت شدہ ہمنشین
ز ارباب دولت درو فوج فوج | ہمہ کار خود را رسانندہ باوج

ندی محل

یہہ محل موسی ندی کے کنارہ پر تہا

ساکنش تر دماغ بی مئی ناب | از ہوایش بسیر عالم آب
خادمش دم زنند ز فیض بنا | ہمچو خضر و مسیح ز آب و ہوا

حسینی محل

یہہ محل باغ مین تہا

عیان گشتہ بر طرف این بوستان | حسینی محل ہمچو قصر جنان
بوی شبنمی بر سر لالہ زار | کہ سنبل ز سایہ اش آشکار

حیدر محل

اس محل مین خاص امرا بادشاہ سے ملتے تہے

درو ہموارہ دولت خواہ بادا | مکان مخلصان شاہ بادا

محمدی محل

اس محل مین بادشاہ کا تخت جلوسی تہا اور بادشاہ اس مین دربار عام فرماتا تہا

زہے تختے کہ از عکس جواہر — بسطح چرخ انجم ساخت ظاہر
ز رفعت تاج از گردون ستاند — بساق عرش نسبت را رساند
علو او بکرسی شد ہم آغوش — ملک را زیور و ہم زینت دوش

الٰہی محل

یہہ محل بادشاہ کی سیرگاہ تہا

زہی تاج رفعت الٰہی محل — کہ زد بر بلندیش گردون مثل
ببام فلک قدرش افکندہ فرش — بنایش بکرسی است مانند عرش
شدہ بوستان بطرفش عیان — بلی جای خلد ست بر آسمان
سپہر درختش بعرش آشنا — ہم آغوش با سدرۃ المنتہی
ز ہر شاخ نارنج و لیمو چنان — چو ماہ و ستارہ ز سبز آسمان
چو خوش گشتہ بر طرف آن لالہ زار — دو حوض مدور ز زر آشکار
بہر حوض فیلے طلائی عیان — ز خرطوم پیوستہ گوہر فشان
چنان این دو حوضند روشن ز آب — کہ گشتند روشن مہ آفتاب

امانت محل

یہہ محل خاص بادشاہ کا خلوت خانہ تہا

این خانہ گشتہ ظل حق را مسکن — طور است ز منزلت کلیمش شدہ من
چون نیست مرا چو صلائے جام لقا — با من دارد ہمیشہ در پردہ سخن

حیات محل

اس محل میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کی والدہ حیات النسا بیگم رہتی تہی

درین عصمت سرائے آسمان فر	نیاید کس بجز ناموس اکبر
کشد زہرہ را پردہ دار حیا	ز پردہ بردن او فتد کر نوا
تا بود بر سپہر شکل بنات	باورش باد در زمانہ حیات
تا کہ باشد نشان زما در دہر	یاورش از نورچشم شاہی بہر
کم مباد از سرش بحق اﷲ	سایۂ قطب شاہ عبد اﷲ

ولہ ولہ ولہ ولہ ولہ

داد محل

بادشاہ اس محل مین مظلومون کی فریاد سنتا تہا اور دادرسی کرتا تہا۔

ایضاً

زہے از شان این قصر عدالت	کہ در رفعت بود ہمتائے گردون
غلط گفتم کہ از بیم حوادث	بود در سایہ اش ماوای گردون
خدیو دادرس از روے نمودار	چو نور مہر از سیمائے گردون
تعالی اﷲ زحسن جلوۂ این دلربا منظر	کہ باقی از ہوائے جانفزایش دو جہانی باد
زمہر شمسہ اش گردون سپہرا زشمس مینوزند	کہ ایمن این بنا از چشم زخم آسمانی باد
بصد خوبی برآمد آرزو یش عاقبت از دل	زمین را از وجود این عمارت شادمانی باد

مولینا احمد کمانچہ گر لاری اسیر

اسیر تخلص۔ مولانا احمد نام المعروف امیر قاضی برادر قاضی بیگ وزیر والی احمد نگر دکن۔ آپکا وطن اصلی لار تہا۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ مین وطن سے ہندمین وارد ہوا ملازمان اکبر مین ملازمت اختیار کی۔ چند روز کے بعد اکبرآباد سے بہائی کے نزدیک دکن مین آیا۔ بہائی کے سایۂ عاطفت مین مدت تک رہا۔ نہایت خوشحال فارغ البال تہا

بعد ازان بہائی کی بدمزاجی کی وجہ سے کشیدہ خاطر ہوکر وطن اصلی کو مراجعت کی
وطن مین پہنچکر شاہ عباس ماضی کے دربار مین باریاب ہوکر ملازمت کے سلسلہ مین منسلک
ہوا۔ فن موسیقی مین استاد تہا۔ کمانچہ نوازی مین کمال کہتا تہا۔ اسی وجہ سے
احمد کمانچہ مشہور ہوا۔ علوم و فنون مین لیاقت تامہ و مہارت کاملہ رکہتا تہا۔ اور شعر
گوئی مین ہوشیار و یگانۂ روزگار تہا۔ آخر ۹۷۲ہجری مین دنیاء ناپائدار سے عالم بقا
کو رحلت کی۔ اور قاضی بیگ بہی وکالت و وزارت سے موقوف ہوکر وطن مالوفہ لار کو
گیا وہان پہنچکر عالم عدم کا سفر اختیار کیا۔ من تذکرۂ ہفت اقلیم۔ اور یہہ دونو بہائی
قاضی مسعود قزوینی کے فرزند ہین۔ قاضی موصوف شاہ صفی کے زمانہ مین معزز و مکرم
تہا۔ اور انشا پردازی مین لائق و فائق تہا۔ دستور قاضی نشا مین ایک کتاب
آپکے تصنیف سے مشہور ہے۔ صاحب آتشکدہ و ہفت اقلیم نے امیر قاضی کا تخلص
اسیر لکہا ہے۔ لیکن صاحب صبح گلشن نے احمد لکہا۔ نہین معلوم کہان سے لکہا۔ ماخذ نہین بتلایا

من اشعارہ

آن مہ چو برقص دست بالا می کرد
ہر دم گرہے از دل ما وا می کرد
می آمد و می گشت و بخود می نازید
میرفت و بکشتگان تماشا می کرد

وله

خالیست ز اندیشۂ عشقت دلم امروز
رحم است بحال دل بیحاصلم امروز

وله

قاتل خود را بحل کردم کہ دست من بہ او از شرارت
داشتم تا نیم جانی دست و در کار بود

وله

سراپا سوختم زین غم کہ شمع بزم او خود را
سراپا سوخت تا از بزم او نازند بیرونش

وله

زخش تو دست میزند آن فتنہ را مگر
دلہاے مضطرب شدہ در کاسۂ سم است
برمن شب ہجران تو رحم است کہ چون شمع
می سوزم و جان میدہم چارہ ندارم

جا گرفتہ چنان در دل تنگم ہوس او	کاید بمشام از نفس من نفس او

قاضی محمد جان آشنا اورنگ آبادی

آشنا تخلص۔ محمد جان نام۔ اورنگ آبادی المولد تھے۔ نشوونما کے بعد فضلائے شہر سے کتب درسیہ پڑھی تھین۔ ذی استعداد و لائق تھے۔ اورنگ آباد ضلع مین کسی گانون کے قاضی تھے۔ اسیوجہ سے لفظ قاضی آپکے نام کا تاج ہے۔ آپکے نسب کا حال اور ولادت و وفات کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھی مگر تحفۃ الشعرا قافشال اورنگ آبادی کی تحریر سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۶۵ ہجری مین قاضی صاحب زندہ تھے۔ میر غلام علی آزاد و سراج الدین و عبدالقادر سامی و افضل قافشال وغیرہ شعرا کے معاصر تھے۔ آپ شعرگوئی کے شائق تھے۔ سخن فہم و کم گو تھے کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ ہمکو جسقدر اشعار ملے ہین اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خوش فکر تھے۔ جو کچھہ کہا خوب کہا مضمون تازہ کی تلاش مین بے نظیر تھے۔

من اشعارہ

غبار راہ او را توتیائے چشم خود سازم
چشم کہ نظر کرد درین دشت جنون خیز

ولہ

من این تعویذ را در پردہ با وام می‌چیچم
گر شاخ غزالان گل با وام بر آید

ولہ

سرم سرگرم سودائے علی مرتضی باشد
نیستان در وجود م بیشۂ شیر خدا باشد

ولہ

ساقیا مست نگاہ تو شود جا دارد
جرعہ ہر کہ بجام تو تمنا دارد

ولہ

روز و شب چرخ زند در سر کویت نرسید
فلک از اختر خود آبلہ در پا دارد

من کہ بربستر غم یاد و شبہائے دراز
سر شوریدہ ما بین کہ چہ سودا دارد

حاصل سودا پریشانیست کاکل شانہ را آتش عشق از ہجوم گریہ کی گردد خموش	ولہ تیرہ بختان با بگل از دستنبل شانہ را شعلہ را از آب پیراہن بود دل شانہ را

شیخ معین الدین محمد اوحدی الدقاقی البلبانی الحسینی

اوحدی تخلص ۔ شیخ معین الدین محمد نام ۔ سادات حسینی سے ہین ۔ آپکا اصلی وطن بلبان ضلع گازرون ہے ۔ آپ شیخ ابو علی دقاق کی اولاد مین ہین تقی اوحدی آپکے فرزند ہین ۔ آپ صاحب علم و ہنر و اہل وجد و حال تھے ۔ حقائق و معارف کے رموز سے واقف ۔ تصوف و عرفان کے مراتب سے عارف تھے ۔ شعر گوئی مین بھی استاد کامل تھے ۔ آپکا کلام مضامین تصوف و توحید مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ہر ایک فقرہ و کلمہ سے جوش و خروش نمایان ۔ آپ وطن سے ۹۷۱؁ھ ہجری مین شہر قزوین مین وارد ہوئے ۔ شاہ طہماسپ ماضی کی خدمت مین باریاب ہوے ۔ بادشاہ آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوا ۔ آپکی تعظیم و توقیر کی انعام لانوع خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا ۔ آپ بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہوکر شیراز مین آئے ۔ وہان چندروز قیام پذیر رہے پھر وہان سے ہندوستان آئے چند روز احمدنگر مین بسر کیئے ۔ چنانچہ آپنے اپنے تذکرہ مین لکھا کہ مین نے محسن ہمدانی کو احمدنگر مین دیکھا ۔ آخر وہان سے حیدرآباد دکن مین سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس پہنچے ۔ سلطان ذی مروت نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی ۔ اور منصب عمدہ پر ممتاز فرمایا ۔ آخر آپ ۹۷۹؁ھ ہجری مین حیدرآباد مین فوت ہوئے میر کے دائرہ مین دفن کئے گئے ۔ اوحدی تخلص کے کئی شاعر گذرے ہین ۔ اوحدی اصفہانی المتوفی ۷۴۸؁ھ ۔ اور اوحدی تقی بلبانی

آپکا فرزند بھی دکن مین آیا ہے۔ احمدنگر مین فوت ہوا۔ سنہ وفات معلوم نہین ہوا۔

من اشعارہ

گرتخم بلند تو تر ندا فتادہ است
آن نہ خال ست دل ماست کہ در زنخ گرنند
دام صیاد معین باز بخود می بالد
در عشق بجز خون جگر ہیچ مخور
از نعمت خوان عیش لذت خواہی

ولہ

ہمتم راست چو نخل تو بلند افتادہ است
بر سر آتش حسنت چو سپند افتادہ است
تا زہ صیدیش ہما نا بکمند افتادہ است
تا زہر تو ان خورد شکر ہیچ مخور
زنہار کہ غم بخور د کر ہیچ مخور

میر مومن ادائی یزدی

ادائی تخلص۔ میر مومن نام۔ سادات یزد سے تہا۔ عالم فاضل و ادیب کامل تہا علوم حکمیہ مسائل فلسفیہ مین مہارت تامہ کہتا تہا فلسفہ و معقول مین مشہور تہا علمائے ظاہری نے اسکو الحاد و دہریت کی طرف منسوب و متہم کیا۔ وطن مین اسقدر تنگ ہوا کہ اسکو وہان رہنا مشکل ہو گیا۔ آخر اوسط عمر مین عازم ہند ہوا۔ ہند مین چند روز سورت مین رہا پہر وہان سے گولکنڈہ حیدرآباد مین آیا۔ سلطان قلی قطب شاہ کی خدمت مین باریاب ہوا۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی۔ میر مومن استرآبادی کی تائیدت منصب عمدہ پر مقرر کردیا۔ مدت العمر گولکنڈہ مین خوش خرم رہا۔ آخر ۱۰۳ سنہ ہجری مین یہین فوت ہوا۔ بقول صاحب آتشکدہ سورت مین فوت ہوا۔ ادائی کا کلام ادا ہائے رنگین و انداز ہائے شیرین سے مملو ہوتا ہے

من اشعارہ

کبوتر برو سوئیش نامۂ من چون کنم یارب — ولہ — کہ نتوانی باو گفتن سخنہائی زبانی را

چاشنی گیر ز ہر کاسۂ این خوان گشتم — ولہ — خوش نمک تر ز سر انگشت پشیمانی ہست

بی رو تو روزی کہ رہم در چمن افتد — ولہ — دیوار بہ از سایہ کہ بر روئے من افتد

این عمر بیاد تو بہاران ماند — ولہ — این عیش سبیل کوہساران ماند

زنہار چنان مزی کہ بعد از مردن — انگشت گزیدنی بیاران ماند

ز شوق نامہ نویسم ز اشتیاق پارہ کنم — ولہ — ولی کہ نیست تسلی در و چہ چارہ کنم

تا در جسد مدینہ جسمت شدہ جان — ولہ — وین نو گرفت قاف تا قاف جہان

در لفظ مدینہ کز اعجاز تو چون — مہ شق شدہ و گرفت دین را بمیان

میرزا اختر

اختری تخلص۔ یزد کے مشاہیر شعرا سے ہے۔ ریاض الشعرا کے مولف نے لکھا کہ اختری نشو و نما کے بعد عالم شباب مین علمائے یزد کی خدمت مین کتب علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تحریر و تقریر مین یگانہ۔ عالی دماغ و پاکیزہ خیال تھا۔ علم نجوم و جفر مین بھی مہارت تامہ رکھتا تھا۔ شعر و شاعری کا شیفتہ تھا۔ نہایت ذکی و ذہین تھا۔ طبیعت فصاحت و بلاغت کے میدان مین جولانی کر رہی تھی۔ کلام فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔ اسی شاعری کی بدولت شاہ عباس ماضی والی ایران کی خدمت مین پہنچا۔ مقربین کے زمرہ مین شریک ہوا۔ شاہی دربار مین معزز و مکرم تھا۔ اور شعرا مین ممتاز و سرفراز تھا۔ ائمہ اطہار و بادشاہ ذی اقتدار کے فضائل و مدائح مین قصیدے لکھے۔ چند مدت بادشاہ کی خدمت مین رہا۔ پھر سیر ہند کا ارادہ کیا۔

ایران سے ہند مین آیا۔ میر جملہ شہرستانی کی جو قطب شاہیہ سلطنت کا مدار المہام تھا کی خدمت مین آیا۔ میر کے توسل سے بادشاہی دربار مین باریاب ہوکر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا منصب و صلۂ مناسب پایا مدت تک دکن مین عشرت و عیش کے ساتھہ زندگی بسر کرتا رہا۔ میر جملہ کے فوت ہونیکے بعد ایران گیا۔ وہان چند روز قیام کرکے پھر ہند مین مراجعت کی۔ حیدرآباد دکن مین مع الخیر پہنچا۔ ابو الحسن تانا شاہ کی سلطنت کا عالم شباب تھا۔ ابو الحسن خسری کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا آخر ۱۰۲۶ ہجری مین فوت ہوا۔ لنگر حوض کے قریب مدفون ہوا۔

من اشعارہ

روز محشر گر بود دستے شہیدان ترا
زان دم کہ چشیدم نمک خوان تمنا
نرسم کہ تا مدام نرساند صبا بہار
بلاکم می کند در عشق بازی رشک پروانہ
حکم عشق ست کہ در کوی تو افغان نکنم
از دردش برو مرا بسل سر شک آخر کار

کار خواہد بود مشکل طرف دامان ترا
ولہ ہر چند کہ خوردم مژہ خون جگر داشت
ولہ بد کرد جان کہ ہمرہ باد صبا نرفت
کہ گاہے رخصت برگرد سر گردیدنی دارد
تا ترا از ستم کردہ پشیمان نکنم
خسری چون گلہ از دیدہ گریان نکنم

ایجاد مرزا علی نقی خان

ایجاد تخلص۔ مرزا علی نقی خان نام۔ نقد علیخان خطاب۔ آپ ہمدانی الاصل تومر قاچار سے تھے آپ کے والد یا جد نقد علیخان کی جو شیخ علیخان وزیر شاہ سلیمان صفوی کے قرابتدار تھے کی غفران مآب صفجاہ بہادر اول کے عہد مین اردو دکن مین آئے۔ غفران مآب سے

ملازمت حاصل کی۔ حضور نے آپکو بلحاظ علم و فضل حیدرآباد کی دیوانی پر مامور فرمایا
آپ دیوانی کا کام امانت و دیانت کے ساتھہ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ انصاف پسند
و خداترس تھے مقدمات کی تحقیقات مین خوب غور و فکر کرتے تھے۔ اور رعایا کے حقوق کا
زیادہ لحاظ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کہتے تھے ایسا نہو کہ رعایا کے حقوق تلف ہو جائین
اور مین قیامت مین ماخوذ ہو جاؤن۔ ابتدا مین آپکے والد ماجد نے برہانپور
کو اپنا وطن قرار دیا تہا۔ عیال و اطفال و متعلقین کو وہین رکہا تہا۔

مرزا ایجاد صاحب ترجمہ کی ولادت دارالسرور برہانپور مین واقع ہوئی۔ چنانچہ
خود اُس نے ایام شباب مین اپنی ولادت کی تاریخ کہی ہے

چو ایجاد سعادت مند از دارالسرور آمد　　در اول حیدرآبادی شد و آخر کربلائی شد

نشو و نما کے بعد جب سن شعور و عقل کو پہنچا۔ کتب درسیہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل
ہوا۔ تمام کتب متداولہ والد ماجد و دیگر علمائے زمانہ کی خدمت مین ختم کین۔ تکمیل
تحصیل کے بعد شعر و شاعری سخندانی و سخن سنجی کے میدان مین قدم رکہا۔ والد ماجد سے
کلام کی اصلاح لیتا رہا۔ چونکہ طبیعت مین شاعری کا جوش و خروش موجزن تہا۔ اور ایجاد
معانی تازہ کا شوق برق انگن تہا۔ شیرین سخن کا فرہاد و نقدی کلام کا نقاد۔ معانی تازہ
کا موجد و نازک خیالی کا مجدد تہا۔ آپکے صفائی محاورہ نے گوہر گرانمایہ کو کم مایہ کیا۔ اور شیرین
کلامی نے چشمۂ حیات کو گوشۂ ظلمات مین گم نام۔ شعر و شاعری کے میدان مین ایسی جولانی
کی کہ امثال و اقران پر مقدم ہو گیا۔ اور اقسام کلام کے ایجاد مین اقدم شمار کیا گیا۔
آپ کے اشعار ابداً تازہ بتازہ مضامین و معانی رنگین مین سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگے
اور ہر ایک شعر سے نازک خیالی و جادو بیانی ٹپکنے لگی۔ دکن کے شعرا مین آپ کی شاعری

وسحر البیانی کا چرچا ہونے لگا - اور شعرا کے نزدیک آپکی لیاقت مسلم الثبوت ہونے لگی -
آپکے معاصرین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی - و عبد الحکیم حاکم لاہوری - و واقف بٹالوی
و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی - و عبد القادر مہربان فخری و عبد الوہاب وغیرہم تھے
اور آپ نثر نویسی مین بھی منشی بے نظیر تھے - عبارت رنگین و مقفی لکھنے مین قدرت
کامل رکھتے تھے - آپکے عمدہ عمدہ فقرے فصاحت و بلاغت مین تولے ہوے ہوتے
تھے گویا ہر ایک فقرہ خوبی و حسن کے سانچے مین ڈہلا ہوا ہوتا تھا - آپ و رمیر غلام علی
آزاد بلگرامی کے فیمابین محبت و اتحاد کا رشتہ قائم تھا - باہم مراسلت و مکاتبت
کا سلسلہ جاری تھا - آپنے ایکوقت آزاد کی خدمت مین ایک رقعہ لکھا تھا -
جسکے ہر ایک فقرہ کے اعداد مساوی عدد کے میر غلام علی آزاد کے برآمد ہوتے ہین
کل اعداد اسم و تخلص چودہ سے چوالیس ہوتے ہین - مین رقعہ کے چند فقرے اس
مقام مین گزارش کرتا ہون تاکہ شائقین اُسکے مطالعہ سے لطف اُٹھائین -

فقرات ذیل ہین -

شاہ عالی عقبہ کشور آزادی - اعلی مراتب اقلیم والانژادی - سلطان مملکت حق جوئی
و قناعت - فرمان روائے عالم دانائی و راحت - اورنگ نشین شرایع و یقین
سہر آرائے محفل حلم و تمکین - سید صحیح النسب میمنت صفات - دلکش کلام رفیع الدرجات
شمع المتفات و سلوک - چراغ انجمن ملوک - عزت خاندان کرام - فخر مجموع عالی
بلگرام - انتہی -

آپ عالم شباب مین والہ ماجد کے توسل سے عالی جناب غفران مآب آصفجاہ بہادر
اول کی خدمت مین باریاب ہوئے - غفران مآب آپکی لیاقت و استعداد و طبیعت خداداد کے

لحاظ سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور آپکو چند روز مصاحبت مین رکھا۔ پھر حضور نے
آپکو لشکر فیروزی اثر کی کوتوالی پر مقرر فرمایا۔ اور کوتوالی سے فیلخانہ کی داروغگی
پر منتقل کیا۔ اور تھوڑی مدت شہر حیدرآباد کی کروڑگیری کی خدمت پر مامور رہے
جب آپکے والد ماجد نے ۱۲۶۴ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف
رحلت کی تب آپ کو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے والد مرحوم نقد علیخان کی جگہ
خدمت دیوانی حیدرآباد و خطاب موروثی نقد علیخان سے سرفراز فرمایا۔ آپ خوش خلق و نرم دل تھے پاکیزہ مزاج
و صاف طبع نیک محضر و حلیم الوضع تھے۔ مدۃ العمر کسی کیلئے برائی نہین چاہی۔ نہ کسیکو برا کہا جسکو پایا کیا
بھلائی ہی کیا۔ اہل دکن آپسے مانوس تھے آپکو مدبر وا مین جانتے تھے۔ کوئی اہل غرض بہ عرض آپکی
خدمت مین آتا۔ تو آپ نہایت حسن اخلاق و محبت سے ملتے تھے۔ عام و خاص کی
حاجت روائی مین زیادہ کوشش بسات کی فرماتے تھے کہ حاجتمندون کے کام
نکلین۔ عوام الناس کی تالیف قلوب غربا کی ہمدردی جسقدر ہوسکے کرتے تھے
آپ کی شان آفرین کے لائق تھی افسوس فی زماننا انقلاب زمانہ سے عہدہ دارون
کی یہ حالت ہے کہ ارباب حوائج سے متنفر رہتے ہین۔ اور ملاقات سے بیزار ہر چند کہ
کوئی درماندہ آفت و گرفتار مصیبت عرض حالات کرے نہین سنتے۔ ذرہ برابر رحم
نہین کرتے۔ بزرگان سلف کے حالات سے سبق لینا چاہئے۔ اور اسلاف کے قدم
بقدم رہنا چاہئے۔ اسیکی پیروی مین ملک کی آبادی مالک کی نیکنامی ہے۔ اور آپنے
اپنی دیوانی کے زمانہ مین کسی پر ظلم و تعدی و ناجائز قہر و غضب نہین فرمایا۔ اور
آقا کے اطاعت گذار و نمک حلال رہے۔ کبھی آقا کی اطاعت کے دائرے سے قدم باہر
نہین رکھا۔ جو آقا نے فرمایا سر آنکھون پر رکھا۔ اگر مالک کا کوئی حکم خلاف دستور ہوا تو

اسکی تعمیل کا اقرار کر کے حکمت عملی سے مالک کو ایسا سمجھایا تاکہ مالک خود کہدیتا کہ حکم سابق کو منسوخ کرنا چاہئیے - دستور الوزرا کے مولف نے بادشاہ و وزیر کے اتفاق کی بابت ایک جملہ تعریف و آفرین کے لائق لکھا - وہ یہہ ہے وہ وزیر مبارک زبر ہے جس سے بادشاہ و رعایا خوش ہون - اہل دکن کے نزدیک آپ اسی قسم کے وزیر تھے - آپکی دیوانی کے عہد مین دکن کا ملک سبز و سیراب تہا - آپکا سنہ رحلت کسی تذکرہ مین نے نہین لکہا - مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۱۸۵ھ کے قریب فوت ہوے - اولاً حیدرآباد مین امانتہ مدفون ہوئے - ثانیاً آپکے قرابتدارون نے لاش کو کربلائے معلی روانہ کیا - وہان کی خاک پاک مین دفن کئے گئے - آپکے یادگار تین فرزند ہوشمند و خداوند عقل و شعور تہے - علی نقی خان انصاف و مہدیعلیخان تہور و باقرعلیخان افسر ہر ایک کا ذکر مستقل اس تذکرہ مین آئیگا - آپ صاحب دیوان تہے - آپکا دیوان و کلیات قلمی نواب سر سالارجنگ ثانی مرحوم کے کتبخانہ مین موجود ہے - اب مین آپکے دیوان سے اشعار ذیل شایقین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون آپ فارسی و اردو دونو زبان مین کلام موزون فرماتے تہے -

من اشعارہ الفارسی

تا نگوئیم کہ از حلقۂ تقدیر برآ
لیکن از دانگہ عقل بتدبیر برآ

با کمان صحبت اگر راست نیاید بگذر
از کمانخانۂ این طایفہ چون تیر برآ

در مزاج ام اگر تو در آمد خواہی
جرم بر خویش بگیر از در تقصیر برآ

ولہ

ہر شب نگار تازہ آمد بدست من
ایجاد کردہ اند برنگ حنا مرا

ولہ

تو در دل عدوئی من ای سطرہ سیر فہم ز شوق
عبث بیہودہ عمرے کردہ ام تحصیل حاصل را

وله

چون بخاطر میرسد پامالی خون حنا … دست و پا گم میکنم در فکر مضمون حنا

در هر جگرے هست خراش سخن ما … الماس تراش است تراش سخن ما

ماه من در خانه ایجاد هر شب میروی … رفتن آنجا یک شبے موقوف کن اینجا بیا

حرف بائے موحده

کدام شمع بفانوس دل تجلی کرد … که هوش از دل پروانه ها پرید امشب

بروئے شهید پروانه شمع را دیدم … که چادرے ز گل داغ می کشید امشب

تائے منقوطه

دل که در گریه گرم بے تابی ست … وله … سرو کارش بمردم آبی ست

یار آمد و می نشست و شتاب رفت … عمر عزیز حیف باین اضطراب رفت

وله

اے داغ دلم چشم تماشائی قیامت … لخت جگرم لاله صحرائے قیامت

وله

سر زلف دگر سلسله جنبان شده است … که حواس من دیوانه پریشان شده است

هر طرف می نگرم چشم خوشی می بینم … نرگس امسال درین شهر فراوان شده است

جوش موج گل این فصل بهر سو زدمن … عندلیبان چه بگوییم که چه طوفان شده است

خط رخسار تو زیبائش خاصی دارد … متن این باغچه گل حاشیه ریحان شده است

شمع رویان بسر تربت مجنون جمع اند … امشب ایجاد درین دشت چراغان شده است

وله

طالعم برگشت و بخت انتظارم برگشت … نامه بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت

وله

از پر همائے ابرے داریم چتر شاهی … این سایه بر سر ما از دولت بهار است

پیر گشتی و هوسهائے جوانانه بجاست … صبح روشن شد و تاریکی این خانه بجاست

هیچ طفلی نزد ایجاد باد سنگے چند … از چنین شهر برون رفتن دیوانه بجاست

سبک آید بنظر هر که تهی مایه شود — همچو آن کیسهٔ منعم که درم خالی است

وله

ایجاد مفلسی نغمی و جز نام اهل بیت — چیزی دگر بخانهٔ من هیچ نمانده است

وله

از هیچ دری بسکه ندیدیم گشودی — ایجاد دل ما ز همه باب گرفته ست

وله

ابر است و هوای خوش باران بهار — بر باده کشان ریزش احسان بهار است

تا غنچه دلش وا شود و گل کند آرام — باد سحری مروحه جنبان بهار است

بی کشتی می جانب صحرا نتوان رفت — امسال که جوش گل و طوفان بهار است

وله

عمری رسید زاهد و موقوف شد شراب — گفتیم برو نماز بکن آفتاب رفت

وله

چون غنچه و گل ایجاد مقسوم ما ازین باغ — از دولت بهاران دستار بست و قبا نیست

قدر مجنون را کسی داند که همچون گرد باد — خاک بر سر گرد با عمری در بیابان گشته است

وله

ور متانت که گران سنگ کسی نیست چو من — کوه اگر هست کمر بستهٔ تمکین من است

وله

احوال اشک خود چه مفصل کنم بیان — دریای شور مجملی از ماجرای اوست

ایجاد رنج نکرده بشهد روانه شو — من رضا منم رضای خدا در رضای اوست

وله

هیچ خوفی هم نکرد از باطن پیر مغان — آبروی دختر رز زاهد بی پیر ریخت

وله

نیست از کسی عجز و غرور من و تو — قصهٔ شاه و گدا در همه جا مشهور است

وله

پان و مسی که بر لب او رنگ تازه ریخت — نقاشی تبسم و پرواز بوسه است

عیش با اتفاق در عالم — صحبت بی نقاب محبوب است

وله

پیری و گریهٔ سحرگاهی — شب ماهتاب و عالم آب است

وله

بر خطش رو گذاشتم همه شب — بوی ریحان علاج بیخوابی ست

چندان عرق شرم بریزم که بشوید — از گرد گناه همه سیمای قیامت

وله
پادشاهی گدای درویشی ست — سر دولت بپای درویشی ست
خواب شیرین و شکر آرام — ورنه بوریای درویشی ست
بیشتر خلق ز هم شکوه چه گفتا زند — ورنه کس را ز کسی کم گله خاموشی ست

وله
چندی چو مرغ قبله نما چرخ میزنم — آخر برب کعبه قرارم بسوی تست

وله
میرسد پیغام دل بردم که هامون من ست — اشک می گوید بروی من که جیحون از من ست

وله
اگر تقصیر کردی معذرت خواه — که ترک معذرت تقصیر ثانی است

وله
دل به تسلیم رضا کار خود آراسته ست — از خدا خواسته ایم آنچه خدا خواسته است

وله
گفته بودی که فراموش نیادت نکنم — کرده گر تو فراموش مرا خود یاد ست

وله
زن طبیعت از دم گیرای ما آگاه نیست — جوهر شمشیر ما را مرد میداند که چیست

وله
باز آن شوخ بیگانه من آمده است — دولت رفته من خانه من آمده است
رفتم و گرد سری یار شبی گردیدم — گفت با شمع که پروانه من آمده است

وله
شدم به بتکده دیدم شراب نوشیهاست — میان باده و خم طرفه گرم جوشیهاست
قبای پرده دری باب بد قماشان است — لباس مرد هنرمند عیب پوشیهاست

وله
دیدم ز عین مردمی اول بروی من — چشم تو قسم بنگاه نخست تست
این دست و پا شکسته سر چنگ روزگار — محتاج مومیای لطف درست تست

وله
میخرامی بسر خاک شهیدان امروز — بزمین خوردن دامان بی چیزی نیست
تنگ پوشیده امروز برنگی که چو گل — جامه نازک خوشبوی تو جز بدن نیست
ضعفم چنان گرفته که در وصف لفظ یار — گویم اگر قصیده مجال گریز نیست
بشکل محفل آئینه می آئی — نگاه هر یکی بهر خود نمائی است

امیدوار پیری خویش هر جوان		شب خواب هیچ کس نکند بی خیال صبح
وقت آخر چون رسد رونق ز دولت میرود		گشتست بر من روشن این حرف از فروغ ماه صبح

ردیف دال مهمله

نباشد گر کسی را دست رس خود بکار آید		برای آشنا باید بپای آشنا افتد
ذکری ز نمکدان لب یار نباشد	وله	در مجلس ایجاد چه شورست ببینید
در بتخانهٔ حسن برهمن زاده دیدم	وله	ملاقات من آن سنگدل آنجا فدائی شد
بسان کفش زر دوز نیست ممسک جفت با دنیا	وله	بحلقش گر زری باشد کسی از زر دست بر دارد
غریبی گر کند یاد وطن مسرور میگردد	وله	دلم را از سرور از نام دریا نو میگردد
نفس در کش گر از بحر حقیقت گوهری خواهی	وله	بدریا چون رود غواص دم در خویشتن دزدد
آن نباتی جامه گر باشد هم بالین شود	وله	بند بندم یکقلم چون نیشکر شیرین شود
سختی دوران گران بر خاطر هموار نیست		صفحهٔ کاغذ ز نقش کوهکن سنگین شود
چالاکی نگاه تو نازم که سوی من	وله	دیدی چنانکه چشم ترا هم خبر نشد
خاطر خود جمع دار ای غنچه لب نامه‌ام	وله	خود بخود مکتوب من مانند گل وا میشود
سرمهٔ بیدار بینی در مجلس ما دوش بود	وله	چشم از دیدار روشن بود خاموش بود
ایجاد در حضور شریعت پناه عشق	وله	بی مهر داغ محضر دل معتبر نشد
ترکیب لب لعل تو بی سبزهٔ خط نیست	وله	حرفی ست که یاقوت با سنگ ندارد
هر کسی در صفت حسن تو بیتی میخواند	وله	شعر برجستهٔ من مطلع ابروی تو بود
نرگس چیزی گرفتم همتم لب تنگ میکند	وله	کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد
شیشه در دست جوان ساقی گلفام رسید		هوش رفت از سر مستان که پریزاد آمد

این دل صافی که من دارم به آئینه ازبه است	وله	بلکه در اقبال پهلو با سکندر می زند
روز حشر ایجاد من در سایه مهر علی		خیمه خود بر کنار حوض کوثر می زند
مو سفیدی نمک زندگی پیران است	وله	ماهتاب طرف صبح بهاری دارد
چشم دل مردمک دیده جانم کردند	وله	هرچه منظور نظر بود بیانم کردند
لاله زارے بمن از داغ عطا فرمودند		رونق محشر خونین کفانم کردند
اگر با قامتش دعوی کند سرو	وله	الهی حرف و با لا نگردد
کس اول گرد باید گر بگردد		بگرد کعبه گردد یا نگردد
سرکشی آن قد رعنا دارد	وله	ناز بر عالم بالا دارد
گل دیدار شگفته است امسال		باغ نظاره تماشا دارد
بے تامل سفر از خویش کنید		راه اندیشه عمرها دارد
هرگز سخنے نکردی ارشاد	وله	از دست خموشیش تو فریاد
از خانه خود نگردیم دور	وله	عمر تو دراز و خانه آباد
ما را چو کمان بهم کشیدی	وله	اینخانه الفت تو آباد
در چمن یار گلعذار آمد	وله	رنگ بر چهره بهار آمد
راست می گوید اگر سرو که همدوش توام	وله	بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
قید هستی غم سنگین جانی دارد	وله	دوش آزادی ما بار گران دارد

تو محیطی همه لب تشنه دیدار تواند
چون حباب آنه نه دل جمله هوادار تواند

حرف رار مهمله

پوشش خود سفیدان گلبدن از ناز کرد ❊ رنگ از روی بهار یاسمن پرواز گیر

حرف رار معجمه

اگر مطلب ز خط او نمی بود ❊ نمی شد در جهان هرگز سخن سبز
شهید حسن سبزش گشتم ایجاد ❊ به محشر می کنم رنگ کفن سبز

حرف شین معجمه

ای مصور از لباس یار دامانش بکش ❊ بر رقمم دست اگر یابی گریبانش بکش

حرف صاد مهمله

گرش حشمت تماشای شب و روز هست ❊ همچو آن مردم که بینند صبح و شام رقص

حرف لام

چشم زخم مردم عالم اگر منظور نیست ❊ مهر شبنم چرا بستند در بازوی گل
در هوای گلرخان هر کس که زیر خاک شد ❊ بر مزار او بیفشانند برروی گل

حرف میم

پریشان میشود خاطر مبادا از زلف بکشایی ❊ من از شبهای تاریک و دراز تار می ترسم
ولہ
از دست همدمان در شکوه لبریزم ولی ❊ یکدم کسی هیچو بی تصویر نشنیده است آوازم

حرف نون

با وصف نام همچو نگین در تمام عمر ❊ یکجا نه دست داد برای نشست من

حرف یار

نیستی در بحر هستی جز حباب زندگی ❊ دم غنیمت دان مکن جج در اخراب زندگی

زو دتر آئی جمع اندکا نشانہ ما
با میدنمک لطف تو مہمانی
نہ بسر والفتی داری نہ سوئے لالہ می مینی
صراحی در بغل ساغر بکف مستانہ می آئی

من اشعارہ الہندی

اب کے ترے گہر جو آئین گے ہم
پہر یہان سے کہین نجائین گے ہم
مانند نسیم تجھکو ہر صبح
اے غنچہ وہان ہنسائین گے ہم
جو تیری زبان سے آئے کہیو
ٹک منہ سے تو منہ لگائین گے ہم
پی کر ترے منہ کی گالیان بہی
ان ہاتون کی مار کہائین گے ہم
لوہو ترا پانی کرکے تجھکو
بادہ کی جگہ پلائین گے ہم
پہر ہم کہے یہ تیری خاطر
یہ جو کہین سب اٹہائین گے ہم
اب تو تری بندگی مین آئے
جسطرح اُٹھے اٹہائین گے ہم
سن یار کہا کہ تجھکو ایجاد
ان جانون سیتی دکہائین گے ہم

نوحہ سید الشہدائے امام حسین علیہ السلام

جان و دل قربان شاہ کربلا
من بلا گردان شاہ کربلا
من نشینم رفتہ چو نقش قدم
بر در ایوان شاہ کربلا
لعنت حق ای وفاداران کنید
بر جفاکاران شاہ کربلا
شاخ مرجان ربس از خون طپید
گوہر غلطان شاہ کربلا
مصحف حق را سجاوندی نمود
سرخی قرآن شاہ کربلا
آخر از فرمودۂ شاہ نجف
می شوم مہمان شاہ کربلا
جا مرا در صفحۂ خورشید نہد
بوذر و سلمان شاہ کربلا

ساقی کو شرمار مدہوش کن | از مئی عرفان شاہ کربلا
این مقرنس چرخ مخروطی بود | گوئے از چوگان شاہ کربلا
می کند خورشید ہم کسب ضیا | از مہ تابان شاہ کربلا
از رحمتش گوہر نیسان بود | ریزش احسان شاہ کربلا
سبحہ گردید ست با خود سجدگاہ | طینت پاکان شاہ کربلا
خانہ اش باب السلام جنت ست | ہر کہ شد دربان شاہ کربلا
یا علی ایجاد را محشور کن | با عزاداران شاہ کربلا

افصح - میر محمد علی

افصح تخلص - میر محمد علی نام مشہدی الاصل سادات رضوی سے ہین - تذکرۂ بے نظیر کے مولف نے لکھا کہ آپکے جد امجد سید اختیار امیر تیمور گورگان کے عہد مین توران سے شہر سبزوار مین آئے - مدت تک وہان سکونت پذیر رہے - جب امیر تیمور خراسان کو فتح کرکے شہر سبزوار مین آیا - سید موصوف کو بلحاظ شرافت حسب نسب اپنے ہمراہ سمرقند مین لایا - بقول بعض خراسان سے شہر سبزوار مین لایا - اور اپنی دختر سے شادی کردی - اور شہر سمرقند یا شہر سبزوار کی قضا پر مامور رہا - سید مذکور تا مرگ اسی خدمت پر بحال رہا - پھر سید کی رحلت کے بعد انکی اولاد بھی وہان معزز خدمات و عہدون پر کامیاب ہوتے رہے - اور خاص قضا کی خدمت کا سلسلہ انہی کے خاندان مین نسلاً بعد نسل مسلسل رہا - امیر تیمور کی قرابت کی وجہ سے آپکے اولاد کے ناموں کا تاج لفظ سلطان ہوا - آپکے والد سلطان شاہ مرزا عالمگیری زمانہ مین

وارد ہند ہوئے - سربلند خان میر بخشی کی لڑکی سے شادی کی - شادی کے بعد خطاب
بہ شاہنواز خان ہوا - میر افصح سربلند خان کی لڑکی کے بطن سے ہند میں پیدا ہوا -
ہند ہی کی زمین میں نشو نما پایا - اور تربیت و تعلیم بھی یہیں پائی سنہ شعور کے بعد کتب
درسیہ اساتذۂ زمانہ سے پڑہیں - عالم جوانی میں تحصیل علوم و تکمیل فنون سے فارغ ہوا -
ذہین و ہوشیار فہیم و ہونہار تہا موزون الطبع و سنجیدہ وضع تہا - شاعری کے میدان
میں ایسا قدم بڑہایا کہ معاصرین سے چند قدم آگے بڑہ گیا - گل رعنا میں لکھا ہے
کہ حسن اتفاق سے ہے کہ سنہ ١١٥٢ ہجری میں شہر لاہور میں رونق افروز رہا - تذکرہ مردم دیدہ
کے مولف حاکم نے لکھا کہ میں میر افصح سے لاہور میں ملا شاعر خوش مزاج و لائق ہے
حسن اخلاق و تواضع میں فائق - لیکن جسقدر لیاقت رکہتا ہے اس سے زیادہ کا مدعی ہے
شعرائے لاہور نے میری تحریک و طرح پر مشکل زمین میں اکثر غزلیں کہیں - وہاں چند مدت
مشاعرہ کا لطف رہا - یاران ہم مشرب کا جلسہ غنیمت تہا - پہر آپکے والد شاہ مرزا و میر افصح
غفران مآب نواب آصفجاہ مرحوم اول کے ہمراہ دکن میں آئے - ڈاک چوکی کی داروغگی پہ
مقرر ہوئے - اور میر افصح بھی اہل مناصب میں مامور ہوئے - پدر و پسر دونوں غفران مآب
کی ملازمت و رفاقت میں رہے - جب ہمت یار خان ناظم صوبہ بیجاپور ہوئے - آپ بہی
مع والد با جد ناظم صاحب کے ہمراہ معین ہوئے - مدت تک ناظم صاحب کے ہمراہ بہمت
و جوانمردی سے بسر کرتے رہے - آخر جب ناظم صاحب ہمت خان افغان مہدوی حاکم
کرنول کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے - میر افصح مع والد ہمرکاب تہے - حاکم کرنول سے سخت
جنگ ہوا - طرفین سے اکثر مقتول و مجروح ہوئے - اسی معرکہ میں میر افصح اور ان کے
والد شاہ میرزا مقتول ہوئے - صاحب مردم دیدہ نے لکھا کہ یہہ واقعہ سنہ ١١٥٤ گیارہ سے چون میں

واقع ہوا۔ اور دیگر مولفین نے لکھا کہ سنہ گیارہ سو پچاس ہین الخ اوّل کا قول صحیح ہے اسلئے کہ مردم دیدہ کا مولف میر افصح کا معاصر ہے۔ جو لکھا ہے اسکا مشاہدہ ہے۔

من اشعاره

نمک بوسه بر آن زند قدح نوش حرام	وله	که فراموش کند حق نمکدان ترا
نیست پیرایهٔ سر تیره درون جامهٔ فقر	وله	رسم آئینه دلانست نمد پوشیها
شود معلوم ظرف نیک و بد وقت سخن گفتن	وله	نمی باشد صدائے کاسهٔ چینی سفالی را
آهم بباد آن قد برجسته رفته است	وله	چون نیشکر ز خاک کمر بسته رفته است
ببزم اهل تمیز در آ تماشا کن	وله	برین مرقع تصویر یک قلم صاد است
منور است ازان نور چشم دیر و حرم	وله	که این چراغ میان دو محفل افتاد است
شکر خدا که دیدهٔ شاهد پرست من	وله	هر چند بت پرست بود خود پرست نیست
مرا که ابلق ایام زیر فرمانست	وله	چه غم که توسن گردون ستاره پیشانیست
هر دلبرے که دل نبرد مایهٔ غم است	وله	سروے که جلوه نکند نخل ماتم است
از می تهی مباد که در چشم اهل ذوق	وله	پیمانه بے شراب هلال محرم است
تا خرامان بچمن آن دلجو شده است	وله	سرو انگشت تحیر بلب جو شده است
ز خون بیگنه تا هنوز گلگون است	وله	به تیغ یار چه حاجت غلاف مخمل سرخ
دل خرابی می کند از زلف بند بیشترش کنید	وله	دست و پائے می زند دیوانه زنجیرش کنید
آسمان خم بر سر کوئے تو از تعظیم شد		عمر این محو ارادت صرف یک تسلیم شد
نه از رخت عرق از گرمی شراب چکید	وله	ستاره آب شد از شرم آفتاب چکید
چون رخت از می عرق افشان شود	وله	خانهٔ آئینه چراغان شود

دل عبث می خواہد از دور فلک عیش مدام	ولہ	آرزوے می کسی از شیشہ واژون نکرد
بداد حق نبود شرط مومن و کافر	ولہ	کہ ابر کعبہ گہے در فرنگ می بارد
دل بے درد چہ اندیشہ نقصان دارد	؍؍	موی چینی نشو وا ز غم ایام سفید
خط مشکین بگرد حسن گلفام این چنین باید	ولہ	تکلف برطرف صبح اینچنین شام اینچنین باید
مرا در حلقہ زلف تو ہر کس دید تحسین کرد	؍؍	کہ صیاد اینچنین صید اینچنین دام اینچنین باید
شہید زہر نگاہ کہ گشتہ ام فصیح	ولہ	کہ ہمچو رنگ حنا شد ترا رگ جان سبز
بجز تصور چشم تو نیست در دل من	ولہ	شگفتہ است درین باغ یک قلم نرگس
کسے کہ کشتہ نگرود بہ تیغ دلبر خویش	ولہ	سزد کہ تیر خورد ہمچو ماہی از پر خویش
گردن دعوی مکش در بزم ادب	ولہ	میرسد آخر بہ پستی سرفرازیہاے شمع
در محفل کہ حسن تو روشن کند چراغ	ولہ	پروانہا بہ شمع نوید بمہر داغ
برمن کاسہ سودا شدہ زان سبزۂ خط	ولہ	کہ خیالات فزون می شود از نشۂ بنگ
تا دیدہ شبے سنبل گیسوے تو در خواب	ولہ	مشہور چمن شدہ بہ پریشان نظرے گل
در طریق راستیہا کردہ ام از سر قدم	ولہ	گرچہ ہمچو خامہ در ظاہر محرف میروم

امین - امین الدین علی

امین تخلص - امین الدین علی نام - مہدی علیخان خطاب ہے - آپ مبارک خان بخاری قلعدار دولت آباد کے قرابتداروں میں سے ہیں - عالم فاضل فارغ التحصیل تھے - فضائل و کمالات صوری و معنوی سے موصوف تھے - شعرگوئی و سخن سنجی میں لائق شمار کئے جاتے تھے - ذی استعداد و صاحب سواد - خوش رفتار و خوش گفتار -

فقرا دوست و غربا پرور آشنا پرست و مہمان نواز تھے - آپکا کلام دلچسپ و پسند ہوتا تھا آپ کی غزل و مثنوی کو شعرا کا غازرہ سمجھتے تھے - آپ غفران مآب نواب آصفجاہ اول کے منصبدارون مین ممتاز تھے منصب مناسب و خطاب و مراتب سے سرفراز ۱۱۷۶ ہجری تک زندہ رہے آخر ۱۱۷۸ ہجری مین فوت ہوے - دولت آباد مین دفن کئے گئے

من اشعاره

چہ قدر صید دل تواند کرد
در برش تا لباس باد ایست

ولہ

نہ چمن نہ غنچہ نہ گلزار میخواہم دلم
چہرۂ سبزیہیچ یار میخواہد دلم

بادۂ صاف کنار آب مہتاب خوشی
ساقی امشب نشۂ سرشار میخواہد دلم

بسکہ دلچسپ است شیرین کار قند لبش
بوسہ زان لعل شکر بار می خواہد دلم

دلربائے شوخ و شنگ ہرچند دل را می برد
دلبر دلدادہ را بسیار می خواہد دلم

ولہ

گر بے تو خورم شراب جانان
جان سوزد و دل کباب جانان

در یاد تو رسیدم بہ سر سو
چون نشۂ کہ بر شراب جانان

شاید کہ رسید روز وصلت
دارد دلم اضطراب جانان

انسان شیخ غلام مصطفیٰ مرادآبادی

انسان تخلص شیخ غلام مصطفیٰ نام - قوم کنبوہ آپکا مولد و منشا مرادآباد ہے انسان کامل عالم فاضل جامع معقول و منقول تھا - شعر و شاعری مین مقبول تھا کتب معقولات ملا قطب الدین سہالوی و شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے تحصیل کی تھین - ملا کے ارشد تلامذہ سے تھا - اور حدیث کی سند کا سلسلہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے

پہنچتا ہے۔ اور شیخ جان محمد صاحب قادری دہلوی کے مرید و خلیفہ شیخ کہلائے زمانہ و اولیا عصر سے تہے۔ علوم درسی کے سوا علم طب نجوم و فنون خوش نویسی و شانہ بینی وغیرہ مین مستعد کامل تہے۔ اکثر براہمہ ہند مسائل نجوم مین آپ سے امداد و اعانت لیتے تہے مسائل غریبہ و عجیبہ کو نہایت آسانی و سہولت سے حل کر دیتے تہے۔ ہندی مین شعر و دوہے خوب کہتے تہے۔ فارسی مین آپکا کلام توحید و تعرف و سلوک تصوف کے مضامین سے مملو ہوتا تہا۔ کلام کی بندش و ترکیب نہایت درست ہوتی ہے میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکہا کہ جمیع علوم و فنون کی کتابین انسان کے سینہ مین محفوظ تہین۔ آپکا علم سینوی تہا نہ سفینوی۔ آپکے پاس کوئی کتاب نہین تہی۔ جو کچہہ علوم و فنون سے تہا آپکی زبان پر از بر تہا۔ درس و تدریس کیوقت فوائد و زوائد مع حل و شرح سامع کی حیثیت کے موافق بیان فرماتے تہے۔ اکثر طلبۂ علوم و فنون دیار و امصار سے آپکی خدمت مین آتے تہے اور آپ سے علوم و فنون کی کتابین پڑہتے تہے۔ مسائل مختلفہ و مقامات مشکلہ کو آسانی کے ساتہہ حل کر لیتے تہے۔ آپ مدۃ العمر نوکر پیشہ رہے عالمگیری زمانہ مین ہند سے دکن مین آئے منصبداری صیغہ مین مامور ہوئے۔ مدت تک اسی ملک مین گذارے۔ آخر نوکری ترک کرکے بلدہ ایلیچپور مین آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ یہان ایسے جمے کہ مرکے اٹہے۔ یہان ایک جوان خوشرو دیہاتی پر فریفتہ ہوئے۔ اور اس سے تعلق خاطر ہو گیا۔ اُسی محبوب کے دروازہ پر اقامت گزین ہوئے۔ اتفاقًا یکایک وہ جوان مر گیا۔ آپ کو رنج و غم کا سخت صدمہ ہوا۔ اُسکے رنج مین زندہ درگور ہوئے۔ کثرت غم سے دیوانہ بنگئے۔ آبادی سے نکل کر صحرا نوردی اختیار کی۔ انہین ایام مین آپکے استاد مولینا قطب الدین سہالوی

جو زیارت حرمین شریفین سے مراجعت کرکے آرہے تھے بلدۂ ایلچپور مین وارد ہوئے
لوگون سے شاگرد رشید انسان کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے بے
آبادی سے دور ویرانون مین رہتا ہے۔ مولنا نے فرمایا کہ اسکو میرے پاس لاؤ۔ لوگو
عرض کیا کہ وہ آبادی مین ہرگز نہین آئیگا۔ ہم کو دیکھتے ہی فرار ہو جائیگا۔ مولانا نے
ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیکے کہا کہ یہ رقعہ انسان کو دکہلاؤ۔ آپنے رقعہ مین
یہہ فقرہ جو عرب کے نزدیک ضرب المثل ہے کہ اطرق کرا اطرق کرا
ان النعامہ فی القری۔ یہ مثل اس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جو اپنے نفس پر
نازان ہو۔ یا اس شخص کے نسبت جو کلام لطیف و نرم سے دام فریب مین آجائے۔
اس مثل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کرا ایک پرندہ مثل کبک دری کے ہوتا ہے
عرب جب اسکے شکار کا ارادہ کرتے ہین تب آہستہ آہستہ یہ فقرہ بولتے ہین اطرق کرا الخ
وہ آواز سنکے زمین سے دبکے پیوست ہو جاتا ہے۔ پس اسپر چادر ڈالدیتے ہین اور اسکو
آسانی سے شکار کر لیتے ہین۔ پھر عرب کے نزدیک یہ مثل شخص فریب خوردہ کے نسبت
مستعمل و مروج ہو گئی۔ ھذہ ماخوذۃ من ضرب الامثال للمیدانی۔
حسب ہدایت ملا صاحب شخص مذکور رقعہ لیگیا۔ اور انسان کو دکہلایا۔ انسان
رقعہ کو دیکھتے ہی مولانا کی خدمت مین حاضر ہوا۔ مولانا سے نیازمندانہ ملا۔ پھر ملا صاحب
ہندوستان روانہ ہوئے۔ انسان بدستور سابق دشت و صحرا مین پراگندہ و پریشان
گھومنے لگا۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ انسان نے انتقال سے تین سال قبل
ترک لباس کیا تہا۔ صرف ایک قمیص پر اکتفا کیا ہوا تہا۔ ایک رات اول وقت مین
خواب مین دیکھا کہ کوئی ہاتف غیبی کہتا ہے۔ رحل خلد من یعمل خیرا۔ یعنے

نیک مرد وہ شخص ہے جو امر خیر کرے۔ آخر ۱۲۶۱ھ ہجری مین فوت ہوا۔ بلدہ ایلچپور مین شاہ عبدالرحمن عرف رحمن شاہ دولہ غزنوی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔ اور گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ آقا محمد امین ایلچپوری متخلص بوفا آپکے ارشد تلامذہ مین تہے۔ نقل کرتے ہین کہ ایک وقت ناصر علی ہندی و انسان باہم ملے۔ مکالمہ مین ناصر علی نے استادون کے اشعار مین عیب جوئی و نکتہ چینی شروع کی۔ انسان نے فرمایا کہ آپ اساتذہ کے کلام مین عیوب نکالتے ہین۔ اور اپنے کلام سے خبر نہین رکھتے چنانچہ آپکے اس شعر مین ؎

مانده ام مینائے می بر طاق حسرت می کشم | توبہ گستاخی است شرم از روی رحمت می کشم

شرم کشیدن خلاف محاورہ ہے۔ اس مقام مین خجالت کشیدن چاہیے۔ کہتے ہین کہ ناصر علی سخت نادم ہوا۔ جلسہ برخاست ہوا۔ انسان سلام علیک کہکر چلتے ہوئے۔

من اشعارہ

نہ بر راہ تو تنہا وار دارد نرگس چمن چشمی	وله	بود با دام چشمی لالہ چشمی یاسمن چشمی
بازی عشق است می باید بسامان باختن	وله	ہر سحر چون صبح جان تازہ خندان باختن
چہ عجب در روش دہر گرا فتاد خلل	وله	پیہر شد چرخ ازان گشت دماغش مختل
روشن دل و وابستہ مذہب چہ کمانست	وله	ہر چہ مقابل شود آئینہ ہمانست
در شان علی بحث کند شیعہ و سنی		حقا کہ علی برتر ازین ہر دو بیان است
انسان چو مسمی شود از اسم الہی		ناچار ز افزون شدن عبد بر آن است
در اسم علی چون کہ نہی عبد نیفزود		بنگر کہ درین پردہ عجب رمز نہان ست
ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش	وله	عالم بمثال عکس بیخویش بخویش

انسان بمثل چو چشم عکس ست درو   آن شخص عیان نمودہ پاک از کم و بیش

انسان نے اس رباعی مین وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس رباعی کے شرح تذکرہ سرو آزاد مین لکھی ہے۔ مین یہان اُسکا ترجمہ ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہون۔ تاکہ ملاحظہ سے مستفید ہون۔

قولہ ہستی۔ اصطلاح صوفیۂ کرام مین ہستی سے حقیقت حق مراد ہے۔ اسکو اُس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی ذات کو آئینہ مین مشاہدہ کرے۔ دونون مین وجہ تشبیہ جامعیت کثرت ہے۔ مشاہدہ کرنیوالے مین کثرت بوجہ اعضا۔ اور ذات حق مین باعتبار صفات ذاتیہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً دونون ظہور کے خواہان وجویان ہین۔ ایک تناسب اعضا کی وجہ سے نمایان۔ دوسرا اسمائے صفاتی کے لحاظ سے عیان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُسکے قول سے کہ فاحببت ان اعرف کہ پس مین دوست رکہتا ہون کہ پہچانا جاؤن۔ قولہ و عدم یعنی عدم سے علم حق مراد ہے۔ اُسکو آئینہ سے تشبیہ دیتا ہے اس لئے کہ دونون مبدء انکشاف ہین۔ اور عالم کو آئینہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے اسلئے کہ عالم کے حقائق صوفیۂ کرام کے نزدیک صور علمیہ ہین۔ مرتبۂ علم مین ظاہر ہوتی ہین۔ جیسا کہ آئینہ مین عکس دکہلائی دیتا ہے۔ عقلا پر ظاہر ہے جسطرح تمام اعضا کا عکس آئینہ مین واقع ہوتا ہے اسیطرح آنکہہ کا عکس بہی اُسمین واقع ہوتا ہے اور آنکہہ کے عکس مین اُس شخص کا تمام عکس نمایان ہوتا ہے۔ پس شاعر انسان کی حقیقت کو جو تمام حقائق عالم سے جامعیت کے ساتہہ مخصوص ہے۔ آنکہہ کے عکس سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ بہی بہ نسبت عکس تمام اعضا اُس شخص کی آئینہ داری کرتا ہے اور اُسکو

دکہلاتا ہے۔ بخلاف دیگر عکوس۔ اور شیخ محی الدین اکبر قدس سرہ کے کلام سے بہی
یہی مراد ہے۔ { وکان آدم ھی المرآۃ المجلوۃ } مشبہ و مشبہ بہ کا مشترک الاسم
ہونا نہایت لطف رکہتا ہے۔ اور شاعر کا تخلص کہ انسان ہے اس معنی نے لطف کو دوچند کر
کر دیا۔ پس رباعی کے معنی یہ ہین کہ ہستی نے یعنی ذات حق جو جامع تمام اسمائے صفاتی
ہے اور مرتبہ علم مین آئینہ سے ظہور کیا۔ اور عالم اُس شخص کے عکسون کی طرح صورت نما ہوا
بیخویش و بخویش کے معنی یہہ ہین کہ عالم کو عکس کی طرح دو جہت پیدا ہوئین۔ ایک کہ
وجود علیحدہ دکہائی دیتا ہے اور غیر معلوم ہوتا ہے بیخویش ہے۔ یعنی ہیچ ہے۔ کیونکہ
واقع مین وہ شخص آپ ظاہر ہوتا ہے اور عکس کا وجود وہمی ہے کیونکہ یہ بہی واقع مین
خود وہی ہے جو اپنی ذات پر ظاہر ہوا ہے یعنی موجود فی حد ذاتہ ہے انسان کی حقیقت
تمام عالم کے حقائق کے مقابلہ مین آئینہ کے عکس کی طرح ہے یعنے آئینہ کے عکس مین
ذات حق نے تمام مراتب کے ساتہہ جلوہ فرمایا۔ و معنی پاک از کم و بیش الخ کے یہہ ہین
کہ اللہ کا ظہور انسان کی حقیقت مین اور اسکا ظہور تمام عالم مین کم و بیش نہین ہے
بلکہ انسان مین بطور اجمال۔ اور عالم مین بطور تفصیل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت
آئینہ مین اور انسان کی صورت آئینہ کے عکس مین برابر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آئینہ مین
بڑی اور آئینہ کے عکس مین چہوٹی۔ اسلئے انسان کو عالم صغیر اور عالم کو انسان کبیر
کہتے ہین۔ انتہی ترجمۃ الرباعی۔

انصاف - علی نقی خان

انصاف تخلص - علی نقی خان نام جد اعلیٰ فی الاصل قوم قاچار سے تہے۔ آپ

نقد علیخان ایجاد کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت شہر حیدرآباد دکن مین سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین
واقع ہوی چنانچہ آپکے جد امجد نے جو تاریخ گوئی مین بےنظیر تھے۔ آپکی ولادت کی تاریخ
اس فقرہ مین پائی کہ صاحب اقبال مبارک قدم ست کہ پرورش و تربیت کے بعد
اسی شہر مین کتب درسیہ سے فارغ ہوئے ۱۱۶۳۔ علوم حکمیہ فنون ادبیہ مین مرتبۂ کمال کو پہنچے
مرزا افضل قاقشال تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ انصاف الٰہیات و طبعیات مین بےنظیر
تھے۔ مین نے ایجاد کی زبانی سنا وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند فخر خاندان ہے انتہی کلامہ
انصاف کا عالم شباب تھا اور درجۂ کمال آپکا ہمرکاب تھا مزاج سحر مواج تھا۔ بزرگی کا
سر پر تاج تھا۔ طبیعت برق تھی ذکاوت ذہن کے بادلون مین کڑک رہی تھی دماغ مین
علم و فہم کی روشنی چمک رہی تھی۔ فلسفی خیالون اور حکمی مثالون کا ذخیرہ قوت حافظہ
مین محفوظ تھا اور زمانہ کے واقعات کا فوٹو خیال کے مرقع مین ملحوظ تھا۔ آپکے دلمین
شعرگوئی کا خیال پیدا ہوا۔ جوش طبیعت سے موزون کرنے لگے۔ ابتدا مین والد ماجد سے
اصلاح لینے لگے تھوڑے ہی دنون مین زمرۂ شعرا مین مشہور ہو گئے۔ آپکا کلام شستہ
و صاف ہے ہر ایک شعر سے مضامین دلپسند و معانی دلچسپ نمایان ہین اور ہر ایک فقرہ
سے رنگین بیانی و شیرین زبانی عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان عجائب
و غرائب کا سفینہ ہے لطائف و نوادر کا خزینہ ہے۔ ذہین و فہیم ادیب حلیم تھے۔ شاعر
خوش فکر و خوش طبع خوش مزاج و شگفتہ جبین۔ ظریف و رنگین تھے۔ خلیق و لئیق تھے
دوست پرست و یار نواز۔ آپ سرکار عالی نظام کے منصبدارون مین سرفراز۔ عالم
فاضل و ادیب کامل تھے درس تدریس کا شوق تھا۔ چونکہ معقولات و الٰہیات مین
مشہور تھے۔ اکثر طلبہ منتہی آپ سے اس فن کے کتب پڑھتے تھے۔ ہم عصرون مین لائق

مانے جاتے تھے۔ اور آپکو موروثی شاعری کی بھی دولت تھی۔ ہفتہ عشرہ مین اپنے مکان پر مشاعرہ کا جلسہ بھی منعقد فرماتے تھے۔ شہر کے اکثر شعرا کا مجمع ہوتا تھا۔ خوب مزہ و لطف رہتا تھا۔ گل رعنا مین لچھمی نرائن شفیق لکھتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ھ ہجری مین وارد حیدر آباد ہوا انصاف سے چند روز خوب ملاقات رہی اکثر اوقات مشاعرہ کا اتفاق ہوا تھا کلام پھر دوسرے مقام مین لکھتے ہین کہ جناب انصاف ۱۱۸۲ھ ہجری مین اورنگ آباد رونق افروز ہوے فقیر سے ملاقات ہوی چند روز مقیم رہے خوب لطف رہا انتہی۔ غرض جہان آپ رہے اپنے خیال وضع کے پابند رہے مدۃ العمر عمدہ طرح سے گزارے۔ قدرت اللہ خان قدرت نتایج الافکار مین لکھتے ہین کہ آپکی وفات ۱۱۹۵ھ ہجری مین شہر حیدر آباد دکن مین واقع ہوی۔ اب ہم آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کیلئے گزارش کرتے ہین

من اشعارہ الفارسی

روشن از نور ثنائے اوست روی حرف ما
عقد گوہر بست حمدش در گلوئے حرف ما

چہرۂ گفتار ما را رونق از نعت نبی
وصف آن در یتیم ست آبروئے حرف ما

گلشن تقریر ما را وصف آنش سبز ساخت
تا بہ فردوس ا رود رنگ و بوئے حرف ما

ولہ

نفس را آدم نہیدانیم باد یوا نہا
بود یک غول بیابانی ز صحرائے شما

جان نہا بید دادہ چین را بر جبین ابرو کہ او
دخل بیجا می کند در بیت ابروئے شما

ولہ

صبا ہر صبح بعد از گرد سر گردیدن تربت
رسانی بندگی از من خداوندان بطحا را

ولہ

دست قاتل بد ہم روز جزا دامان را
من نہ آنم کہ فراموش کنم احسان را

نشوم دشمن ہجران اگرم قتل کند
بسکہ ہیوصل بتان دوست ندارم جان را

ولہ

مرید سرکشی خواہند شیخان ریاضت کش
تلاش توسن بدخو بود چابک سواران را

تماشا کردن جنگ خروسان مصیبت باشد — نباید آرزو کردن نزاع تا جداران را

وله

روئے او دیدم نمودم محو داغ خویش را — صبح روشن شد نزدم وامن چراغ خویش را

وله

بارہا چون شیشۂ ساعت درین کلفت سرا — آسمان برگشت و مشکل روزگارم برنگشت

وله

در گلستان آمد و رنگ دیگر از رخ گلہا پرید — از برائے عندلیبان این گل بیگہ شگفت

دل چون من ضعیفی را چہ نقصان گر بدست آرد — سلیمان ہم برائے نام مورے میکند پیدا

اوج نمک حرامان ہرگز نمی توان دید — خورشید چشم پوشید وقت ظہور مہتاب

من الشعراء الہندی

مے ہو چکی تمام گلابی میں کیا رہا — ساقی سمجھ کے دیکھ خرابی میں کیا رہا

ذبح کر کے داب کیوں رکھتا ہے تو پانوں تلے — چھوڑ دے بسمل کو تا کہو لگے وہ تلملے

ایما۔ میر بخشی عاشق علیخان

ایما تخلص۔ میر بخشی نام عاشق علیخان خطاب۔ آپ خوشحال خان قاقشال کے نواسہ تھے آپکے نانا عالمگیری زمانہ میں بادشاہی معزز منصبداروں میں تھے۔ شوخ طبیعت و آزادانہ مزاج تھے۔ بی پروائی آپکی ذاتی صفت تھی۔ آپکو خوشی سے خوشی تھی نہ غمی سے غمی ایکوقت خوشحال خان نے جواہر و زر سے بنگلہ آراستہ کیا۔ عالمگیری عتاب میں معتوب ہوا۔ کچھہ پروا انکی بلکہ شوخی سے کہتا تھا۔ ہماری خوشحالی کہیں نہیں گئی ہم ہر حال میں خوشحال ہیں۔ آخر خانزادی کی وجہ سے قصور معاف ہوا۔ بدستور اصل منصب سے سرفرازی پائی۔ عالمگیری زمانہ میں فوت ہوا۔ میر بخشی صاحب تربیت جمنا کے بعد وزارت خان بن دیانت خان کے ذریعہ سے پانصدی منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوا

نظام الملک آصفجاہ کے منصبداروں میں منسلک ہوا ۔ چند مدت کے بعد پریشان حال ہوا
اور کسیقدر حواس و دماغ میں خلل واقع ہوا ۔ اسوجہ سے دلاور خان بن دلاور خان نصرت
کی رفاقت میں رہا ۔ دلاور خان رائچور و ادونی کی قلعداری و فوجداری پر ممتاز تہا ۔
علم ہندی کا استاد ۔ چند رسائل آپکی تصنیف سے ہیں ۔ علم عربی و فارسی میں بہی استعداد
و قابل تہا ۔ شعرگوئی و تاریخ گوئی میں یگانہ شمار کیا جاتا تہا ۱۲۰۷ھ ہجری میں فوت ہوا ۔

من اشعارہ الفارسی

چارۂ زنخدان آبروئے سائلان بوسۂ حسرت	باکہ گویم غور کن این ماجرائے آشنا

جب مبارزخان نظام الملک آصفجاہ کے لشکر کے قریب پہنچکر دریائے پورنا سے عبور کرکے آگے
نکل گیا اور آصفجاہ کا مقابل نہیں ہوا تب لشکر میں شہرت ہوی کہ مبارزخان خوف سے
بہاگا ۔ مہاں ایام ہی لشکر میں تہے ۔ تاریخ کہی ۔

سال تاریخ پوچہتے ہیں یاران	گفتمش ڈر گیا مبارزخان ۱۱۳۶ھ ہجری

من اشعارہ الہندی

طبیب عشق میں پوچہا تجکو علاج اپنا عاشق نہیں ہے تجکو کچہہ خوف معصیت کا کیوں نہ گہبراوے وہ کمان ابرو	ولہ ولہ	کہا تجہہ پہ لازم ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا موسی رضا ہینگے امام ضامن اپنا واسطے جسکے کہینچتے ہیں چلے

افتخار ۔ سید عبدالوہاب دولت آبادی

افتخار تخلص ۔ سید عبدالوہاب نام ۔ سادات بخاری الاصل سے ہیں ۔ انکا سلسلہ
سید مخدوم جہانیان بخاری سے ملتا ہے ۔ آپکا مولد و منشا احمدنگر دکن ہے ۔ تعلیم و تربیت کے بعد

مرتضیٰ خان بنجاری قلعدار دولت آباد کی دختر سے شادی کی۔ اس تقریب سے آپ دولت آباد مین آئے۔ اور یہین متوطن ہوئے۔ سن شعور کے بعد فارسی کتب درسیہ مین استعداد وافی حاصل کی۔ پھر صرف کی تصریف ماضی و حال و استقبال مین مصروف رہے۔ بعد ازان نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک زمانہ تک کلمہ و کلام کی تعریف و رفع و نصب و جر کے تحقیق مین گذارے۔ علیٰ ہذا القیاس معقول کے حاصل کرنے مین بھی عرق ریزی و دلسوزی کی فراغت تحصیل کے بعد فن ادب و شعر کا شوق دل مین پیدا ہوا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اور آپکی شاگردی مین فائز المرام ہوئے۔ اور کتب تحصیل شدہ کی تکمیل بھی حضرت آزاد کی توجہ سے کی۔ آپنے تذکرہ بے نظیر مین حضرت آزاد کی استادی اور اپنی شاگردی کا اقرار و اظہار کیا ہے ؎

ہفت اقلیم سخن امروز از استاد ما　　　دارد این معمورہ را زیر قلم آزاد ما

فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپنے علم طب کو بھی حاصل کیا۔ مدت تک اطبا کی خدمت مین مشق کرتا رہا۔ اکثر مطبون مین بیٹھکر تشخیص و تفتیش کرتے رہے۔ حکیم حاذق و طبیب فائق تھے۔ آپ ۱۱۸۳ھ ہجری مین نواب اشجع الدولہ بہادر غیور جنگ متخلص بہ غیور کی خدمت مین مقربین کے زمرہ مین اول نمبر تھے۔ نواب صاحب آپکی بڑی عزت و آبرو فرماتے تھے خوش حال و فارغ البال تھے۔ آپ نواب صاحب کی مجلس کی رونق تھے۔ ہر وقت لطائف و ظرائف سے نواب کی دلجوئی و خوش طبعی فرماتے تھے۔ آپ سلیم الطبع حلیم الوضع پسندیدہ سیرت و سنجیدہ طبیعت تھے۔ خوش کردار و خوش رفتار راست گفتار صاحب وقار تھے۔ ظرافت و لطافت مین مشہور فصاحت و بلاغت مین نور علیٰ نور تھے۔ انشا پردازی مین بلند پرواز۔ اور نظم کی شیرازہ بندی مین گویا بلبل شیراز تھے۔ کلام شستہ و رنگین ہے

نقشبند و مضامین برجستہ و دلنشین کے نخلبند تھے۔ آپکی انشاء نثر کے دیکھنے سے ذائقہ کو لذت اور سامعہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور لطافت نظم و نزاکت معانی کے مطالعہ سے قوت ناطقہ کو لطف و مزہ ہاتھ آتا ہے۔ تازہ تازہ لطائف شگوفہ شگوفہ ظرائف کے ملاحظہ سے دل و دماغ سیراب تازہ ہوتا ہے۔ آپکا فارسی دیوان روزمرۂ اہل زبان ہے۔ محاورہ مین سفینہ کمال نزاکت و خوبی مین سحر حلال ہے۔ آپکا کلام ریختہ زبان مین بھی فصاحت و ملاحت سے لبریز ہے۔ حسن بلاغت و نزاکت سے شور انگیز ہے۔ ادا ہائے دل آویز و کرشمہائے جادو آمیز سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری ہے۔ کثرت آرائش و نگارش سے ثابت ہوتا ہے کہ زہرہ و مشتری ہے۔ آپ ریختہ زبان مین بھی صاحب دیوان ہین۔ آپنے ریختہ مین دوہے اور کبت در جہولنہ و مکرئی اور پہیلیان بھی کہی ہین۔ آپ کا تخلص افتخار ہے ہم اگر آپکو فخر دکن کہین تو بجا ہے۔ آپنے سنہ ۱۱۷۲ھ ہجری مین تذکرہ شعرا مسمی بینظیر تالیف کیا ہے۔ اسمین متقدمین و معاصرین کا حال تاریخی طرز پر لکھا ہے تذکرہ کا نام بینظیر تاریخی ہے۔ آخر آپ سنہ ۱۱۹۰ھ ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ دولت آباد مین حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی وفات کا سنہ نہین لکھا شاید معلوم نہوا ہوگا۔

من اشعارہ الفارسی

بود فیضان دیگر چشمۂ داد الہی را		زماہی قسمت افزون تر بود دندان ماہی را
حمایت میکند ناموس دل دیوانۂ ما را	وله	گل داغم چراغے زیر دامان ست صحرا را
بود بیعزتی با قحبہ بازار جوشیدن	وله	اگر راہ حمیت میروی بگذار دنیا را
اسجدا از نقش پاتش جبہۂ ما بر فروزد	وله	از زمین بین سجدہ زاری نجش و للانعام ما

مشت خاک خویش را فرش ره او ساختیم — وله — تا باین تقریب باهم دولت پابوس را

شب خیال و تصرف کرد در دل آنچه خواست — وله — حکم صاحب خانه دارد آنکه شد مهمان ما

بیقراران را بحال دیگران پروا نیست — وله — احتیاج او نبود چشمهٔ سیماب را

رسوا کند محک زر ناقص عیار را — وله — باشد همین علامت سنگ مزار را

یک جهان جلوه کند نور خدا در دل صاف — وله — آتشین شعله شود عکس چراغی در آب

بگذرند از خود نکویان از نکوئی نگذرند — وله — بو نمیدارد دریغ از ما چو گل گردد گلاب

سوختن چون شمع بر بالین جانان بهتر است — وله — درد گر این منزلت باشد ز درمان بهتر است

آن خوب را بجامهٔ رنگین نیاز نیست — وله — چون بر لباس بر او ساده خوشنماست

در لطف عشق تو آرام دل بیتاب است — وله — قائم التار که دیدیم همین سیماب است

ز تیغ یار چه احسان که نیست بر سر ما — وله — بود بهر دو جهان چهرهٔ شهیدان سرخ

یا علی غیر ترا در دل من نیست گذر — وله — هست مشهور که این بادیه شیری دارد

بس همینست که دلم را بسوخت می گوید — وله — برو برو ز تو بوی کباب می آید

چشم گریان مرا عالم تماشا کردنیست — وله — آن پری را آرزوی سیر این دریا نشد

غنچه یکبار گشاید لب خوش بو ندهد — وله — خوب آید سخنی کز لب کم گو آید

مزاج عاشق و طفل است یکسان امتحان کردم — وله — باندک حیلهٔ خوبان به پیراهن نمی گنجد

چه از بیگانه نالد کس وفا از خود ندید آخر — وله — ز شبنم شکوه بیجا گر رنگش هم پرید آخر

از وفا گشتم خجل چون یار شد شمع مزار — وله — می شدم پروانه گر جان دگر میداشتم

سر زلف تو چگویم بچه عنوان کردم — وله — هر دم آنجا دل جمعی پریشان کردم

مگر ز خانهٔ آئینه روشن کرده ظالم — وله — شبی در خانهٔ ما هم چراغان میتوان کردن

میرود آن آہنین دل از سرم دامن فشان		لوح خاکم سنگ مغناطیس بودی کاشکے

انور۔ نور الدین خان کرناٹکی

انور تخلص ۔ نور الدین محمد خان بہادر نام۔ آپ ابو المعانی بہادر گوپاموی کے فرزند ہین اور نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ کے نواسہ سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین شہر تنجھانگر مین پیدا ہوئے۔ سن شعور کے بعد کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ علما فضلا کی خدمت مین ختم کین اور فن شعرگوئی مین مولانا محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی اوّلاً انور تخلص کرتے تھے۔ ثانیاً دل تخلص اختیار کیا۔

ابتدا مین نواب والاجاہ کی سرکار مین بعہدۂ خانسامانی تنجاور پر مقرر ہوئے۔ بعد ازان نیلور کی فوجداری پر سرفراز ہوئے وہان بجرم قتل معزول ہوئے۔ اور قلعہ چندر گیری مین مقید کئے گئے۔ حالت حبس مین حافظ محمد مکّی سے قرآن حفظ فرمایا۔ حفظ قرآن کے بعد ایک عرضی معافی جرائم کے لئے نواب والاجاہ کی خدمت مین بھیجی۔ نوابصاحب نے قیدخانہ سے بلایا۔ اور قرآن شریف سنا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تہا۔ تراویح پڑھنے کا ارشاد ہوا انور نے نوابصاحب کے حضور مین شبینہ پڑھا۔ نوابصاحب بہت خوش ہوئے پہر نیلور کی فوجداری پر بحال فرمایا۔ اور پلنار اور ونکول کی فوجداری بہی آپ ہی کے تفویض ہوئی۔ نوابصاحب کے انتقال کے بعد سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین عمدة الامرا بہادر کے طرف سے صوبہ داری ارکاٹ کی نیابت پر مامور ہوئے۔ ایک سال کے بعد معزول ہوکر مدراس مین پہنچے وہان عارضۂ سل و دق مین مبتلا ہوئے۔ آخر سنہ ۱۲۱۲ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا شیخ محمد مخدوم ساوی کے گنبد کے قریب مدفون ہوئے۔

مشہور ہے کہ انور نے ایکروز ایک رباعی مستزاد نواب والاجاہ کی خدمت مین پیش کی نواب نے انور کا منہ جواہر گران بہا سے بہر دیا وہ رباعی مستزاد یہہ ہے رباعی

از نقد بقائیکہ عطا کرد ترا ٭ رب الارباب	کردی ہمہ را صرف براہ خدا ٭ صدق و ثواب
از وعدۂ ایزدی کہ یک را بعوض ٭ دہ می بخشد	مقصد حق تست بعد از لطف و عطا ٭ ہوالوہاب

صاحب دیوان ہے ۔ اشعار مین دونون تخلص موجود ہین کہین انور کہین واجع وہ بعض نے لکہا ہے کہ انور کے دو دیوان ایک مین انور تخلص کرتا ہے اور دوسرے مین دل یہہ سہو ہے صاحب گلدستہ کرناٹک نے محقق طور سے لکہا ہے ۔

من اشعارہ الفارسی

طپیدنہاے دل آرزو از عشرت نوید اینجا	وله	مگر قربان شدن باشد مبارکباد اینجا
ز فیض دادن سر یافتیم از سر جوانیہا	وله	بجا شد اتفاق شمع و من در سر فشانیہا
دل ز گیسوئے تو شد محو پریشانیہا		کرد در کار جنون سلسلہ جنبانیہا
خوشتر از گلبانگ می آید فغانم یار را	وله	گوش گل بازست از بہر نوائے عندلیب
تیر تو آمد بدل منزل خود جان گذاشت	وله	طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت
در شکن زلف یار کرد دل آخر قرار		عشق تو دیوانہ را بردو بزندان گذاشت
سینہ از بسکہ وحشت آباد ست	وله	طفل اشکم رمیدہ می آید
بسکہ تعظیم یار ما از عدم		سرو قامت کشیدہ می آید
گر بیاد زلف مشکین تو گردم اشکبار	وله	چون سلیمانی شود ہر اشک من زنار
وصل ہم مانع بیتابئ انور نشود		لذت این طپش آغوش تع میداند و بس
آئینہ ہند و دل ساعت فرنگ		باشد حیات دل طپش بیشمار دل

وحشت نگر کہ چون قدم از کشور عدم
زشمع حسن تو گر چشم دل شود روشن
خدنگ ناز مکش غمزہ را نام مکن
سحر زمن گل و بلبل کند بگلشن مشق
من امشب ہرچہ گویم بی تکلف میشود موزون

ولہ
ولہ

برون استم بدامن صحرا گذاشتم
برنگ مہر زند خندہ ہر سحر شامم
بجون حلق غزن ست و قتل عام مکن
یکی در بدن جیب و دگر کشیدن آہ
خیالم بجوان بالائی موزونست پنداری

ارسلان یمولانا قاسم مشہدی

ارسلان تخلص - مولانا قاسم نام - مشہدی الاصل ہے - سیا صحیح النسب تہا - علامۂ دہر وفہامۂ عصر تہا - فن شاعری مین فرد فرید - اکبر بادشاہ کے زمانہ مین ہند مین وارد ہوا تاریخ گوئی و خوشنویسی مین وحید تہا - چند مدت تک اکبر کی ملازمت مین رہا - پہر احمد آباد گجرات مین گیا - اور وہان سکونت پذیر ہوا - چند روز کے بعد دکن کی سیر کو نکلا اور اولا احمد نگر مین پہنچا - نظام شاہ بحری نے بڑی خاطرداری مہمان نوازی کی - پہر وہان سے بیجاپور آیا وہان کے بہی والی نے بڑی عزت و آبرو کی - چند روز قیام کرکے وہان سے گولکنڈہ مین رونق افزا ہوا - یہان بہی بدستور شاہان دیگر تعظیم و توقیر سے ممتاز ہوا - اور عبد اللہ قطب شاہ نے بہت کچھہ سلوک کیا - عطیات و صلات سے سرفراز فرمایا - چند روز مہمان رہا بعد ازان احمد آباد گجرات مین معاودت کی - اسکی فکر مین تہا کہ وطن مالوفہ روانہ ہو جائے کہ یکایک فوت موعود پہنچا - وہین فوت ہوا - یہہ حادثہ ۹۹۵ سنہ ہجری مین واقع ہوا - صاحب صبح گلشن نے لکہا کہ یہہ واقعہ لاہور مین ۹۹۵ سنہ ہجری مین - اور ہم نے ریاض الشعرا مین دیکہا - کہ اسکا مدفن احمد آباد ہے - اور

نہین معلوم کہ سنہ مذکور و مدفن لاہو صاحب صبح گلشن نے کس کتاب سے نقل کیا ہے واللہ اعلم بالصواب

من اشعارہ الفارسی

آہ دلم گر اثرے داشتے
گرد سرت کشتی و گردے طواف
لفظ و معنی بحال من گریند

ولہ

شام امیدم سحرے داشتے
کعبہ اگر بال و پرے داشتے
بی گذرے در کتاب کنم

امداد شیخ غلام حسین برہانپوری

امداد تخلص ۔ شیخ غلام حسین نام ۔ ہاشمی النسب قادری الطریقہ ہے ۔ حافظ گہاسی صاحب کا ہمشیرزادہ تہا ۔ آپکا مولد و منشا برہانپور خاندیس تہا ۔ سن تمیز کے بعد کتب درسیہ عربیہ فضلائے شہر سے پڑہین ۔ لیاقت و استعداد حاصل کی ۔ شعرگوئی مین عمدہ سلیقہ پیدا کیا ۔ برہانپور سے شہر اورنگ آباد مین آیا ۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حلقۂ شاگردی مین داخل ہوا آپکی خدمت مین مشق کرتا رہا ۔ جناب آزاد کی توجہ و اصلاح سے شعر خوب کہنے لگا خیالات رنگین و مضامین دلنشین ایجاد کرنے لگا مدت تک اورنگ آباد مین رہا ۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی ملازمون مین ممتاز تہا ۔ ملازمت کے علاوہ امرا کے بچون کو بہی تربیت و تعلیم دیتا تہا ۔ شہر کے اکثر معزز امرازادے آپکی خدمت بابرکت مین بغرض استفادہ حاضر ہوتے تہے ۔ امرا آپکی کفیل تہے عمدہ طرح سے خدمت و سلوک کرتے تہے ۔ نہایت فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے ۔ آخر اورنگ آباد سے وطن مالوفہ برہانپور روانہ ہوا ۔ وہان چندروز زندہ رہا ۔ پہر بہشت برین کو رحلت کی ۔ آپکی وفات قریب سنہ ۱۱۹۲ ہجری مین ہوئی ۔ آپ خوش فکر خوش سلیقہ ۔ ظریف الطبع شگفتہ جبین تہے

مزاج مین درویشی و خاکساری تہی درویش دوست و فانی مشرب تھے۔ اکثر اوقات اہل اللہ واہل دکن کی خدمت مین گزارتے تھے۔

من اشعارہ الفارسی

از تو پنہان میکند آئینہ روی خویش را ہر کسی منظور دارد آبروی خویش را
گل ز باطن صاحبدلان بی قصد فیض در گرہ بستن نداند غنچہ بوی خویش را

وله
سرگرم الفت من و اغیار بودہ اے جان عاشقی تو چہ عیار بودہ

وله
بر دامن دلم نہ غبار تعصب است چون ساغر بلور مرا صاف مشرب است

وله
گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ بتے گر سر درمان دارد درد ہم گرد سر ما بتمنا گردد

وله
دل ز دستم رفت و من ہم رفتم ای قاتل بیا گر برای من نمی آئی برائے دل بیا

وله
سیر کتاب عبرت ازین باغ می کنم از داغ دل چو لالہ ورق داغ می کنم

وله
ظاہر شود باو ہمہ رنگ شکست ما در صورتی کہ آئینہ گیرد ز دست ما
ماوالی قلم و مضمون تازہ ایم در گل زمین صفحہ بود بندوبست ما

وله
ہزار شخص درین شیشہ خانۂ امکان بوحدت تو نمودند صورت مجلس

وله
در خدمت تو پیر مغان کہنہ بندگیست عمری بظل عاطفت تاک ماندہ ایم

وله
موج واری دل طپش از آب میخواہیم ما پارہ بیتابی سیماب میخواہیم ما
دارم عشق نوجوان امداد ما پیرانہ سیر بادہ گلرنگ در مہتاب میخواہیم ما
در تحیر اشک ما خونین دلان بیوجہ نیست نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

وله
اہل گلشن پاک قلم پروردہ حسن تو اند سرو از سرکار والای تو یک نو سرفراز

رونق ده تخت شرع شاه نجف است ‌ ‌ ‌ ‌ روشن کن آفتاب ماه نجف است
شاهی خواهی وگر تو راهی جوئی ‌ ‌ ‌ ‌ شاه نجف است و شاهراه نجف است

وله

چون سر زند از کسی سخن بیهده گر شو ‌ ‌ ‌ ‌ از حرف سبک نیست الم گوش گران را

وله

بداغ هجر تو ای وای سوختند مرا ‌ ‌ ‌ ‌ بدر رهی که نباید فروختند مرا
چسان کنم مژه را وا بسوی روی بتان ‌ ‌ ‌ ‌ نگه چو جوهر آئینه دوختند مرا

وله

همچو آن طایر که بیجو د بپرزند در باز بند ‌ ‌ ‌ ‌ با کمال اختیار خویش مجبوریم ما

وله

از دلش محو کن یارب یاد نسیان مرا ‌ ‌ ‌ ‌ بشکن از خاطر شکستهای پیمان مرا
با لباس سرمه در چشم خوبان میروم ‌ ‌ ‌ ‌ یا بود بر من نگه برگشته مژگان مرا

وله

اگر گویم که چین ابروست آن ابرو کمان من ‌ ‌ ‌ ‌ رسد گر تیر چشمش می شود خاطر نشان من
آنها که زلف یار مکرر نوشته اند ‌ ‌ ‌ ‌ هر سطر این مسوده ابتر نوشته اند
امداد هر دو میکه بدر رو اند آشنا ‌ ‌ ‌ ‌ مضمون اشک ازین همه بهتر نوشته اند

مستزاد امداد

سازی تو حیا بهانه در خون بطپیم * ای باغ نگاه
بر سر زنی گلی و ما داغ شویم * خورشید و ماه
این مسئله از کدام ملت ای یار * از بر کرده
تسبیح رقیب و ما زیاد رویم * سبحان الله

چو موشد ناتوان دیوانه زلف گره گیرش ‌ ‌ ‌ ‌ وله ‌ ‌ ‌ ‌ توان از شانه سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چسان از پرده حسنش چهره بگشاید
میان هیچ کلک مانی یک قلم شد صرف تصویرش

اقدس میر رضی شوستری

اقدس تخلص - میر رضی نام - سادات شوستر سے ہین - آپکے والد ما جد اُس ملک مین شیخ الاسلامی کے خطاب سے مخاطب تہے - آپکی ولادت ۱۱۲۸ہجری مین شہر شوستر مین واقع ہوئی - نشو ونما کے بعد علوم وفنون کی تحصیل مین مشغول ہوئے - اُنیس ۱۹ برس کی عمر مین فاضل کامل ہوئے - تحصیل کے بعد آپکو سیر وسیاحت کا شوق ہوا - اولاً عراق عجم وعرب کا سفر اختیار کیا - ہر ایک شہر و دیار کے علما وفضلا سے ملا اور اُن کے درس وتدریس کے حلقون مین شریک ہوتا رہا - ہر ایک انجمن سے فائدہ ہر ایک نشیمن سے استفادہ پایا اور ہر ایک خرمن سے خوشہ اور ہر ایک خوان سے توشہ لیا - ثانیاً ہندوستان کی سیر کا ارادہ کیا ۱۱۴۹ہجری مین بندر بصرہ سے سوداگرون کے ہمراہ بندر سورت مین آیا - چند روز سورت مین قیام کرکے براہ دریا بنگالہ روانہ ہوا - بنگالہ مین پہونچکر نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ سے ملاقات کی - ناظم نے آپکی بڑی تعظیم وتوقیر کی نہایت عزت وآبرو سے رکہا مہمان نوازی وغریب پروری کا حق پورا ادا کیا سعدی علیہ الرحمہ کے شعر پر کاربند ہوا

؎ بزرگان مسافر بجان پرورند کہ نام نکوئی بعالم برند

میر رضی نہایت دلجمعی واطمینان سے مدت تک نواب صاحب کی مصاحبت مین رہا نواب صاحب کے انتقال کے بعد نواب شہ قلیخان بہادر رستم جنگ مخمور کے ہمراہ دکن مین آیا - حضور بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خدمت مین ملازم ہوا - اہل مناصب کے زمرہ مین شریک کیا گیا - ماہوار صرف مایحتاج کے لئے ساٹھہ روپئے مقرر ہوئی تہی - چونکہ خاطر خواہ ترقی نہین پائی تہی اسوجہ سے کشیدہ خاطر ورنجیدہ دل ہوکر کمال ہمت

و استقلال سے استغنا و بے پروائی کا دامن ہاتھہ مین تھا مگر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی
امرا کی خدمت مین آنا جانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ آخر عہد مین نواب آصفجاہ مرحوم نے دار الانشا
کی خدمت تجویز کی مگر اقدس نے منظور نہین کی۔ حضور سے ارشاد ہوا کہ یا بدولت کی
ملاقات کے لئے ہفتہ مین ایکبار آیا کرو اقدس نے قبول کیا۔ اور عرض کیا اس شرط پر
کہ ایک شخص کی سفارش کرتا رہونگا۔ بندگانعالی نے منظور فرمایا۔ ملازمت و باریابی کا دن
سہ شنبہ تھا۔ روز مذکور مین میر رضی کے مکان پر اژدہام خلائق ہوتا تھا۔ میر رضی نے مقرر
کیا تھا جو سب سے اول نمبر پہنچے اسروز اُسکی سفارش کرتا تھا۔ مدۃ العمر یہہ سلسلہ برابر جاری رہا
اکثر حاجتمند رضی کے ذریعہ سے اس سرکار دولتمدار مین فائز المرام ہوئے۔ آصفجاہ ثانی کے
زمانہ مین دس ہزار روپیہ محاصل کے جاگیر سے سرفراز ہوا تھا۔ شہر حیدرآباد مین رضی کا
دولتخانہ ایرانی گلی مین اور امام باڑہ پورانی حویلی کے قریب تھا۔ فی زماننا اصل مکان تو
باقی نہین رہا۔ مگر اُسی مقام مین میر عالم کی بڑی بڑی عمارتین قائم ہین۔ اور امام باڑہ
والا وہ بدستور قدیم ابتک موجود ہے۔ شہر مین ہر ایک شخص رضی کے الاوہ سے واقف ہے
ملا رضی علوم و فنون مین مشہور و معروف۔ اور فضائل و کرائم سے موصوف۔ خوش
تقریر و خوش تحریر فصاحت و بلاغت مین بے مثل۔ طلاقت لسانی و عذوبت بیانی مین
بے بدل تھا۔ علما و فضلا کی مجالس مین مسائل حکمیہ و نکات علمیہ کو اُس خوبی و آسانی سے
بیان کرتا تھا کہ حاضرین مجلس محظوظ و مستفیض ہوجاتے تھے۔

ادیب کامل و شاعر فاضل ناظم و ناثر تھا۔ فارسی و عربی مین نثر با محاورہ لکھتا اور
نظم بھی دونون زبانون مین نہایت ہی مرغوب موزون۔ کیا نظم و کیا نثر بغیر سوچے
سمجھے لکھتا تھا۔ جو فقرہ یا مصرع آپکے قلم سے نکلتا تھا وہ دلچسپ و دلپسند ہوتا تھا۔ آپکے

اپنی گردش پا کے خود آسماں جھک گیا
گردش چشم حسیناں کا مجھے لطف آگیا

کس مقدر نے یہ کروٹ یا کسی دلدار نے
رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسرار نے

لے لیا بوسہ جبیں کا دولت بیدار نے
منہ چھپایا دامن اقبال میں ادبار نے

باغ امکاں میں بہار کامرانی آگئی
پیر گردوں پر نئے سر سے جوانی آگئی

رنگ عالم دیکھیے اب ہیئت رفتار اور ہے
کیا یہ نیرنگی کوئی سمجھے حقیقت اور ہے

کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے
دل کو حیرت اور ہے آنکھوں کو حیرت اور ہے

رات سے دن ہو گیا اللہ کیونکر ہو گیا
زلف سمٹی چاند سا چہرہ منور ہو گیا

کون گھر سے اس طرح نکلا ہے نکلے جیسے ہم
سر پہ گرد راہ چھائی صورت ابر کرم

دل سے نکلی آرزو نہ نکلا جگر سے خار غم
دست ہمت تھکے کانٹوں نے لئے اپنے قدم

صبح غربت ہے کہ خود آغوش پھیلائے ہوئے
شام غربت ہے کہ لیلیٰ زلف بکھرائے ہوئے

امتیاز میر محسن مدراسی کرناٹکی

امتیاز تخلص۔ میر محسن نام مدراسی الاصل ہے۔ جامع فضل و کمال منشی بے مثال تھا۔ انشا پردازی عبارت نویسی میں مرزا عبدالقادر بیدل کی پیروی کرتا تھا۔ اور بیدل کی طرز خاص کا معتقد تھا۔ عزلت نشین دنیا و مافیہا سے متنفر تھا۔ گوشۂ عزلت سے بے ضرورت

کبہی قدم باہر نہین رکہتا تہا - اکثر اہل مدراس کو درس تدریس سے مستفید کرتا تہا -
مولانا رائق مصنف صبح وطن آپکے تلامذہ مین سے ہے - شاعر خوش گو و شیرین سخن
تہا - اُس کے کلام سے شیرینی و رنگینی عیان ہے آخر ۱۲۹۰ہجری مین جہان فانی سے
ملک جاودانی کو روانہ ہوا

من اشعارہ

از عدم رنگین کفن گردیده می آمد برون	غنچه بیدار و مگر در سینه پیکان ترا
حسن شوخ آئینه بار طاق مژگان چیده ام	این چمن طبعان اگر را دسته بند گل کنید
گر دراه ما غزالان را سوادو دیده شد	تا خراب نا رچشم سرمه سا گردیده ام

آثم - سید ابراہیم حیدرآبادی

آثم تخلص - سید ابراہیم نام - آپکا اصلی وطن حیدرآباد دکن ہے - آپکی تربیت
و پرورش اسی شہر مین ہوئی - آپنے عالم شباب کے شروع مین کتب درسیہ فارسیہ مین بقدر
ضرورت استعداد حاصل کرلی - موزون طبع و خوش فکر تہے - شعر گوئی بہی شروع کی
موزون کرنے لگے - کلام درست و سنجیدہ ہوتا ہے - فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہوگی

من اشعارہ الہندی

مضمون بنا ہے دل مین مرے زلف یار کا	رکہا ہے مین نے نافہ مین نافہ تتار کا
فرقت مین بعد مرگ بہی آنکہین کہلی رہین	کیا پوچہتے ہو حال شب انتظار کا
کیا خوب فاتحہ کا بہانا ملا انہین	تعویذ تک مٹا گئے آکر مزار کا
سنکر غم فراق تجاہل سے کہتے ہین	اب کہئے کیا ہے حال دل بیقرار کا

آئم وہ رکہے نور مین پا پہینکے پائین		جو حکم ہے بجا ہے مرے کردگار کا

اشک سید جمال الدین لکہنوی

اشک تخلص - اشک تخلص سید جمال الدین حیدر نام ہے - لکہنوی الاصل ہین آپکے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خان صوبہ ارکاٹ کے قرابتدار تہے - آپ ذی استعداد و لائق ہین شعر و شاعری مین بے نظیر ہین - آپکا کلام شستہ و سنجیدہ ہے مطالعہ سے لطف مزہ آتا ہے - آپکو مولوی شیخ محمد بخش شہید لکہنوی سے تلمذ حاصل ہے - آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مسمی باسم تاریخی دستور الشعرا مطبوع ہوگیا ہے آپکی عمر تخمینا ستر برس کی ہوگی - آپ کو لکہنو چہوڑے ہوے تخمینا چالیس برس کا زمانہ گذرا ہے - چالیس برس سے حیدرآباد مین سکونت پذیر ہین - سرکار عالی نظام مین منصب مناسب پر ممتاز ہین - خوشحال فارغ البال ہین - خوش خوراک و خوش پوشاک ہین -

من اشعارہ الہندی

ہو گئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑہ گئی		اجتماع قالب جان ہوتے ہوتے رہگیا
دیکہئے آزاد ہون اُن کے اسیر		آج بہی وا قفل زندان ہوتے ہوتے رہگیا
ہوگئی بخشش کی صورت جب ندامت بڑہ گئی	ولہ	جسقدر عصیان بڑہے اتنی ہی رحمت بڑہ گئی
جل گئی دلبر چہری دیکہا جو سنتے ناز سے		قتل کے سامان ہوے جسدن عنایت بڑہ گئی
بعد مردن بہی دکہایا تیرہ بختی نے اثر		یا پگہل کر رہگئی یا شمع تربت بڑہ گئی

افسر - سید احمد حیدرآبادی

افسر تخلص - سید احمد نام حیدرآبادی المولد و المنشا ہے - آپ فارسی مین عمدہ مہارت

واستعداد رکہتے ہین - جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین تیز قدم ہین - مزاج مین چستی کلام مین سوخی ہے - جو کچہہ کہتے ہین خوب مرغوب ہوتا ہے - نواب میر عباس حسین خان تشنہ حیدرآبادی سے اصلاح لیتے ہین - صاحب دیوان و مثنوی ہین - آپکا کلام صاف سستہ و با محاورہ ہے - رفتہ رفتہ درجہ استادی کو پہنچ جاینگے - فی الحال آپکی عمر تقریبا پنتیس چہتیس برس ہوگی - خداے تعالی خوش و خرم رکہے -

من اشعارہ الہندی

	ولہ	
اپنی سلامتی کا دو گانہ ادا کرے		خط رکہے نامہ بر نہو سائل جواب کا
ظالم نے کی قبول قدم دیکہنے کی عرض		ہوا یا میری آنکہہ سے حلقہ رکاب کا
احسان نہ رہا فرط خوشی بخت رسا کا		وان جاکے مجہے ہوش نہین ہے سر و پا کا
اندیشہ ہے وصل عدو کہنے کا بیجا		ہان ضعف سے اوٹہنا ہی نہین ہاتہہ دعا کا
ہے شوق کی افزایش الفت مین فنا ہونا		جان سکہتی ہے دل سے قربان ادا ہونا

الفت - محمد جمال الدین مدراسی

الفت تخلص - محمد جمال الدین نام - آپ مولوی تاج الدین بہجت مدراسی کے خلف الصدق ہین - آپ مدراسی المولد ہین - آپنے والد ماجد سے کتب درسیہ تحصیل کین - ذی استعداد و لائق ہوئے - شعر گوئی و سخن سنجی کا شوق ہوا شعر موزون کی مشق والد ماجد سے کرتے رہے - چندروز کی اصلاح سے کلام درست ہوگیا - کلام سے پختگی و شستگی ظاہر ہونے لگی - آپکا کلام نعت و حمد مین ہے - آپنے اکثر قصائد حمد و نعت مین لکہے ہین - اور بزرگان عظام و اولیا کرام کی مدائح مین بہی موزون کئے ہین

جناب الفت نے خوب کہا تو شۂ عقبیٰ ہے۔ آپکی عمر قریب ساٹھ برس کے ہے پیشتر ریاست حیدرآباد میں سرکاری خدمت پر مامور تھے۔ اب بسبب کبرسنی وظیفہ خوار ہیں ورشتہ ریس فرماتے ہیں۔

من اشعارہ الہندی

ہے رونق بستان جہان کوئی محمدؐ ۔۔۔ رونق دہ گلہائے جہان روئے محمدؐ
والشمس ہے تفسیر دو رخسارۂ انور ۔۔۔ واللیل ہے تعبیر وگیسوئے محمدؐ

من اشعارہ الفارسی

حکام جہان تابع فرمان محمدؐ ۔۔۔ شاہان جہان اند گدایان محمدؐ
چون شرح دہم منزلت و رفعت والا ۔۔۔ نہ چرخ برین پایۂ دیوان محمدؐ
پاسنگ بود ثقل گناہان تو الفت ۔۔۔ بس ہست گران پلۂ احسان محمدؐ

احسان - میر عباس علیخان حیدرآبادی

احسان تخلص - میر عباس علیخان نام - آپ نواب سہام جنگ کے فرزند ہیں آپ حیدرآبادی المولد ہیں - آپنے فارسی کتب پڑھکے بقدر ضرورت لیاقت پیدا کی مگر عالم طفولیت سے شعرگوئی کا شوق تہا اکثر استادون کے دواوین فراہم کرکے اُن میں سے ہزارہا اشعار یاد کرلئے - اور آپ بہی طبیعت کی صفائی اور فکر کی رسائی سے شعر موزون کرتے تہے - کلام سلیس و بامحاورہ ہوتا تہا - خوش خلق و خوش مزاج تہا خوش خوراک و خوش پوشاک تہا - راتدن لہو و لعب مین مشغول رہتا تہا - مرغ لڑانا - کبوتر اُڑانا - مرغبازی و کبوتربازی مین ہزارہا روپیہ صرف کرتا تہا - پتنگ بازی کا فریفتہ تہا - ایک کبوتر اور مرغ سو سو روپیہ کو لیتا تہا - منیر الملک بہادر دراورا مین الملک کے ہاتہہ

فروخت بہی کرتا تہا۔ آپ کو ہجو گوئی کی استعداد تہی جب چاہتے تہے کسیکی بہی ہجو کہہ دیتے تہے۔ لچہمی نراین صاحب تخلص اورنگ آبادی نے اعظم الامرا بہادر کے نسبت چند اشعار نامناسب لکہے تہے۔ آپ نے اوسکا رد کیا اعظم الامرا کی سرکار مین جاگیر و انعام سے سرفراز ہوا۔ آخر سنہ ۱۲۳۰ ہجری مین عالم ہستی سے عدم کا سافر ہوا

من اشعارہ

آستین سے تری باہر جو کلائی ہو نی
شمع فانوس سے باہر نکل آئی ہوتی

نہ کام اس چرخ دون پرور سے نکلے
مگر شاہنشہ قنبر سے نکلے

فلاطون سا مدبر تہا سو بہولا
نہ جسکا اب کوئی ہمسر سے نکلے

پرا سپر بہی ارسطو جاہ دانا
بڑہی فطرت مین اسکندر سے نکلے

کرے کیا فوج نے اسکو دمی تن
مگر جو خال ادہر سے نکلے

سورن کو جیت کر اب سرخرو ہو
قسم ہے لالۂ احمر سے نکلے

اڑا دون یہان سے یون مضمون صاحب
خزف جسطرح کسی گوہر سے نکلے

نہ سمجہا نا قیامت فہم اتنا
کہ جب وہ شیر نراودہر سے نکلے

تو پہر کیا حال ہووے دشمنونکا
کہ آہ شعلہ زن ہر سر سے نکلے

نکل آیا وہ یون خورشید تابان
کہ مہ بدلی کی جیسے گہر سے نکلے

یون نکلا کفر سے وہ اسم اعظم
شرر جون چیر کر پتہر سے نکلے

ریاست پہر نئے سر سے جو چمکی
چراغ خضر ہر اک گہر سے نکلے

تری تضمین پر تحسین احسان
محبت حیدر و صفدر سے نکلے

آزاد - ابوالحمید لکہنوی سلمہ اللہ

آزاد تخلص - ابوالحمید نام - آپکا اصلی وطن لکہنو ہے - آپنے سن شعور کے بعد فارسی عربی مین بقدر ضرورت استعداد حاصل کر کے شعر گوئی کی طبع موزون و خوش فکر تہے - خوب کہنے لگے - نواب مرزا خان داغ دہلوی سے اصلاح لینے لگے - جناب داغ کی عنایت و توجہ سے لائق شاعر ہوگئے - کلام سلیس و با محاورہ ہے - ایہام و مبالغہ سے پاک و صاف ہے - آپ چند سال سے سرکار عالی نظام مین ملازم ہین - خوش خلق و نیک سیرت ہین - عمر تقریبا چالیس پچاس برس کے ہے -

من اشعارہ الہندی

وان سب اقرار صرف بے نیت ہوگئی
یا غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہوگئی

واہ اے نیرنگئی قدرت ترا ممنون ہون
وہ تماشائی ہوا جب مجہکو حیرت ہوگئی

جہوٹے وعدون نے کسیکی کر دیا خانہ خراب
منزل دل رہگذار یاس و حسرت ہوگئی

جب تلاش شاہد مقصود مین رکہا قدم
رہنمائی کے لئے آگے مصیبت ہوگئی

آج عشق و عاشقی کا ہوگیا جہگڑا تمام
اٹھہ گیا آزاد دنیا سے فراغت ہوگئی

ایما - میر حسن علیخان اورنگ آبادی

ایما تخلص - میر حسن علیخان نام - آپ شرفاء اورنگ آباد دکن سے تہے صاحب فضائل و کمالات تہے - شعر گوئی مین لائق اقران و امثال مین فائق تہے - آپکا کلام فصاحت و ملاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا - ہر ایک شعر نزاکت و لطافت مین تولا ہوا ہوتا تہا - ہر ایک مصرع برجستہ و شستہ ہوتا تہا - آپ خوش گفتار و خوش کردار تہے - طرز لباس و وضع رفتار اہل ہنر کی طرح رکہتے تہے - آپ اورنگ آباد سے ۱۲ ... مین

حیدرآباد آئے۔ مہاراجہ چندولال بہادر کے دربار مین باریاب ہوئے۔ مہاراج نے آپکی بڑی عزت و آبرو کی پانسو روپئے ماہوار مقرر کردئے۔ آپ اکثر اوقات مہاراج کی مصاحبت مین بیٹھتے تھے۔ آپکو ایک وقت حضور سکندر جاہ بہادر نے یہہ فرد دی کہ اسکو اردو اشعار مین تضمین کرکے پیش کرو۔ **فرد** اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان ۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد۔ آپ نے اسکو تضمین کرکے پیش کیا۔ پانچسو روپیہ صلہ پایا۔ تضمین یہہ ہے

ایامِ ساکنانِ چمن سے کیا سوال کیفیتین بہار کی ہم سے بھی کچھہ کہو غنچہ جو سکرائے و یا چٹ مین جواب	ہم بھی تو تھے خزان نہ ہمارے شریک درد اور ی بہشت دی کی ہوئی کس طرح نبرد تو لی ہی نہین کسی آشنا دکی یہ فرد

اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

آپ نے آخر سنہ ۱۲۴۳ ہجری مین اس عالم فانی سے بہشت برین کو رحلت کی۔ آپکا چھپا دیوان تھے اردو و فارسی دونو زبانون مین خوب شعر کہتے تھے۔

ادیب مولوی محمد سیف الحق دہلوی

ادیب تخلص۔ محمد سیف الحق نام۔ آپکا اصلی وطن دلی ہے۔ آپکی نسب کا سلسلہ مولوی شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے پہنچتا ہے۔ آپ نے سن شعور کے بعد علمائے دلی کی خدمت مین کتب درسیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ذکی الطبع و فہیم تھے طبیعت مین چستی و چالاکی خداداد تھی۔ اور آپکے دل مین اس بات کا جوش و خروش تھا کہ

حالت موجودہ سے کسی خاص فن جدید مین ترقی کرنا چاہیئے۔ چندروز تک آپ
اس تردد و تفکر مین رہے۔ مگر قوت فیصلہ سے کوئی خاص امر طے نہین پایا تھا کہ ایک
طبیعت کی اقتضا نے فن شاعری کیطرف متوجہ کیا۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے مضامین
سنجیدہ و معانی پسندیدہ کو بیان کے قالب مین ایسی طرز سے ڈہالے کہ نہایت ہی خوشنما
و مرغوب نظر آنے لگے۔ اُسوقت مرزا اسداللہ خان غالب زندہ تہے۔ اور اُنکی اُستادی
کل ہند مین مسلم الثبوت تہی۔ آپنے غالب مرحوم کو اپنا کلام دکہلایا۔ مرحوم البتہ آپکا کلام
دیکہتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہونہار بروا چکنے چکنے پات۔ اُستاد مرحوم کا یہ فقرہ
ادہب کے دلپر موثر ہوا۔ اور آپکا شوق بہ نسبت سابق دو چند ہو گیا۔ اس فن مین خوب
کوشش و جانفشانی کی۔ اور اُستاد مرحوم کی بہی توجہ کامل رہی۔ چندروز مین اُستادی کے
رتبہ کو پہنچ گئے۔ آپکی شاعری معاصرین کے نزدیک بہی مسلم الثبوت ہو گئی۔
آپ خوش نویسی و خوش خطی مین بے نظیر تہے۔ اور تاریخ گوئی مین بہی عدیم المثال ظریف الطبع
و لطیف الوضع تہے یاران ہم شہر سے خوش طبعی و خوش مزاجی سے ملتے تہے۔ اشفاق
و اخلاق مین شہرۂ آفاق تہے۔ آپ فارسی و ہندی دونو زبان مین کہتے تہے۔ ہم آپکے
اشعار آبدار ذیل مین گزارش کرتے ہین۔ تاکہ ناظرین لطف و مزہ اُٹھائین۔
جناب دہب دہلی سے ریاست حیدرآباد مین آئے سرکار عالی نظام مین ملازم ہوئے۔ چند سال تک
سرکاری خدمت مفوضہ کا اہتمام عمدہ طرح کرتے رہے آخر ۳ صفر ۱۳۰۹ ہجری مین شہر حیدرآباد
دکن مین مسافر عدم ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

من اشعارہ الہندی

حسرت نشان ہے مرے کنج مزار کا	آؤ کبہی تو فاتحہ پڑہنے کیواسطے

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو روئیے | دل بہی یہان ملا تو ترے اختیار کا
موت آگئی تجہے سر شام فراق سے | دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا
گر چشم و دل کی خیر سے طلب ہے | لیکا برا پڑا ہے تجہے انتظار کا

ولہ

کیسا کٹا ہے غیر جو دوچار ہو گیا | سیر ادم اسکو خنجر خونخوار ہو گیا

ولہ

خوف افشا سے ستمہائے نہانی کیجئے | ناتوان ہم دیکہتے ہین دیدہ مردم تجہکو
غیر تک ملتفت حال یون ہے میرا | جانتا واقف اسرار نہان تم تجہکو
موج دریا کی حقیقت بہی کہلی ہے ادب | جوش گریہ نے دکہایا جو ملاطم تجہکو

اعزاز۔ مرزادین محمد بیگ کابلی

اعزاز تخلص۔ مرزادین محمد بیگ نام۔ آپکا اصلی وطن کابل ہے۔ نشو و نما وہین کی آب و ہوا اور وہین کی خوشنما غذا مین ہوا ہے اور سن شعور کے بعد آپنے وطن کے علما سے کتب درسیہ علوم متداولہ و فنون متعارفہ تحصیل کی تہین۔ علم و لیاقت و فضل و قابلیت مین مستعد و لائق تہے۔ آپ وطن سے دلّی مین آئے اور وہان متوطن ہے۔ چند مدت تک امرا کی ملازمت و سفارت و وکالت مین رہے۔ مال و زر خوب حاصل کرتے تہے۔ جہان رہے وہان خوش رہے۔ آپکا مزاج آزادانہ اور مشرب فلسفانہ تہا۔ صلح کل کے طریقہ کے پیرو تہے۔ آپ خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر ایک بشر کو کیا ہندو کیا مسلمان مساوی سمجہتے تہے۔ ہر ایک کے ساتہہ لطف و مدارا فرماتے تہے۔ دلّی سے آپ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ مین ریاست ٹونک مین آئے نواب سے ملے نواب صاحب نے آپکو سفارت کے عہدہ پر مقرر فرمایا۔ مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے۔ خوش و خرم تہے کسی قسم کی تکلیف

نہین تہی۔ آپ ٹونک سے نواب ناصر الدولہ بہادر کے زمانہ مین حیدرآباد دکن آئے۔ مولوی
محمد حسین صاحب جو مقرب حضور تہے اُنکے مکان پر فروکش تہے۔ مولوی صاحب
آپکی بڑی خاطرداری کرتے تہے۔ آپنے ایک کتاب مسمی اخلاق محمدی نواب کے نام پر لکہی
اور مولویصاحب کے ذریعہ سے حضور مین پیش کی معلوم نہین حضور نے منظور فرمایا یا نہین
کتاب اسم بامسمی مضامین اخلاق پر شامل تہی ہر ایک فقرہ و کلمہ سے خلق محمدی عیان
اور ہر ایک حکایت و نقل سے خود خلق مجسم نمایان تہا۔ اُسکی متعدد باب ہین۔ ہر ایک باب
مین مضامین اخلاق کو مع شواہد و نظائر لکہا ہے۔ دیکہنے سے لطف آتا ہے۔ آپکو سیر و
سیاحت کا شوق تہا۔ عراق عجم و عراق عرب کی خوب سیر کی ہے۔ ملک بخارا و خوارزم و بلخ
و بدخشان تک گئے ہین۔ سندہ و ہند مین بہی خوب گہومے ہین۔ ہر ایک مقام کے رسم و رواج اور
ہر ملک کی طرز معاشرت سے واقف تہے۔ چنانچہ آپنے ایک کتاب وہی نسائی تالیف
کی۔ اُسمین ہر ملک کی عورتون کے رسم اور اُنکی مزعومات عمدہ طرح سے بیان کیے ہین۔ گویا
یہہ کتاب مذہب عجم کے مسائل و عقائد کا آئینہ ہے۔

آپ فارسی مین نظم و نثر عمدہ لکہتے تہے۔ آپکی تحریر و تقریر مین مضمون کی آمد تہی۔ بغیر سوچے
سمجہے لکہتے تہے۔ آپکی عبارت رنگین و شیرین ہوتی تہی۔ نظم مین آپ اعزاز تخلص کرتے
تہے اور نثر مین بہت گفتار۔ آپکا کلام اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک آپ ان
دو اسمون کے مستحق و مصداق تہے۔ آپ حیدرآباد سے برار آئے۔ اور وہان حکام کی
قدردانی سے ملکاپور ضلع بلڈانہ مین منصفی کی خدمت پر مقرر ہوئے۔ دو ڈہائی سال تک
اس خدمت پر مامور رہے عدالت کا کام نہایت امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔
مقدمات کی تحقیق مین کسی کی رعایت نہین کرتے تہے اور نہ کسی کی سفارش سنتے تہی۔

حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتے تھے۔ اہل مقدمات اور اُن کے متعلقین سے گھر پر نہین ملتے تھے۔ رشوت کے نام سے کشیدہ و رنجیدہ ہوتے تھے۔ کسیکا ہدیہ و تحفہ بھی نہین لیتے تھے جب برار سے فارسی دفتر موقوف ہوا۔ اور اُسکی جگہ مرہٹی دفتر قائم ہوا۔ اور منصف بھی موقوف ہوئے اور آپ بھی موقوف ہو گئے۔ تب ملکاپور مین جامع مسجد کے بیرونی حجرون مین سکونت اختیار کی۔ ملکاپور کے قاضی خواجہ محمد صاحب جو برار مین نامی معروف و مشہور ہین آپکی خدمت و مہمان نوازی نہایت سیر چشمی سے کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قاضی صاحب اور مرزا صاحب دو قالب ایک جان ہین۔ پھر آپ حکّام کی قدردانی سے عہدۂ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ جلگاؤن ضلع آکولہ کے تحصیلدار ہوئے دو تین سال تک کام عمدہ طرح سے کرتے رہے۔ افسران بالا آپکے کام سے نہایت ہی خوش تھے۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے۔ ظریف و بذلہ سنج و لطیفہ گو تھے اہل مجلس کو اپنے کلام رنگین سے رنگین فرماتے تھے۔ لطائف و ظرائف سے اسقدر ہنساتے تھے کہ پیٹون مین بل پڑ جاتے تھے۔ خندہ پیشانی و شگفتہ دل تھے۔ آپکے مزاج مین غرور و تکبر کا نام و نشان نہین تھا۔ فقیر مولف کو بھی آپسے نیاز تھا۔ نہایت توجہ و عنایت سے تکلم فرماتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ مین اُسوقت طالب علمی کرتا تھا۔ میری عمر اُسوقت تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔ مین اکثر آپکی خدمت مین حاضر ہوتا تھا۔ اور آپکے فیض درس سے مستفید ہوتا تھا۔ آپ صاحب التالیف والتصنیف تھے۔ چند کتب آپکی تالیف سے ہین از انجملہ اخلاق محمدی۔ شاہنشہ نامہ فتاوی نسائی۔ دیوان غیر مرتب ہین۔ عجائب الکلمات۔ مرات الخصائل۔ آپکی یہہ کتابین میرے کتبخانہ مین موجود تھین افسوس کہ موسی ندی کی طغیانی مین تمام

غرق آب و نذر سیلاب ہو گئین - آخر آپ ۱۲۷۷ھ ہجری مین بمقام قصبہ جلگانون ضلع آکولہ برار مین عالم بقا کی طرف مسافر ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - اور اُسی قصبہ مین مدفون کئے گئے - آپکی تاریخ منشی رام سیوک صاحب متخلص بہ گہر بار نے کہی ؀

چو مرزا دین محمد بیگ اعزاز
ازین دار فنا شد جادہ پیما

چہ اعزازیکہ سلطان سخن سنج
بلیغ و ناثر و ہم فخر شعرا

ہمای فکر او را آشیان عرش
نہنگ طبع او را قعر دریا

ید بیضا مضامین منیرش
خبال النفس چہ اعجاز مسیحا

گذشت آن منشی یکتای دوران
کسے دیگر نگیرد نام انشا

ازین ماتم دو تا پشت فلک شد
دما غم این چنان بگرفت سودا

بگو تاج بلاغت چون بیفتاد
بتاریخش دریغا وای و یلا

۱۲۷۷ھ

اُسوقت برار مین مرزا صاحب مرحوم کے دوست عنایت فرما دستور رتنجی و بہمن جی باشندگان پونہ معزز خدمات پر مقرر تہے - مرزا صاحب کے انتقال سے بہت رنجیدہ ہوے اور مرزا صاحب کے تمام مال و اسباب کو حفاظت سے اٹہا رکہا - اور مرحوم کے فرزند مرزا مہر علی بیگ کو دلی سے بلایا - حسب الطلب مرزا آئے - دونون معززین نے اپنے پیارے دوست کے لخت جگر کو اپنے دولتخانہ پر مہمان رکہا - اور مہمانی و مدارات مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین فرمایا - اور انسے کہا اگر آپ یہان نوکری کرنا چاہین تو ہم کوشش کرکے کرا سکتے ہین لیکن مرحوم کے فرزند نے انکار کیا - آخر دونون بہائیون نے مرحوم کا تمام مال اسباب فرزند مرحوم کے حوالہ کیا اور اپنے جیب خاص سے بہی معتدبہ رقم دیکے دلّی روانہ کیا مرحوم کے فرزند نے دونون بزرگان فرشتہ طینت کا شکریہ ادا کیا - اور وطن مالوفہ روانہ ہوا

دونون بزرگان برا کہ خصائل کی ہمدردی خالصاً لوجہ اللہ آفرین و تعریف کے لائق ہے ہم کو ایسے بزرگون کی پیروی کرنی چاہئے۔ افسوس فی زمانا نامروت و ہمدردی عنقا صفت مجہول الاسم و معروف الاسم ہے۔

من اشعارہ الفارسی

رفتم کہ بوسم قدم پیر مغان را ❊ نذر در میخانہ کنم نقد روان را

وله

عذرم اثر پذیر نشد طبع یار را ❊ خاموشش آب چشم نسازد شرار را

چون بقامت راست سازد شعر ما زمین قبا ❊ از زبان گل مبارکباد می آرد صبا

گر گذارد پا بچشم دل خیال ناز او ❊ مردمک گوید زراہ دیدہ او را مرحبا

در سفر بردی رقیبا از چہ جانان مرا ❊ دور کردی جانم از تن بردۂ جان مرا

بیتو در خانہ ایم خانہ خراب ❊ ہمچنان قطرۂ در میان حباب

گفت قاصد کہ یار می آید ❊ این خیالیست دیدہ ام در خواب

از گردش زمانہ کسے را فراغ نیست ❊ آن کیست در جہان کہ دلش پر ز داغ نیست

وضع دل خونبار نمی دانم چیست ❊ این گریۂ بسیار نمی دانم چیست

حلقۂ زلف او گلوگیر است ❊ می کشد دل چہ دام تزویر است

خواست آلودہ کند پنجہ بخون من زار ❊ خنجرش را ز تن لاغر من عار آمد

در تہیدستی مناسب نیست قرب دوستان ❊ می فتد شاخ درخت خشک از چشم بہار

زحسنت پرتوی در گلشن افتاد ❊ نمود از چہرۂ گلرنگ پرواز

گل بردہ مگر رنگ ز دامان قبایش ❊ امروز پشیمان شدہ افتاد بپایش

می شوم آب چو چاہ ذقنش می بینم ❊ غنچہ را محو بہ پیش دہنش می بینم

بر سر تربت اعزا زبنا زآمد و گفت	وله	کشتۂ کیست کہ خون از کفنش می بینم
می شود آخر ہمان کارے کہ میدارد شدن	وله	مفت بہر کار خود در پیچ و تاب افتادہ ایم
شدہ ام پیر تمنائے جوانی دارم	وله	شاید از دہر بکف خط آزادی دارم
شد تہی دستی از ان سایہ رسا مان من	وله	تا نہ بیند کس غبار از گوشۂ دامان من
از سر خاکم چرا بر چیدہ دامان میروی	وله	روی گردان از سر خاک غریبان میروی
ہر غم کہ درین زمانہ صورت دارد	رباعی	در پیش من آمدن ضرورت دارد
من میکنمش ضیافت از خون جگر		با این ہمہ خاطرش کدورت دارد

آفاق ـ محمد عیسیٰ خان دہلوی

آفاق تخلص ـ محمد عیسیٰ خان نام ـ آپکا اصلی وطن دہلی ہے ـ آپ دلی کے شریف زادون مین سے تہے ـ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تہے مستعد طالب علم تہے ـ شعر گوئی پر شیفتہ تہے ـ طبیعت مین قدرتی تیزی و چالاکی تہی ـ شعر کہنے لگے قائم دہلی سے اصلاح لیتے تہے ـ رفتہ رفتہ کلام مین پختگی و شستگی آگئی ـ درجۂ کمال کو پہنچے ـ شہرۂ آفاق ہوئے ـ دلی سے حیدرآباد دکن مین آئے ـ اور نواب شمس الامرا بہادر کی سرکار مین دو سو روپئے اہوار سے ملازم ہوئے ـ مدت تک زندہ رہے ـ آخر سنہ ۱۲۵۴ ہجری مین اس دار ناپائیدار سے دار القرار کو روانہ ہوئے ـ جناب مولینا میر شمس الدین فیض نے تاریخ رحلت کہی ہے ـ ع زاقصای آفاق آفاق رفت ؛

۱۲۵۴ھ

تضمین بر غزل قائم

کہنے جو ہو مثل گل چاک جگر جائے	اور برنگ صبا جلد گذر جاسئے

سب سے ہے بہتر یہی اب کے اگر جائے
گلشن الفت سے دل لے یہ ثمر جائے
داغ بدل جائے دست بسر جائے

کیا کہون تجھسے دلا طرفہ ہے اک ماجرا
نکہت گل کا گیا آ گئے نکل قافلا
پہلے تو وہ رنگ تہا اب یہ نیا گل کہلا
کر کے ہمین ہیشوا کہتی ہے باد صبا
مین کوئی کوئی دم مین چلی آپ ٹہر جائے

کیا کہون کیا بات ہے ایک طلسمات ہے
مرگ کی شب بات ہے ظلم سے ظلمات ہے
ہجر کی یہ رات ہے غم سے ملاقات ہے
دل بہی نہین ساتہ ہے عالم برسات ہے
بات سے تیرے کدہر دیدۂ تر جائے

ایمان شیر محمد خان حیدر آبادی

ایمان تخلص - شیر محمد خان نام محمد عاقل خان نایک کا فرزند ہے - حیدر آبادی المولد ہے - آپکے والد سرکار نظام مین وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تہے - اور اخبار گوئی کا بہی کام اُنکے سپرد تہا - ایمان نے نشو و نما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت مین کتب عربیہ و فارسیہ تحصیل کین یگانہ روزگار ہوا - اور موروثی فن مین بہی بینظیر - سرکاری تمام اخبار یون کا افسر تہا - دکن کے تمام واقعات اُسکے حافظہ کے خزانہ مین محفوظ تہے - سرکار مین ممتاز و معزز تہا - اکثر اوقات سفر و حضر مین اعظم الامرا کا مصاحب رہا ہے - شعرگوئی و شعر فہمی مین بیمثل تاریخ دانی و وقایع نگاری مین بے بدل تہا شعراء و حاضرین آپکی اُستادی کے قائل تہے - سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین حضور آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین محل کمان ایلچی بیگ مین مشاعرہ قرار پایا تہا - تمام شعرا جمع ہوئے - مگر آپ نہین آئے تہے - آپکا

انتظار کر رہے تھے۔ بعض کی رائے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کیجائے۔ اکثر نے کہا جب تک استاد نہون کچھ مزہ و لطف نہوگا۔ آخر آپ آئے وجہ تاخیر بیان کئے سبکا شکریہ ادا کرکے عذرخواہی کی۔ مشاعرہ بڑی عظمت و شان سے ہوا جسمین شعراء ہند و دکن مجتمع تھے۔ آپکا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ صنائع و بدایع کے زیور سے آراستہ اور آرائش جگت و ضلع سے پیراستہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے کلام مین ایہام بھی استعمال کرتے ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان بعض کتبخانون مین موجود ہے۔ آپ تاریخ گوئی مین کامل مہارت وقدرت رکھتے تھے۔ فی البدیہہ تاریخ کہتے تھے۔ آپنے حضور آصفجاہ ثانی کی تاریخ مین ایک قطعہ لکھا۔ اُس کے چوتھے مصرع سے دو مادہ تاریخ برآمد ہوتے ہین۔ مقبرہ کے دروازہ پر کہ مسجد مین بھی قطعہ کندہ ہے

بر روح پاک میر نظام علی مدام	زین مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان
خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ	مستوجب بہشت و با خلاص فاتحہ

۱۲۱۸

اور دوسرے شعراء نے بھی تاریخین کہین مگر آپکی تاریخ مطبوع عام ہوی۔ اسیوجہ سے مقبرہ کے دروازہ پر کندہ کرائی گئی۔ آپ خوش خلق خوش سیرت تھے۔ پاکیزہ شمائل و حمیدہ خصائل تھے۔ عزیز خلائق مقبول خالق تھے۔ آخر سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپکی تالیف سے رسالہ شطرنج و رسالہ عروض و قافیہ و دیوان مشہور ہے۔

من اشعارہ۔ ضلع میوہ مین

آسیب ہے جنگ عشق کر نہین عیان	آتا نہین زخم پہ انگور یہان
سو سیر ہوا فال سے یو نہین معلوم	سر دیکھو ہی تو ناشپاتی ہے کہان

ضلع پلنگ مین

آرام نہ کیونکراب یہ بنئیے بہو لین | کسطرح خوشی سے نہ پلنگ پہ جہولین
پایا تہا کبہو نہ سات پیٹری مین یہ دکہ | بیٹی پڑہی ایسی کہ اکہڑ گئی چولین

ضلع لٹو مین

لٹو ہے تیرے یہ ہر کوئی اب یار | اور حال پریشان سے نہین کہتا ہی غا
آخر کوچے مین اسکی جاکر جا لی | پہرتا تہا اسی آس پہ وہ سوسو بار

ولہ

سرمہ گر چشم سے اپنی وہ خوش بر پونچے | گرد خجلت کو سدا دیدۂ آہو پونچے
آستین کا مین کسو کی نہ ہوا دست نگر | میری ہاتون نے آخر میرے آنسو پونچے
رنگ گلشن کا شفق روئے فلک سے اڑجائے | اپنے ہاتہہ سے وہ کافر کبہی گو پونچے

ولہ

رنگ لب جانان کو سرخ زیادہ ہے | اور وزن مین برگ گل و سرخ زیادہ ہے

ولہ

روا ہے کون سے مشرب مین اے ایمان نا منصف | دل پرویز خوش ہو خاطر فرہاد محزون ہو

ولہ

ٹپک پڑتا ہے خون دل مرا ایمان آنکہون سے | مئی گلگون کا جسدم بزم مین ساغر جہلکتا ہے

افسر۔ میر باقر علیخان

افسر تخلص۔ میر باقر علیخان نام۔ آپ نقد علیخان ایجاد کے فرزند دوم ہین آپ علم و فضل کے زیور سے آراستہ اور پیرایۂ حسن خلق و کمال سے پیراستہ تہے خوش سلیقہ خوش سیرت تہے۔ شعر و شاعری کے شیفتہ۔ استعداد خدادا د تہی۔ اصلاح کلام والد ماجد سے لیتے تہے۔ آپکا کلام دلچسپ و پسندیدہ ہے۔

من نتایج طبع

امروز میرود بگلستان نگار ما | از دست میرود دل بے اختیار ما

دوستان موسم گل آمدہ دل شاد کنید	ولہ	دست در گردن ہم زمزمہ بنیاد کنید

اختر۔ مولوی لطیف احمد صاحب

اختر تخلص۔ لطیف احمد نام ہے۔ آپ حضرت امیر احمد مینائی لکھنوی کے فرزند سوم ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت شہر لکھنو میں ہوئی۔ (ملبند اختر) سے آپکی تاریخ ولادت بحساب جمل برآمد ہوتی ہے۔ یعنی ۱۲۸۷ھ ہجری۔ آپ کی نشو ونما لکھنو کی آب وہوا مردم خیز میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر ہفت سالہ ہوئی۔ تب والد ماجد نے آپکی تعلیم شروع کی۔ آپ نہایت ہی ذکی الطبع وذہین تھے۔ آپکے چہرہ مہرہ سے چستی وچالاکی عیاں تھی۔ عزیز قریب یہی کہتے تھے یہہ صاحبزادہ ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ چشم بددور خدا عمر خضر نصیب کرے۔ والد ماجد تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے۔ والد ماجد کی توجہ کی برکت سے آپ پندرہ یا سولہ برس کی عمر میں فارسی عربی کتب درسیہ وعلوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ شعروشاعری کے طرف بچپن ہی سے طبیعت مائل تھی۔ مائل کیوں نہو یہ شعرگوئی وسخندانی آپ کی موروثی ملک تھی والد ماجد ایام طالب علمی میں اگرچہ شاعری وشعرگوئی سے مانع ہوتے تھے۔ لیکن مقتضائے طبیعت مبادرت کرہی جاتا تھا۔ آپکے نتائج طبع والد ماجد ودیگر اعزہ دیکھہ کے متعجب ہوتے تھے۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ شعروشاعری کے میدان میں جولانی کرنے لگے۔ اقران وامثال میں فائق ہونے لگے۔ آپکو تلمذ والد ماجد ہی سے تہا۔ اپنے نتائج طبع والد ماجد ہی کے ملاحظہ میں پیش کرتے رہے والد ماجد ہی کی اصلاح سے استادی کے رتبہ کو پہنچے۔ بمصداق الولد سر لابیہ لڑکے

ہین۔ آپکے اخلاق و عادات سے بزرگان سلف کی شان نمایان ہوتی ہے۔ مروت و ہمدردی آپکا پیرایہ فتوت و جوانمردی آپکا سرمایہ ہے۔ آپکی کسر نفسی و خاکساری کی یہہ حالت ہے ہر کس و ناکس کے سامنے جہکے جاتے ہین۔ نہد شاخ پرمیوہ سر بزمین کے مصداق ہین
ہر غریب یا بلد و نو وارد بلد سے ایسے ملتے ہین جیساکہ کوئی اپنے عزیز قریب سے ملتا ہے
آپ کو علوم و فنون سے ایسی دلچسپی ہے کہ ہر وقت آپکی مجلس مین علوم و فنون کا تذکرہ اور شعر و شاعری کا چرچا ہوتا ہے۔ اور خاص آپ کی عادات سے ہے کہ بزرگان سلف و خلف کو بہلائی سے یاد کرتے ہین۔ اور آپنے ایسا طریقہ و ضابطہ رکہا ہے کہ حاضرین مجلس سے کوئی کسیکی شکایت نہین کرسکتا۔ اگر کوئی سہواً کسیکی نسبت کہے تو آپ اسکے قول کو ایسے ڈہنگ سے بدل دیتے ہین کہ وہ خیر محض ہوجاتا ہے
یا اشارةً و کنایةً اسطرح تکلم کرتے ہین کہ قائل شاکی شاکر بنجاتا ہے۔ فقیر مولف کو تہوڑاہی زمانہ گذرا ہے کہ آپسے نیاز حاصل ہوا ہے۔ مجہے اس تہوڑی ہی مدت مین آپکی ملاقات سے جو لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے۔ اسطرح مدت کے احباب سے کبہی نہین ہوا۔
مین اختر صاحب و مولانا جلیل کو سچے دل سے ایسا سمجہتا ہون کہ گویا یہہ میرے قدیم عنایت فرما ہین۔ مدعیان عیب بین میرے اس قول پر قہقہہ مارین گے۔ کہ یہہ مولوی تملقاً دونون بزرگون کی محبت کا دم مارتا ہے۔ یہہ نہین سمجہین گے کہ دونون بزرگون کی خوش اخلاقی کی کرامت ہے کہ مین انکو اپنا عنایت فرما سمجہتا ہون۔
فی زماننا جناب اختر صاحب و مولانا جلیل امام الشعرا و استاذ البلغا ہین۔ آپ کی توجہ و اصلاح کی برکت سے دکن مین شعرا کا گروہ بہت بڑہ جائیگا۔ اور شعر و شاعری کا بازار گرم ہوجائیگا۔ اکثر شاعر شاعر ہوجائین گے۔ سخن سنجی و سخن دانی سے ماہر ہوجائین

شاعر کو آپکی شاگردی پرناز ہوگا۔ مورخین سلف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نظم
کلام ریختہ کا وجود اولاً زمین دکن مین پیدا ہوا۔ ابھی اسکی پوری نشو ونما نہین ہوئی تھی
کہ وطن سے غربت اختیار کیا۔ دکن سے سند مین پہنچا۔ کبھی لکھنو کبھی دہلی مین آمد ورفت
کرتا رہا۔ اور اپنے اصلی وطن کو فراموش کردیا تھا۔ اب مدت کے بعد اپنے اصلی وطن کو
مراجعت کرتا ہے۔ عجب نہین کہ یہان بھی دونون بزرگون کی توجہ سے سکونت
اختیار کرے۔ اور شعرا کے نزدیک لکھنو و دکن و دہلی کی زبانین مستند سمجھی جائین۔
آپکا کلام آسمانِ فصاحت و بلاغت کا نیر اعظم ہے۔ بندش برجستہ و ترکیب شایستہ کا
اختر معظم ہے۔ آپکا کلام صفائی و شستگی مین ڈوبا ہوا ہے۔ نزاکت و لطافت سے
بھرا ہوا ہے۔ حشو و زوائد سے پاک و صاف۔ تعقید لفظی و معنوی سے شفاف ہے
سامعین کے دلون پر سحر سامری کا اثر کرتا ہے۔ اور کلام کے سننے سے دل کو سرور
حاصل ہوتا ہے اور صاحبانِ کمال وجد کرتے ہین۔ جناب اختر اسوقت ہوم سکرٹری
کے مددگاری کی خدمت پر مامور ہین۔ خدمت مفوضہ کا کام نہایت عمدگی سے
ادا کرتے ہین۔ ارباب حاجات سے خلوص و حسن سلوک سے ملتے ہین۔ غرور و تکبر سے
متنفر ہین دور رہتے ہین۔ آپکی انکساری دیکھکے کل دفتر کے ملازمین و صاحبانِ اغراض
فرمان بردار و حلقہ بگوش بنتے ہین۔ تھوڑی ہی مدت کی ملازمت مین وہ قبولیت
عامہ حاصل ہوئی کہ دیگر برسون کے ملازمین کو ہمدست نہین ہوئی۔ ادنی سے اعلی
تک تمام آپکے شکرگزار ہین۔ کوئی آپکی نسبت شکایت نہین کرتا ہے ہر ایک آپکو بھلائی
سے یاد کرتا ہے۔ اختر کے لئے قبولیت عامہ کا ہونا عطیۂ عظمی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء، وطوائف انام کا آپکو معتمد قرار دینا نعمت کبری ہے۔ آپکے حالات لطائف

آیات بیشمار ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کرکے اسیقدر پر اکتفا کیا۔ اب آپکے نتائج طبع گذارش کرتا ہون **ھوھذہ**

دکھادے آج ای اختر کہ جودت ایسی ہوتی ہے
سخنور اسکو کہتے ہین طبیعت ایسی ہوتی ہے

ثنا ہو شاہ آصف کی اور ایسی ہو کہ سب کہدین
بلاغت نام اسکا ہی فصاحت ایسی ہوتی ہے

جمال شاہ دیکھا تھا کہ دل اپنا پکار اٹھا
خدائے پاک کی بندون پہ رحمت ایسی ہوتی ہے

خدا رکھے یہی ظل خدا ہین اب خدائی مین
جوان ہین نہ کسی مین کب جلالت ایسی ہوتی ہے

علی کا ہو جو محبوب اسکی رعنائی کا کیا کہنا
ہزارون صورتون مین ایک صورت ایسی ہوتی ہے

غلط کیا ہو کہ آپ آصف کے پر ہمین سلیمان ہین
کسی کی قاف سے تا قاف شہرت ایسی ہوتی ہے

فلک فر میر محبوب علیخان کا زمانہ ہے
جو گھر گھر ایسی عشرت ہے مسرت ایسی ہوتی ہے

وہ طرز حکمرانی ہے وہ رنگ خسروانی ہے
حکومت خود یہ کہتی ہے حکومت ایسی ہوتی ہے

مظالم کو مٹا دینا غریبونکی خبر لینا
سیاست کے یہ معنی ہین ریاست ایسی ہوتی ہے

جہانبانی سلیمانی مسیحائی و دارائی
کوئی پوچھے تو ہم کہدین کہ حضرت ایسی ہوتی ہے

بشر کیسے فلک بھی تو قدم لینے کو جھکتا ہے
اسی کہتے ہین رفعت شان و شوکت ایسی ہوتی ہے

ہزارون دل ہین سب مین بسا ہے جگہ اک ذات آصف کی
حقیقت تو یہی کثرت مین وحدت ایسی ہوتی ہے

آزاد۔ میر غلام علی الحسینی البلگرامی

آزاد تخلص۔ میر غلام علی نام۔ آپکا مسقط الراس محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام صوبہ اودہ ہے۔ آپکی ولادت باسعادت پچیس تاریخ ماہ صفر روز یکشنبہ سنہ ۱۱۱۶ ہجری مین واقع ہوی۔ آپکی نسب کا سلسلہ عیسیٰ موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ سے منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانۂ عامرہ میں لکھا ہے

گرچہ باشد موتمّ الاشبال عیسیٰ جا ہین　　عیسی جان بخش شیرم بادا نفس

آپ نسباً حسینی و اصلاً واسطی و وطناً بلگرامی مذہباً حنفی و طریقۃً چشتی تھے جب آپ نے نشو و نما کے میدان میں قلم رکھا۔ سرو روان کی طرح بڑہنے لگے۔ اعزہ و اقارب آپکے رنگ و ڈہنگ کو دیکھکر کہتے تھے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپکے چہرے مہرے اور اعضا و مفاصل کے قیافہ سے مترشح ہوتا تھا کہ یہہ آفتاب خاندان جہان کو روشن کریگا۔ فضائے عالم کو اپنے فیضان نعمت سے گلشن بنائیگا۔ اور محافل علم و فضل کو زینت دیگا۔ معقولات و منقولات کے نکات ظاہر کریگا۔ بناءً علیہ والد یا جد و دیگر اعزہ خاص خصوصاً علامہ میر سید عبد الجلیل بلگرامی آپکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور عمدہ اہتمام کیا۔ اساتذہ کرام و علمائے نحاریر سے آپکی تعلیم شروع ہوئی۔ آپ درجہ بدرجہ ترقی کے اوج پر عروج کرتے رہے۔ چنانچہ خود صاحب ترجمہ نے اپنے مولفہ تذکرہ خزانۂ عامرہ میں لکھا کہ میری تحصیل پانچ اساتذہ کرام سے درجۂ تکمیل کو پہنچی۔ اوّل مولانا میر طفیل محمد بلگرامی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑہیں۔ آپکے قصیدہ افتخاریہ کے شعر سے ثابت ہوتا ہے

شاگرد خاص میر طفیل محمدم　　او در علوم عقلی و نقلی ست رہبرم

دوم علامۂ زمان میر عبد الجلیل سقی اللہ السلسبیل سے لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب حاصل کیا۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں

آزاد ماکہ فضل و کمال بہم رساند　　خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

سوم بحر مواج علوم میر سید محمد خلف علامہ مرحوم سے عروض و قوافی و فنون ادب کی

تکمیل کی۔ چہارم صاحب آیات بینات مولانا شیخ محمد حیات سندی روح اللہ روحہ سے مدینہ منورہ مین صحیح بخاری کی سند و صحاح ستہ و سائر مفردات کی اجازت حاصل کی۔ پنجم جامع کمالات شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے مکہ معظمہ مین بعض فوائد علم حدیث اخذ کیا۔ تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہونیکے بعد سنہ ۱۱۳۰ ہجری مین حضرت قدوۃ العارفین سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ العزیز سے بیعت حاصل کی انتہی کلامہ۔

آپ پندرہ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہوئے۔ عالم شباب تہا۔ طبیعت بحر علوم و فنون مین متواج شعر و شاعری کے میدان مین شعلہ جوالہ تہی۔ اور دلمین سیر و سیاحت و تلاش ملازمت و تحصیل نعمت و شہرت کا شوق جوش زن تہا۔ چنانچہ آپنے خزانہ عامرہ مین لکہا کہ مجکو مدت العمر مین تین سفر واقع ہوئے۔ سفر اول شاہجہان آباد۔ آپ سنہ ۱۱۳۰ ہجری مین علامہ مرحوم کے ملنے کیلئے بلگرام سے میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کے ہمراہ شاہجہان آباد روانہ ہوئے۔ وہان پہنچ کے علامہ کی خدمت مین دو سال تک رہے اس مدت مین فوائد علم و فضل سے مستفید ہوکے وطن مالوفہ تشریف لائے۔ سفر دوم سیوستان واقع سندہ۔ سیوستان مین آپکے ماموں میر سید محمد میر بخشی گری وقایع نگاری پر مامور تہے۔ حسب الطلب میر سنہ ۱۱۴۲ ہجری ماہ ذیحجہ مین وطن سے سیوستان روانہ ہوئے شاہجہان آباد و ملتان و اُچ وغیرہ بلاد سے عبور و مرور کرتے ہوئے بتاریخ دہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۳ ہجری مین شہر مذکور مین مع الخیر پہنچے ماموں صاحب کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ ماموں صاحب ہمشیرہ زادہ کے دیدار سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہمشیرہ زادہ کو نیابتاً دونون خدمتون پر مامور کرکے خود بلگرام روانہ ہوئے۔ آپ چار سال تک دونون خدمتون کا کام عمدگی سے انجام دیتے رہے۔ آپکے انتظام سے حکام بالادست خوش رہتے تھے

آپکی لیاقت وخوبی انتظام کی تعریف کرتے تھے۔ چار سال گزرنے کے بعد میر صاحب وطن سے واپس آئے۔ اور اپنے ہمشیرہ زادے آزاد کو بلگرام روانہ فرمایا۔ پس صاحب ترجمہ آزاد ۱۱۴۲ ہجری مین سیوستان سے روانہ ہوئے۔ جب شاہجہان آباد مین پہنچے وہان معلوم ہوا کہ آپکے والد میر محمد نوح مع تمام اہل بیت الہ آباد مین آئے ہین۔ آپ شاہجہان آباد سے برآمد ہوئے۔ سیدھے اکبر آباد سے الہ آباد پہنچے۔ تین سال تک وہان والد ماجد کی خدمت مین رہے۔ اس مدت مین دو مرتبہ بلگرام مین بھی گئے تھے۔ لچھمی نرائن شفیق شاگرد آزاد صاحب ترجمہ تذکرہ گل رعنا مین آپکی زبانی نقل کرتا ہے کہ جناب آزاد نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ نواب مبارز الملک سربلند خان تونی صوبہ الہ آباد اپنے فرزند میر محمود المخاطب بہ شاہنواز خان کو نیابتہً صوبہ مین مقرر کرکے خود شاہجہان آباد مین محمد شاہ بادشاہ کے پاس گیا اور میرے والد میر محمد نوح نواب شاہنواز خان کی سرکار مین میر سامانی کی خدمت پر مامور تھے۔ ایک روز والد مجکو اور میرے بھائی میر غلام حسین کو نواب شاہنواز خان کی ملازمت کے لئے لیگئے۔ نواب بنگلہ مرتضی مین رونق افزا تھے۔ اور میرے والد نواب کے قریب کھڑے ہوئے اوراق کاغذات پر دستخط کرا رہے تھے۔ اور ہم دونون بھائی دور کھڑے ہوئے اس انتظار مین تھے کہ نواب ہمارے طرف دیکھے کہ ہم تسلیم بجالائین۔ نواب دستخط کرنے مین ایسے مشغول تھے کہ دیر تک ہماری طرف نہین دیکھا باوجودیکہ حسب دستور چوبدارون نے باادب وباقاعدہ کہہ کے چلایا لیکن نواب نے چوبدارون کے چلانے سے بھی نظر نہین دیکھا۔ اسوقت میرے دل مین غیرت وحمیت نے جوش کیا کہ [illegible] کے دروازہ پر اسقدر عجز وانکسار کرنا فضول ہے۔ خالق حقیقی کے طرف [illegible] ہوا فضل ہے مین سلام گاہ سے لوٹا۔ چوبدار نے پوچھا حضرت کہان جاتے ہین۔ مین نے کہا گھر

جو بداروں کے آداب سے ہے کہ آیندہ کو روکتے ہیں۔ اور روندہ کو نہیں روکتے چوبدار نے مجکو نہیں روکا۔ میں سیدہا گہر آیا۔ اور میرا بہائی وہاں ٹہیرا رہا۔ بعد میں نواب کی ملازمت و تسلیم سے مشرف ہوا جب الدیا جد دربار سے گہر میں آئے۔ مجہہ سے پوچہا کہ آپنے نواب کی ملازمت ترک کئے آخر کیا کروگے میں نے عرض کیا جو کچہہ تقدیر میں ہے ہوگا

سفر۔ زیارت بیت اللہ شریف

آپنے اُسیوقت دلمیں عزم جزم کیا کہ آپکے خالق کے دروازہ پر چلنا چاہئے۔ پس بلگرام سے تیسری تاریخ ماہ رجب ۱۱۵۰ ہجری مطابق مادۂ تاریخ (سفر خیر) زیارت بیت اللہ کا احرام باندہا۔ اور شہر سے نکلتے وقت کسیکو آگاہ نہیں کیا۔ نہیں تو سد راہ ہوتے۔ اہل بیت کو تین روز کے بعد معلوم ہوا۔ افسوس کرنے لگے۔ آپکے حقیقی بہائی غلام حسن تین منزل تک تعاقب میں گئے آخر آپکو نہیں پایا۔ لاچار ہو واپس آئے۔ آپ غیر معروف راہ سے پیادہ پا سرونج ضلع مالوا تک آئے۔ آپنے غیر متعارف طریق اسلئے اختیار کیا تہا تاکہ کوئی خبر دار ہوکے مانع نہووے۔ اُسوقت عالیجناب نواب آصفجاہ اول کا لشکر فیروزی اثر اس ملک میں جلوہ افروز تہا لشکر میں ایک عزیز نیک محضر نے بے سابقۂ معرفت آپ کی خاطر و مدارات کی۔ اور مہمانوازی کے لوازم پورے ادا کئے۔ اور آپکو ایک تہہ مکلف ساز و سامان سے اسپ سواری کے لئے عطا کی۔ سبحان اللہ اُس زمانہ میں اہل زمان کیا فراخ حوصلہ و مہمان نواز و غربا پرور ہوتے تہے۔ غربائے نابلد و درماندگان بیوسیلہ کے ساتہہ جان و مال سے ہمدردی و مساعدت فرماتے تہے۔ فی زماننا باوجود معرفت سابقہ اغماض کرتے ہیں بیچارہ غریب بلکہ قریب کا بہی کوئی ہمدردی نہیں کرتا۔ ہم بزرگان سلف کے وقعات سے

سبق لینا چاہئیے اور قدم بقدم چلنا چاہئیے۔ اسلاف کی پیروی مین دارین کی بہبودی و نیکنامی ہے۔ اسی ضلع مین حسن اتفاق سے بتاریخ دوم شعبان سنہ مذکورہ مین نواب آصفجاہ سے ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آپنے ایک رباعی پیش کی۔ رباعی

اے حامئی دین محیط جود و احسان　　　حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدر گاہ سلیمان آورد　　　تو آل نبی را بدر کعبہ رسان

نواب عالیجناب رباعی دیکہہ کے بہت محظوظ ہوئے۔ اور زاد راحلہ کا کامل بندوبست کر دیا۔ آزاد اسم بامسمی تہا بجز اس رباعی کے کسیکی مدح سرائی نہین کی۔ اور نہ کسی سے صلہ طلب کیا۔ اگر غور سے دیکہا جائے تو یہہ رباعی بہی بیت اللہ شریف کے سفر کیلیئے ہے نہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے۔ بقول صاحب گل رعنا آپ بالوہ سے آسائش و آرام کے ساتہہ آہستہ آہستہ منزل مقصود کو پہنچے۔ یعنے بندر گاہ سورت مین داخل ہوا۔ اور سبحۃ المرجان مین خود آزاد نے لکہا کہ مین ہباوین دشوار گزار کوہ ہائے ناہنجار کو پیادہ پا طی کرتا ہوا جاتا تہا راہ مین سوائے شوق دل میرا کوئی رہنما و رفیق نہین تہا۔ آخر خدائے تعالی نے مجکو اس مقام پر پہنچایا جسکی مجکو امید نہین تہی یعنی مین بندر گاہ سورت محروسہ مین پہنچ گیا۔ اور وہان سے جہاز پر سوار ہوا۔ چند روز کے بعد جدہ مکرمہ کے کنارہ پر وارد ہوا۔ اور وہان فروکش ہو کے خدا کا شکریہ ادا کیا چار روز تک اسی مقام پر فضا مین قیام پذیر رہا۔ اور چار روز کے قیام مین تندرست و شگفتہ رو ہو گیا۔ پہر وہان سے کعبہ معظمہ مین مع الخیر والعافیۃ بتاریخ ۲۹ محرم سنہ ۱۱۵۱ ہجری داخل ہوا انتہی کلامہ۔ چونکہ حج کا موسم باقی نہین رہا تہا۔

تین روز مکہ معظمہ مین قیام فرمایا طواف بیت اللہ و مقامات متبرکہ کی زیارت سے
مشرف ہو کے مدینہ منورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
شوق مین روانہ ہوا۔ ۲۵ تاریخ ماہ صفر مدینہ منورہ مین حضرت کی زیارت سے دل کو تازہ
و سیراب فرمایا۔ خود فرماتے ہین کہ زیارت سے مشرف ہوتے ہی غربت کے مصائب دور ہو گئے
اور مین قبۂ عالی و روضہ صافی کے سامنے نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔ اور آستانہ مقدس
کی خاک کو آنکھون کا سرمہ بنایا۔ اور وہان کے قیام کو نعمت عظمیٰ سمجھا۔ پس اقامت کے
زمانہ مین حضرت شیخ محمد حیات سندی سے صحیح بخاری پڑہی اور اسکی سند اور صحاح ستہ
اور مفردات کی اجازت بہی شیخ سے حاصل کی۔ جیساکہ صدر مین مذکور ہو چکا ہے
آپ مدینہ منورہ مین تقریبًا دس مہینے تک رہے اور عید الفطر وہان کر کے ۱۴ تاریخ ماہ
شوال سنہ مذکور مین مدینہ منورہ سے دیدۂ گریان و سینۂ سوزان برآمد ہوئے
آخر عشرہ مین بیت اللہ شریف مین پہنچے۔ وہان شیخ عبد الوہاب طنطاوی سے
احادیث نبویہ مین فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ پہر حج کے لئے احرام باندہا۔ اور حج
کے مناسک فرائض و سنن کل ادا کئے اور ادائے حج کی تاریخ عمل اعظم ہے۔ خود
صاحب ترجمہ نے تذکرہ خزانہ عامرہ مین لکھا کہ سالم کشمیری نے میرے اور اپنے حال
کی نسبت کہا ہے ؎

عید فطرست بر در پیغمبر	شیئًا للہ گفتم بس یاور
ابن عید و مدینہ بخت من طالع	انشاء اللہ مکہ و عید دگر

آخر ماہ ربیع الثانی ۱۱۵۲ہجری مین طائف گئے۔ وہان کے باغات و میوہائے
طائف کی سیر کی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس کی زیارت سے مشرف ہو کے مکہ مین

مراجعت کی ماہ مذکور کے آخر عشرہ مین مکہ معظمہ سے اہل و عیال کے تعلق و والدین
کی محبت کی وجہ ہند روانہ ہوئے ۔ تیسری تاریخ جمادی الاولی جدہ سے جہاز پر سوار ہو کے
آٹھہ روز مین مخا مین پہنچے ۔ حضرت سیدنا علی بن عمر شاذلی کی زیارت کی وہان
چار دن قیام کرکے ۲۹ ماہ مذکور کو سترہ مسرورہ کے کنارہ پر اترے ۔ اور دوسری تاریخ
ماہ جمادی الثانی بلدہ ماموره بصرہ مین داخل ہوے ۔ آپکی مراجعت کی تاریخ (سفر بخیر)
ہے ۔ پانچ مہینے تک بصرہ مین رہے ۔ پھر آپ ۱۱ تاریخ ماہ ذیقعدہ وہان سے برآمد ہو کے
۲۷ ماہ مذکور مین شہر اورنگ آباد کو قدوم میمنت لزوم سے رشک گلشن فرمایا ۔ اور
عارف ربانی شاہ مسافر غجدوانی قدس سرہ المتوفی سنہ ۱۱۲۶ ہجری کے تکیہ مین
گوشہ نشین ہوئے ۔ دنیا و مافیہا سے کنارہ کش ۔ ساتھہ برس تک تکیہ مذکورہ مین سکونت گزین
رہے سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین بطور سیر حیدرآباد و بیدر گئے تھے ۔ چند روز بسر کرکے سال مذکور
مین خجستہ بنیاد مین آئے بدستور تکیہ مین تھے ۔ جب سنہ ۱۱۵۸ ہجری مین نواب نظام الدولہ
ناصر جنگ شہید والد ماجد نواب آصف جاہ کے طرف سے صوبہ داری اورنگ آباد پر بنیابتاً مامور
ہوکے آئے ۔ اسوقت نواب نے آپکو اپنے دربار مین بلایا ۔ آپ حسب الطلب نواب کے
پاس گئے ۔ نواب نے آپکی بہت تعظیم و توقیر کی ۔ اور آپکو اپنے حسن خلق کے دام مین مقید
کر لیا ۔ ہر چند کہ آپ کنارہ کش ہوتے تھے لیکن نواب شہید آپکو نہین چھوڑتا تھا ۔ ابتدائے
ملاقات سے مدت حیات تک آزاد کو محبت و اتحاد کے دام سے کبھی آزاد نہین کیا نواب
شعر و شاعری کا فریفتہ تھا ۔ آپ سے اصلاح لیتا تھا ۔ آزاد خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین ۔
کہ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات کے بعد لکھے ہین بے سقم و عیب ہین ۔ جب میرے سامنے
موزون فرماتے تھے تب اسیوقت اصلاح لیتے تھے ۔ اور اگر غائبانہ کہتے تو لفافہ مین بند کرکے

میرے پاس بھیجتے تھے۔ فقیر اشعار اصلاح کردہ کو سربمہر کرکے بھیجتا تھا۔ خود نواب اصلاح کردہ اشعار شائقین کو سناتے تھے۔ اور دیوان مین داخل کرتے تھے۔ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات سے قبل موزون کئے اصلاح طلب ہین۔ مجکو اپنا دیوان اصلاح کے لئے دیا تھا۔ مین دیوان کا تھوڑا حصہ درست کیا باقی کے لئے دماغ وزمانہ نے موقع نہین دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزون کرکے فقیر کے پاس بھیجی۔ اصلاح باقی کے لئے دماغ وزمانہ نے موقع نہین دیا۔ نواب نے ایک رات غزل موزون کرکے فقیر کے پاس بھیجی اصلاح کرکے بھیجدیا۔ صبح نواب دیوانخانہ مین رونق افزا ہوئے۔ اور امرا وشعرای رکاب مثلاً صمصام الدولہ شاہنواز خان و موسوی خان جرات ورنگ آبادی ورضی خان داماد موسوی خان مذکور ونقد علیخان ایجاد وغیرہ حاضر تھے۔ نواب غزل اصلاح شدہ پڑھنے لگے ایک شعر مین سروخرامان بمعنی درخت سرو باندھا تھا۔ جرات نے اعتراض کیا کہ سرخرامان معشوق کے قامت پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر کیونکر صادق ہوسکتا ہے۔ نواب نے فقیر کے طرف دیکھا۔ مین نے کہا میرزا صائب نے سروخرامان سے درخت سرو ارادہ کیا ہے چنانچہ کہتا ہے

ایکہ برآر از آستین دست نگارین درچمن ۔۔۔ تا دستہا پنہان کند سروخرامان دربغل

نواب بہت خوش ہوئے اور بیت کو فوراً یاد کرلی۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے کہ سرو زمین گیر کو سروخرامان کہا۔ مین نے کہا جناب شعر کی بنا تخیل پر ہے۔ درخت کے ہوا کی تحریک سے جنبش کرتا ہے گویا خرام کرتا ہے۔ چنانچہ سلمان ساوجی اس امر کی تصریح کرتا ہے

سرو از صبا اگر چمان تا چون قدت نشد روان ۔۔۔ ہرچند بخرامد بآن سرخرامان کی رسد

ایسا ہی عربی مین غصن میاس و شجر میاد کہتے ہین میاس و میاد دونون بمعنی خرامان

ہین۔ (انتہی کلام۔ آزاد بلگرامی صاحب ترجمہ)

حضرت نواب کی خدمت مین تا بزندگی سایہ کی طرح ہمرکاب ہے۔ نواب شہید کی مصاحبت سے بہت محظوظ ہوتا تہا۔ اور آپ کی عزت و آبرو مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا تہا۔ آپکے توسل سے اکثر اہل حاجات فائز المرام ہوتے تہے۔ آپ ہر شخص کی سفارش مین کوتاہی نہین فرماتے تہے۔ نواب شہید آپ کی سفارش سنتا تہا۔ آپ اس کار خیر مین معروف تہے۔ ہر ایک غریب بے وسیلہ آپکے سایۂ عاطفت مین آ کے خواستگار دستگیری ہوتا تہا۔ سنہ مذکورہ مین نواب کرناٹک مین بطور دورہ روانہ ہوا۔ اسوقت آزاد صاحب ترجمہ کو ہمراہ لیا۔ آپ سرینگ پٹن تک جو راجہ میسور کا دار السلطنت تہا ہمرکاب ہے پائین گہاٹ و بالا گہاٹ کے پر فضا میدانون و پہاڑون کی خوب سیر کی۔ و عجائب و غرائب تماشے دیکہے۔ آخر سنہ ۱۱۶۱ ہجری غرہ ماہ صفر کو ہمراہ نواب ورنگ آباد درونق افزا ہوئے۔ اور اسی سال مذکورہ مین نواب صوف کے ہمراہ بلدہ برہانپور گئے۔ چند ہی روز مین واپس آئے۔ پہر سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین دوبارہ برہانپور جانیکا اتفاق ہوا۔ کنارہ نربدا تک ملاحظہ کرکے مع نواب اورنگ آباد آئے۔ ابہی سفر سے آرام نہین پائے تہے کہ پہر ۶ تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ مین نواب شہید کے ہمراہ ارکاٹ روانہ ہوئے۔ ایک سال چند ماہ تک سفر مین بسر کئے۔ اسی سفر مین نواب کی شہادت واقع ہوئی۔ نواب کی شہادت کے بعد بتاریخ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۱۶۴ ہجری شہر اورنگ آباد مین رونق افزا ہوئے۔ بعد بتاریخ نہم رجب سنہ مذکور حسب الطلب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان مرحوم حیدر آباد روانہ ہوئے۔ چند مہینے بسر کرکے ۶ تاریخ ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور حیدر آباد سے برآمد ہوکے اورنگ آباد مین آئے قدوم میمنت لزوم سے اورنگ آباد کو رشک فردوس برین کیا۔

چند روز تک شاہ مسافر کے تکیہ مین آزادانہ رہے۔ جب نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین نواب امیر الممالک خلف آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت منصب وکالت سے سرفراز ہو کے حیدر آباد گئے۔ وہان سے آزاد صاحب ترجمہ کو نہایت شوق و اشتیاق سے طلب فرمایا حسب الطلب سنہ مذکورہ مین حیدر آباد تشریف لیگئے۔ پھر سنہ ۱۱۶۸ ہجری مین بلدہ اورنگ آباد مین مراجعت کی پھر اورنگ آباد مین ایسے جمے کہ مرکے اُٹھے۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد فرماتے تھے کہ جب بیت اللہ کی زیارت سے واپس آیا تب مین نے دل مین مشورہ و مطارحہ کیا کہ فقیری متعدد الاقسام ہے ازانجملہ کونسی قسم اختیار کرنی چاہئیے۔ آخر یہہ قرار پایا کہ بند مشیخت و پیری مریدی سے آزاد رہنا چاہئیے۔ راہ راست پر ثابت قدم۔ اس لئے کہ دنیوی معاملات مین شرع کو فروغ نہین ہوتا ہے اور دنیوی معاملات مین بطریق اولی۔ چنانچہ حضرت کرامات گوئی و سلسلہ پیری و مریدی سے منزلون دور رہتے ہین۔ راستی و درستی و خوش معاملگی مین زندگی بسر کرتے ہین مشایخانہ و پیرانہ نمائش نہین کرتے ہین۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے۔ کہ عرس و بزم آرائی ریاکارون کی شہرت و شکار کا وسیلہ ہے۔ خلائق کو گرفتار کرنیکا دام ہے۔ آپ نے اپنے لئے خاص کوئی تکیہ و خانقاہ نہین بنایا۔ فرماتے تھے کہ تکیہ داری مین خانہ داری سے زیادہ مضرت ہے۔ اسلئے کہ اگر خانہ داری مین صاحب خانہ سے قصور و خطا واقع ہو جائے تو اہل بیت زن و فرزند بسبب تعلق جزئیت معاف کرتے ہین۔ اور تکیہ داری مین اگر قصور و فتور واقع ہو جائے تو واردین و صادرین مختلف الطبایع چشم پوشی نہین کرتے۔ بلکہ لعن و طعن کا بازار گرم کرتے ہین چنانچہ آپکے ایک شعر سے یہی مضمون مترشح ہوتا ہے۔ ~

تکیہ داران نیستند از خانہ داران ہیچ کم + شکر حق آزادہ ماز رسم شان و از دو رنگ + انتہی کلامہ
آزاد صاحب ترجمہ کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لکہا کہ جب مین نے سفر حجاز
سے مراجعت کی اول بندر سورت مین آیا - اور وہان سے اورنگ آباد مین پہنچا - گوشہ نشینی
و توکل پر قدم جمایا - تقریباً دس برس تک برفاقت قناعت زندگی بسر کی - کسی کی پروا نہین کرتا تہا
آخر عمر چالیس برس سے زائد ہوگئی - امور ضروری کیلئے استعانت کی نوبت آئی - گرمی و سردی
کے سہنے کی تاب و توان باقی نہین رہی - ایسی حالت مین توکل سے کام نہین چلتا تہا -
پس ناہین ایام مین نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے آپسے رفاقت کی خواہش کی
آپنے بامر مجبوری قبول کی - اور آپ نواب کی رفاقت مین شہادت تک رہے -
آپ فرماتے ہین کہ نواب کی رفاقت کے بعد یقیناً معلوم ہوا کہ ایک امیر کی نوکری توکل سے
بہتر ہے - اس لئے کہ ایک امیر کے طرف محتاج ہونا ہزار امیر کے طرف سے بہتر ہے - جب
انسان کی نظر تمام جانب سے بند ہو جاتی ہے تب وہ دل جمعی سے زندگی بسر کرتا ہے - جو
کام پیش آتا ہے اطمینان سے انجام دیتا ہے - آپنے توکل کے معنی اسطرح بیان فرمایا کہ
متوکل پر اگر پے در پے فاقے واقع ہون مگر اسکے دلمین یہہ خطرہ نہووے کہ کوئی کہانا
لائے اگر توکل مین یہہ مرتبہ حاصل ہو تو توکل مبارک ہے - اگر توکل مین یہہ مرتبہ نہو تو
وہ توکل توکل نہین ہے بلکہ پراگندگی ہے - جو متوکل منتظر فتوح ہوگا - اپنا دل پراگندہ
کریگا - اور وقت عزیز کو برباد کریگا - ے

توکل را نظر بر روزی نو خدمتی باشد	ہمان بہتر کہ این کس را رصا جدو دیا باشد
اگر بستے میانہ را در شادکار محتاجان	تقرب با خداوندان دولت طالعے باشد
سواد فقر را از پیر تو دولت چراغان کن	نزاین جامعیت با سلیمان نسبتی باشد

ہمدردی ودستگیری غربا وفقرا کا ذکر

آزاد صاحب رحمہ کے مزاج مین ہمدردی ودستگیری غربا وفقرا جوش زن تہی۔ اہل جہان
کی حاجت روائی وفیض رسانی ودلسوزی خلق مین زبان وقلم ودرم سے دریغ نہین فرماتے
تہے۔ یہہ صفت ہمدردی خاص آپکی ذات بابرکات مین ایسی تہی کہ سلف سے خلف تک
کسی مین دیکہے گئے نہ سنی گئے۔ چنانچہ جب نواب نظام الدولہ نے مظفر جنگ پر فیروزمندی پائی
اُسوقت ملک ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اُسطرف کے تمام عمال وحکام حضور طلب ہوئے
ہر ایک سے محاسبہ لینے لگے۔ آپ اس زمانہ مین نواب صمصام الدولہ کے خیمہ کے قریب فروکش
تہے۔ آپ ایکروز نواب کے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ ایک شخص آپکے پاس دوڑتا ہوا آیا۔
اور آپ سے کہا کہ حاجی عبد الشکور نام عامل معزول کہتا ہے کہ مین حوالات مین ہون۔
جگہ سے جنبش نہین کرسکتا ہون۔ شکنجہ بلا مین مبتلا ہون۔ آپ یہانتک تشریف لائے
اور میرے حال پر نظر رحم فرمائے۔ باوجود اسمعنی کہ آپ سے اور عامل سے تعارف وآشنائی
سابقہ نہین تہی۔ آپ از روی مروت اسکے پاس گئے۔ دیکہا اسنے محاسبہ وقید کی
شکایت کی۔ آپ اسیوقت نواب صمصام الدولہ کے پاس مراجعت کرکے آئے۔ نواب سے
کہا حاجی عبد الشکور نام ایک عامل علاوہ اسکے زمرہ مین آپکے آستانہ پر حاضر ہے۔ آپ
بیچارہ غریب کو روبرو بلائے۔ نواب نے فرمایا عامل محاسبہ کو روبرو طلب کرنیکا ضابطہ نہین ہے
آپ نے فرمایا کہ مین آپکو یہہ نہین کہتا ہون کہ اسکو محاسبہ سے معاف فرمائے۔ صرف
یہہ چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ روبرو بلائے۔ نواب انکار فرماتے تہے اور آپ اصرار کرتے تہے
آخر نواب نے اسکو روبرو بلایا اور اسکی حالت دیکہی۔ بہت مہربانی کی۔ فرمایا کہ کل
ڈیوڑہی پر حاضر رہین اور چوبدار کو تاکید کی جب حاضر ہو جائے تو ہمکو مطلع کرنا

حسب الحکم دوسرے روز حاجی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا۔ چوبدار نے خبر دی۔ نواب صمصام الدولہ نے نواب نظام الدولہ سے عرض کیا کہ حاجی عبداللہ شکور محاسبہ دار حاضر ہے۔ میر غلام علی آزاد نے مجھ سے کہا کہ ایک مرتبہ اسکو روبرو بلائیے۔ ہرچند کہ مین نے انکار کیا لیکن انہون نے مجکو معذور نہین کہا۔ بامر لاچاری روبرو بلایا۔ اسوقت مین بھی حضور مین عرض کرتا ہون کہ حاجی کو ایکمرتبہ روبرو بلائیے۔ حکم صادر ہوا کہ حاضر کرین۔ فوراً حاضر ہوا۔ نواب نظام الدولہ نے دیکھا کہ پیر نود سالہ کوزہ پشت پیراہن زیب بدن و دستار سبز برسر عصا و تسبیح ہاتھون تہامے ہوے ہے۔ نواب نے دیکھتے ہی پیر فانی کو پاس بلایا۔ اور حال استفسار فرمایا۔ فرو محاسبہ قریب بیس ہزار کے تھی معاف فرمایا۔ اور پیر فانی کے لئے روزینہ معین کردیا۔ سرکار سے سواری عنایت کرکے رخصت فرمایا۔ اور آپ فرماتے تھے کہ باہم زمانہ مین اتفاق پیدا کرنا بہتر ہے۔ اور انقطاع بے بہتری۔ آدمی کو چاہیئے کہ عالم آشنائی و صحبت مین نقدی الایام و صحبت کو ضائع نکرے۔

عظمت و رفعت

امرائے جلیل القدر و رؤسائے عالی جوہر آپکو بزرگی و عظمت کی نظر سے دیکھتے تھے اور آپکی تعظیم و تکریم بجالاتے تھے۔ آپ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی امیر و وزیر سے خواستگار نہین ہوتے تھے۔ امرا آپ کی ملازمت خدمت کو فخر جانتے تھے۔ اور آپ سے امور ریاست مین استعانت لیتے تھے۔ آپکی رائے صائب سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ تا زندگی مستغنیانہ رہے آپ خزانہ عامرہ کے خطبہ مین لکھتے ہین کہ۔ مین نے مدۃ العمر کسی امیر کی مدح نہین کی نہ اپنے نامہ کو کسی دولتمند کی ستائش سے سیاہ کیا ؎

مہر برلب کرد آزاد از ثنائے اغنیا ۔۔۔ نیست ارباب دول را بار در دیوان ما

آپ فرماتے ہین ہرچند کہ مین امرا سے ارتباط ورؤسا سے اختلاط رکھتا ہون ۔ لیکن استغنائی و بی پروائی کو ترک نہین کرتا ہون ۔ اور فقر کے فخر کو تونگری کے دروازہ پہ ذلیل نہین کرتا ہون ۔ چنانچہ بلبل گل کی مصاحبت سے خواہان زر نہین ہے ۔ نہ مچھلی سیپ کی مجالست سے گوہر کی خواستگار ہے ۔ اسی مضمون مین کہا ہے ؎

حبابم شست من از گوہر منت تہی آمد نباشد عیب گر خود را بدریا آشنا کردم

اور آپنے فرمایا کہ خادم لخلائق کی نسبت کا مدار اس بات پر ہے کہ اگر تہی دستی کی وجہ سے دستگیری نہو سکے تو حاجتمندون کی حاجت روائی مین اعانت کے طریق پر چلنا چاہئے اور حاجتمند کو امیر و وزیر کے پاس لیجانا ۔ اور منزل مقصود کو پہنچانا چاہیئے ۔ اگر انگشت مین گرہ کشائی کی قوت نہو تو بذریعۂ زبان قلم حاجتمندون کی سفارش کرنی چاہیے ۔ تہی کلامی آپ کی سفارش کا رقعہ اکسیر ہے غربا و فقرا آپ کے رقعہ کو آیۂ رحمت جانتے ہین ۔ جس شخص کو آپکا رقعہ ملا گویا اُس نے رقعۂ زر پایا ۔ امرا آپکے رقعہ کو مانتے تھے ۔ آپکی سفارش سنتے تھے ۔

بردباری کا ذکر

آپ حلیم الطبع و سلیم المزاج و متواضع تھے اگر آپ کسی نا اہل جاہل سے سخت کلامی و درشتی سنتے تو چشم پوشی فرماتے تھے ۔ اور فرمودۂ الٰہی (واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما) پر عمل کرتے تھے ۔ آپ فرماتے تھے کہ کلام تلخ ایسی دوائے تلخ ہے کہ اُسکا پینا مفید ہے شور و شر کو دفع کرتا ہے ۔ اور کلام تلخ کا جواب قند و شکر کا سبب ہوتا ہے ۔ ایکوقت کسی بزرگ نیک محضر نے مرتبان کلان مربا سے بھری ہوئی آپکی خدمت مین ہدیۃً بھیجی آپ نے جانی نام خادم کے حوالہ کیا ۔ جانی اُٹھا کے لے گیا ۔ پھر آپنے مرتبان کو ایک ساعت کے بعد

دیکھا ربع حصہ خالی ہوگیا۔ آپ کو گمان ہوا کہ جانی نے تصرف کیا۔ اُس سے اسطرح پوچھا۔ اے جانی اگر تو نے مرتبان مین ہاتھ دہو کے ڈالا ہے تو بہتر ہے نہین تو باقی تمام مربا بیکار ہوگا۔ جانی نے کہا کہ مین نے ہاتھ دہو کے مرتبان مین ڈالا تھا۔ آپ نے فرمایا بہت خوب کیا۔ آپ کی چشم پوشی و معافی سبحان اللہ کیا خوب تھی۔ اللہ اللہ بزرگان سلف کیسے ملائک صفت ہوتے تھے۔ عفو کرم حلم و تواضع انکا خمیر ہوتا تھا واقع مین یہی شرفا انسان کامل ہوتے تھے۔ فی زماننا ہم اخلاق کو ان کے خلاف پاتے ہین۔ اب تو خادمون زیردستون کو ذراسی تقصیر خطا پر سخت سخت سزائین دیتے ہین بلکہ کوتوالی مین بہیجتے ہین۔ انکی قدیمانہ خدمتون کو بہول جاتے ہین۔ رعونت و غرور مین ایسے مست ہین کہ عفو و کرم و حلم و تواضع کے مفہوم کو نہین جانتے اللہ تعالی ہم تمام کو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کے طریقہ پر چلین۔ اور اُن کے واقعات کو عبرت کی نظر سے دیکھین۔

گل رعنا کے مولف لچھمی نراین نے لکھا کہ اورنگ آباد مین ایک رات آپکی شال چرالی گئی چندروز کے بعد ایک دست فروش نے فروخت کے لئے بازار مین لایا۔ آپ کے کسی دوست یا فنا گرو سے شال کو پہچانا کہ یہہ حضرت کی شال ہے۔ خرید کے بہانہ سے حضرت کے پاس لایا۔ اور عرض کیا کہ دست فروش کو گرفتار کرنا چاہئے۔ اور اس سے استفسار کرنا کہ یہ شال کہان سے لایا۔ آپ نے مخبر کی بات نہین سنی اور فرمایا۔ کہ یہہ معاملہ حاکم وقت کی پیشی مین جائیگا۔ مین مدعی ہونگا۔ مین اس بات کو پسند نہین کرتا ہون کہ دعوی مین حاکم کے اجلاس مین بازاری آدمی کا مقابل ہون۔ شال واپس کردی اور سارق کو چھوڑ دیا۔

عقل و فراست و فہم و کیاست

آپکی عقل و فراست و فہم و کیاست اس درجہ پر تھی کہ ارسطو آپ سے سبق لیوے اور افلاطون اصلاح - چنانچہ ایکروز جناب مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے پاس ایک شخص ہدیہ لایا - اور مولوی صاحب نے ہدیہ کو رشوت سمجھ کے رد کیا - اُس وقت حضرت آزاد حاضر تھے - آپنے شخص مذکور سے کہا کہ اگر یہ ہدیہ مجھکو دیتا ہے تو مین لیتا ہون - اُس شخص نے برضا و رغبت دیا - آپنے ہدیہ لیکے - مولوی صاحب کے سامنے رکھا - اور فرمایا مولانا یہہ میری ملک ہے مین آپکو دیتا ہون لیجیے اسمین رشوت کی آمیزش نہین ہے - مولوی صاحب نے مسکرا کے قبول کیا - حاضرین مجلس اس معاملہ کے دیکھنے سے تعجب کرنے لگے -

نقل ہے کہ ایکروز سید غلام حسن و مولوی فخر الدین کے درمیان نغمہ کی حلت و حرمت کی بابت باہم مباحثہ ہونے لگا - سید صاحب نغمہ کی تحریم کے دلائل بیان کرتے تھے - اور مولوی صاحب دلائل حلت - حاجی حسام الدین علامہ سیاح سید کا طرفدار ہوا یہہ مباحثہ بہت بڑھگیا حضرت آزاد بھی اسی مجلس مین شریک تھے - ہرچند کہ آپنے رفع مناقشہ مین جسقدر کوشش کی تھی ادا کی لیکن کوشش مفید نہین ہوئی بامر لاچاری ایک تدبیر سوجھی - حاجی حسام الدین سے پوچھا کہ آپنے کہان کہان کی سیر و سیاحت کی - فرمائیے - ہود علیہ السلام کی قبر کہان ہے - آپنے فرمایا یمن مین - آپنے فرمایا نہین شام مین ہے - حاجی نے کہا مین نے اُن کی قبر کی زیارت یمن مین کی آپنے کہا کہ مین نے ایک معتبر کتاب مین دیکھا کہ شام مین ہے - حاجی اپنی راستی پر مبالغہ کرنے لگا - حضرت آزاد بھی معارضہ کی زنجیر ہلاتے تھے - مولوی و سید

اپنا مناقشہ چھوڑکے آزاد و حاجی کے مناقشہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نغمہ کا مذاکرہ بھول گئے۔ جب آزاد نے دیکھا کہ مناقشہ نغمہ منقطع ہوگیا۔ تب آپنے حاجی سے فرمایا آپ جو کچھہ کہتے ہین وہی صحیح ہے ہود کی قبر یمن مین ہے۔ آپنے مناقشہ کو حکمت عملی سے دور کیا۔

قوت حافظہ۔ ولطیفہ گوئی۔ وحسن ظرافت

آپکی قوت حافظہ نہایت ہی قوی تہی۔ جو بات ایکدفعہ سنتے وہ حافظہ کے صفحہ پر نقش کالحجر ہوجاتی تہی۔ پھر کبہی نہین بہولتے تہے۔ چنانچہ آپنے سرو آزاد مین سید عظیم الدین بلگرامی کے ترجمہ مین لکہا کہ ایکوقت قاسم کاہی کی یہہ بیت ان کے سامنے پڑہی گئی ؎

چون زعکس عارضش آئینہ برگ گل شود　　　گرد ران آئینہ طوطی بنگرو بلبل شود

بہت محظوظ ہوئے۔ انہین ایام مین احمد آباد گجرات اپنے والد میر نجابت کے پاس گئے پہر پانچ برس کے بعد بلگرام مین آئے۔ آزاد سے پوچہا کہ وہ بیت خوب آپنے سنائی تہی فوراً آزاد نے سنادیا۔ سید متعجب ہوا۔

آپ لطیف الطبع و ظریف الوضع تہے۔ قاضی بیضاوی نے آیہ کریمہ (الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا) یعنے خدائے تعالی نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی کی تفسیر مین کہتا ہے مثلاً جب مرخ کی شاخ کو عفار کی شاخ پر رگڑتے ہین یہانتک کے دونون سے پانی ٹپکتا ہے آخر آگ نہون سے نکلتی ہے۔ جوہری صحاح مین کہتا ہے کہ مرخ و عفار دو درخت ہین انسے آگ لیتے ہین عفار زند ہے مرخ مادہ ہے۔ آپنے بہجۃ المرجان مین لکہا کہ بیضاوی اگر ایسا کہتا کہ عفار کو مرخ پر رگڑتے ہین۔ تو اس صورتمین

زیادہ پرہیز تہا۔ لیکن قاضی نے قول الٰہی پر عمل کیا۔ فاتوا حرثکم انّٰی شئتم پھر آپ نے
قاضی کے جانب سے خوش طبعی کے ساتھ جواب دیا کہ آیہ کا معنی یہہ ہے کہ تم مباشرت
کرو بی بیون سے جسطرح چاہو۔

لطیفہ دیگر۔ سیف الدولہ میر بخشی آصفجاہ ثانی کی زوجہ کو درد زہ عارض ہوا۔ ولادت مین
دیر ہوئی۔ حاجی علی اکبر نامی تعویذ نویس جو بخشی کے دولتخانہ پر حاضر تہا۔ آسانی ولادت
کے لئے اُس سے تعویذ طلب کیا گیا۔ حاجی مذکور نے تعویذ لکہہ کے دیا۔ حق التعویذ
گیارہ پیسے مقرر ہوئے۔ اتفاقاً بچہ مردہ شکم سے برآمد ہوا اُسی دن حاجی کی ماں بہی
فوت ہوئی۔ حق التعویذ گیارہ پیسے حاجی کو دئے۔ اُسوقت کسی ظریف الطبع نے
کہا بچہ مردہ برآمد ہوا۔ حاجی صاحب اجرت کیون لیتے ہین۔ حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے فرمایا۔ ماں
کا کرایہ لیتے ہین۔ اسلئے کہ میر بخشی کا لڑکا پیادہ نہین چل سکتا ہے۔ حاجی کی گہوڑی پر سوار ہو کے جاتا ہے

لطیفہ دیگر۔ حضرت آزاد شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر غجدوانی کے تکیہ مین سکونت پذیر تہے
حسن اتفاق سے ایک مغل تازہ بخارا سے آیا۔ عصر کیوقت تکیہ مین وارد ہوا۔ حضرت شاہ محمود نے
اُسکو آزاد کے حجرے کے پہلو مین اُتارا۔ مغل نے رات اپنے حجرے مین گذاری۔ باوجود عدم تعارف
صبح آزاد کے حجرے مین آیا۔ اور کہا مین آپکا مہمان ہون۔ آپنے میری ضیافت نہین کی
آپنے فرمایا باوجود آشنائی قدیم ہمارے لئے کیا تحفہ لایا۔ ضیافت طلب کرتے ہین بعد ازان
ما حضر سے اُسکی دعوت کی۔ یہ مغل بخاری مرہون منت ہوا۔

لطیفہ دیگر۔ ایک روز ایک فقیر جو مدعی فضیلت تہا۔ اور خود کو شعرائے عرب سے شمار کرتا تہا
آپکے پاس آیا۔ اور عربی قصیدہ اپنا طبع زاد پڑہا۔ قصیدہ تمام پڑہنے کے بعد تحسین تعریف کا
امیدوار ہوا۔ چونکہ قصیدہ شعرا کے عادات کے خلاف تہا و قواعد عربیت و موزونیت سے

خارج تہا۔ آپ نے اسکی تعریف اسطرح کی کہ آپکا قصیدہ خرق عادت ہے۔ آپکی مجلس مین
کبہی کسیکی برائی نہین ذکر کیجاتی تہی نہ آپ کی زبان قلم سے یا قلم زبان سے لغو و بیہودہ
لفظ و حرف نہین نکلتا تہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

زحرف تلخ بہتر است خانۂ آزاد کہ زہر ریختن از نیشکر نمی آید

لطیفہ دیگر۔ آپنے سرو آزاد مین لکہا کہ فقیر کو عالیجناب غفران پناہ آصفجاہ سے
محبت و اتحاد کامل تہا۔ اکثر اوقات مصاحبت ہی ہے۔ اتفاقاً ایک روز عین
مجالست کے وقت ایک ہندو بارادہ اسلام آیا۔ شرف اسلام سے مشرف ہوا عرض بیگی
نے عرض کیا کہ نام کا امیدوار ہے فرمایا کوئی نام ایسا رکہنا چاہئیے کہ دین اسلام پر دلالت
کرے۔ آزاد نے عرض کیا کہ دین محمد نام رکہو آصفجاہ نے فرمایا کہ کلہہ ایک شخص مسلمان
ہوا اسکا نام دین محمد رکہا گیا۔ آزاد نے عرض کیا دین محمد جسقدر زیادہ ہوجائے بہتر ہے
اللہم انصر من نصر دین محمد نواب بہت خوش ہوے یہی نام رکہا گیا۔

لطیفہ دیگر آپنے فرمایا کہ میسور کے سفر مین نواب نظام الدولہ اور مین ہاتی پر سوار جاتے
تہے۔ میدان ناہموار و صحرائے ناہنجار مین گذر ہوا۔ تمام میدان سوار و پیادے معمور
ہوگیا۔ جدہر نظر پڑتی تہی ادہر سوار و پیادہ دکہلائی دیتے تہے۔ نواب نے مجہ سے کہا
کہ لشکر کی رفتار کو ملاحظہ کرنا چاہئیے۔ مین نے کہا جبر و اختیار کا مسئلہ کہ مشکل زیادہ
مسائل لاینحل سے ہے یہان حل ہوتا ہے کہ تمام خلائق کی حرکات ایک ہی شخص کے
تابع ہے اور اسے ایک کے حکم سے حرکت کرتے ہین۔

مقبولیت بارگاہ ایزدی

گل رعنا کے مولف نے لکہا آپ جب مکہ معظمہ مین سکونت پذیر تہے اسوقت ایک

عجیب و غریب واقعہ غیبی و کرشمہ وہبی نمود ہوا جس سے آپکی مقبولیت بارگاہ ایزدمین متشرح ہوتی ہے۔ معتقدین پیر پرست مستان الست کہینگے کہ کرشمہ و کرامت گویا خرق عادت ہے و حکمائے فلسفی مشرب اس کیفیت کو بخت و اتفاق پر محمول کرینگے ہو ہذا

آپ مکہ مین سکونت کے زمانہ مین ایک روز جبل ثور جو مکہ معظمہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار برج ثور کی مانند واقع ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت اسی غار مین رونق افزا تھے۔ خود آزاد صاحب ترجمہ ماثر الکرام مین لکھتے ہین کہ مین نے انتیس تاریخ ماہ محرم ۱۱۵۲ ہجری مین جبل ثور کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اُسوقت گرما کا موسم ایسا سخت تھا کہ باد سموم مثل تیز برق نار و حرارت خارا گداز تھی۔ فرود گاہ سے چند قدم برآمد ہوا کہ تشنگی کی حرارت نے غلبہ کیا۔ زبان خشک ہونے لگی۔ اور ہمراہ پانی اس خیال سے نہین لیا تھا کہ رستہ مین ملجائیگا رستہ مین کہین پانی بجز عرق نہین نظر آتا تھا۔ رستہ مین چند آدمی ملے جنکے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ بلحاظ شرم اُن سے سوال نہین کیا۔ خود اُن کے پاس اسقدر ہے کہ انکو کافی نہین ہے سائل کو کیا دینگے خاموش ہو گیا اور چلنے سے باز نہین آیا بمشقت تمام رستے کے نشیب و فراز کو طے کیا۔ میرا جگر حرارت کی سوزش سے کباب ہوا۔ بمشکل تمام پائین پہاڑ پہنچا اب دوسری مصیبت پیش آئی کہ باوجود تشنگی و تکان پہاڑ پر چڑہنا چاہئے۔ افتان و خیزان کمر کوہ تک چڑہ گیا لیکن طاقت سے طاق ہو گیا۔ آگے بڑہنے کی قوت باقی نہین رہی۔ ایسی حالت مین کہ مین پانی کے شوق و خیال مین تھا۔ میرے آئینہ دل مین عجیب و غریب کیفیت نقش پذیر ہوئی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مجھسے دو تین قدم آگے چڑہ رہا ہے اور اُس کے ہاتھ مین صراحی ہے۔ یکایک اسکی صراحی پتھر سے ٹکرائی۔ اسکا نصف حصہ علی عزیز کے ہاتھ مین

اور نصف اسفل کا سکیطرح بلندی سے نیچے آرہا تہا۔ اور اسمین پانی محفوظ تہا۔ فوراً اسکو دونون ہاتہہ سے اخذ کرلیا۔ اور اُسی عزیز مالک سے اجازت لیکے پیا۔ بخدا وہ پانی ایسا شیرین وبامزہ تہا کہ ابتک اسکا مزہ حلق وزبان مین موجود ہے۔ جب خیال کرتا ہون لطف ومزہ خاص پاتا ہون۔ اسوقت خدائے جل شانہ نے بندۂ غریب وسوختہ دل کو آب رحمت سے سیراب فرمایا۔ فسبحان الذی ھو یطعمنی ویسقین انتہی کلامہ

ایضاً

جب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید ومظفر جنگ کے درمیان پہلچری مین مقابلہ ومعرکہ واقع ہوا نصارائے فرانسیس مظفر جنگ کے معین ومددگار تہے۔ مقابلہ تمام روز رہا طرفین منزان عدل مین برابر تہے۔ شام تک جنگ کا فیصلہ نہین ہوا تہا۔ نواب ودیگر امرا نے نماز مغرب ادا کی آزاد صاحب ترجمہ امام تہے۔ نواب وامرا مقتدی تہے۔ آپنے نماز مین تفاؤلاً سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ پڑہے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد تمام مقتدیون نے تحسین وتعریف کی کہ سورہ موقع پر پڑہا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہم فیروز وکامیاب ہون گے۔ مخالفین بمصداق یدخلون فی دین اللہ اطاعت واسلام کے دائرہ مین داخل ہون گے۔ آپنے فرمایا کہ مین نے عمداً تفاؤلاً اسی سورہ کو پڑہا۔ دوسرے دن نواب نظام الدولہ کو فیروزی وکامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کی فال واقع کے مطابق ہوئی تمام آپکی کرامت کے قائل ہوئے۔

ایضاً

جب سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین احمد شاہ درانی نے بہاؤ رئیس مرہٹہ پر مقام پانی پت مین فیروزی پائی آپنے فتح سے چہہ مہینے پیشتر تفاؤلاً ایک غزل موزون کی تہی۔ چنانچہ آپ کی فال کا

آخر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غزل یہہ ہے۔

شاہے رسید و ہند سیہ فام را گرفت
ماہے طلوع کرد و سر شام را گرفت

شکر خدا کہ کذلک تصحیح حک نمود
نقش غلط کہ صفحۂ ایام را گرفت

چون رشتۂ خویش شد علف تیغ بیدریغ
آن برہمن کہ سلطنت عام را گرفت

آخر ز تیغ خسرو غازی بریدہ شد
زلف ایاز کز دل خود کام را گرفت

انجام کار غیر ندامت چہ صرفہ برد
فیلے کہ راہ خانۂ احرام را گرفت

نازم باقتدار سلیمان کامگار
از دست دیو لشکر اسلام را گرفت

آمد خبر ز دہلی محروس در دکن
آزاد ما بمیکدہ کل جام را گرفت

رحمدلی

آپ رقیق القلب و رحیم الفواد تھے۔ کسی انسان و حیوان کو ایذا نہیں دیتے تھے حتی المقدور جان کی حفاظت مین کوشش فرماتے تھے۔ آپنے سرو آزاد مین لکھا کہ جب نواب نظام الدولہ بطور دورہ ارکاٹ مین رونق افزا ہوئے۔ اُسوقت صحرائے پرفضا و مرغزار روح افزا مین شکار کے لئے گئے حسب ضابطہ قراولون نے ہرن کو نواب کے خیمہ کے قریب لاکے بٹھلائے۔ نواب نے حاضرین محفل سے کہا کہ اس ہرن کو شکار کرنا یا آزاد کرنا چاہئے حاضرین نے دیکھا کہ نواب شکار کی طرف مائل ہے۔ نواب کی مرضی کے موافق کہا کہ شکار کرنا چاہئے۔ آخر نواب نے آزاد سے دریافت فرمایا۔ آزاد نے عرض کیا۔ اسوقت ایک نقل یاد آئی ہے اگر حکم ہو تو عرض کرون۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ آزاد نے عرض کیا کہ سلاطین سلف سے کسی ایک بادشاہ نے کسی قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا۔ رسم عام ہے کہ جب کسی کو قتل کرنا چاہتے ہین اُس سے دریافت کرتے ہین اُسوقت جو چیز مطلوب ہو ظاہر کرے۔ اگر وہ

جو حکم کرے اسکی تعمیل کرتے ہین۔ جب میر سے استفسار کئے۔ اُس نے کہا میری یہہ آرزو ہے کہ مین ایکمرتبہ بادشاہی دربار مین باریاب ہو جاؤن۔ اسکی خواہش کے موافق دربار مین حاضر کئے۔ اور اُس سے استفسار کیا کہ کچھہ عرض کرنا ہے جوابدیا نہ خیر۔ جب بادشاہ دربار سے برخاست کرنے لگا۔ قیدی نے عرض کیا کہ مین اگرچہ واجب القتل ہون۔ لیکن بادشاہ پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ بادشاہ اسکی حسن تقریر سے بہت خوش ہوا اور اُسکو آزاد کردیا بالفعل اس ہرن نے حضور پر حق مصاحبت ثابت کردیا۔ آپ مختار ہین جو چاہین کیجئے۔ نواب نے مسکرا کے آزاد کردیا۔ میرزا جلال اسیر کا شعر حسب حال ہے۔ ؎

کباب آہو نمک خلاصی او ۔۔۔ اگر از مئی مروت فدحے چشیدہ باشی

	ایضاً	

صاحب ترجمہ یعنی آزاد ہین لکھتے ہین کہ نواب نظام الدولہ نے اورنگ آباد مین سادات عرب کی دعوت کی۔ قہوہ کا دور چلنے لگا۔ نواب اپنے بزرگان سلف کی طرح قہوہ دوست نتھے سادات مین سے ایک نے جو عقل و خرد سے خالی تہا کہا ع القهوة محرمة عند بعض العلماء نواب نے آزاد سے پوچہا۔ آپ کیا فرماتے ہین مولانا نے عرب کے قول کی ایسی توجیہ کی کہ نواب خاموش ہو گیا۔ توجیہ یہہ ہے۔ سید عرب فرماتے ہین کہ بعض علما کے نزدیک قہوہ معظم ہے لفظ محرم مادہ احترام سے ہے۔ آزاد کی توجیہ سے نواب نے سکوت اختیار کیا۔ عرب صاحب سے بحث و تکرار نہین کی مجلس برخاست ہونیکے بعد سید عرب نے آزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا مرحبا مولانا آپ نے میرے کلام کی خوب توجیہ کی۔ نہین تو نواب مجہہ سے سخت رنجیدہ ہوتا۔ انتہی کلامہ۔

بدیہی گوئی

آپ کو نظم فی البدیہہ کہنے مین قدرت کاملہ تھی۔ جب ارادہ کرتے فوراً موزون کر دیتے تھے طبیعت مین مضامین کی آمد تھی غور و فکر کی ضرورت نہین ہوتی تھی۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد صاحب جب ایک مجلس درس تدریس مین فرما رہے تھے کہ مجمع النفائس مین سراج الدین علیخان آرزو بابا فغانی کے ترجمہ مین لکھتا ہے کہ بابا فغانی کی یہہ ایک بیت مجکو نہایت خوش مزہ معلوم ہوتی ہے ؎

نخل قدرت کہ ز چمن جہان بر آمدہ شاخ گلے بصورت انسان بر آمدہ

پھر آپنے فرمایا شاخ کا بر آمد ہونا انسان کی صورت مین محض ادعا ہے۔ انسان مین بر آمد ہونا امر توعی ہے۔ اُسوقت آپنے بابا فغانی کے جواب مین ایک مطلع موزون کیا ؎ طفلی بطرز نو ز دبستان بر آمدہ ٭ یعنی پیری بصورت انسان بر آمدہ

ایضاً

ایکروز نواب معین خان بہادر ناظم اورنگ آباد نے آپسے کہا کہ میرے والد فیض نژاد خان تحسین تخلص نے ایک ایسا مصرع موزون کیا ہے کہ اسکا ثانی مصرع موزون نہین ہو سکتا ہے وہ مصرع یہہ ہے ؎ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من ست۔ آپنے اسیوقت فی البدیہہ یہہ ایک مصرع موزون کر دیا۔ وھوھذا صبح افروختہ ام خندہ من نزع من است صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ٭ پھر اسی غزل کو تمام کیا۔ وھوھذا

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است	برق افروختہ ام خندہ من نزع من است
شرر پا بہ رکابم کہ نظر برسر غنچم	دو طرب وختہ ام خندہ من نزع من است
ور شبستان جہان رسم طرب از گلریز	خوب آموختہ ام خندہ من نزع من است

گفت آزاد برین مصرع تحسین غزلے	کا غذ سوختہ ام جنازہ من نزع من است

صلح پسند

گل رعنا کے مولف نے لکھا ایک رات بتقریب عرس حضرت محبوب سبحانی الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت غلام حسن صاحب قدس سرہ کے مکان پر تمام شہر کے مشائخ و امرا مجتمع تھے۔ شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر بھی تشریف لائے۔ سید موصوف بسبب رعونت تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ شاہ محمود رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہوئے۔ سید بھی بدستور شاہ صاحب کے طرف متوجہ نہیں ہوا۔ دیر تک سید و شاہ صاحب عالم سکوت میں ہے۔ حضرت آزاد اس فکر میں تھے کہ دونوں بزرگون میں باہم صلح ہو جائے۔ اور شخصین کے دلون سے کدورت دور ہو جائے۔ آپ دونون کے قریب آئے۔ اور بیٹھ گئے۔ اس وقت سید صاحب چھیٹ ہزارہ کا جتہ زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ کہ ہزارہ اس چھیٹ کو کہتے تھے جس کے گل و بوٹے مختلف ہوتے تھے کہ آپنے دونون بزرگون سے خطاب کر کے فرمایا ای حضرات اس چھیٹ مین صوفیہ کرام کا مسئلہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ حق تعالی کی تجلی مین تکرار نہین ہوتی ہے۔ آپ کے اس قول سے دونون بزرگ مسکرائے۔ اون کی بستگی کشادگی سے مبدل ہوگئی۔ دونون بزرگ باہم مکالمہ کرنے لگے۔ اور اٹھے اور فرمایا خدا تعالی عالم ہستی سے خارج ہے۔ اور عالم کے ہر ایک جز مین موجود ہے واحد کی طرح۔ علمائے حساب واحد کو اعداد نہین شمار کرتے ہین اور وہ تمام اعداد مین موجود ہے۔ یہہ مضمون رباعی مین موزون کیا گیا ہے۔ رباعی

اللہ برون ز عالم ایجاد است	اما ہیدا بجملہ افراد است
شک نیست کہ واحد نبود از اعداد	لیکن موجود در ہمہ اعداد است

پہر فرمایا کہ اس عالم میں جو تمام سے کمتر ہے۔ عالم آخری میں تمام سے برتر و بہتر ہے
جیسا کہ کتاب کے صفحہ میں انتہائے صفحہ کا کلمہ اس صفحہ کے تمام کلمات سے موخر ہے
لیکن دوسرے صفحہ کے تمام کلمات و فقرات سے مقدم ہے آپنے اس مضمون کو
موزون کیا۔ ھو ھذہ

سر فراز آنجہان باشد ذلیل اینجہان — حرف ختم صفحۂ تا صفحۂ آئندہ سرست

آپ کے علم و فضل کا ذکر

آپ جامع کمالات انسانی و مظہر انوار تجلیات ربانی تہے۔ برہان قاطع معقولات
و میزان عدل منقولات شیرازۂ بند دفتر صلح کل۔ آب و رنگ بہار تفضل۔ پیشوائے
ارباب بلاغت و قدوۂ صاحبان فصاحت مفتاح کنوز الہی۔ و مصباح رموز نامتناہی
آپکا تبحر علم و فضل علمائے معاصرین کے نزدیک مسلم الثبوت تہا۔ آپکی
طبیعت فطرۃً موزون تہی۔ شعر گوئی و شعر فہمی کی استعداد خداداد تہی۔ آپ علوم
و فنون کی تکمیل سے پہلے ہی شعر موزون کرنے لگے۔ آپکے اشعار سنجیدہ و پسندیدہ
ہوتے تہے۔ مضامین تشبیہ و استعارہ کے زیور سے آراستہ ہوتے تہے۔ جب آپ تحصیل
علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ تب آپ درس و تدریس میں ہمہ تن مصروف ہوئے اور
شعر گوئی کے میدان میں ایسی سبقت کی کہ امثال و اقران میں مقدم ہو گئے۔ اور اساتذہ
کے زمرہ میں شمار کئے گئے۔ عربی و فارسی و نون زبان میں موزون فرماتے تہے۔ اور اپنے
جد اعلی مولانا عبد الجلیل بلگرامی اور اپنے ماموں سید محمد بلگرامی سے اصلاح لیتے تہے
کلام کیا ہے گویا الہام ہے باوجود بسیار گوئی کلام کو خوبی و خوش اسلوبی کے قالب
میں بطرز عجیب و غریب ڈہالتے ہیں۔ خیالات نفائس کا نمونہ نہایت خوشنما پیرایہ میں

کہینچتے ہین۔ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے نوادر زیور سے سجاتے ہین۔ آپکا کلام معجز نظام اعجاز عیسوی کا دم بہرتا ہے۔ اور اپنے ید بیضا سے سحر سامری کا بازار سرد کرتا ہے آپ صاحب تالیف و تصنیف ہین۔ عربی و فارسی مین آپکے متعدد دیوان مدوّن ہین چونکہ آپکے اکثر قصائد حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین ہین۔ آپکو حسان الہند کے لقب سے ملقب کرتے ہین۔ آپنے عربی اشعار کو ایسی ایسی تشبیہات سے آراستہ فرمایا کہ اہل عرب آپکی تقلید کرنے لگے۔ ہند مین ابتدائے فتح اسلام سے کوئی شخص ایسا پیدا نہین ہوا۔ اکبری عہد کے بعد آپ ہی ایک ایسے بزرگ ہین کہ تذکرہ نویسون مین متقدم و مستند مانے جاتے ہین۔ تاریخ و تذکرہ نویسی مین قوت کاملہ و ملکہ تامہ رکہتے تہے آپکی تصنیفات سے متعدد کتابین متداول و متعارف ہین۔ از انجملہ تذکرہ خزانہ عامرہ[۱] و ید بیضا[۲]۔ و سرو آزاد[۳]۔ و غزلان الہند[۴]۔ شرح بخاری تا کتاب الزکوۃ[۵]۔ و شمامۃ العنبر[۶] فی ذکر الہند[۷]۔ تسلیۃ الفواد[۸]۔ سند السعادات[۹] فی حسن خاتمۃ السادات۔ روضۃ الاولیائے خلد آباد۔ مآثر الکرام[۱۰]۔ سبحۃ المرجان[۱۱] فی آثار ہندوستان۔ دو دیوان عربی سہ ہزار اشعار دیوان فارسی پنجہزار بیت۔ خود آزاد صاحب ترجمہ خزانہ عامرہ مین لکہتے ہین کہ مینے کلام عربی کو طرز خاص سے ادا کیا ہے۔ اور بابل کے افسانہ گویون کا بازار سرد کیا ہے مین طوطی ہند ہون قمریان عرب کے ساتہہ ہمدم و ہم نوا ہون و نغمہ سنج پورب ہون با خوش نوایان حجاز ہم آواز۔

من قولہ

سخن عربی را بطرز خاص ادا میکنم و بازار افسون خوانان بابل می شکنم۔ طوطی ہندم با قمریان عرب دمساز و نغمہ سنج پوربم با خوش نوایان حجاز ہم آواز۔ دیوان فقیر در حرمین شریفین

وبلاد یمن و مصر مشہور ست و محافل عرب عربا باین غربت تازہ وارد معمور گویا شوکت بخاری از زبان من گوید ؎

شنیدہ اند بتان یمن کلام مرا + نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا + انتہی کلامہ

گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ سید حسین بغدادی جو عالم فاضل و شاعر علامہ تہا بغداد سے عازم ہند ہو کے شہر اورنگ آباد مین وارد ہوا حضرت آزاد سے ملا چندروز باہم خوب ملاقات رہی۔ آپ کے قصائد نعتیہ سنکے وجد کرتا تہا۔ آپکی فصاحت و بلاغت کی داد دیتا تہا۔ جب سید بغدادی عربی اورنگ آباد سے عازم بغداد ہوا۔ آپکے دیوان کے دو نسخے ہمراہ لیگیا بندر مسقط مین پہنچ کے ایک خط عربی عبارت مین مورخہ ۲۹ ماہ رجب ۱۱۸۰ ہجری آپکی خدمت مین بہیجا۔ خط مذکور بتاریخ دہم رمضان سنہ مذکور شہر اورنگ آباد مین پہنچا۔ اُسمین لکہتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہان بصرہ و بحرین کے علما و شعرائے اکابر جمع ہوئے مین نے آپکا عربی دیوان علما کے مجمع مین پیش کیا۔ تمام نے دیکہا اور پڑہا بہت پسند کیا ہر ایک مرحبا مرحبا واہ واہ کہتا تہا۔ اشعار کے مضامین پر وجد کرتے تہے۔ اور تعجب کرتے ہین کہ ہندی الاصل جسکی نشو نما ہند کی سرزمین ہوئی ہو کسطرح زبان عربی اہل زبان کی طرح کہتا ہے اور اشعار مین مضامین فصاحت و بلاغت نہ پایاں دہتا ہے۔ منجملہ علمائے بحرین حضرت شیخ عبدالعلی بحرینی نے جو اجل علما سے ہے کہا۔ واللہ لوادعی النبوة فی الهند صاحب هذا الديوان لصحت دعواه یعنے قسم خدا اگر دعوی نبوت کند در ہند صاحب این دیوان ہر آئینہ صحیح شود انتہی مضمون المکتوب۔

میرزا محمد امین مثل قطعہ خواجہ حافظ شیرازی جسکا اول یہہ ہے ؎

بعہد سلطنت شاہ ابو اسحق + بہ پنج شخص ملک فارس بود آباد الخ کہتا ہے ؎

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب اند
ز بلگرام دو شخص اند در سخن استاد

یکے امام زمان سیدی غلام نبی
رسانده فطرت او شعر ہند را بمراد

کلام فائق آن شہرۂ دیار عرب
ز خوبی سخن این بہ ہند شور فتاد

نگاہ دار ہمیشہ الٰہی ایشان را
بہ مرسل عربی و آلہ الامجاد

حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے دیوان فارسی سے چند اجزا خان آرزو کے پاس اورنگ آباد سے دہلی بھیجے۔ خان آرزو نے جواب مین لکھا کہ مین نے آپکے اشعار اول سے آخر تک دیکھے کوئی شعر لطف و مزے سے خالی نہین انتہی کلامہ۔

بخدا خان آرزو کی زبان سے حرف راست و درست مطابق واقع برآمد ہوا۔ دیوان کے مطالعہ سے آپکے کلام فصاحت التیام کی خوبی و نازکخیالی معلوم ہوتی ہے۔

جب آپ سبحۃ المرجان کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ چاہا کہ ایک نسخہ دیار عرب مین روانہ کرین بمقتضائے وقت انہین ایام مین فیمابین نصاری و اعراب مناقشہ واقع ہوا بسبب فتنہ و شر علما و اکابر تجار بصرہ و بحرین سے حفظ جان و مال کے لئے سرزمین مسقط مین پناہ گیر تھے۔ آپنے ایک نسخہ مع خط عربی بنام سلطان مسقط امام احمد بن سعید نواب قائم الدولہ حاکم بندر سورت کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ آپ اپنے ذریعہ سے امام مسقط کے خدمت مین روانہ کرین۔ نواب موصوف نے کتاب و مکتوب کو روانہ کیا۔ امام نے نامہ کا جواب بتعظیم تمام و تعریف کتاب مع ہدیہ بھیجا۔ **ھو ھذہ**۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبد اللہ المتوکل علیہ المعتصم بہ امام المسلمین احمد بن سعید بن احمد بن محمد البوسعیدی الی حضرۃ افصح الامۃ لسانا و ابرعھم بیانا و احدھم

عقلاً و اثبتهم نقلا الشیخ الاستاد علامۃ الدہر وفریدۃ العصر ازادالحسینی الواسطی البلگرامی سلمہ اللہ تعالی۔ احی رسوم الفصاحۃ بعد ان عفت واطلع شموسھا بعد ان انکسفت واجری میاہھا بعد ان غاضت وشید ارکانھا بعد ان تہافتت الخ چونکہ خط دراز ہے تخمینا پچاس فقرے نثر مین اور چند اشعار نظم مین تہے۔ طوالت کی وجہ سے باقی فقرات کو قلم انداز کیا۔

ضمیمہ وقعت

آپ دکن مین تمام عمر اعزاز و اکرام کے ساتہہ رہے۔ اہل دکن امرا و فقرا کل آپ سے مانوس و موافق تہے۔ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی نظر مین آپ معزز و مکرم ہے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید آپکی بہت ہی خاطر و مدارات فرماتے۔ آپکو تا بہ شہادت اپنی مصاحبت مین رکہا۔ آپکے دائرہ تلمذ مین داخل ہوا۔ آپکی صلاح سے اپنا کلام درست کرتا رہا آپ ناصر جنگ کی مجلس کے رونق تہے اگر رات ہو تو روشن چراغ۔ اگر دن ہو تو آفتاب روشن تہے۔ سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب رہتے تہے۔ شہید مرحوم آپ سے جدا رہنا پسند نہین کرتا تہا۔ آپکی صحبت کو غنیمت سمجہتا تہا۔ اسیطرح نواب نظام علیخان آصف جنگ بہادر آصفجاہ دوم بہی آپکی بہت قدر کرتے تہے۔ چنانچہ مآثر آصفی کے مولف نے لکہا کہ جب حضرت آزاد بتقریب سیر یا بحسب طلب بعض احباب حیدر آباد تشریف لائے اور شاہ علی بنڈہ پر قریب دروازہ علی آباد لب سڑک پر فروکش ہوئے۔ قاسم الدولہ آپکی تشریف آوری سے خبر دی آپنے فرمایا۔ کہان فروکش ہوے وہ ہمارے مہمان ہین انکو مکان عزیز پر اتارنا چاہیے۔ قاسم الدولہ نے فرمایا کہ علی آباد کے دروازہ کے قریب فروکش ہین فرمایا آج ہم اس راہ سے تفرجاً جائین گے۔ محل فرودگاہ کے قریب

سواری پہنچے تو ہمکو مطلع کرنا۔ آپ حسب قرارداد سہ پہر کو ہاتھی پر سوار دروازہ کے قریب پہنچے نقیب نے عرض کیا حضور یہہ آزاد کا فرودگاہ ہے۔ آپ ہاتی سے اتر رہی تھے کہ حضرت آزاد حاضر ہوئے نذر دکھلائی۔ حضور خیر و عافیت دریافت کرکے روانہ ہوگئے۔ سیر سے مراجعت کرکے آئے۔ قائم الدولہ کو حکم کیا کہ حضرت آزاد کے لئے اکہزار روپیہ مزد قدم و نشست سر پہنچا دیجئے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ حضرت آزاد نے عطیہ حضور کو منظور فرمایا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز آپ حضور سے ملے۔ حضور آپکی ملاقات سے بہت مسرور ہوئے۔ پوچھا آپ کبتک یہان رہینگے۔ آپنے فرمایا۔ چندروز۔ حکم صادر ہوا۔ کہ آپ ہمارے مہمان ہین ہر روز صبح و شام آپکے لئے خاص ہمارے خاصہ سے ما حضر طعام پہنچتے رہین۔ جب تک آپ رہے خاصہ کے طعام سے سرفراز رہے دیکہو سرکار آصف جاہ اول کے زمانہ سے اس عہد تک یہی شان مہمان نوازی۔ وعلما و فضلا کی قدردانی۔ اور ہر ایک اہل ہنر کی جوہر شناسی نسلاً بعد نسل میراثاً اباً عن جد مسلسل نظر آتی ہے۔ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت تو مہمان غریب کی ایسی مہمانی و خاطرداری فرماتے ہین کہ وہ وطن کو غربت اور وکن وطن قرار دیتا ہے۔ اور آپکے سایہ عاطفت مین ایسا جمتا ہے کہ مرکے اٹہتا ہے۔ اللہ جل شانہ ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت فلک شوکت میر محبوبعلیخان نظام الملک فتح جنگ مظفر الممالک آصفجاہ ششم مع صاحبزادگان بلنداقبال دائم وقائم رکہے آمین ثم آمین۔

تعمیر عاقبت خانہ کا ذکر

آپنے سنہ ۱۱۹۵ ہجری مین عزم جزم کیا کہ اس سافرخانہ ناپائیدار سے دارالسرور پائیدار کی طرف رحلت ضرور ہے۔ پس زاد راحلہ کی فکر کرنا چاہئے۔ زاد من اعمال خیر و افعال پسندیدہ

سکئے جاتے تھے۔ اور مکان اصلی و وطن ابدی کیطرف جانیکے لئے مستعد بنتے تھے۔ آپنے جسم خاکی کے دفن کیلئے ایک قطعہ زمین روضۂ خلد آباد قریب مزار حضرت شاہ برہان الدین غریب خرید کیا۔ اور وہان قبر بنوائی۔ تاکہ اس قالب سے روح کے برآمد ہونیکے بعد آسانی سے جسم فانی کو اسمین دفن کرین۔ اور آپنے اُسکا نام عاقبت خانہ رکھا۔ عاقبت خانہ کی آبادی و تعمیر کا جشن بزرگ و عرس عظیم الشان منعقد فرمایا جشن مین شعرا و امرا و مشائخ کو دعوت دی۔ عمدہ عمدہ کہانے پکوائے اور طرح طرح کے حلوے بنوائے۔ حاضرین دعوت کی خاطر و مدارات و تواضع مین ایک دقیقہ فروگذاشت نہین پاتے تھے۔ اور کہتے تھے یہہ جشن وداعی ہے۔ غنیمت ہے خلان باصفا و دوستان باوفا کا مجمع آپ ہر ایک سے فرماتے تھے۔ هذا فراق بيني وبينك آپکے اس فقرہ سے ہر ایک کے دلپر حسرت و رقت موثر ہوتی تھی۔ آپ ہشاش و بشاش تھے فرماتے تھے یہہ جدائی چند روز ہے آخر ہم سب عقبیٰ مین باہم ملینگے۔ یکے بعد دیگرے اُسی مقام اصلی مین پہنچ جائین گے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی آگے کوئی پیچھے پہنچیگا۔ طعام سے فارغ ہونیکے بعد آپنے تمام حاضرین جشن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہر ایک سے معافی چاہی۔ شعرانے آپکے عاقبت خانہ کے تعمیر کی تاریخین کہین۔ اور آپکی مدح سرائی مین قطعات مدحیہ و دعائیہ لکہے۔ مین نے یہہ واقعات کتاب مسمی تہنیت آئین مفی جلائل حضرت محبوب سبحانی مولفہ میر غلام علی رشد تخلص مین دیکہے ہے۔ اور یہی مین انکا بہ سلام تذکرے تہے۔ افسوس وہ نسخہ نادر الوجود رود موسی کی طغیانی مین برباد و تلف ہو گیا۔ انکے گم ہونے پر مجکو سخت رنج والم عائد حال ہے۔ بامر لاچاری صبر و شکر اختیار کرتا ہون۔ اس جشن کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کیطرف رخصت ہوئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ آپکی رحلت سے

مشاہیر شہر و مشائخ کرام و امرائے عظام کو بہت رنج و غم لاحق ہوا۔ تمام مشائخ و بزرگان شہر نے آپ کی تجہیز و تکفین کر کے آپکا جنازہ اعزاز و اکرام کے ساتھہ لیجا کے خانۂ معہود مین دفن کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی رحلت کا مادۂ تاریخ نکالا ہے۔ آہ غلام علی آزاد ۱۲۰۰ھ

سخن دانی و سخن فہمی کا ذکر

آپ ایسے ذکی الطبع و سریع الفہم تھے اشعار مالاینحل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اساتذہ وقدما کے کلام کی توجیہ واقع کے مطابق فرماتے تھے۔ محاورات و اصطلاحات سے ماہر تھے استعارات و تشبیہات کے رموز سے واقف تھے۔ کلام کی بلاغت و فصاحت کو خوب پہنچتے تھے مضامین کی خوبیان معانی کی نازکخیالان۔ و صنایع بدایع کی موشکافیان صراحت و وضاحت کے ساتھہ حسن تقریر سے کرسی ظہور پر جلوہ افروز فرماتے تھے۔ سامعین و طالبین آپکی تقریر دلپذیر سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت جامع العلوم و الفنون تھی۔ اور خاص آپ کی طبع سلیم ہر ایک علم و فن سے مناسب تھی جس فن و علم کا طالب آپکی خدمت مین آتا تھا مستفید ہوتا تھا۔ آپکے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوتا تھا۔ آپ اورنگ آباد دکن مین شاہ مسافر کے تکیہ مین سکونت پذیر و گوشہ نشین تھے۔ قطب کی طرح جمے ہوئے تا بزندگی مقام تکیہ سے نہین نکلے آپ کی شہرت ہند و سندہ و عرب و عجم کے اطراف مین گہوم رہی تھی۔ آپ شب و روز درس و تدریس و اصلاح شعر و شاعری مین مصروف رہتے تھے۔ آپکی مجلس مین مذاکرہ علوم و فنون کا جوش و شعر و شاعری کا خروش رہتا تھا۔ آپکے حلقۂ درس مین طلبا عرب و عجم رہتے تھے۔ آپکی بدولت دکن مین اکثر پیرایۂ علم سے آراستہ ہو گئے۔ مثلاً مولانا عبد الوہاب افتخار مولف تذکرۂ بینظیر و عبد القادر مہربان فخری۔ و افضل بیگخان قاقشال مولف تحفۃ الشعرا

ولچھمی نرائن شفیق مولف گل عنا وغیرہا و غلام علی ارشد مولف تغیہ ایشا کین ۔ و مولانا رفیع الدین قندہاری ۔ و نواب ناصر جنگ شہید وغیرہم ۔ یہہ تمام آپکے خوان نعمت سے مستفید ہوئے ہین ۔ اب مین بطور نمونہ آپکی تحقیقات مسائل مختلفہ و حل مشکلات مالاینحل سے دو ایک مثالین ناظرین کے ملاحظہ کے لیئے پیش کرتا ہون تاکہ میرے کلام کی تصدیق ۔ اور حضرت آزاد صاحب ترجمہ کی ذکاوت ذہن و سرعت فہم کا اندازہ ہوجائے ایکروز وقت صبح نواب شہید کے دیوانخانہ مین شعرا و امرا مجتمع تھے ۔ نواب نے غزل پڑھنی شروع کی ایک شعر مین سرو خرامان بمعنی درخت سرو باندہا تہا ۔ موسوی خان جرات نے کہا کہ سرو خرامان معشوق کے قد پر صادق آتا ہے ۔ درخت سرو پر اسکا اطلاق کیونکر ہوسکتا ہے ۔ نواب نے آپکے طرف اشارہ کیا آپنے فرمایا کہ میرزا صائب نے سرو خرامان سے درخت سرو مراد لی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

بایک برآرد از آستین دست نگارین در چمن   تا دستہا پنہان کند سرو خرامان در بغل

نواب شہید بہت محظوظ ہوئے اور بیت کو حفظ کرلی ۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہوتا ہے کہ درخت زمین گیر کو خرامان کہا ۔ آپنے جواب مین فرمایا شعر کی بنا تخئیل پر ہے ۔ درخت ہوا کی تحریک سے ہلتا ہے گویا خرامان کرتا ہے ۔ ایسا ہی آپنے سلمان ساوجی کا شعر بہی تائید آمیان کیا ؎

سرو از صبا گرد چنان تا چون قلت شد بار وان   ہر چند بنجز امدبان سرو خرامان کی رسد

آپ کے نظائر و شواہد سے تمام حاضرین مجلس خاص مولانا جرات خاموش ہوگئے ۔ اور آپکی معلومات و شعر فہمی کی تعریف کرنے لگے ۔ آپکی سخن دانی سخن فہمی کا کامل اندازہ آپکی تالیفات و تصنیفات دیکھنے سے ہوتا ہے ۔ طوالت کی وجہ سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا ۔ اگر

کوئی طالب تحقیق و شائق ہو تو آپ کی تالیفات کو دیکھے۔

تاریخ گوئی کی مہارت کا ذکر

آپ تاریخ گوئی میں فرد کامل تھے اکثر واقعات خوشی و غمی کی تاریخیں موزون فرماتے تھے۔ اشعار موزون میں ایک مصرع یا نصف یا زائد مادۂ تاریخ و سن واقعہ ہوتا ہے بحساب جمل حروف ابجدی پورا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ آپ کے قطعات تاریخی بیشمار ہیں اگر جمع کئے جائیں تو ایک کامل کتاب مفید ہو جائے۔ میں چند تاریخی قطعات ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ تاکہ ملاحظہ سے لطف اٹھائیں۔

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں محمد شاہ بادشاہ ہند و وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدینخان بہادر و نواب میر قمر الدینخان نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ بہادر یہ ارکین ثلاثہ یکے بعد دیگرے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے باسقاط شش عدد تعمیہ تاریخ کہی۔

گشت تاریخ چون شنیدم آہ — موت شاہ و وزیر آصفجاہ

ایضاً

سہ رکن مملکت مہدا زجہان رفتند	فنا و حیف سہ در یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ	نماند شاہ زمان با وزیر آصف دہر

تاریخ شہادت نواب ناصر جنگ بہادر مرحوم

نواب عدل گستر عالیجناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم زماہ محرم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت

تاریخ وفات شجاع الدولہ

کرد از عالم فانی رحلت	سرور غالب صاحب صولت

گفت تاریخ این ظفر آزاد	نصرت بادشاہ عالیجاہ
	۱۱۷۳ھ

ایضاً

شاہ باؤ راپس از و تا بہ کشت	گرد در انجام و در آغاز فتح
سور نائے خامہ تاریخش نواخت	شاہ درانی نمودہ باز فتح
	۱۱۷۴ھ

ایضاً

باؤ با فوج خود تلف شد	از دست مجاہدان قتال
تاریخ شکست فوج کفار	فرمود خرد فہیم پامال

تاریخ فتح کشمیر

کشمیر گرفت بار دیگر	سلطان احمد بزور شمشیر
فرمود زبان تیغ تاریخ	او فتح نمود باز کشمیر
	۱۱۷۶ھ

منہ تاریخ رحلت میرزا خان رسا

شیرازہ نظم میرزا خان	ہم شہر بعسکر ادب ماہی
تاریخ وفات او خرد گفت	پیوست برحمت الٰہی
	۱۱۷۸ھ

منہ تاریخ رحلت موسوی خان جرأت

موسوی خان کلک گہربار	آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد	کرد جرأت وداع دنیا را
	۱۱۷۵ھ

منہ تاریخ رحلت سراج الدین علیخان آزاد

خان والا شان سراج الدین علی	شمع رونق بخش بزم گفتگو
زد رقم آزاد سال رحلتش	رحمت کامل بروح آرزو
	۱۱۶۹ھ

منہ تاریخ میر محمد افضل الہ آبادی ثابت

استاذ زمان کہ کرد تسلیم — اعجاز سخن بکلک صامت
تاریخ برائے رحلت او — فرمود خرد رحیل ثابت
۱۱۵۷ھ

اب میں آپکے اشعار آبدار فارسی بترتیب ردیف گزارش کرتا ہوں۔ ھوھذا

الہی نالۂ گرمی دل دیوانۂ ما را — کرامت کن نہال آتشینی دانۂ ما را
بدہ در دست زنگار ہوس آئینہ دل را — زحسن خویش کن آباد حیرت خانۂ ما را
گریبان را نظر بر رشتۂ مہمان نمی باشد — میار از باغ بیرون سبزۂ بیگانۂ ما را
درین محفل مکن از دست مردم آبریزی — تو گردش دہ برنگ آسمان پیمانۂ ما را

وله

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را — مسخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
چو آن زلفے کہ بعد از شانہ کردن ہا بہ بندد — بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہے ہست چشم یار را با چشم گریانم — کہ بستان در دست میدارد ابر برشکالی را

وله

اگرچہ فرمود ز بند قفس آزادم را — گشت بیرون قفس منت صیاد مرا
بلبلے دور ز گلزار بزاری میگفت — خاطر عاطر گل کاش کند یاد مرا

وله

کرد تا آہنگ رفتن محمل جانان ما — چون جرس در سینہ می غلطد دل نالان ما

وله

مزاج کم کسے را الفت اول بجا ماند — برو در بیکسی سنجیدہ ام بسیار یاران را

وله

بے فنائے خود میسر نیست دیدار شما — سیفرو شد خویش را اول خریدار شما
منکہ باشم تا شوم در بزم والا باریاب — میکنم سر را فدا بر پائے دیوار شما

وله

سفیدی آمدہ بیوقت زلف پرخم را — مبین بچشم حقارت بلائے رقم را
اسیر دام دو معشوق می شود رسوا — برآورد ز چمن آفتاب شبنم را

گردم علاج درد دل خود ز درد دل / از می توان شکست خمار شراب را

در وصل بیقراری عاشق نمی رود / دارم گواه خویش گل آفتاب را

وله

ز خود گذشتم و در عالم دگر رفتم / مریض عشقم و تبدیل می کنم جا را

دو چشم او دل آزاد را ز پا افگند / دو ناتوان زده بر خاک یک توانا را

وله

با سرمه سر و کار ندارد بصر ما / خاک قدم یار بود در نظر ما

دانند که ما طاقت پرواز نداریم / صیاد چرا می شکند بال و پر ما

وله

ای مصور از تو آید اینقدر تدبیر ما / با شبیه آن پری پیکر مکش تصویر ما

التماس آشنایان را میفگن بر زمین / قابل گوش تو باشد گو هر تقریر ما

وله

ساقی ما جا و بیجا مید هد پیمانه را / یا الهی هوش ده این قاسم دیوانه را

وله

می داد چشم یار دل زخم دیده را / دانند که نافع ست جراحت رسیده را

خطش دمید و وحشی دل را اسیر کرد / تو جاگری گرفت غزال رمیده را

پیری رسید بر در طاعت مقیم شو / ضایع مساز حلقهٔ قد خمیده را

نازم به صاحبی که سراپا مروت ست / آزاد کرد پیر غلام خریده را

وله

با گل پیام گفت ز برگ گیاه ما / شاباش بر نسیم سفارت پناه ما

تسخیر دل نمود بطوریکه واه واه / هر چند خورد سال بود بادشاه ما

وله

همچو گل رنگین لباس صلح کل پوشیده ایم / تار و پود شعله و آب ست در دامان ما

وله

با تو تا نیست روز نا توان روشن شود / گر کتان را افگنی در آفتاب و ماهتاب

وله

بادشاها خاطر آزار را آباد کن / ننگ سلطان ست در اقلیم و شهر خراب

وله

دست طلب ز عنبر و گوهر کشیدنی است / یکبار طره و سخن او شنیدنی ست

بی فیض قابل دم تیغ اجل بود — شاخے کہ برگ و بار ندارد بریدنی ست

وله — نامه را در پیش پاے قاصد افگندی بجاست — خاکساری اثرها در وصول مدعاست

گفتم آن باریکه باشد شمع این محفل کجاست — آمد آوازیکه در دل جوے گفتم دل کجاست

بیا که چون گهرم هنوز چشم تر باقی ست — تمام خشک شدم لیکن اینقدر باقی ست

توان رساند ببالین حضرت صیاد — ز مرغ بسملم و مشت بال و پر باقی ست

وله — دل با علو همت خود از جهان گذشت — بر پشت این براق ز زینهٔ آسمان گذشت

با من نسیم صبح حدیث صحیح گفت — بیمار شد بسکه برین گلستان گذشت

وله — در هجر از خرابی احوال ما مپرس — یعنی که در قلمرو ما پادشاه نیست

وله — دست هوس مزن کمر یار نازک است — شوخی مکن چو آبله کاین کار نازک است

دل از غبار حاشیهٔ خویش بشکند — این شیشه لطیف چه مقدار نازک است

اے باد صبح مرضی او دیده عرض کن — پیغام من که نازک و بسیار نازک است

وله — بوده آهوے صیاد شناس — دام در راه تو چیدیم عبث

وله — شراب خورده ز میخانه شد روان کج کج — کلاه گوشه بسر حرف زد زبان کج مج

وله — معاشران سبب پیچ و تاب می پرسند — ندیده اند مگر زلف جا بجا کج مج

وله — خوش قدان ساغر بکف چو شاخ گل ایستاده اند — شاید از دست کسی زین بوستان گیرد قدح

کسے چه رنگ اقامت درین زمین نبرد — نشد ز آبله خار این بیابان سرخ

سپهر پایه دولت بتیغ رو بخشند — ز رخ محیط نماید ز شاخ مرجان سرخ

عمرے بسوے غمکدهٔ ما گذر نکرد — روزیکه کرد زود گذشت و خبر نکرد

با آنکه صبح و شام ازین راه میرود — یکبار سوے گور غریبان نظر نکرد

در بزم دوش جانب ما ملتفت نشد — اینهم غنیمت است که ما را بدر نکرد

وله

خط مشکین خال رخسار ترا بر سر رسید — فوج هندوستان بتسخیر ملک عنبر رسید

پیش گل بی رتبه می گردد بهار یاسمن — قدر مفلس نیست در بزمی که صاحب زر رسید

وله

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود — نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

وله

ساقیا امروز برقی جست و باران میرسد — فکر ساغر کن که وقت عیش یاران میرسد

میتوان تا دامن صحرا باستقبال رفت — در چنین روزی که ابر از کوهساران میرسد

کیست تا بارے نگهدارد عنان هوش را — با هزاران ساغر گل نو بهاران میرسد

وله

در کوی یار از دل من ناله میرود — دل نیز عنقریب بدنباله میرود

دارد شراب طرفه دهان و دو چشم یار — هوشم ازین ثلاثه غساله میرود

اشکم ز بلگه ام بر آید بسوی شوق — مانند رود گنگ به بنگاله میرود

وله

دلارام مرا گیسوی مشکین بر قدم افتد — چو هندوی سیه فامی که در پای صنم افتد

وله

ابروی یار و چشم تر ما نظر کنید — ماه ربیع و آب روان را نظر کنید

سحبان باین عبارت رنگین سخن نکرد — تقریر آن دو نرگس شهلا نظر کنید

وله

نیلوفر از شگفتن شبها وا کند — چون یار رفت دیدهٔ خود بر که وا کند

یکبار هم بطرف مزارش نمیروند — این جرم بیکسی که بخوبان وفا کند

صیاد لاابالی من صید تشنه را — در وادیی که آب ندارد رها کند

وله

عطر حسن خلق و زر وقتی که یکجا میشود — قدر صاحب دولتان چون گل دو بالا می شود

میکند طوطی سخن اما پس از آموختن — بلبل خوش نغمه بی استاد گویا می شود

وله

چشم دارم که مرا گوشهٔ صحرا بخشند — راضیم گر دگران را همه دنیا بخشند

دلِ آرام طلب عیش دوبالا خواہد		کاش در سایۂ آن سرو مرا جا بخشند
چہ خوش دل پختہ مغز از دیدن این باغ میگردد	ولہ	گل صد برگ را دل در جوانی داغ میگردد
این پسر سلمہ اللہ جوان خواہد شد		ہست گر ماہ نوی بدر جہان خواہد شد
خورد سالے کہ خورد شیر پستان کرم		پدر مشفق ابنائے زمان خواہد شد
گل ہمان بہ کہ زر خویشتن بہ بلبل بخشد		بعد چندے ہمہ تاراج خزان خواہد شد
صبح دیدم بدر میکدہ میخوارے چند	ولہ	ساغرے چند خریدند بدستارے چند
چیست حاصل ز تماشائے بیابانی چند		گر بپایم نخلد خار مغیلانے چند
نگار ما دل شب در نظر نمی آید	ولہ	کہ جز بشام و سحر زہرہ بر نمی آید
وداع کرد جہان را مگر نسیم علیل		کہ مدتیست ز جانان خبر نمی آید
بود ضرور شعور مزاج دانیہا		تقرب امرا از ہنر نمی آید
دل از شنیدن پیغام آشنا شگفد	ولہ	کہ غنچہ از مدد حضرت صبا شگفد
ز گرم جوشی آن آفتاب دل وا شد		چو آن گلے کہ بہنگام استوا شگفد
منم شہید حنا بند قاتل آزاد		ہمیشہ بر سر خاکم گل حنا شگفد
شیشۂ نازک ز سنگ خارا پیدا می شود	ولہ	گاہ می باشد کہ دہقان زادہ میرزا می شود
ہمچو صیادے کہ فی را وصل سازد در شکار		کار ظالم از تہی مغزان دوبالا می شود
عمر ہمیشہ نقد نصیب ستارہ شد	ولہ	نخواہ مایۂ عمر دوبارہ شد
نگاہ نرگس خوابیدہ ات ز جان نافذ	ولہ	خدنگ ناز تو نا جستہ ز نشان نافذ
بلا بود مرض تسری کہ چشم تر ست		کہ شد بچشم زدن در دل جہان نافذ
زن بود در زبان ہندی نار	ولہ	وقنا ربنا عذاب النار

می شکند بگلستان طرف کلاه از غرور ‌ / چشم نمائی تو مست نرگس شوخ از غرور

وله

دل عنان گرداند از یار کهن سوی دگر ‌ / قبله را تحویل کرد از طاق ابروی دگر

علاج خسته دلان کرد خنده لب یار ‌ / ز یک انار برآید مراد صد بیمار

وله

رو بدرگاه الٰهی چه نمائی فردا ‌ / بسکه خود فوت شود پیشتر از فوت نماز

همچو زلفی که رسد تا کمر صاحب ناز ‌ / می کشد تا بعدم سلسلهٔ عمر دراز

مژگان بدور مردم چشم سیاه او ‌ / استار کرد کعبه مدوّر صفت نماز

وله

آتش زدیم پیکر خود از داغ خویش ‌ / تا سوختیم پیکر خود از چراغ خویش

فردوس شد ز داغ چو طاؤس کرده ام ‌ / گل گل شگفته ز تماشای باغ خویش

وله

دلی که از زلف نگاری بود شبستانش ‌ / ز شاه هند فزون است شوکت شانش

کجا نصیب که چینم گلی ز بستانش ‌ / غنیمت است مرا نکهت گلستانش

من از خزانهٔ او گوهری نمی خواهم ‌ / همین بس است مرا از سحاب نیسانش

مرا ز خاصیت آن طفل آرزو این است ‌ / که خاکروب شوم بر در دبستانش

وله

بقربانت روم یا نتو بوسم مرحبا ای دل ‌ / که می آئی ز سیر لیلة المعراج گیسویش

چه واقع شد که اکنون نقش پای او نمی بینم ‌ / خوشا وقتیکه بالین سر من بود زانویش

بسکه شوخیهاست پنهان در سینهٔ جام ‌ / می تواند کرد بر رخسار آتش نام رقص

صهبا خوش است وقت بهاران علی الخصوص ‌ / در حالت ترشح باران علی الخصوص

هنگامهای میکده بسیار دلرباست ‌ / انداز رقص بادکستان علی الخصوص

یاران شنیا ز مسند می من در جناب او ‌ / کردند عرض آئینه داران علی الخصوص

رسم ادب بحلقهٔ مخلص نگاه دار ‌ / در بارگاه کوه وقاران علی الخصوص

نیست خودداری میسر شعلهٔ جواله را
ترا ز آمدن جائی ما چه بود غرض
دل شکسته قابل نثار نبود
زمین آئینه را مخلصانه بوسیدی
سوای این که کند پاس حکم پیر مغان
خون مرا حلال مکن میکنی غلط
حال بتان همیشه بخاطر نگاه دار
شراب خورده کجا میروی خدا حافظ
هزار حیف که پروانه قدر خود نشناخت
چه واقع است که آن طفل در شب تاریک
جدا ز شهر شور خنده کبک دری دارد
موسم طفلی عجب جنت بود طاوس را
عداوت غربا میکنی ز بی انصاف
ز ساغر تو درد محض میخواهم
مرا اگرچه نسبت نامست با سهیل یمن
اگر ز دام بلا ما نجات میطلبی
بلند رتبه کند از قبول منت ننگ
دو چشم شوخ تو با من کرشمها دارد
حسن بیرنگ مرا شد بلا عالم رنگ

ولہ — از طپیدنهای دل صوفی نه کند ناکام رقص
ولہ — بجز نوا خفتن آشنا چه بود غرض
ز تاب دادن کاکل ترا چه بود غرض
بحیرتم که ازین التجا چه بود غرض
ز پیر میکده آزاد را چه بود غرض
ولہ — زنهار این خیال مکن میکنی غلط
انکار خال خال مکن میکنی غلط
ولہ — گشاده بند قبا میروی خدا حافظ
بپیش شمع چرا میروی خدا حافظ
دو دیده پا بحیا میروی خدا حافظ
ولہ — چه عشرتها که در کوه و بیابان است در واقع
ولہ — در جوانی ز آتش اندیشه کرد و داغ داغ
ولہ — تلاش کشتن ما میکنی ز بی انصاف
جواب صاف دا میکنی ز بی انصاف
ولہ — نمیرود طپش سینه جز بآب عقیق
مشو اسیر تامل مرو بچاه عمیق
ولہ — بیاض جبهه ز برگ حنا نگیرد رنگ
بحیرتم ز هنرهای کافران فرنگ
کرد دلم شکسته تماشای تصاویر فرنگ

وله

میرند از فیض جاری دم هوای برشکال ... محو سازد از زمین و آسمان گرد ملال

خط ترا انشاء دهی عارض را بزلف آراستی ... عامل معزول را از مرحمت کردی بحال

چون بلا نازل شود سازند سازان بهم ... تارهای مختلف را کوک سازد گوشمال

نیست صف صف بنای قسمت آزادگان ... جاده پیدا می کند در خود زمین پایمال

بی مشقت نیست ممکن وصل آن سیمین سهی ... خار بستی از رقیبان هست گرد این نهال

وله

نوا ز دگر با هنگ اثر نارد نفس بلبل ... دهد هر غنچه خاموش را شور جرس بلبل

دماغ عاشق شوریده هم دارد بلندیها ... نشستن بر بساط برگ گل دارد هوس بلبل

وله

که کند در شکن زلف ترا غمخواری دل ... نشود گوش تو با قرب مکان یاری دل

وله

من از سر رشته طول امل دلدار ها کردم ... بزور این مهره را بیرون کام اژدها کردم

مرا چون غنچه کی شد فرصت نظاره هستی ... نفس گردید تاراج صبا تا چشم وا کردم

گرانی کرد بار زندگی از دوام بر دوش ... چو شاخ میوه دار از نیختگی سر را جدا کردم

وله

میبرد مکتوب من داغم ز بخت نارسا ... کاش من هم بال مرغ نامه بر میداشتم

هر کسی برداشت یک چیزی ز اسباب جهان ... من ازین دنیای فانی دست بر برداشتم

وله

بیخودم از نشاء وحدت برنگ چشم یار ... خود قدح گردان و خود مخمور و خود میخانه ام

چو سایه در قدم هر دو سر فراز توام ... مرید سلسله گیسوی دراز توام

وله

دلم را کرد غارت زلف جانانی که من دارم ... بدست کافری افتاد قرآنی که من دارم

درین ماتم سرا کردند با دولاب هم رنگم ... حمائل شد بگردن چشم گریانی که من دارم

وله

کشیده اند برنگ نیاز تصویرم ... خط شکسته از خوشنویس تقدیرم

وله

کبوتر را چو طوطی کاش باشد خوش بیانی هم ... که یار از نارسانند نامه پیغام زبانی هم

امید قوتم در وقت پیری نیست از صهبا | که محتاج عصا چون تاک بود دم جوانی هم
شبی آزاد ما پروانه شد آن شمع اقدس را | بجا آورد آداب غلامی جان بفشانی هم
چشم بر لطف تو دارد رخ بی سامانیم | زانشین تیغی اتو جامهٔ عریانیم
شبنم ناهل دارد وحشتی از آفتاب | ماه می باید که گیرد نور را از پیشانیم
گوهرم را آسمان هر چند دارد در گره | آخر از قید صدف بیرون برد غلطانیم

وله

نگیر تنگ مرا تو اسیر دام تو ام | بلطف تربیتم کن که نو غلام تو ام
تو بعد سوختنم قصد کشتنم داری | تکش مرا که چراغی برای شام تو ام

وله

از رو عنایت کرم بیشمار میدانم | چو عندلیب یکی را هزار میدانم
جواب وقت تکلم بجا بلان ندهم | که قدر این گهر آبدار میدانم
ثبات نیست سفید و سیاه عالم را | نظر ز گردش لیل و نهار میدانم
نگاه مرحمتش نیست جز باهل جنون | دماغ عالی فصل بهار میدانم

وله

تماش مذهب هر شخص در نظر دارم | مرقع عجب از صلح کل ببر دارم

وله

خواهم که کارخانهٔ ایجاد بشکنم | گر دست من رسد دو جهان را بهم زنم

وله

یاران بهم نشستن فردا که دیده است | با یا شیم و صحبت امروز غنیمتنم
اینقدر چشم ز تصویر بتان میدارم | گر فروشند ببازار بتان تصویرم
گرد از بسکه بهر زلف بتان زنجیرم | نیست قادر و مصور که کشد تصویرم
وصل آن ماه کند چارهٔ بیماری من | قرص کوکب نتواند که کند تدبیرم
منع کردی که کسی حرف شفاعت نزند | شرح کن بنده نوازا چه بود تقصیرم

وله

تو خداوندی من بنده سرکار تو ام | خواه کش خواه رها کن که گرفتار تو ام

جان من زیر قدم باشد و جانش بر سر ‏ ‏ ‏ چه قدر خون ز گل گذشته و دستار توام

وله

باغبان بلبل نو وارد بستان توام ‏ ‏ ‏ قبلهٔ من ز ره گل ده که ثناخوان توام

قبلهٔ عالمیان کعبهٔ حاجت طلبان ‏ ‏ ‏ خبر از حالت من گیر که قربان توام

وله

داد بر باد جفای تو اگر بنیادم ‏ ‏ ‏ می توانی که کنی از سر نو آبادم

در قفس یاد چمن کردم و خود را کشتم ‏ ‏ ‏ کاش در سایهٔ گل دفن کند صیادم

وله

منتظر دارد مرا بار کرم فرمای من ‏ ‏ ‏ دیر می آید چو عیسی صاحب احیای من

سائلم اما لب از اظهار مطلب بسته ام ‏ ‏ ‏ حالتم چون ماه نو پیدا است از سیمای من

بسکه جا چون چرخ بر طاق بلندی داده اند ‏ ‏ ‏ دست خارا را تصرف نیست بر مینای من

وله

بجز نازم ز راز سرمهٔ آن چشم فهمیدن ‏ ‏ ‏ که در دور تو نتوان جام بالا نشد ز گردیدن

وله

آسان درین جهان نیست بهمایه بر گرفتن ‏ ‏ ‏ سوراخ میشود گوش از بهر زر گرفتن

وله

روزیکه کامیاب شوم از لقای او ‏ ‏ ‏ بی اختیار گریم و افتم بپای او

وله

شریک صحبت ناجنس زینهار مشو ‏ ‏ ‏ کناره گیر او بگره سبزه وار مشو

وله

خدا را ز بیانه دارم شب مهتاب بیتو ‏ ‏ ‏ بدهان مار ماند قدح شراب بیتو

صنما نه گرم شب ماه جلوه فرما ‏ ‏ ‏ بخدا که چشم من شد گل مهتاب بیتو

نه بخانه می نشینم نه بباغ انس گیرم ‏ ‏ ‏ که بود بچشم گریان همه جا حباب بیتو

بعدالت قیامت چو حساب من ببیند ‏ ‏ ‏ سخن فرشتگان را ندهم جواب بیتو

وله

یاد من امشب نمیدانم که مهمان کهٔ ‏ ‏ ‏ گرم رفتی از نظر شمع شبستان کهٔ

سالها شد در سراغت سر بصحرا داده ام ‏ ‏ ‏ ای غزال بیمروت در بیابان کهٔ

من هم آخر درد مند چشم بیمار توام ‏ ‏ ‏ ای نقیر بانت روم در فکر درمان کهٔ

تا تو رفتی یک قلم مکتب خراب افتاده است / طفل شیرین حرف من شور دبستان کو

خاطرت آزاد دارد سخت بی جمعیتی / خیر باشد والهٔ زلف پریشان کو

وله

در نظرها بچه انداز نمایان شده / چشم بد دور را مام صف خوبان شده

باد سیراب گلستان تو از آب بقا / بر سر تربت آزاد گل افشان شده

وله

هزار حیف که از مخلصان جدا شده / بگو برای خدا یا که آشنا شده

وله

دل من ز هوایت گشته وا آهسته آهسته / برنگ غنچهٔ گل از صبا آهسته آهسته

اگر ظلمم فتاد از بام رسوائی بدست من / نمی ترسم که برخاستن ماند صدا آهسته آهسته

دل نو مشق را در کوی او شد طاقت جولان / گذارد طفل در رفتار پا آهسته آهسته

بپیش آفتاب آرا دهر دم سایه می گاهد / شدم در پرتو رویش فنا آهسته آهسته

وله

ز جانان در کمند وحدت خود میکنم یادی / درین منزل نشستم بهر تسخیر پریزادی

چه لازم تا کشم از سبزه گل منت بیجا / کفایت میکند بر مرقد من سرو آزادی

وله

نشاط آدمیان کم غم زمانه زیادست / برای گریه دو چشم برای خنده دهانی

وله

الهی تا ز نم در هر خم گیسوی او دستی / کرامت کن مرا چون شاخ سنبل موبمو دستی

وله

بپیش او دل بیمار میکشد آهی / علاج می طلبد از طبیب بدخواهی

دلا بر آن ذقن نو دمیده خط منشین / مخسپ در شب تاریک بر سر چاهی

وله

مرا بسمل نمودی زنده باشی / ز پا انداختی پاینده باشی

وله

تا کجا تشنهٔ خون من ناکام شوی / آن قدر هم نکنی جور که بدنام شوی

ز خود آسودگان دانند آئین حق آگاهی / درین دار الخلافت میرسد منصور را شاهی

درین عالم که همراه موافق میکند پیدا / نیامد راست از خضر و کلیم هم همراهی

آگاہ - مولوی محمد باقر نائطی مدراسی

آگاہ تخلص - محمد باقر نام - قبیلہ نونائط سے ہیں - آپکے بزرگان سلف وطناً بیجاپوری تھے - بکشش آبخورش مدراس ہیں آئے شہر ویلور میں سکونت اختیار کی - آگاہ صاحب ترجمہ شہر مذکور میں پیدا ہوئے - وہان کی سرزمین میں نشو ونما پایا - سن شعور کو پہنچ کے اساتذہ کرام و علماء عظام سے کتب علوم و فنون کی تحصیل درجہ تکمیل کو پہنچائی - فراغت تحصیل کے بعد درس تدریس میں مشغول ہوئے - اکثر طلبہ مدراس میں آپسے فارغ التحصیل ہوئے آپ سخندانی و سخن شناسی کے صدر نشین تھے آپکا کلام مثل اہل زبان با محاورہ فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے - آپکے اشعار آبدار سے سامعین و شائقین کو لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - شمع انجمن کا مولف آپکی نسبت لکہتا ہے - کہ در خیابان کرناٹک ہمچو او نہالی سر بالا نکردہ - و از گل زمین مدراس شمل و گلے خوش رنگ ندمیدہ انتہی کلامہ - آپ صاحب التالیف والتصنیف تھے - فضائل نفسانی و کمالات روحانی سے بہی موصوف تھے - اخر ۱۲۲۰ھ میں اس وارفانی سے ملک جاودانی کے طرف روانہ ہوئے - -

من اشعارہ

غم فراق تو از بسکہ کاست جان مرا	عصا را آہ بود جسم ناتوان ما
ستم بطرۂ تو دل زار خویش را	آخر فکندہ ام بسرت بار خویش را
شیخ در میخانہ با ہر مست یاری میکند	ظاہرا با دختر رز خواستگاری میکند

امین محمد امین

امین تخلص - محمد امین نام - ہندی الاصل تہا - شہر ارکاٹ میں سکونت پذیر تہا

نواب سعادت اللہ خان ناظم صوبہ کرناٹک کی خدمت مین میر منشی تہا۔ نظم و نثر مین استعداد کامل رکہتا تہا۔ تحریر و تقریر مین منشی بے نظیر تہا۔ انشا گلشن سعادت و دیوان شعر اسکی تالیفات سے یادگار ہے۔ خوش فکر و سخن سنج تہا۔ اسکا کلام اہل زبان کیطرح ہوتا تہا۔ آخر سنہ ہجری مین فوت ہوا۔

من کلامہ

اگر بر چرخ چہارم رفعت قدرین باشد	نجابت سر کرا چون مہر یار فعت تمکنش زمین باشد

باب الباء موحدہ

بدیع ۔ ملا بدیع

بدیع تخلص ۔ ملا بدیع نام ۔ سمرقندی الاصل تہا۔ سمرقند کے مشاہیر سے تہا۔ فن معما و تواریخ مین استاد مانا جاتا تہا۔ وطن سے دکن مین آیا۔ شہر مین اس کے فن معما و تواریخ دانی کا ذکر کوچہ و بازار مین ہوتا تہا۔ اسکا کلام دلچسپ و شیرین ہوتا تہا۔ بلدہ جنیر کو کن مین مدت تک رہا۔ وہان اسکو کافی کامرانی ہوئی آخر وہین رحلت کی۔

من اشعارہ

چشم تو بیدار ساز فتنۂ مست است	زلف تو ہندوے آفتاب پرست است
شبے درخواب رارقیبان ہمسخن دیدم	نہ بیند ہیچکس درخواب یار انچہ من دیدم
ترا الگل چو خندان صبحدم در بوستان دیدم	ز شبنم غنچہا را آب حسرت در دہان دیدم

بسمل ۔ میر محمد یوسف خان

بسمل تخلص ۔ میر محمد یوسف خان نام ۔ آپ میر امام بدخشانی کے فرزند مین

آپ وطن مالوفہ سے حیدرآباد دکن میں آئے۔ مبارز خان صوبہ دار حیدرآباد کی ملازمت اختیار کی۔ مدت تک خان موصوف کی خدمت میں رہا۔ جب ۱۱۳۷ ہجری میں مبارز خان و نواب آصفجاہ کے فیمابین جنگ ہوا بسمل صاحب ترجمہ خان موصوف کے ہمراہ معرکہ میں تیسری تاریخ ماہ محرم سنہ مذکور میں تلوار و تیروں کے زخموں سے بسمل ہو گیا بسمل صاحب ترجمہ کے فرزند و اقربا قلعہ فرخنگر میں بتقریب خدمت قلعداری سکونت پذیر تھے۔ شاعر خوش فکر و شیرین زبان تھا۔ دلیری و بہادری میں بے نظیر تھا۔ شعر و شاعری کا شائق تھا۔ بشرط فرصت کبھی کبھی شعر موزون کرتا تھا۔ آپکا کلام مرغوب و دلپسند ہوتا تھا۔

من نتائج طبعہ

زاہد تو صبح و شام عبث شور می کنی
شوخی نیخیز برہمن میزند یک دام را
از گردش نگاہ مست شد نیم کشتہ بسمل

از غم جگر فگار رہ بردہ ایم
صحرائے عدم ز لالہ پر شد
از حیرت ما نبود وقف
اے اہل وفا نداشت قدری
خاک رہ او شدیم بسمل

اللہ ہو اکبر ست ز اللہ اکبر ست
تا نبود ابتر دل من الف ابتر شد
گرد سر تو گردم یک غمزۂ بار دگر

این گل بسر مزار بردیم
تا ما دل داغدار بردیم
آئینہ بہ پیش یار بردیم
این جنس بہر دیار بردیم
از سرمہ چہ اعتبار بردیم

بینش ـ سید مرتضی مدراسی

بینش تخلص ـ سید مرتضی نام ـ میر صادق علی حسینی کے فرزند ہیں۔

مشہدی سے ہین۔ نسب کا سلسلہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم
سے پہنچتا ہے آپکی جد اعلیٰ مشہد مقدس سے ملک دکن مین وارد ہوئے۔ گلبرگہ مین
اقامت گزین ہوئے۔ آپکے احفاد مین شاہ ابراہیم مصطفیٰ حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز
گیسودراز کے ماموں تھے۔ شاہ نور اللہ جو شاہ ابراہیم کے اولاد مین سے تھے۔ نواب
سعادت خان کے زمانہ مین شہر ارکاٹ مین سکونت پذیر ہوے۔ شاہ نور اللہ شاہ ابراہیم
بنش کے جد حقیقی ہین۔ شاہ صاحب نواب والاجاہ کی عنایت و مرحمت کی وجہ سے
مدراس مین سکونت پذیر ہوئے سنہ ۱۲۲۶ ہجری مین بنش کی ولادت شہر مدراس مین
واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد علماء مدراس سے کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل
کیں تحصیل کے بعد شعر گوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ اولاً والد ماجد و برادر سے
مشق سخن کرتے رہے۔ ثانیاً مولوی فقیر سے مستفید ہوئے۔ ذکی الطبع و صحیح الفکر
و خوش تقریر و حاضر جوابی مین بے مثل۔ شعر و شاعری مین بے بدل تھا۔ حیدرآباد مین
مدت تک مقیم رہا۔ پھر مدراس میں پہنچا مشاعرہ اعظم مین شریک ہوا۔ شعراء معاصرین
سے خوب مناظرہ و معارضہ کرتا رہا۔ آخر سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ راہ مین
بہت سی تکلیفیں اٹھائین آخذ المرام ہوا۔ حج و زیارت سے مشرف ہوا۔ ایک سال
کے بعد وطن مالوفہ مین مراجعت کی۔ چند مدت کے بعد وطن مین مسافر عدم ہوا۔ وفات کا
سن کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔

من اشعارہ الفارسی

نتوان یافت جز بکوچۂ یار	دل از خود رمیدہ ما را
آثار عشق سبز خطان جلوہ میکند	از سبزۂ دمیدہ خاک مزار ما

نثار بادۂ این بزم خمار آمود است — وله — سر بسر در پئے ہرسو دریا لست اینجا

دلم از زلف بتان ربط نہان میدارد — وله — دانۂ سبحہ کند رشتۂ زنار طلب

خط شعاعی ہست کہ از غنچۂ جنون — وله — گشتہ است تار زنار گریبان آفتاب

چشم گہر اشک فشاند بقدر وسعش — وله — گر بپاے صبا ندہی گل رعنا خبر آرد

از وطن آوارہ گردید از نظر افتادہ — وله — برق عالم سوز حسنش سوخت تا ما و اعمرا

لغزد چنان بکوی تو از ضعف پائے دل — وله — باشد ہمیشہ آہ رسایم عصائے دل

گر خاک شوم پائے حنا بست تو بوسم — وله — ور سرمہ شوم چشم سیہ مست تو بوسم

روز افزون حسن تو یا ماہ یا آزار من — وله — گرم تر خوی تو یا خورشید یا بازار من

آستینت پر شکن یا زلف یا بینش نیم — دست شستہ گوہر فشان یا ابر یا افکار من

خال مشکین طرف چشم بلا انگیزش — وله — مست افتادہ سیاہی بدر میکدہ

بینش بہر دلیکہ صفا موج می زند — وله — تا باب گوہریست ببازار زندگی

ہر دم از رنگ گل عارضان غنچہ دہن — وله — ہمنوا گل کند اکنون بخیالم حسینی

بہار۔ سید علی مدراسی

بہار تخلص۔ سید علی نام۔ آپ سید عبد الحق مذہباً حنفی مشرباً قادری مولداً مدراسی کے فرزند ہیں تیس تینتیس برس کی عمر ہے۔ جوان صالح و مستعد طالب علم ہیں۔ فارسی و اردو دونوں میں شعر کہتے ہیں۔ اوائل میں سید صادق حسین شریف مدراسی سے مشق سخن کرتے رہے۔ اور آخر میں منشی امیر احمد امیر لکھنوی کے شاگرد ہوے صاحب دیوان ہیں کلام شیرین و رنگین ہے۔

من اشعارہ الہندی

نیم بسمل مرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا
اور آفت مین بڑا رحم کے قابل ہوکر

عکس سے آئینہ مین اوس نے بگڑکر یہ کہا
آپ ہی آئے ہوکیا بوسہ کے سائل ہوکر

سختیان بعد فنا بھی ہی باقی ہین بہار
سنگ میری چھاتی پہ ہا سل ہوکر

ولہ

آتی ہے بوئے محبت آج دود شمع سے
جل بجھا شاید کوئی پروانہ اس محفل مین ہے

یہ تیری نیچی نگاہین کہہ رہی ہین صاف صاف
مجھسے بڑھ کر وصل کا ارمان پھر دل مین ہے

بلیغ۔ محمد غریب الدین فتحپوری

بلیغ تخلص۔ محمد غریب الدین نام فتحپوری ہسوہ کے رہنے والے ہین۔ کتب عربیہ درسیہ سے فارغ التحصیل ہین۔ جامع معقول و منقول ہین۔ آپنے علم حدیث مین مولوی محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے سند پائی ہے۔ ذی استعداد و لائق ہین ہر ایک علم و فن مین لیاقت و قابلیت رکھتے ہین اور آپکے شعرگوئی مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی سے تلمذ ہے شعر خوب کہتے ہین۔ کلام صاف شیرین ہوتا ہے۔ خوش طبع و خوش خلق ہین مدت سے حیدرآباد دکن مین وارد ہین۔ معلوم نہین کہ آپ کس محکمہ مین ملازم ہین۔ آپکی عمر قیاسا بتیس برس کی ہوگی۔ بارک اللہ فی عمرہ

من اشعارہ

اون کی حنائی ہاتھہ مین جام شراب ہے
یا جلوہ گر شفق مین فلک آفتاب ہے

یہ بات ہے جو کہتے نہین خط کا وہ جواب
ایک ایک حرف خط کا میرے لاجواب ہے

اوٹھے اگر نقاب تو باقی رہی حیا
بے پردگی بھی آپکی عین حجاب ہے

سر پر بلا نہ لائے لٹکا کے زلف کو		آنکھیں دکہائیگا جو تجہہ پیچ و تاب سے
مٹی تری خراب نہ ہوگی کبہی ملیح		تو تو نہال باغ میں بوتا آب سے

بیان خواجہ حسن دہلوی

بیان تخلص - خواجہ حسن اسکا نام - آپکا اصلی وطن دلّی ہے - آپنے عالم شباب مین علم و فضل کے حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق کیا طبیعت مین موزونیت خداداد تہی - موزون کرنے لگے - جناب مرزا جانجانان مظہر کے شاگرد ہوئے - استاد کی توجہ و اصلاح سے چند ہی روز مین درجہ کمال کو پہنچے - آپکا کلام شیرین و دلاویز نمکین و شور انگیز ہوتا تہا - آپ اپنے معاصرین واقران سے بڑہ گئے - خوش خلق و خوش سیرت تہے ظریف الطبع لطیف المزاج تہے یاران ہم مشرب سے نہایت خوشی و خرمی سے ملتے تہے خندہ رو شگفتہ پیشانی تہے - مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے مرید تہے - مرشد کے عاشق تہے مرشد کے معتقد و مطیع تہے - آخر آپ دلّی سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے چند مدت تک زندہ رہے پہر آخر سنہ ۱۲۶ ہجری مین فوت ہوئے -

من اشعارہ

قفس مین مین ہائی کیلئے کیا کیا نہیں کرتا		تڑپتا ہون پہڑکتا ہون کوئی پروا نہیں کرتا
کہتا نہین مین عرش پر اے نالہ جا پہنچ	ولہ	کانون تلک تو اوسکے تو اے نارسا پہنچ
باتون مین آہ کٹی لگا یا رسی بیان	ولہ	رکہتا تہا کان تک مری فریاد کیطرف
ہوویگا ذوق حسرت دیدار مین خلل		شیرین گذر نکیجیو فرہاد کی طرف
جادو تہی کہ سحر تہی بلا تہی	ولہ	ظالم یہہ تیری نگاہ کیا تہی

ست آئیو اسے وعدہ فراموش تو اب بہی　ولہ　جسطرح کٹا روز گذر جائیگی شب بہی

بیان کون ہے اتنا کہ پوچہتے ہو　ولہ　تغافل کے قربان تجاہل کے صدقے

وصل کی شب کا ماجرا کیا کہون تجہہ سے ہمنشین　ولہ　شام سے لیکے صبح تک وہی نہین نہین ہی

بندہ میر محمد میر اورنگ آبادی

بندہ تخلص - میر محمد میر نام - سید صحیح النسب و شریف الحسب ہین - اصلی وطن اورنگ آباد دکن ہے - آپ فارسی و عربی مین ذی استعداد طالب علم تہے - زبان ریختہ مین نہایت نزاکت و لطافت سے کلام موزون فرماتے تہے چند مثنویان ہندی زبان مین ارباب دول کی تعریف و توصیف مین تالیف کین - لچہمی نرائن صاحب کے دوستون مین سے ہین - صاحب چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ میر صاحب ابتدا مین میر تخلص کرتے تہے جب مجہہ سے ملاقات ہوئی تو مین نے کہا کہ میر تقی میر تخلص آپکے ہمنام و تخلص ہند مین موجود ہین میرے نزدیک اشتراک تخلص خوب نہین آپنے میری بات قبول کی او سیروز سے بندہ تخلص فرمایا انہی کلام آپ حرف گیرون کے بیان مین ایک مثنوی لکہی ہے - ہم مثنوی کے چند اشعار لکہتے ہین نمونہ

مثنوی

سنو نکتہ چینون کا مجہسے بیان
کہ اون کی حقیقت ہے اُنپر عیان

کسیکا اگر شعر ہے خوب صاف
ولیکن وہ کہتے زراہ خلاف

کہ اس شعر مین کچہہ نہین بند و بست
ہر اک جائے پر سچ ہین ہی شکست

کسی کا ہے مضمون اگر بہترین
یہہ کہتے ہین وہ سارے زراہ کین

یہ مضمون مدت سے ہیگا قدیم
کہ اسکو کہا ہے اسیر و کلیم

کسی نے اگر تازہ مضمون پڑہا		کہ جس کے معانی ہے بس بے بہا
یو کہتے ہین وہ نکتہ چین از حسد		یہ مضمون کسی سے نہین ہے سند
سرو شمشاد ہو گئی حیران	شعر	جب چمن مین ترا خرام ہوا

بیان آقا مہدی اصفہانی

بیان تخلص۔ آقا مہدی نام۔ ابو طالب کلیم کا ہمشیرہ زادہ ہے۔ ہمدانی المولد اصفہانی المنشا ہے نشو و نما کے بعد اصفہان مین علوم و فنون مین استعداد وافی و مہارت کافی حاصل کی۔ جامع علوم و فواضل تہا۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر زمین خوش مزاج و حلیم تہا ظریف الطبع و لطیف الوضع تہا تکبر و غرور سے نفور صاحب عزت غیور تہا شاعری مین استادانہ کلام شستہ و پختہ کہتا تہا۔ عالمگیری زمانہ مین وطن سے ہند مین وارد ہوا۔ دلی و لاہور و آگرہ مین چند مدت تک بسر کرتا رہا آخر گولکنڈہ دکن مین آیا اوسوقت عبد اللہ قطب شاہ زندہ تہا۔ بادشاہ کے حضور مین باریاب ہو کے منصب مناسب سے سرفراز ہوا۔ اسوقت گولکنڈہ دکن مین وبا کی بیماری پیدا ہوئی۔ اکثر خلائق اس مرض مین مبتلا ہو کر فوت ہوئے بیان بہی اسی مرض مین مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ یہ واقعہ سنہ الہجری کے آخر مین واقع ہوا۔ صاحب ریاض الشعرا اور صاحب تذکرہ کے بیان صاحب ترجمہ کے حال مین اختلاف کرتے ہین۔ صاحب ریاض الشعرا کا قول فقیر مولف کے موافق ہے۔ اور صاحب تذکرہ حی نظیر کہتے ہین کہ بیان اولا وطن سے کشمیر مین وارد ہوا اور وہان سے چند روز کے بعد سنہ کے آخر مین وطن کیطرف مراجعت کا ارادہ کیا

کشتی مین سوار ہوا کشتی کو آگ لگ گئی آگ دریا مین حریق وغریق ہو گیا

من اشعاره الفارسی

شب جنابت و دل خلقی ز کف امروز برد	وله	خوب دستی آن بت بیداد گر و اگر وہ است
بہیان خاک ہست گرد ید عمر لبست	وله	بزیر پا نگاہے میتوان کرد
خدنگت بہر غم وا میگذارد	وله	اگر در سینه ام جا میگذارد
گذشت تیر جانان را بلا کم		که پیکان را بدل وا می گذارد
ازان خار سر را ہم نکوبیت		که آنجا مدعی پا میگذارد

بیجان - لاله جیکشن داس اورنگ آبادی

بیجان تخلص - لاله جیکشن داس نام - آپکا وطن اورنگ آباد ہے - آپ نواب صلابت جنگ بہادر کی دار الانشا مین تہے - منشی خوش تحریر - اور خوشنویسی مین جواہر قلم - شعر گوئی ریختہ کا فریفتہ تہا - اور شاہ سراج اورنگ آبادی کی خدمت مین کلام کی اصلاح لیتا تہا - مضامین نازک معانی لطیف کو موزون کرتا تہا - خوش خلق نیک سیرت درویش دوست وصوفی مشرب تہا لچھمی نراین چمنستان شعرا مین نقل کرتے ہین کہ ایکروز مجہسے شاہ سراج نے نقل کی کہ جیکشن نواب صلابت جنگ کے لشکر جانے کے لئے تیار ہوکر میرے پاس رخصت کے لئے آیا اور ایک شعر تازہ جو کہا تہا پڑہا اور اصلاح کا خواہان ہوا شعر یہہ ہے

تری یاد کمر سے یون عدم مین ملگیا بیجان ✤ کہ قالب بہی نہ پاوے

گو کوئی اسکا کفن کہولے ✤ حاصل کلام رخصت ہوکر چلا گیا ابتک اسکا

بتیا دنشان نہین انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

نگہ کی جوت پتلی کی نین سیتی نمایان ہے
اندہاری رات مین بجلی ہی چمکی ہے خدا حافظ

ولہ

یار مہندی بھری ہاتون سی اگر ہوئی طبیب
شاخ نبض دل ہمارے سے مرجان ہوئے
نبض مین عاشق اگر یاد کرے گل و کو
وہان کی زنجیر کے والے سے گلستان ہوئے

ولہ

باغ مین کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
آنکہ کے اشارت سے تب جواب دیتا ہے
کیون نہ حاصل ہوئی خوشی جگمین
دل بیجان مین جان آیا ہے

باقی۔ راجہ گردہاری پرشا حیدرآبادی

باقی تخلص۔ راجہ گردہاری پرشاد نام بنسی راجہ عرف ہے۔ آپکے بزرگونکا اصلی وطن چہپرا مئو ہے۔ آپکے جداعلی آصفجاہی زمانہ مین وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے بندگانعالی سرکار نظام کی قدردانی سے خدمات جلیلہ پر مامور ہوئے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کا کام دیانت داری امانت سے انجام دیتے رہے۔ امانت دیانت وقتاً فوقتاً آپکی بزرگون کی ترقی کا باعث ہوتی رہی۔ آپکا خاندان ہمیشہ ترقی کے اوج پر عروج کرتا گیا۔ روز بروز عزت و آبرو بڑہتی گئی۔ فی الحال زمانہ کے استداد سے اور خاندانی سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی پانچ یا چہہ پشتین گذرین ہین۔ برابر آپکے بزرگ مسلسل طور پر اس ریاست مین معزز و مکرم رہے ہین۔

آپکی ولادت باسعادت اسی شہر فیض بہر مین ہوئی۔ نشو و نما بہی یہین کی آب و ہوا مین ہوا ابتدائے تعلیم و تربیت کے بعد آپنے شروع شباب مین علما رحیدرآباد سے کتب درسیہ

فارسیہ کی تحصیل کی۔ اور عربی مین مختصرات نحو و صرف کو حاصل کین۔ انشا پردازی
و عبارت نویسی مین منشی بیبدل ہوئے۔ فن حساب و سیاق مین جو آپکا موروثی ہے محاسب
بے مثل ہوئے۔ طبیعت مین چستی و چالاکی موجزن۔ اور طبیعت مین شوخی و بیباکی
شعلہ زن تہی۔ مزاج مین جولانی اور دماغ مین سنجیدگی کا جوش۔ اور قوت ناطقہ مین تازگی
اور خیال مین نازک خیالی کا تروش تہا۔ طرفہ یہہ ہے کہ شباب کا عالم ہر رگ و ریشہ تازہ دم تہا
ایسے زمانہ رشک بہار مین آپکو سخن سنجی و شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ تلاش مضامین کا
ذوق ہویدا ہوا۔ آپنے اکثر استادون کے دواوین فارسی و اردو جمع کئے۔ اور ہر ایک دیوان
کو ابتدا سے انتہا تک خوب غور و فکر سے ملاحظہ کیا۔ مواد و اسباب ہر قسم کا حافظہ کے خزانہ مین
موجود تہا۔ دواوین کا دیکہنا کیا تہا کہ آپ دیوانہ و مستانہ بنگئے۔ جوش دل سے تازہ تازہ
مضامین شگفتہ شگفتہ معانی کے ساتہہ موزون کرنے لگے۔ سننے والون کو آپکے کلام سے
حیرت ہوتی تہی۔ اور اکثر کثرت تعجب سے عالم سکتہ مین دم بخود ہوتے تہے۔ آپکا کلام دونون
زبانون مین نہایت ہی شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر لطافت و نزاکت مین
ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ حضرت شمس الدین فیض کے ارشد تلامذہ سے ہین۔ چنانچہ
آپ فرماتے ہین ؎

میر فیض صاحب سے ملین استاد دکن سے جائین کیون ہندوستان ہم

آپ بظاہر امیر مگر بباطن فقیر ہین۔ فقرا دوست و غربا پرور ہین۔ آپکا کلام ہمارے اس
قول کی تصدیق کا محضر ہے۔ اکثر آپکا کلام صوفیانہ ہوتا ہے ہر ایک شعر و مصرع سے
توحید و وحدت عیان ہے۔ ہر ایک فقرہ و کلمہ سے انا الحق کی کیفیت نمایان ہے آپکے
صوفیانہ کلام سے صوفیائے کرام کو وجد و حال آتا ہے۔ آپکی رباعیات مین بہی کیفیت ہے

غزلیات مین عاشقانہ جوش و خروش ہے کہین خط و خال کی تعریف ہے۔ کہین سراپاے
حسن و جمال کی توصیف ہے۔ کہین شکایت فراق ہے کہین لذت وصال ہے۔
اور آپ کے قصائد مدحیہ کا اور ہی رنگ ہے کہین ممدوح کی سیرت و صورت کی بہار ہے
کہین شجاعت و سخاوت کا گلزار ہے۔ کہین مضامین واقعہ کا مرقع۔ کہین لطافت و نزاکت کا
تماشا دکھایا ہے۔ غرض کہ آپ جامع الکمال ہین ظریف الطبع و لطیف الوضع ہین
سلیم المزاج و حلیم الخصال ہین آپکی عمر قریب ستر برس کی ہوگی۔ ماشاء اللہ چشم بددور
روشن دل تازہ دماغ ہین۔ ابہی تک طبیعت مین جوانی کا ولولہ و ترقی کا حوصلہ موجود ہے
حسن اتفاق و اشفاق مین شہرۂ آفاق ہین۔ آپکو خلائق کے ساتھہ کیا خاص کیا عام
اتفاق ہے۔ پیشتر بندگان عالی متعالی حضور پرنور کی مقرب تہے۔ راتدن مورد عنایت
و مرحمت تہے۔ بعد ازان نظم جمعیت مین عہدۂ جلیلہ سررشتہ داری پر مامور ہوے
صاحب التالیف والتصنیف تہے۔ کلیات یادگار باقی۔ کنوز التاریخ۔ دیوان بقائی
قصائد باقی۔ سیاق باقی۔ پیرایۂ عروض۔ آئینۂ سخن وغیرہ مین
آخر آپنے سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کے طرف روانہ ہوے۔

من اشعارہ الفارسی

شبے اے ترک ابواب طرب بر روی ما بکشا — کلاہ از سر بنہ بنشین کمر وا کن قبا بکشا
بہ بستان نرگس شہلا بشوخی دیدہ می بازد — تو نیز از خواب شب بیدار و چشم سرمہ سا بکشا
بس اے صیاد رحمی کن بہار آمد رہائی دہ — چنین با بستہ قفس بند داری تا کجا بکشا
بیا و رباده در بند خمارم تا کجا داری — در میخانہ اے پیر مغان بہر خدا بکشا
نگردد سیریم از شیشہ و ساغر تو اے ساقی — سر طل و سبو وا کن خم سربستہ را بکشا

به محشر تا حساب دیگران را فرصتی باشد | تو باقی دفتر آوارهٔ خود را جدا بکشا
بنازان زلف بر بندد و کاکل از ادا بکشا | بآن بست و کشاد این خاطر وابسته را بکشا
همه فانیست الا حق زبان در بحث لا بکشا | بجز او کیست باقی چشم عبرت آشنا بکشا
مه بند از نقش چشم و صنعت نقاش را بنگر | مکن صورت پرستی دیدهٔ معنی نما بکشا
تماشائے دو عالم دید فی دارد چو آئینه | به بین از پائے تا سر دیدهٔ حیرت نما بکشا

من اشعاره الہندی

جلوہ فرما جو کبھی وہ مہ انور ہوتا | شرف منزل خورشید میرا گھر ہوتا
بلبل آتش نفس ہوں ڈر ہی کیا صیاد کا | شعلۂ آواز سے پھونکوں قفس فولاد کا

ولہ
ملے گا خضر کو اپنا پتا کب | رواں ہیں صورت ریگ رواں ہم

ولہ
آگ دیتا ہوں جگر کو دل سے | حق ہمسایہ ادا کرتا ہوں

ولہ
شور گریہ سے زمانہ کی ہوا بدلی ہے | ہر گھڑی دیدۂ تر ابر سے کیا بدلی ہے
ایک گل میں بھی نہیں بوئے وفا اٹھی تھی | اندنوں گلشن عالم کی ہوا بدلی ہے

ردیف بائے فارسی

پروانہ ۔ شاہ ضیاء الدین برہانپوری

پروانہ تخلص۔ شاہ ضیاء الدین نام آپکا مسقط الراس دار السرور برہانپور ہے اور آپکے بزرگان سلف اورنگ آباد آئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ آپ بھی بزرگان سلف کے ساتھہ ایام طفلگی میں آئے۔ اور اسی شہر میں نشو و نما پایا۔ اور سن شعور کو پہنچکے کتب درسیہ متداولہ اساتذہ کرام سے حاصل کیں۔ اور شعر و شاعری میں حضرت آزاد بلگرامی سے

اصلاح لیتے رہے۔ آزاد کی اصلاح سے درجۂ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ میر کی خدمت مین
اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا ہے ؎

پیشت اے نسیم صبح عرض مطلبی دارم — رسانی حضرت آزاد را ز من زمین بوسی را

پروانہ صوفی مشرب فقیر دوست تہا۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی کا مرید و خلیفہ تہا
تا بزندگی پیر اورنگ آباد مین قیام پذیر رہا۔ پیر کی رحلت کے بعد سیر و سیاحت کا عزم کیا
پیر و مرشد کی قبر و مکان کی عمدہ تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد بیدر گیا۔ اور وہان اپنے لئے
ایک تکیہ تعمیر کیا۔ وہان کے حکام و اعزہ آپکی تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ گل رعنا کا مولف
لکہتا ہے ایک زمانہ مین ہم روشان موافق یعنی میر اولاد محمد ذکا و میر عبدالقادر مہربان
و میرزا عطا ضیا۔ و شاہ پروانہ صاحب ترجمہ وغیرہم کا مجمع ہوتا تہا۔ باہم حسن محبت
و اخلاق سے لطف و حظ حاصل ہوتا تہا۔ شعر و شاعری کا مذاکرہ و مباحثہ رہتا تہا
انتہی کلامہ۔ پروانہ صاحب ترجمہ ہندی فارسی دونون زبانون مین کلام موزون
کرتا تہا۔ لیکن شعرگوئی ہندی کیطرف زیادہ مائل تہا۔ کبہی کبہی اعزہ و احباب کی
خواہش سے فارسی بہی موزون کرتا تہا۔ دونون زبانون مین آپکا کلام رنگین جوش ادا ہے
آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین بطور سیر احمدنگر مین رونق افزا ہوئے تہے۔ بمقتضائے آب و خورش
چند مدت تک وہان سکونت پذیر رہے۔ اس سکونت کی وجہ سے بعض نے آپکو احمدنگری
اور بعض نے بیدری لکہا۔ واقع مین آپ مولد برہانپوری نشو و نما کی وجہ سے
اورنگ آبادی تہے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکا سنہ وفات نہین لکہا۔ لیکن قرائن سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپنے سنہ ۱۱۹۰ ہجری مین رحلت کی۔ والعلم عند اللہ

من اشعارہ الفارسی

در جناب حق ز رعنایی تو لائیم ما — بر سر غیر خدا تیغ تبرائیم ما

کی شناسد هستی ما چشم پوچ هر حباب — در نظرها قطره‌ایم و عین دریائیم ما

وله

درمیان ما حجابی نیست جز پندار ما — آئینه شد حاصل شاهد و مشهود ما

وله

که نمی فهمد بجز عشاق قدر کم نگاهی را — تغافلهای صیاد است دام مرغ ماهی را

بدست خنجر و در دست دیگر تیغ می آید — خدا حافظ دل خود داده ام طفل سپاهی را

همین پروانه و بیرو حرم این حرف میگوید — که در هر شمع دیدم شعلهٔ نور آلهی را

وله

روز عید از دست خود فرمود قربانی مرا — خلعت بسیار رنگین کرد ارزانی مرا

رنگ دامن کرد رسوا قاتل بیرحم را — آه گشت از خون خود حاصل پشیمانی مرا

وله

چه بخت سبز دارد هر که می بوسد پانش را — بمن هم لطف کن یارب بضعیف برگ پانش را

وله

اگرت بود بدل اینچنین که تخلصم شنود یقین — پروبال سوخته را ببین بطواف شمع لگن درا

وله

انحرافی از هوا دارد مزاج عندلیب — می توان از قرص گل کردن علاج عندلیب

وله

کیست از سلسله جویان که گرفتار تو نیست — نیست در مصر عزیزی که خریدار تو نیست

وله

سید هم دل نگاری که وفائی دارد — بازده آئینه من که ز سرکار تو نیست

دوش پروانه با شمع خود آرائی گفت — که بجز من سببی گرمی بازار تو نیست

وله

ندارد بر کف ساقی این پیاله عبث — نکرده ایم باو نقد جان حواله عبث

وله

پای من وقت خزان گشت بدامان محتاج — فصل گل دست جنون شد بگریبان محتاج

وله

نه از تراوش می دوش شور قلقل بود — که خواند شیشه اورا دخوان دعای قدح

وله

ز شمع گریه ز پروانه ماند خاکستر — آب چشم صراحی بخاک پای قدح

وله

هست در بستان اگر صحن و در و دیوار سرخ — در بیابان از کف پایم بود هر خار سرخ

چون شمع مرا شعلهٔ آتش بسر افتاد
زند دم بوالهوس بر زخم از روی نادانی
ز شوخی نمکداری در دل من آمد و رفتی
دید چون نقش مرا پرسید این مقتول کیست
غنچه‌سان خوابیده گان را کیسهٔ زر می‌نهند
فغانم غفلت آسودگان خاک بهم زد
نمی‌ماند ز رفتن شمع گر آتش بسر بارد
خیالت در دل تنگم سر آنکس بدی [?] می‌گوید
تا حال دل خود بدلارام نویسم
خدا برون آورد از گل دام آزادم نکرد
با زبان تیغ خواهم گفت حرفت را جواب
جز دل آگه خدا را کی توانی یافتن
هر بلبلی که زاغ شود هم نوای او
کی کند با سرو پا در گل به بستان خیال
لاله و سنبل نگر در کوه و صحرا کرد گل
خیال روی تو از دل نمی‌شود زایل
سوختن در محفل عشاق چون سر کرد شمع
موسم خط در بساط زلف و یکدل نماند
جان داد و در رهش دل امیدوار حیف

وله سر تا قدمم سوخته در چشم تر افتاد
وله چو شمع گشته از سوز درونم دود برخیزد
غباری کز تو بر خاطر نشیند زود برخیزد
وله دیده و دانسته بیدادم تجاهل می‌کند
وله هوشیاران را چو شبنم دیدهٔ تر می‌دهند
وله دل بیتاب الله الهی چنین باشد
رهی سالک که او را جان آگهی چنین باشد
که تاریکی چنین یوسف چنین چاهی چنین باشد
وله ای اشک می‌باش مشو دشمن کاغذ
وله مرغ دست آموز تمکین رشته بر پاییم هنوز
وله بوالهوس از جوهر شمشیر عریانم مپرس
وله قبله گر می‌جویی از قبله‌نما غافل مباش
باشد با و چو غنچه خموشی هزار فرض
گر کند قمری بآن سرو خرامان اختلاط
دست سر دیوانه دارد با گریبان اختلاط
برنگ آتش خار است در وطن محفوظ
دیده را اول ز اشک آتشین تر کرد شمع
کهنه دولتمند یارب تو پریشان شد دریغ
آن طفل نی سوار بیامد هزار حیف

یکروز ہم نکرد گذاران سیاہ چشم　ولہ　چشم سفید شد بره انتظار حیف

رنجیف ہر شب شورہا در دیدۂ لیلی نمک　ولہ　گرد پیدا درجہان یارب جنون ما نمک

در بہیج گاہ یار بہیک جو نہیجر ندہ　ولہ　آرد اگر چہ یوسف مصری ہزار دل

بیاد سہرو دلجوئے قیامتہا کردم　ولہ　چو قمری مشت خاک خویش را اندر ہوا کردم

بگوش گل رسان پیغام درد آلود مشتاقان　　بہ پیشت عرض احوال خود ای باد صبا کردم

نقش تصویرم سراپا انتظار کیستم　ولہ　کیست داند تا مرا جز خود دو چار بیستم

ہمین کہ فال شہادت گذشت در دل من　ولہ　رسید خنجر عریان بدست قاتل من

عشقبازان دیدہا سازند پا انداز او　　رخصت تشریف فرمودن دہد گر ناز او

زکات بود فرض بر لبت امشب　　کہ راہ حسن رخت صاحب نصاب شدہ

بآواز حزین در کوہی او میگفت یا بوسی　　زنم بر سنگ سر تا چند مالم دست افسوسے

پناہ۔ محمد پناہ اورنگ آبادی

پناہ تخلص۔ محمد پناہ نام۔ اورنگ آبادی الاصل ہے۔ لچھمی نرائن شفیق کے رفیقوں مین سے تہا۔ شاعر خوش سلیقہ تہا۔ فارسی و ہندی دونو زبانون مین موزون کرتا تہا کلام پاکیزہ و صاف ہے جو کچہہ کہتا ہے خوب کہتا ہے سنہ ۱۱۸۰ ہجری مین زندہ تہا۔ سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

من اشعار الہندی

تیری دو زلف سیہ کی قسم ہے ای دلبر　　علاج جلد مرا کر لٹرا ہے کالا ناگ

حسن کے دریا مین تیری حلقۂ در کی قسم　　ناہی دلکو مری نہ یہ لف جالا ہو گیا

پنچھی نجم الدین بلگرامی نزیل حیدرآبادی

پنچھی تخلص نجم الدین نام۔ سادات بلگرام سے ہے۔ پیشتر عاجز تخلص کرتا تھا۔ عارف الدینخان عاجز کا شہرہ سنکر بجائے عاجز پنچھی تخلص اختیار کیا۔ ۱۱۷۵ھ ہجری مین حیدرآباد مین آیا محلہ حسینی علم حیدرآباد کے قریب سکونت اختیار کی۔ قناعت و توکل مین زندگی بسر کرتا تھا۔ مستغنی المزاج تھا کسی امیر وفقیر سے کچھہ غرض و واسطہ نہین رکھتا تھا لچھمی نرائن لکھتے ہین کہ مین ۱۱۸۰ھ مین میان پنچھی سے حیدرآباد مین ملا خوش مزاج وخوش خلق پایا۔ مجھہ سے نہایت محبت سے ملے۔ طرفین مین خوشی حاصل ہوئی۔ اور مجکو اپنے چند اجزا جنمین آپکے اشعار طبع زاد مرقوم تھے عنایت کئے۔ ہم آپکے چند اشعار آبدار چمنستان شعرا سے نقل کرتے ہین۔

جناب نجم الدین صاحب نے حیدرآباد مین بلگرام کی براق کی نقل یہان حسینی علم کے قریب قائم کی۔ ابتک ہر سال ماہ محرم مین وہ براق قائم ہوتی ہے۔ اکثر اہل دکن یہان گل وچراغ چڑہاتے ہین۔ شہر مین آپکے نام پر مشہور ہے۔ لوگ پنچھی کی براق سے نامزد کرتے ہین۔ یہہ خاص میری تحقیق ہے۔ اسکو کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے نہین لکھا آپ ۱۱۹۲ھ ہجری کے قریب اسی شہر مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

کفر و اسلام کی کچھہ بات نہ پوچھو ہمین
دربدر نالہ و فریاد کیا ہم ہر چند
اسقدر نادان نہین ہو مبن کہ دل پا تو نمین دون

بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہین
یہہ کنہون نے نہین پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہین
عمر گذری ہی سجن نہین سے عیارون کے بیچ

ابروکمان چڑہاکے کہتے ہوبات آگری | جی تو لیا ہمارا اب کیا کروگے لڑکے
شاید کہ آج آوے پنچھی ترا تماشا | پہڑکے ہے آنکہہ ہر دم دلکو لگے ہے دہڑکے

وله

صنم ہتا تو خدائیکا تجہکو کیا نہوا | ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہوا

وله

کہان آتا ہے رحم اوسکو ستم کا جو مزا جانے | مرے کوئی یا جئے صیاد ظالم کی بلا جانے
جہپی نہین ہی حقیقت داغ دل ہر کلی گلشن مین | وہ لالہ جانتا ہی باغبان جانے صبا جانے
تبنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا | قفس مین کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

وله

قیامت ہے ترا گہونگٹ کے اوٹہون مین لٹک جانا | بلا انکہیان سوا انکہیان کہ ہنسکر ہٹک جانا
نئی تم سے چلی ہے ناز کی یہہ طرح دنیا مین | کہ دکہلا دور سے چہلکے ٹملنا اور ٹہٹک جانا

حرف التاء

تجلی۔ محمد حسین کاشی

تجلی تخلص۔ محمد حسین نام۔ کاشانی المولد ہے۔ استعداد ضروری حاصل کرنیکے بعد شعرگوئی کا شوق ہوا سخن سنجی ونکتہ پردازی مین عدیم المثال تہا۔ طبیعت مین بلند پروازی تہی مضامین رنگین ومعانی دلنشین کی شیرازہ بندی کرتا تہا۔ آپکے کلام سے نزاکت نمایان ہے ہر فقرہ سے لطافت عیان ہے۔ وطن مالوفہ سے ہند مین وارد ہوا گجرات مین سکونت اختیار کی مولانا نظیری کا معاصر تہا مشاعرہ مین مولانا کے ساتہہ ہم طرح ہوتا تہا۔ بطور سیاحت حیدرآباد دکن مین بہی آیا تہا اور قطب شاہیہ سلاطین سے انعام واکرام پاکر پہر دکن سے گجرات مین مراجعت کی آخر سنہ ۱۰۲۱ ہجری مین فوت ہوا خاک گجرات مین مدفون ہوا۔

من اشعارہ

برجائے خدنگِ تو دہد بوسہ شادی	ولہ	صید تو کہ آرد بسوئے زخم دہن را
تو کشی بادہ و تجلی آہ	ولہ	آتش آنجا بلند وود اینجا
چہ شد کہ رخ ننمودی دین و دل بردی	ولہ	کہ روئے بستہ حریفان زنند قافلہ ہا
ومی در بزم میخواران خون خالی نخواہد شد	"	اگر ساغر کند دوران بیان از مرن گل مارا
برمزار ما شہیدان نے چراغ و نے گلے	"	ہر طرف پروانہ در طوف است و ہر سو بلبلے

تابع خلیفہ اسد اللہ ستوی نزیل برہانپوری

تابع تخلص۔ خلیفہ اسد اللہ نام۔ آپکا اصلی وطن تتہہ سندہ ہے۔ وہان سے شہر برہانپور مین آکے مدت تک متوطن رہے۔ پہر وہان سے بندر سورت مین پہنچے علی نواز خان جو سورت کے متصدی تہے اُن کے مصاحب ہوے۔ تا بمرگ معزالیہ کی خدمت مین زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر سورت مین سنہ ۱۱۹۵ ہجری مین فوت ہوئے۔ شعر گوئی کے عاشق و شائق نہے۔ کبہی کبہی موزون کرتے تہے۔ دو شعر آپکے طبع زاد ہمکو تذکرہ مردم دیدہ سے ملے ہین لکہے جاتے ہین ؎

راہ سفر وصل تو تا سر شود اید وست ۔۔ ہیش از قدمم در رہ شوقت سرم افتاد

ایدل تو پرواز برمن یکدو قدم پیش ۔۔ راہے بسر کوچہ آن و برم افتاد

تسلیم محمد قلی برہانپوری

تسلیم تخلص۔ محمد قلی نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ آپکے بزرگ ہمدانی الاصل تہے آپ صوفی المشرب حنافی المذہب تہے۔ گوشہ نشین و تارک دنیا تہے زندگی آزادانہ گذارتے تہے

توکل و قناعت کا سہارا تہا۔ رات دن زبان پر صبر و شکر کا نعرہ تہا۔ جوش محبت و عشق الٰہی مین جگر پارہ پارہ تہا۔ دل شیفتہ مجنون کی طرح جنگل و صحرا مین آوارہ تہا۔ نواب منور خان خویشگی المتوفی ۱۱۵۶ہجری آپکے معتقد تہے ہمیشہ آپکی خبرگیری کرتے تہے تسلیم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے زمانہ مین زندہ تہے۔ نواب شہید کی شہادت کے بعد برہانپور مین فوت ہوئے۔ تقریباً ۱۱۶۷ہجری مین وفات واقع ہوئی۔
سخنوری و سخن گوئی مین لائق تہے۔ ہمعصرون مین فائق تہے۔ ذی علم و فہم تہے۔ آپکے اشعار دلکش و دلاویز۔ شور انگیز و شکر ریز ہین۔ صاحب دیوان تہے آپنے ایک مثنوی ایک لڑکے برہمن زاد کی تعریف مین لکہی تہی ہم اشعار کے ساتہہ مثنوی کے بہی چند شعر گذارش کرتے ہین تاکہ ناظرین محظوظ ہووین۔

من اشعاره

فکر خود در شکر بالائے تو عالی کردہ ام
زان کمر باریکتر نازک خیالی کردہ ام

در فراقت نیست غیر از سرگرانی بانسیم
داغ پہلوئی تو گلہائے نہالی کردہ ام

این غزل را مصرع نواب برکرسی نشاند
من بقدر رم درین صحرا غزالی کردہ ام

حرف حرفم خوش نگاہا بزرنداحسن بدل
بسکہ تعریف بروئے ہلالی کردہ ام

من المثنوی

کہ رساند بگوش صاحب رام
وحشئی تازہ اوفتادہ بدام

دل من مہر نقش و تیو بست
گو بگو بید آفتاب پرست

ولہ

شعلۂ سر زدہ تسلیم ز دل حرف کلیم
می کشد خار درین بادیہ دامان از من

نواب نور الدینخان بہادر فوجدار سیکاکول نے ایک عرضی نواب نظام الدولہ ناصر جنگ

شہید کی خدمت مین لکہی عرضی مین جوش شوق ملازمت ظاہر کیاہے۔ اورعنوان نامہ پر
یہہ ایک بیت تہی ؎

ہردم از شوق آستان بوسی میشوم محو بیقرار یہا

جس زمانہ مین نواب موصوف کے پاس عرضی آئی آپ اسوقت نواب شہید کے مہمان تہے۔ آپنے
بہی اسی بیت کی طرح مین غزل لکہی۔ غزل یہہ ہے ؎

چہ نگارم بر بیقرار یہا	بیقرارم بانتظار یہا
چہ گلہ از تغافل یارست	چون زخود نیست چشم یار یہا
سوخت کز بہر شمع پروانہ	شمع را بہر کیست زار یہا

تجلی۔ شاہ تجلی علی حیدر آبادی

تجلی تخلص۔ شاہ تجلی علی نام۔ آپکا اصلی وطن حیدر آباد دکن ہے آپنے
نشو ونما کے بعد عالم شباب مین علما حیدر آباد سے کتب رسیہ عربی و فارسی تحصیل کین
مستعد و لائق ہوئے۔ تحریر و تقریر مین فائق شمار کئے گئے۔ شہر مین سب لوگ کیا عام کیا
خاص آپکی تعظیم و توقیر کرتے تہے۔ جامع علوم و فنون تہے۔ فن زرگری و آہنگری و نجاری
مین ہوشیار تہے۔ اور ان فنون مین عمدہ قدرت رکہتے تہے اور تصویرکشی مین مصور بیمثل
تہے۔ آپکے ہات کی قلمی تصویر اسطرح صاف شفاف ہوتی تہی کہ ناظرین کو عکسی معلوم ہوتی
تہی ذرہ برابر بہی فرق نہین ہوتا تہا۔ آپنے نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی تصویر
خاکہ پر برابر قد مبارک کہینچی تہی۔ اور جواہر قیمتی جو بندگانعالی سے عنایت ہوے تہے
اُسپر مزین کئے۔ اور اقسام اقسام کے رنگون اور طرح طرح کی بیل بوٹون سے اُسکو سجایا

تیار ہونیکے بعد حضور پرنور مین پیش ہوئی۔ بندگانعالی و اہل دربار نے پسند فرمایا آپکو پانچہزار روپئے انعام ملا۔ آپ فن خطاطی مین بہی اُستاد کامل تہے۔ انواع انواع کے خطوط لکہے تہے۔ آپنے اس فن مین حضرت شاہ معین تجلی قدس سرہ ایرانی سے جو شہر حیدرآباد مین نزیل تہے کمال حاصل کیا۔ اور آپ درویشی مین شاہ صاحب موصوف کے مرید و خلیفہ تہے۔ حسن ارادت کی بدولت درجۂ کمال کو پہنچے تہے۔ آپکے مرشد اسی شہر مین فوت ہوئے۔ اولاً آپکو بیرون دروازۂ علی آباد مدفون کیا۔ آپنے چار مہینہ کے بعد محمد جلیل اسد خان کو جو آپکے مرید خاص اور بندگان عالی حضور آصفجاہ ثانی کے اُستاد زادے تہے خواب مین خبر دی کہ مجکو غصبی زمین سے نکالو دوسرے مقام مین دفن کرو خانموصوف اُسیوقت قریب نصف شب سو دو سو ملازم سپاہیان ہمراہ لیکر قبر پر حاضر ہوے اور قبر کو کہولا سب نے دیکہا کہ نعش مبارک مع کفن بجنسہ موجود ہے۔ سڑی نہ گلی۔ گویا آج ہی کی میت تازہ ہے۔ اُسیوقت نعش کو پلنگ پر ڈالکر اپنے دولتخانہ پر جو یاقوت پورہ مین تہا لیگئے اور اپنے خاص باغ مین مدفون کیا۔

آپ شعر گوئی و تاریخ دانی مین عدیم المثال تہے۔ صاحب تالیف و تصنیف تہے۔ فارسی مین ناظم و ناثر کامل تہے۔ اہل زبان کے ساتہہ فارسی مین اسطرح مکالمہ کرتے تہے کہ اہل زبان آپکی تقریر و لہجہ کو دیکہکر کہتے تہے کہ یہہ شخص ہندی نژاد نہین ہے ضرور فارسی الاصل ہوگا خوش گفتار و خوش کردار تہے۔ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ کے سامنے کسر نفسی سے جہکے جاتے تہے۔ نہایت عاجزی و خاکساری سے ملتے تہے۔ شاعری مین خوش مذاق و ظریف تہے تازہ تازہ مضامین کو بیان کے سانچے مین ڈہالتے تہے۔ معانی رنگین و شیرین بیانی کا فوٹو کہینچتے تہے۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین شعر کہتے تہے۔ کلام سے لطافت

ونزاکت ٹپکتی تھی۔ سامعین لذت وحلاوت پاتے تھے۔ ہم آپکے کلام سے ذیل مین ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

آپ کو بسبب جامع الفنون و العلوم ہونیکی وجہ سے حضور پرنور آصفجاہ ثانی۔ و اعظم الامرا ارسطو جاہ و نواب شمس الامرا بہادر ہر وقت یاد فرماتے تھے۔ آپنے روزانہ اوقات تقسیم کردئے تھے۔ ہر ایک مقام مین وقت معینہ پر حاضر ہوتے تھے۔ اور آپکو ہزارہا روپئے اور خلعتین عنایت کرتے تھے۔ آپ حقیقت مین فقیر امیر تھے آپنے "تزک آصفیہ" تالیف کر کے اعظم الامرا ارسطو جاہ کے توسل سے بندگان عالی آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیش کی حضور کے پسند ہوئی۔ ارسطو جاہ نے امرا ریاست سے نقد پچاس ہزار روپیہ لوایا اور حضرت بندگانعالی شاہ تجلی کی لڑکی کی شادی مین اون کے مکان پر رونق افزا ہوئے اسوقت پچاس ہزار روپیہ کا سلوک فرمایا گویا یہہ صلہ تزک آصفیہ کا تھا۔ راجہ راجندر رگہوتم راو پیشکار سرکار عالی نے تزک آصفیہ کو با تصویر نستعلیق خط مین لکھوایا۔ اور اُسکی جداول طلائی۔ اور رنگ آمیزی تصاویر مین تین ہزار روپئے خرچ کئے۔ تیاری کے بعد حضوری کتبخانہ مین داخل کیگئی صاحب گلزار آصفی لکھتا ہے کہ ابتک حضور کے حضوری کتبخانہ مین موجود ہے۔ صاحب گلزار آصفی بزمانہ حضرت بندگانعالی ناصر الدولہ مرحوم زندہ تھا سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین کتاب کو تالیف کیا۔ مین یقین کرتا ہون کہ فی الحال بہی حضوری کتبخانہ مین نسخہ مذکورہ موجود ہوگا سردار الملک گہانسی میان شاہ تجلی علی سے بہت محبت و اتحاد رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کے ساتھہ عزیزانہ و برادرانہ سلوک کرتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا باہم یکدیگر قرابتدار قریبہ ہین۔ واہ رے حسن محبت و اتفاق۔ فی زمانا باپ بیٹون مین محبت و اخلاص عجیب معلوم ہوتا ہے یہی بدبختی و پہٹکار ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہین۔

شاہ تجلی آخر ۱۲۱۵ھ ہجری مین بہشت برین روانہ ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون آپکے خلف الصدق مرزا محمد متخلص بمرزا یادگار تھے - مرحوم الیہ بہیر مومن کے دائرہ مین مدفون ہوئے -

من نتائج طبعہ

تاریخ فیروزی سریرنگ پٹن

مشیر الملک از تائید حیدر
بہمراہ سکندر جاہ غازی
خرد تاریخ این سال نکو گفت
شاہ دین پرور سلیمان حشمت و آصف لقب
چشم امید جہان روشن ز گرد راہ او
میتوو غلطان بخون لعل گران از اشک او
خاک راہ درگہش در بوتۂ چشم ہوس
سینہ میگردد در اندوہ و اگر ز نشاط
بہر دفع چشم حاسد میکند وردِ دعا

ولہ

باسم اعظم و عقل ارسطو
روان شد از پئے تنبیہ بد خو
بدست آمد سرنگ پٹن و ٹیپو
ماہ اوج سلطنت عالی نسب والا حسب
یک نگاہ فیض عامش جاہ و عزت را سبب
گر گہرپاشی کند وقت تکلم از دو لب
می سزد گر میکند مغفور چین کسب ادب
میکشاید ہر کہ پیش بابش دست طلب
انس جان صبح و مسا و ہم ملک در روز و شب

حرف ثالث مثلثہ

ثاقب - محمد احسان اسد خان بدایونی

ثاقب تخلص - محمد احسان اسد خان نام - مولوی نصر اسد خان بہادر صدر الصدور آگرہ کے فرزند ہین - آپکا اصلی وطن بدایون ہے - آپنے عربی فارسی و انگریزی مدارس

انگریزی مین تحصیل کی۔ مدراس کے سندیافتہ ہین فہیم و ذہین ہین۔ موزون الطبع وخوش فکر ہین۔ شعرگوئی شروع کی متفرق استادون سے مشق کرتے رہے۔ اولاً حافظ خان محمد خان نزیل بھوپال سے۔ ثانیاً محمد محسن کاکوروی سے۔ ثالثاً مولوی فضل رب عرشی نزیل حیدرآباد سے اصلاح لیتے رہے۔ اوستادون کی توجہ سے شاعر بنگئے۔ کلام پاکیزہ وشایستہ ہوتا ہے۔ فارسی اردو دونون زبان مین کہتے ہین۔

من اشعارہ الفارسی

شد اراے سپہر کہ شست کمان من
دردا کہ نماندہ است درو جز نفسے چند
تیر فغان و ناوک آہ رسا گرفت
بشنو زلب کشتۂ خود ملتمسے چند

ولہ

دوست کہ جا گرم کنم بر سر شاخش
ناصح چہ و زاہد کہ و کے آمدو کے رفت
الممنۃ للہ کہ شکستم قفسے چند
مارا چہ چہ زین گاو خسے چند

من اشعارہ الہندی

تیری نمود ہے کف ہر ذرہ سے عیان
اک لطف ہے شراب ہے ساقی ہی شوخ و شنگ
جلوہ ہے تیرا ہر رگ سنگ شرار مین
ثاقب سا ہمنشین ہے روز بہار مین

ولہ

حرف الجیم

جانی۔ میرزا جانی ترخانی

جانی تخلص۔ میرزا جانی نام۔ ساکن بھکر ہے۔ قبیلہ ترخانیان سے تہا۔ اسکا جد میرزا عیسی ترخان المتوفی ۹۷۵ھ ہجری بھکر من اعمال سندہ کا بادشاہ تہا۔ اسکے بعد محمد باقی میرزا پدر میرزا جانی قائم مقام ہوا۔ اور اکبر بادشاہ کا تابع تہا۔ ہمیشہ فیما بین

سلطان محمود بھکری بادشاہ سابق و محمد باقی میرزا کبھی جنگ و کبھی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آخر ۹۸۲ھ ہجری مین اکبر بادشاہ نے محب علیخان کو بھکر کی تسخیر کیلئے بھیجا۔ انھین ایام مین سلطان محمود بھکری فوت ہوا۔ اور بھکر اکبری تصرف مین آیا۔ اور بعد ازان محمد باقی بھی ۹۹۳ھ ہجری مین فوت ہوا۔ اور میرزا جانی صاحب ٹھٹھہ باپ کی جگہ قائم ہوا۔ اور حکمرانی کرنے لگا۔ پھر اکبر بادشاہ نے خانخانان عبدالرحیم کو ٹھٹھہ کی تسخیر کے لئے ۹۹۹ھ ہجری مین روانہ کیا۔ اولاً میرزا جانی اکبر سے خلاف کرتا رہا۔ اور مقابلہ کے لئے مستعد و قائم رہتا تھا۔ آخر عاجز ہوا۔ اور خانخانان سے ملاقات کی اور ۱۰۰۱ھ ہجری مین خانخانان کے ہمراہ درگاہ اکبری مین حاضر ہوا۔ اور امرا کے زمرہ مین شریک ہوا۔ اکبر نے ٹھٹھہ کو اُسکی جاگیر مین مقرر کیا۔ انھین ایام مین بادشاہ اسیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا میرزا جانی بھی ہمرکاب برہانپور مین آیا۔ اور وہان ۱۰۰۸ھ ہجری مین فوت ہوا۔ تاریخ طاہری[1] مین لکھا ہے کہ بہاور پورہ مین فوت ہوا اور وہین دفن کیا گیا۔ موزون الطبع تھا۔ شعر گوئی کرتا تھا۔

من کلامہ

عشق خواہم کہ از خودی پاک کند	آب مژہ کہ دہر نمناک کند
پاسے کہ بیابان امل را سپرد	دستی کہ گریبان ہوس چاک کند

جرأت۔ میر محمد ہاشم

جرأت تخلص۔ میر محمد ہاشم نام۔ موسوی خان خطاب۔ اورنگ آباد دہلی المولد مین آپکے نسب کا سلسلہ بیس واسطہ سے امام ہفتم سے ملتا ہے۔ ابتدا مین آپکے جد سید علی

[1] تاریخ طاہری ۱۲

زمین گیلان سے ہند میں وارد ہوئے۔ اور آپکے والد میر محمد شفیع بھی ہمراہ تھے۔
علوم و فنون میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ عالمگیری زمانہ تھا علم و فضل کا بازار گرم تھا
جد و والد بادشاہی ملازم ہوئے۔ بکشش آب و دانہ اورنگ آباد متعین ہوئے۔ اور اس
شہر میں سکونت اختیار کرلی ۱۰۸۸ھ ہجری میں موسوی خان پیدا ہوئے۔ والد کے
سایۂ رحمت میں تربیت و تعلیم پائی۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد امیرالامراء حسین علیخان
بارہہ کی ملازمت میں پہنچکر داروغہ ضلع اورنگ آباد کی قلعداری پر مامور ہوئے۔ جب ۱۱۳۱ھ ہجری
میں جب دکن سے ہند کو روانہ ہوئے تب موسوی خانصاحب بھی ہمرکاب ہوئے۔ دلی میں
پہنچکر علمار ہمعصر مثلاً میرزا عبدالقادر بیدل و میر عبدالجلیل بلگرامی وغیرہ سے ملے۔
ہر ایک سے استفادہ کیا۔ سادات بارہہ کی خرابی کے بعد حضور بندگان عالی آصفجاہ کی
خدمت میں آئے غفران پناہ نے عنایت و مرحمت سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ اور منصب
ڈھائی ہزاری اور دارالانشا کی میر منشی گری سے سرفراز کیا۔ غفران پناہ کے انتقال کے بعد
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زمانہ میں بھی بدستور دارالانشا کی میر منشی گری پر مامور رہے
منصب چار ہزاری اور معزالدولہ کے خطاب سے سربلند ہوئے۔ امیرالممالک آصف الدولہ
صلابت جنگ مرحوم کے زمانہ میں بسبب ضعیفی خانہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرزند
مسعود خان کو ۲۷ برس کی عمر میں دارالانشا کی خدمت پر قائم مقام فرمایا۔ آخر
۱۱۵۷ھ ہجری میں جہان فانی سے عالم باقی کو روانہ ہوئے۔ اورنگ آباد کے غربی
جانب میں دفن کئے گئے۔ جناب میر غلام علی آزاد نے آپکی رحلت کی تاریخ کہی[۱]

موسوی خان زکلک گوہربار	آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد	کرد جرأت وداع دنیا را
	۱۱۵۷ھ

[۱] سرو آزاد و گل رعنا ۱۲

موسوی خان سخندانی و سخن سنجی و انشا پردازی و شعر فہمی مین فرید زمانہ تہا۔ ایکوقت نواب آصفجاہ کے ہمراہ محمد شاہی دربار مین باریاب ہوا تہا۔ اُسوقت آصفجاہ نے دربار مین بادشاہ کے حضور مین کہا کہ موسوی خان اس زمانہ کا ابو الفضل ہے میر آزاد و عبد الجلیل و مرزا عبد القادر بیدل و خان آرزو وغیرہ کا معاصر تہا۔ آزاد اور آپ مین بہت ہی محبت تہی۔ زمانہ دراز تک ہم صحبت رہے باہمدیگر علمی مذاکرہ رہتا تہا۔ اکثر آپسمین غزلین طرح کرتے رہے۔ اور دونون مین کہتے تہے۔ ہفتہ عشرہ مین مشاعرہ بہی ہوتا تہا۔ خوب لطف رہتا تہا۔

من اشعارہ الفارسی

بایاد ابروش را کردیم نقش در دل — رسم است بینکہ گیرند در دست چپ کمان را

ولہ

تا توانی ہمعنان بوئے گل آوارہ مرا — از نسیم صبح می جویم سراغ خویش را

ولہ

آنکس کہ بنازد بہ نسب مردہ فروش است — مائیم کہ باشد نسب ما حسب ما

ولہ

وضع ہموار است مرغوب ملایم طینتان — ہر کہ را دندان نباشد دوست دارد آش را

ولہ

دریاد خدا باش کہ کارے بہ ازین نیست — سیاحی دل کن کہ دیارے بہ ازین نیست

ولہ

بے بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست — نکہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست

منتہائے کار عشق از بدایت روشن است — شمع را آئینۂ انجام جز آغاز نیست

ولہ

ہوس زخم بہ مہتاب تجلی دارم — کاش عریانی من رنگ کتانی میداشت

ولہ

تو آن خدنگ نگاہے بسوے ما افگند — ہنوز باتن مجروح نیم جانی ہست

ولہ

آمد اندیشہ دنبال طلب گاہ رہی دل — گفتم آن شیفتہ بے سر و پا حاضر نیست

ولہ

چون قلم مردم سخن چین را — از جہان روسیاہ باید کرد

خلق عالم گر مسافر نیستند	ولہ	خیمۂ گردون چرا برپا بود
کاش دنیا با جوانمردی سپہر پیدا کند	ولہ	بادہ است این بیوفا شاید زسے بیدا کند
شب کہ در بزم چمن طرب آمادہ بود	ولہ	دانۂ انگور قندیل چراغ بادہ بود
قرب شہان مجو کہ تنک مایہ می شود	ولہ	با آفتاب ماہ چو ہمسایہ می شود
فارغ از ہر دو جہان بندہ احسان توام	ولہ	سرو آزادم و پابندۂ گلستان توام
نہ بہر آنکہ منزل دور و پا لنگ ست می نالم	ولہ	دلم را چون جرس جای طپش تنگ ست می نالم
بسملم کردی و سر می طلبم آزردہ مشو	ولہ	میکنم رقص کہ در ذیل شہیدان توام
شد صرف سوز عشق بیابے کہ یافتم	ولہ	مانند شمع سوخت بانی کہ یافتم
منظور از نظارۂ حسنت شہادت ست		از فعل ناز سرست مانی کہ یافتم
راز جانان بہر معشوق ست باید پاس داشت	ولہ	بہر این لیلی نباشد بہتر از دل محملے
پاس دل گر میتوانی داشت سلطان میشوی	ولہ	این نگین را گر بدست آری سلیمان میشوی
بے غبار کینہ نتوان زیستن اے سادہ لوح		از صفائے سینہ چون آئینہ حیران می شود
تا شنیدم پند ناصح می گریزم از شراب		چون گزد کس را سگ دیوانہ می ترسد ز آب
دل چون گشتہ ز چشم چہ بتاخیر چکید		وانمی شد گرہ الفت او دیر چکید

جویا۔ محمد فاضل سرہندی

جویا تخلص۔ محمد فاضل نام۔ آپکا اصلی وطن سہرند ہے۔ اوسط عمر میں وطن سے اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے۔ خواجہ کامگار خان ورنگ آبادی کے ہم صحبت تھے مزاج میں دیوانگی تھی۔ عزلت نشین رہتے تھے۔ اہل دنیا سے کم ملتے تھے۔ گذر اوقات کا مدار

اطفال ہنود کی تعلیم پر تھا۔ آپ سرکاری ملازمت سے متنفر تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ درویشانہ رنگ رکھتے تھے۔ شعر گوئی میں ذہین و فہیم تھے۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے تازہ تازہ مضامین ایجاد کرتے تھے۔ اور اشعار میں نئے نئے رنگ دکھلاتے تھے۔ خواجہ موصوف آپکی مدح میں کہتے ہیں ؎

سخن فہمی بجو یا ختم شد چون حسن بر یوسف
کہ پیش از جنبش لب یافت معنی طبع چالاکش

لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے تذکرہ گل رعنا میں لکھا کہ آپ دوسری تاریخ ماہ شعبان سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں باغ بہشت بریں روانہ ہوئے۔ بیرون شہر اورنگ آباد مدفون ہوئے

من اشعاره الفارسی

بسکہ لبریز ست گلشن از بہار جلوہ ات
سرکشان از موج حیرانی سن یاد کنید

پیش سرو قد رعنای کسے از قمری
ز غیرت عشق چشمی غیر می بندد تماشا کن

شوخی رنگ شکستہ است صدف را چون گل
غم بیدار گشتہ چشم تو از خورشید حشر

شب کہ یاد غیرت او شمع این کاشانہ بود
ہلال آسا بئے بیداری دل مژگان کج یا

ندانم تا چہ سازد با نقاب آن شوخی قد نگاہ
چنان از خانمان آوارگی دارم ز بیتابی

مورا کہ از خضاب سیہ فام کردہ ایم

ولہ
بال بلبل آشیان گردید از پرواز ماند

ولہ
آب گردید دلم آئینہ ایجاد کنید
مشت خاکی بسر نخوت شمشاد کنید

ولہ
عیار پیر کنعان سرمہ چشم زلیخا شد

ولہ
فکر نقاش بسر سید کہ تصویر کہ بود

ولہ
بر مزارش سایہ از شاخ غزالان می شود

ولہ
تا سحر از شمع نے درنا خن پروانہ بود

ولہ
خبر از صبح محشر سید بد حال بنا گوشش

ولہ
کہ دل شد بردہ زنبور از یا دش چو عنقا یا لم
کہ نتوان دید اندر خانہ آئینہ تمنا لم

خوبان برق جلوہ درین دام کردہ ایم

جو یانہ شبنم ست کز اشک عندلیب	نعو بذ بستہ است صبا در گلوئے گل
زفیض عشق سیر آہنگ حیرت نالہ دارم	کہ موئے چینی افلاک گردیدہ است افغانش

جولان۔ میر حسن علی خان حیدر آبادی

جولان تخلص۔ میر حسن علی خان نام حیدر آبادی المولد ہیں۔ شہر کے مشاہیر شرفا میں سے تھے۔ سرکار عالی نظام کے منصبدار تھے۔ ذی استعداد و لائق آپکو عالم جوانی میں شعر گوئی کا شوق ہوا طبیعت کی تیزی و چالاکی سے موزون کرنے لگے۔ کلام سنجیدہ و با محاورہ ہوتا تھا۔ ملاحت و لطافت میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا ہمکو نہیں معلوم ہوا کہ آپ کس شاعر سے اصلاح لیتے تھے۔ میرا گمان ہے کہ آپ بمصداق الشعراء تلامذۃ الرحمن؛ فیض الٰہی سے فیض پاتے تھے۔ آپ سنہ ۱۲۵۰ ہجری میں زندہ تھے۔ رحلت کی تاریخ کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھی۔

من کلامہ الہندی

اب ایسی جام ساقی شراب ارغوانی بھر	کہ جسکو دیکھ کے زاہد کے منہ میں آئے پانی بھر

جوش۔ مرزا غلام حسین مدراسی

جوش تخلص۔ مرزا غلام حسین نام۔ مدراسی الاصل ہیں۔ مدت سے حیدرآباد دکن میں سکونت پذیر ہیں۔ فارسی میں مستعد و لائق۔ شعر گوئی کے شائق میر محمد زکی لکھنوی سے اس فن میں مشق کی ہے۔ اُستاد کی اصلاح سے چند ہی روز میں آپکا کلام صاف و درست ہو گیا پختگی و شستگی کلام سے نمودار ہے۔ آپ

نیک کردار و پسندیدہ گفتار و حمیدہ رفتار ہیں فی الحال تخمیناً آپکی عمر چالیس سن کی ہوگی

من اشعارہ الہندی

یہ یکتائی ہے اونکا روی زیبا دلکی صورت ہے
ہمارے قلب روشن کا سویدا تل کی صورت ہے

ہوئے ہم محو حیران ہے لب مہر خاموشی
یہ رخ کی یہ دہان یار کی یہ تل کی صورت ہے

جگر ہو سبز داغوں سے بھنے دل آتش غم سے
ہوئے لالہ رویان میں یہی حاصل کی صورت ہے

نہوں دریا دلوں سے قرب ہے کم ظرف مستغنی
صدف کے کف میں یکسر کاسۂ سائل کی صورت ہے

نگہ یہہ بھی ہتو نکی چہرۂ سیمین کا ہے کشتہ
عیان آئینہ سیماب میں بسمل کی صورت ہے

جرأت ۔ سید رضوی خان

جرأت تخلص ۔ سید رضوی خان نام ۔ سادات صحیح النسب سے تھے ۔ عالم فاضل ومنشی کامل تھے ۔ کتب درسیہ سے فارغ التحصیل ۔ انشا پردازی میں منشی بیبدل شعرگوئی میں شاعر بے بدل تھے ۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی سرکار میں ملازم تھے دارالانشا کے میر منشی تھے ۔ نواب شہید کے مقربین میں داخل ۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت محبت رکہتے تھے ۔ جب ملاقات کرتے تو نہایت خلوص و اخلاص سے کرتے تھے بلچھمی نرائن گلزار عنا میں لکھتے ہیں کہ میرے حال پر بہت ہی مہربان تھے ۔ آخر آپ بمقتضائے قضا وقدر ارکاٹ گئے ۔ نواب سراج الدولہ بہادر محمد علیخان بن نواب انورالدینخان شہامت جنگ گوپاموی سے ملے ۔ نواب نے آپکی بڑی تعظیم و توقیر کی دیوانی کی خدمت پر مامور فرمایا ۔ دو تین سال تک دیوانی کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے ۔ آخر ۱۱۸۰ھ ہجری میں ارکاٹ میں فوت ہوئے ۔ اسی مقام میں مدفون ہوئے

جناب میر آزاد بلگرامی نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

رضوی خان منشی بمثل — یکقلم طبع زاد او سامی
سال تاریخ فوت او جستم — گفت دل رفت منشی نامی
۱۲۸۱ھ

چونکہ آپ کے نتائج طبع ہمکو دستیاب نہیں ہوئے اسوجہ سے گذارش نہیں کیے گئے

جلیل۔ مولوی حافظ جلیل حسن صاحب اُستاد اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ

جلیل تخلص۔ جلیل حسن نام ہے۔ آپ مولوی حافظ عبد الکریم صاحب کے فرزند ہیں۔ آپکا وطن اصلی مانک پور ضلع لکھنؤ ہے۔ آپکی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۸۳ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور آپ کی نشو و نما بھی وطن ہی کی آب ہوا میں ہوئی۔ آپ ابتدا سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ آپکی طبیعت نہایت چست و چالاک تھی۔ ذکاوت و فطنت کے میدان میں جولانی کرتی تھی۔ اولاً آپنے دہ سالہ کی عمر میں حفظ قرآن سے فراغت پائی۔ بعد ازان طالب علمی شروع کی۔ لکھنؤ میں آئے متعدد اساتذہ سے کتب متداولہ درسیہ عربی و فارسی حاصل کیں۔ اور آپ کو تحصیل علم کے بعد شاعری و سخن گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت مولوی امیر احمد مینائی کی خدمت میں آئے اور آپکے سلسلۂ تلمذ میں وابستہ ہوئے۔ اور آپکے دامن خدمت کو ایسا تھاما کہ تا مرگ امیر مرحوم کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں ہوا کہ آپ حضرت مرحوم سے دور ہوئے ہوں۔ آپ مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ مرحوم آپکو اپنے فرزندوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ جلیل کے کلام کو اصلاح دیتے وقت فرماتے تھے کہ (کلام الجلیل جلیل الکلام ہے) آپکی طبیعت سخن سنجی و شاعری کی بلندی

عروج کر رہی تہی۔ شعلۂ جوالہ کیطرح آسمان نظم کیطرف مرتفع ہو رہی تہی اور طبیعت مین
قوت مستحضرہ ایسی تہی جس مضمون کو چاہتے نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتہہ نمایان کرتے
تہے۔ اور استاد کے ملاحظہ مین پیش کرتے تہے۔ استاد کی پیرایش و آرایش سے آپکے
شاہد سخن کا حسن دوبالا ہو جاتا تہا۔ آپکی نازک خیالی و شیرین مقالی کے زیور سے شاہد
سخن کی وہ حالت ہوتی تہی کہ شعرا اسے وقت فریفتہ و شیفتہ ہوتے تہے آپکے کلام کی
نزاکت و لطافت کیا ہے گویا کرامت و خرق عادت ہے۔ معترضین میرے کلام
پر قہقہہ لگائینگے۔ اور کہینگے کہ جلیل کی تعریف حضوری تعلق کی وجہ سے تملقاً
کررہا ہے۔ بخدا مین کسیکی تعریف تملقاً و مذمت عداوتاً نہین کرتا ہون بلکہ واقعہ کو
واقع کے مطابق بیان کرتا ہون۔ اگر کسی نکتہ چین کو ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب
مطلوب ہو تو حضرت جلیل صاحب ترجمہ کا دیوان مسمّیٰ تاج سخن جو فی الحال مطبوع ہو کے
شایع ہوا ہے مطالعہ کرے۔ ہمارے کلام کی تصدیق و تکذیب صراحتہً ہو جائیگی عجب
نہین کہ معترض نکتہ چین کلام کی کرامت کے اثر سے اسبات سے توبہ کرے گا کہ
مین نے مولوی صاحب پر بیجا اعتراض کیا۔ اور انکو تملق کے طرف منسوب کیا
مین فی زمانناحضرت جلیل کے دیوان کو دیکہہ رہا ہون۔ آپکا کلام مجہپر جادو کا اثر
کررہا ہے ہر وقت میرے دل کی زبان سے یہی آواز برآمد ہوتی ہے واہ واہ کلام جلیل
جلّ جلالہٗ۔ جلیل شاگرد۔ اور امیر استاد مین تمیز کرنا امر دشوار ہے۔ اگر کوئی نا واقف
شخص کے سامنے دونون بزرگون کے کلام کو پیش کرین۔ اور حَکَم بنائین کہ دونون
مین باہم کیا نسبت ہے تو غور و فکر کے بعد یہی کہیگا کہ دونون استاد جلیل الاستعداد
ہین یہہ نہین بتلا سکیگا کہ ایک استاد و دیگر شاگرد ہے۔ یہی وجہ تہی کہ امیر مینائی

جو نقادِ سخن تھے جلیل کو مثل لخت جگر سمجھتے تھے - اور جلیل کی شاگردی پر ناز کرتے تھے - مین نے دونون بزرگون کے کلام کو خوب غور و فکر سے دیکھا ہے اور میزان عقل مین دونون کے کلام کو تولا ہے تو دونون مین عام خاص من وجہ کی نسبت پائی - اگر مین بمصداق پسر بہ از پدر کہون تو میرا قول بیجا نہوگا - لیکن بعض نکتہ چین میرے قول کو مبالغہ پر محمول کرین گے یا سخن فہمی مین ناقص کہین گے - جو اہل سخن منصف مزاج ہون گے وہ تسلیم کرین گے اور کہین گے جلیل صاحب ترجمہ کی تعریف واقع مین حضرت امیر مرحوم کی ہی تعریف ہے - پہلے مین لکھ چکا ہون کہ آپ اُستاد مرحوم کے رکاب مین ہر وقت سفر و حضر مین سایہ کی طرح ہمرکاب ہمراہ رہتے تھے جب امیر مینائی مرحوم حسب الطلب نواب والی رامپور - رامپور گئے - تب آپ بھی ہمراہ تھے - چند مدت رامپور مین خوشی و خرمی سے بسر کئے جب ۱۳۱۸ سنہ ہجری مین اعلیحضرت کلکتہ سے واپس تشریف لاتے وقت بنارس مین فروکش ہوے تب امیر مینائی رامپور سے بنارس آئے آپ سے ملے اور مسدس مولفہ کو پیش کیا - اعلیحضرت مسدس کے ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے - اور امیر مرحوم کو حیدرآباد ہمراہ لائے - سوء اتفاق سے حیدرآباد مین پہنچتے ہی ہیضہ سے بیمار ہوگئے ہیضہ کیا تھی گویا موت کا سفیر تھی - ایک مہینہ تک ہیضہ کا سلسلہ جاری رہا آخر اُسی مرض مین واصل بحق ہوئے - یہہ واقعہ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۸ سنہ ہجری مین واقع ہوا - پس حضرت جلیل صاحب صاحب ترجمہ بھی آپ کے ہمرکاب تھے - امیر مرحوم کے فوت ہوتے ہی افسوس و حسرت مین مبتلا ہوئے - اور حیدرآباد مین اسی امید کے سہارے پر استقلال کیا تھا کہ اعلیحضرت قدر قدرت اپنی فیضان کرم سے سرفراز فرمائین گے سنہ مذکورہ سے ۱۳۲۷ سنہ ہجری تک بسر کئے آخر اعلیحضرت نے آپکو اعزازاً و اکراماً

پانسو روپیہ ماہانہ کے تقرر سے سرفراز فرمایا - اور آپکو استاد کے لقب سے ممتاز کیا
اعلیحضرت کبھی کبھی آپکو اپنا کلام دکھلاتے ہین - حضرت جلیل صاحب حسبہ بمصداق
انّ مع العسر یسراً صبر و قناعت و استقلال کی برکت سے فائز المرام ہوئے - اب
فراغت سے زندگی بسر کرتے ہین - آپ خوش اخلاق و مقبول آفاق ہین - سیرتاً
فرشتہ و صورتاً انسان برگزیدہ ہین - متقی و پرہیزگار - صوم و صلوۃ کے پابند امر معروف
و نہی منکر پر پورے کاربند ہین -
الحمد للہ فی الحال ظاہراً آپ کی شان و عظمت درجۂ عروج پر ہے مگر آپکو اس شان پر
غرور ہے نہ ناز ہے - آپکے مزاج مین وہی خاکساری و کسر نفسی ثابت و قائم ہے
آپ بظاہر امیر ہین لیکن بباطن درویش - آپ اکثر اوقات ورد و ظائف و قرأت
قرآن مین صرف کرتے ہین - اور شائقین شعر و شاعری کے کلام کو اصلاح سے
درست فرماتے ہین - آپکا دربار دربار عام ہے - غربا و فقرا اعزّہ و امرا سے شگفتہ
جبین و خندان روئی سے ملتے ہین - ہر ایک خواہ امیر ہو یا فقیر ہو برابر حسن اخلاق سے
ملاقات فرماتے ہین - چند مہینے گذرے کہ فقیر مولف کو بھی آپ سے ملازمت حاصل ہوئی
ہے بخدا مجکو آپ کی ملازمت سے بہت لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے - آپنے اپنا
خاص دیوان مطبوعہ جو مجکو ہدیتہً عطا فرمایا ہے اُس کے دیکھنے سے ہر وقت دلکو ایسا سرور
و مزہ ہمدست ہوتا ہے کہ مین اس لطف کو زبان قلم و قلم زبان سے ادا نہین کر سکتا ہون
آپکا کلام نہایت شستہ و پاکیزہ - شگفتہ و تازہ ہے - حشو و زوائد سے پاک و صاف
تعقید لفظی و معنوی سے مبرا ہے -
اب مین آپ کے نتائج طبع سے چند اشعار گزارش کرتا ہون -

کلام الجلیل جلیل الکلام ہے

شکریہ سرفرازی

جو دن پہرتے ہین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
شب غم لاکہہ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے

چمن مین پہولنے پہلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
دکن مین بارور نخل تمنا ہو ہی جاتا ہے

رہا جو شہ کی نظرون مین ترقی اسکو لازم ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے

چمک ذرے سے مین سورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
در شہ کا گدا ادنی سے اعلی ہو ہی جاتا ہے

توجہ چاہیئے تہوڑی سی شاہ بندہ پرور کی
فقیرونکا جہانمین بولبالا ہو ہی جاتا ہے

جو دل سے ہو رہا حضرت کا پہر اسکو کمی کیا ہے
موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے

مرے گلزار مین رنگ خزان کب تک جما رہتا
کہ اکدن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے

توقع شاہ سے رکہنا کبہی خالی نہین جاتا
یہ دیکہا ہے کہ فضل حق تعالی ہو ہی جاتا ہے

اشارہ چاہیئے پہر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے
سہارا چاہیئے پہر بوجہ ہلکا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا درد دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے
مریضون پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پہر پوچہنا کیا ہے
دوا ہو یا نہو بیمار اچہا ہو ہی جاتا ہے

تجسس ہو مقصود کا ضائع نہین جاتا
وہ اکدن زیب آغوش تمنا ہو ہی جاتا ہے

عقیدت جب ہی پوری ہو تو کیسا پردہ دوری
رخ محبوب دل مین جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے اب عروس شاعری کا دون کی لینا
شباب آتا ہے تو جوبن دوبالا ہو ہی جاتا ہے

گل مضمون جو کل تک خشک تہا اسکا تعجب کیا
خزان کے دور مین پہر پہول کہلتا ہو ہی جاتا ہے

نہ مین اچہا نہ میرے شعر اچہے بات اتنی ہے
جسے اچہا کہین کار اچہا ہو ہی جاتا ہے

جلیل القدر کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو — لقب جو شاہ سے ملتا ہے زیبا ہو ہی جاتا ہے
تعجب کیوں کسی کو ہو ہماری سرفرازی پہ — خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے
یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ ذرہ نوازی ہے — نہ کچھ کہیئے مگر لوگوں میں چرچا ہو ہی جاتا ہے
حسد کوئی کرے کسواسطے نسبت یہ ظاہر ہے — کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے
لکھوں اب یے کیسا تہنیت کچھ مدح شہ والا — کہ اس موقع پہ ملیں جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے
یہ مدح شاہ وہ مضموں ہے جسکے نظم کرنیکا — ارادہ میں نہیں کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے — جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے
نظر جسکی پڑی آئینہ روئے مبارک پر — نصیب اسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے
سواری کا سماں سو بار دیکھا ہے مگر پھر بھی — سلیماں کا شہ آصف پہ دہوکا ہو ہی جاتا ہے
زہے سر لعزیزی بخت و دولت بھی یہ کہتی ہیں — تمہیں جو دیکھ لیتا ہے تمہارا ہو ہی جاتا ہے
خدا رکھتے شہ جمجاہ کا ہے رعب داب ایسا — کسی کا بخت بگڑا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے
تجلی محو کر دیتی ہے ایوان معلّے کی — در شہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے
کسی آزاد کی اس پہ آزادی نہیں چلتی — کرم کا خلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے
بہت دوڑا ئیکو کہنچے جو کوئی فائدہ کیا ہے — خدنگ لطف شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے
دلوں پر کیوں نہ ہو قبضہ کہ دلکو شاد کرتی ہیں — یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے
مثال ماہ تاباں انجمن آرا جو ہوتے ہیں — تو شاہان جہاں کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے
کمال شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے — کوئی ارمان ہو دم بھر میں پورا ہو ہی جاتا ہے
جہاں مجرم کوئی بہنچکر ہوا سائل رہائی کا — مروت آ ہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے

غناے شاہ بھی خالی نہین شان ترحم سے
ہوا جو بر طرف اُسکا وظیفا ہو ہی جاتا ہے

نکل جاتی ہے خدمت تا بہ سستی رہ نہین جاتی
یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہو ہی جاتا ہے

سزا کیواسطے دلمین کوئی پہلو نہین آتا
عطا کیواسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے

مرے شہ کی سخاوت مشک کی تاثیر رکھتی ہے
چھپا کر لاکھ دین عالم مین شہرا ہو ہی جاتا ہے

ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
لٹاتا ہے جو موتی دلکا دریا ہو ہی جاتا ہے

عجب عہد مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو
خوشی کا عیش کا سامان مہیا ہو ہی جاتا ہے

مسافر کو سفر مین دھوپ کی ایذا نہین ہوتی
کہ ہر پر دامن دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے

اسی در پر تو پہل ملتا ہے نخل خاکساری کا
جو قدمون پر جھکا اُسکا سر اونچا ہو ہی جاتا ہے

دل آئینہ ہے اور اُسمین خواص جام خسرو ہے
کسیکا راز دل ہو آشکارا ہو ہی جاتا ہے

سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطون زبان ہو کر
ہوا جو بندہ بیدام دانا ہو ہی جاتا ہے

زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
دل صیاد مین خون تمنا ہو ہی جاتا ہے

کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھے جہان دو گل کھلائے طبع رنگین نے
گلستان بوستان انکا رنگ پھیکا ہو ہی جاتا ہے

زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
بیان پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے

فلک کو داغ آتش کو جلن جامی کو بیہوشی
صبا کو بیکلی سعدی کو سودا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے سامعین کا مثل قمری نعرہ زن ہونا
کہ اک اک شعر موزون سرو رعنا ہو ہی جاتا ہے

زمین سخت مین بھی معنی روشن نکلتے ہین
صدف مین در حجر مین لعل پیدا ہو ہی جاتا ہے

بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہی جا کیا
طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے

دئے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند کے ٹکڑے
قمر جب دیکھتا ہے گھٹ کے آدھا ہو ہی جاتا ہے

نہ کیون روشن ہون سب کے دیدہ و دل شنا ہزارون سے
کہ مہر ماہ سے گھر اُجالا ہو ہی جاتا ہے

مجھے دعوی نہیں لیکن ثنا جب شہ کی لکھتا ہون
سخن کو اپنی یکتائی کا دعوی ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے مین تو ہون اس فیض کا قائل
زمین مشکل سے مشکل ہو قصیدہ ہو ہی جاتا ہے

جلیل آل صفت کے حق مین جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضل خدا سے اس مین پیدا ہو ہی جاتا ہے

اشعار منتخبہ دیوان

ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا
جس نے دُرِ سخن سے بھرا منہ جلیل کا

خود فرش خاک پر ہے نظر عرش پاک پر
اللہ رے حوصلہ ترے عبد ذلیل کا

وله

ناوک اُسکا کبھی خطا نہ ہوا
طائر سدرہ تک نشانہ ہوا

تیرے قدمون سے کیون رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

دل سے صبر و قرار سب بھاگے
مگر ایک داغ دل جدا نہ ہوا

وله

نہ ملا یار سرو قد افسوس
شجر آرزو ہرا نہ ہوا

وله

مرے جذب دل کا اثر دیکھ لینا
تم آؤ گے تہامے ہوئے دل ادہر دیکھ لینا

ابھی ہے تڑپنے کا ارمان باقی
ذرا پھر ادا سے ادہر دیکھ لینا

وله

ابھی باقی ہے آنا قبر پر اس فتنۂ قامت کا
قیامت ہو چکی پھر بھی رہا دھڑکا قیامت کا

قلق اسمین تڑپ اسمین الم اسمین ہے غم اسمین
مرے پہلو مین دل کیا ہے خزانہ ہے محبت کا

وله

مرے وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا
سننے والون کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا

مر کے بھی روح نہ پینے کو ترستی ساقی
مری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا

وله

پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا
دیکھا تو ذرے ذرے مین اُسکا ظہور تھا

وله

نہ وہ شمع دیکھین نہ پروانہ دیکھین
کوئی ہو اُنھین دل جلانے سے مطلب

آہی جائیگا صحبت مین اثر آپ سے آپ — وله — ہو ئی جائیگی اُنہین میری خبر آپ ہی آپ

پہلو سے وہ اُٹھے سو کہا دل نے ہائے دوست — وله — آباد ہو کے لٹ گئی دولت سرائے دوست

اُنسے ملنے کا ہے سوال عبث — وله — جان بچنے کا ہے خیال عبث

چمک کر بولی وہ برق نظر آج — وله — کہ لو نگی خرمن دلکی خبر آج
کہو انسے بچائین دامن اپنا — کہ ہے شعلہ فگن داغ جگر آج

یوں تو بسمل ہے ترا سارا جہان میری طرح — وله — پر تڑپنے لوٹنے والا کہان میری طرح
گل اگر بجلی سے چہوٹا آج صرصر لے اُڑی — ہو نہ دشمن کا یارب آشیانہ میری طرح

موسم گل ہے پہول پہولے ہین — وله — دیکہنا باغ کیا ہے سرخا سرخ

ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہو کر — وله — ہماری باغ ہستی مین بہار آئی خزان ہو کر

نصیبوں سے ہوا کرتا ہے مرنا اچہی صورت پر — وله — خدا شاہد ہمین تو ناز ہے اپنی محبت پر

توکل کا یہہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر — وله — نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر

صیاد کو ہے بلبل ناشاد کی تلاش — وله — بلبل ہین ہم کہ ہے صیاد کی تلاش
قسمت نے دی نجات نہ مجکو تلاش سے — دلبر ملا تو ہے دل ناشاد کی تلاش
اللہ رے تیری زلف سیہ فام کے خواص — اک مرغ جانکے حق مین ہین سو دام کے خواص
کیا نصیبے کے زبردست ہین خال عارض — جنکو حاصل ہے شب روز وصال عارض
کہان ہم اور کہان اب شراب خانۂ عشق — نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق
غلط ہے صاحب دولت کو گر غنی کہئے — غنی وہ ہے جسے مدد دے خزانۂ عشق
کیا کیا شب غم ہمنے مصیبت نہین دیکہی — اتنی ہے کمی صبح قیامت نہین دیکہی
دیکہے ہین طرحدار جلیل ایسے آنکہہ سے لاکہون — دل جسکا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکہی

جعفر - مرزا جعفر بیگ قزوینی

جعفر تخلص - مرزا جعفر بیگ نام - آپ بدیع الزمان قزوینی کے خلف الصدق ہین - اکبر و جہانگیر کے عہد مین معزز و ممتاز رہا - فن شاعری مین استاد کلام تہا مثنوی شیرین خسرو اسکے کلام شیرین کی یادگار ہے - اپنے عم بزرگوار کے فوت ہونے کے بعد مخاطب بہ آصف خان ہوا تہا ۱۰۲۲ھ ہجری مین بلدہ دار السرور برہانپور مین فوت ہوا کسی شاعر نے تاریخ وفات اس فقرہ سے نکالی ہے صد حیف از آصف خان -

من اشعارہ

در باد صبا بوئے کسے ہست کہ یعقوب	ولہ	چشمے کہ ندارد برہ قافلہ وارد
ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر		ہنوز رسم خود آرائی چمن باقیست
درستی ہمہ کس در شکست بیزاری		شکست زلف کجا و دل شکستہ کجا
ایصبا در شکنم اما دل این جوش مکنم		کہ این گلستانست نتوان روبرو بست
نشہ گنجائش غمہائے دل ما چو نداشت		آفریدند برائے دل ما صحرا را
زشوق آنچہ آنجا دید فرماد		مرا اینجا قلم از دست افتاد

حرف الحاء حطی

حفظی - نواب حفظ اللہ خان

حفظی تخلص - حفظ اللہ خان نام - آپ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کے فرزند ہین - آپکی ولادت ہند مین واقع ہوئی سن شعور کے بعد علمائے وقت سے

کتب درسیہ تحصیل کین۔ لائق وفائق ہوئے۔ بادشاہی منصب سے سرفراز تھے
آپ خوش خلق وباخیر نیک طینت نیک صورت تھے۔ علما وشعرا وفقرا سے نہایت
اخلاص ومحبت رکھتے تھے۔ ماہ ربیع الاول مین میلاد شریف کی مجلس نہایت عظمت
وشان سے کرتے تھے۔ ایکہزار سے زیادہ اہل دعوت ہوتے تھے۔ کہانے سے اول آخر
وقت تک خود بذاتہ آفتابہ وسیلاچی ہاتہہ مین لیکر تمام اہل دعوت کے ہاتہہ دہلاتے تھے
اس فعل خیر سے ثواب اخروی حاصل کرتے تھے۔ عالمگیری زمانہ مین ٹہٹہ وسیوستان
کے صوبہ دار تھے۔ صوبہ داری کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے۔ آپکے زمانہ مین
تمام رعایا امن وامان مین تھی۔ آخر سنہ ۱۱۲ ہجری مین سیوستان مین آخرت کا سفر
اختیار کیا۔ جناب میر غلام آزاد بلگرامی نے آپکی وفات کی تاریخ کا مادہ آیہ کریمہ سے پایا
فلهم جنات ۲ الماوی نزلاً کانوا یعلمون۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ
آپ موزون الطبع تھے کبہی کبہی رباعی یا غزل موزون کرتے تھے۔ ایکوقت آپ کی
مجلس مین کسی میر نے ناصر علی سرہندی کی رباعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نعت مین تہی پڑہی ؎

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدۂ	ہرچند کہ آخر بظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد	دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

آپ رباعی کو سنکر حسرت کرنے لگے اور فرمایا کاش یہہ رباعی میرا حصہ ہوتی تو
بروز قیامت باعث نجات ہوتی۔ پہر فکر کرکے ایک رباعی کہی وہ یہہ ہے ؎

در انجمن دہر نخست آمدۂ	زانکہ گونہ کہ شائستہ نشست آمدۂ
اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود	دیر آمدۂ ولے درست آمدۂ ✦ انتہی۔

من اشعاره الفارسی

اے کہ می گوئی کہ می آئم نمی آئی چرا	ولہ	پائے شوکت را مگر رنگ حنا زنجیر پاست
اے آنکہ سراپا ہمہ لطف نمکی		بر برگ گل تازہ چکیدہ نمکی
جز شیرهٔ پستان حلاوت نمکی		پیغمبر خوبانی و اما نمکی

فائدہ نواب متوسل خان بہادر بندگانعالی حضور آصفجاہ کے داماد اور حسب رضا ترجمہ کے لخت جگر تھے اور ہدایت محی الدین مظفر جنگ بن متوسل خان آپکے پوتے تھے۔ ان دونون بزرگون کو دکن سے خاص تعلق تہا۔ اسی تعلق کی وجہ سے دکنی شمار کئے گئے تھے۔ ہم نے بھی انہی دو بزرگون کے وجہ سے نواب حفظ اللہ خان کا ذکر اہل دکن مین شامل کیا فتامل ولا تکن من الغافلین۔

ہمیشہ بہار کے مولف نے لکھا کہ حفظ اللہ خان ذی استعداد و کمال دوست تہا علوم عقلی و نقلی مین مہارت کامل رکھتا تہا۔ عالمگیری عہد مین صوبہ داری لاہور پر منفرد تہا۔ ناظم و ناثر تہا۔ من کلامہ

شر دماغی می کند پروانہ در پرواز شوق ۔ روغن بادام گویا در چراغ کشتہ اند۔ انتہی کلامہ

حشمت محتشم علی خان

حشمت تخلص میر محتشم علیخان نام۔ سادات بدخشان سے تھے۔ آپکے اجداد مین ایک بزرگ وارد ہند ہوئے۔ آپکے والد میر باقی محمد یار خان صوبہ دار دلی کی رفاقت مین مدت تک رہے صوبہ دار عالمگیری امرا مین تھے۔ میر حشمت کی ولادت دلی مین ہوئی۔ سن شعور کی بعد دلی مین علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ پھر آپکو

شعرگوئی کا شوق پیدا ہوا شعرگوئی شروع کی خوب شعر کہنے لگے ہندی و فارسی دونون زبانون مین
کلام موزون کرتے تہے۔ آپکا کلام دونون زبانون مین پاکیزہ و صاف ہے۔ ہر ایک شعر کی عبارت
سلیس با محاورہ ہے آپ فن سخنوری مین ممتاز تہے مدت تک میر محمد افضل ثابت و شیخ عبدالرضا
متین و مرزا عبدالقادر بیدل و آزاد کے مصاحبت و مجالست مین رہے اکثر یاران معاصر کیساتہہ
مشاعرہ مین شریک ہوتے تہے۔ ہم طرحی غزلون پر مشاعرہ کا بازار گرم رکہتے تہے۔ آپ کی وفات
سنہ ۱۱۶۳ ہجری مین واقع ہوئی۔ علی قلی خان والہ ریاض الشعرا مین لکہتا ہے کہ مین ایکروز
حشمت کے دیوان کو دیکہہ رہا تہا کہ یہہ بیت میری نظر سے گذری ع

ہر ایرانی ہم طرح حشمت می تواند
نہ ہر چینی فروشش ہم سر فغفور می گردد

چون چند کس از مردم ایران بعنوان سوداگری
دلی مین چینی فروشی کرتے تہے
ہندوستان مین ایرانیون کے لئے دوکانداری کرنا ننگ ہے۔ اس لئے ہندی نژاد
کل ایرانیون پر چینی فروشی کا طعن کرتے ہین۔ مثلاً کسی در ہندی نے کہا ع

ما زبان اہل ایران را بموئی بستہ ایم
دست این چینی فروشان را بموئی بستہ ایم

ان ابیات کے دیکہنے سے میرے دلمین حمیت و غیرت نے جوش پیدا کیا حشمت کے
دیوان کے حاشیہ پر یہہ دو بیتین لکہین اور حشمت کے نزدیک دیوان کو بہیجدیا ع

با استادان ایران ہندی ہم طرح میگردد
بچینی میزند پہلو سفالین کاسہ بنگی

حریف نالۂ دلہائے زار ما نہ حشمت
مزن انگشت بر لب چینی فغفور را را

پس حشمت صاحب ترجمہ ابیات کو دیکہکر پشیمان ہوا معذرت کی انتہی کلامہ۔
آپ صاحب دیوان ہین تقریباً سات ہزار اشعار ہین۔

من کلامہ

گشته شمع را چو سحر اهل بزم گفت | وله | این روز بود اول شب در نظر مرا

رونق از دیوانهٔ کشور سودا گرفت | وله | وحشت از بس بود کو مجنون دو روزی جا گرفت

گر چنین شهر بسودای تو دیوانه شود | وله | همچو زنجیر ز هر کوچه فغان برخیزد

با رقیبان نکنم سجدهٔ خاک در دوست | وله | این نماز یست که بی شرط جماعت باشد

سر رشتهٔ نقش هستی عقدهٔ کار دل من شد | وله | خط پیشانیم چون قفل بیجا مشکل من شد

نگاه گرم چه سان در بغل کشد تنگش | وله | که از فروغ در آغوش خود بپرد رنگش

صبر و بیطاقتی آن روز که قسمت شد | وله | بیقراری بمن و صبر با تو برسید

جان بقربان کمان تو که زد آخر کار | وله | تیر صافی که بدا و دل ما خوب رسید

پیر گردیدم و سر می گردد | وله | آه بیا وقت سحر میگردد

از رنگ لاله و داغش عیان است | وله | که حسن و عشق با هم توامان است

قشقه از بالای ابروی تو آفت می‌شود | وله | آفتاب از قبله سر زد قیامت می شود

بیا که بر اشک سوزانیم با هم بلبل و گل را | وله | تو گل را کن خجل در حسن من در عشق بلبل را

زین پیش که دل ناله و آهی میکرد | وله | چشمش بمن التفات گاهی میکرد

گریان گریان رو در رمیدارم داد | | خندان خندان بمن نگاهی میکرد

مستزاد

آئینه بهر رم دلکشائی تو رسا ره انجا نگاه | هم شانه ز زلف مشک سائی تو رسا ره مار گناه

ما خاک شویم و سیه منظور افتد ده داغیم زرنگ | دل خون نشود و حنا بپای تو رسد سبحان الله

میر درد نے نکات الشعرا مین لکھا کہ محتشم شعراء ہندوستان سے ہے۔ سید صحیح النسب سپاہی عمدہ تہا فارسی ہندی مین سخن گوئی کرتا تہا۔ خوش اخلاق و خاکسار تہا

ہر ایک سے نہایت عاجزی و انکساری سے ملتا تہا۔ عزیز دل شہر دلی مین سکونت پذیر تہا آپکی بڑے بہائی میر ولایت اللہ خان تہے حشمت مدت سے خانہ نشین تہے ریختہ مین صحیح الفکر ذکی الطبع تہا۔ یہ دو بیت میر کے تذکرہ سے نقل کیجاتی ہے

نکہت گل نے جگایا کسنے زندان کے بیچ	پہر کہ زنجیر کی جہنکار پڑی کان کے بیچ
بہار آئی دیوانے کی خبر لو	اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

گلشن بیخار کا مولف لکہتا ہے کہ میر حشمت علی خان حشمت خلف میر باقی بدخشانی دہلوی المولد ہے۔ فارسی زبان مین رنگین خیال و شیرین مقال تہا۔ میر محمد افضل ثابت و شیخ عبد الرضا متین کا ہم صحبت و ہم طرح تہا۔ سنہ ۱۱۶۲ ہجری مین بمرگ مفاجات فوت ہوا۔

حقیر۔ مہا سنگہ اورنگ آبادی

حقیر تخلص۔ مہا سنگہ نام کہتا مل عرف ہے آپکا مولد و منشا اورنگ آباد ہے منشی جواہر قلم و دبیر عطارد رقم تہے مضمون نگاری و انشا پردازی مین بلند پروازِ ایجاد معانی و سخن سازی مین سحر پرداز تہے۔ طبع نقاد و ذہن وقاد سے لالی آبدار اشعار کو رشتۂ نظم مین پروتے تہے۔ تحریر و تقریر مین زبان و قلم سے موتی رولتے تہے۔ خوش وضع و خوش مزاج تہے۔ نیک رفتار و پسندیدہ اطوار تہے۔ باوجود لیاقت و استعداد کسر نفسی سے ہر ایک کے مقابلہ مین اپنے کو حقیر و ناچیز سمجہتے تہے۔ سراج دکنی و آزاد بلگرامی کی صحبت کا ہم تہے۔ جناب نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے دار الانشا مین ملازم تہے۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

از بہار سبزات سرسبز بخت باغبان
در چمن از حال بلبل ہیچگہ آگاہ نیست
تا تماشای نگاہ چشم آن گلرو کند
از ہوائے قامت شمشاد رشکش شد حقیر
چون از زلف دراز شان پا فتم سر رشتۂ مطلب
سخن از پستہ گفتم بر لب لعلش نگہ کردم
حقیر این مصرع موزون ز شہر دروالم

ولہ

در لب چون غنچہ ات گلرنگ رخت باغبان
خارہا دارم بدل از طبع سخت باغبان
نرگستان گشتہ در گلشن درخت باغبان
در زمین بلندی سبز بخت باغبان
دعای از دیاد عمر او در نیم شب کردم
بایں حسن طلب زان پستہ لب مطلب طلب کردم
جلوہ ریز آمدم در آن معنی را طلب کردم

حامد محمد خان المخاطب بحامد علیخان دولت آبادی

حامد تخلص - محمد خان نام - حامد علیخان خطاب ہے - آپ دولت آبادی ہیں - شیخ ابو بکر الہ آبادی چشتی کے شاگرد و مرید تھے - حنفی مذہب صوفی مشرب حریفان ہم مشرب کی یادہ رنگین مزاجان ہمدم کے دوستدار تھے - شعرگوئی و شعر فہمی میں قابل و لائق تھے - نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے ہم صحبت و مشاعرہ تھے - اکثر اوقات نواب شہید کی ترغیب سے غزلیں کہی ہیں - تعریف و تحسین کے مورد ہوئے ہیں - پیری وصیت سے شعر کم کہتے تھے کبھی کبھی فارسی زبان میں موزون کرتے تھے - علوم ادبیہ میں مستعد و کامل تھے گاہے ماہے عربی میں کہتے تھے - بدیہہ گوئی میں ضرب المثل تھے ایکروز ایک نوجوان لڑکا خوش لباس آپکے سامنے آیا - آپنے اسیوقت شعر بدیہہ موزون فرمایا

دارد صد رنگ خوشدلی بدلم ۔۔۔ جامۂ سبز و چہرۂ گلنار

ایک وقت نواب صفجاہ نظام الملک بہادر کے جشن سالگرہ۔ دور مبارک کے بیان مین لکھا

از بہر نثار این خداوند جہان
لعل و گہر آمدہ ز کان عمان

بارورے جہان فروز در روزن
خورشید در آمدہ سراج منیران

ان صنمی کان فی الجلباب کنت رایتہ
بل ھو شمس شفقت نظرت فی المطر

ان دو تین اشعار کے سوا ہمکو آپکا کلام نہین ملا۔ شاید تلف ہوگیا ہو تحفۃ الشعرا مین مرزا افضل بیگ قاقشال نے جو آپکا معاصر ہے یہی اشعار لکھے ہین۔ شاید میان حامد کی قناعت کی وجہ سے اشعار کی حفاظت نکرتے ہون۔

حفیظ۔ شیخ حفیظ دہلوی

حفیظ تخلص شیخ حفیظ نام آپکا اصلی وطن دلی ہے۔ آپکے بزرگ سپاہ پیشہ تھے سپاہ گری کے پیشہ مین زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر آپ سن شعور کے بعد عالم شباب مین طالب علم ہوئے۔ چند مدت مین علما و فضلا کی خدمت مین ضروری لیاقت حاصل کرکے فن شاعری کے طرف متوجہ ہوئے۔ آپکی طبیعت تیزی مین شعلہ جوالہ تھی طبع والا فکر رسا سے شعر موزون کرنے لگے۔ کلام شیرین و رنگین ہونے لگا معاصرین دیکھکر تعجب کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ درجہ استادی کو پہنچ گئے سب شعرا معاصرین آپکی استادی کے قائل ہوئے۔ آپ فارسی و اردو دونون زبانون مین کہتے ہین۔ دونو زبانون مین آپکا کلام سنجیدہ و با محاورہ ہوتا ہے۔ پاکیزہ و شستہ آپ ہند سے اورنگ آباد دکن مین آئے۔ راجہ ہمپت رام کے خدمت مین باریاب ہوئے راجہ صاحب آپکی لیاقت و قابلیت دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور آپکو نہایت اکرام

واعزاز سے اپنے پاس کہا۔ اور آپ کے لئے معقول تنخواہ بہی مقرر کردی۔ چند مدت راجہ صاحب کے مصاحب رہے۔ جب راجہ صاحب کا کام درہم وبرہم ہوگیا۔ تب راجہ سے علیحدہ ہوئے۔ آپ بہی مجبوراً وہان سے حیدرآباد آئے۔ اور راجہ چندولعل مہاراجہ بہادر سے ملے ایک قصیدہ بہی پیش کیا۔ مہاراج بہادر نقاد سخن تہے اُسی وقت آپکو خلعت اور ہزار روپیہ انعام سے سرفراز فرمایا۔ پہر آپ حیدرآباد مین ملک الشعرائی کے درجہ کو پہنچے۔ اور مہاراجہ بہادر کے مصاحب ہوئے۔ آپنے اپنی خوش کلامی وجادو بیانی سے مہاراجہ کو مسخر کرلیا تہا۔ مہاراجہ بہادر آپکے کلام پر فریفتہ وشیفتہ تہے آپ خوش اخلاق ونیک طینت تہے۔ نازک دماغ وپاکیزہ خیال تہے۔ ہر روز دربار مین تازہ ونیا لباس پہنکر آتے تہے۔ باوجود جاہ وحشمت فقرا دوست وغربا پرور تہے۔ مہمان نواز وفیض گستر۔ کلمۂ خیر مین بڑے جوانمرد تہے۔ ہر ایک کی سفارش کرتے۔ آپکے نزدیک آشنا وبیگانہ مساوی تہے۔ آپکی بدولت ہزار ہا غربا وفقرا مہاراجہ بہادر کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور صدہا آدمی سلسلۂ ملازمت مین شریک ہوئے۔ ایک عالم آپکا ممنون منت تہا۔ آخر آپ ۱۲۴۷ہجری مین جنت کو روانہ ہوئے۔ اور حیدرآباد مین مدفون ہوئے۔

من اشعارہ الہندی

لب جانان سے جی اودا سا آیا
ہمکو آب بقا نہ راس آیا

مین وہ شمع مزار بیکس ہون
کہ پہنگا نہ جس کے پاس آیا

ولہ

ہم اُسے بادۂ گلرنگ پلادیتے ہین
خانہ باغ آئینہ رخ کو بنادیتے ہین

ولہ

ہمارے دل مین ہمیشہ درد والم کا جوش رہا
کہ سینہ داغون سے دوکان گلفروش رہا

خیال کاکل شکین یہ مجکو دوش رہا | کہ مثل کعبہ مرا دل سیاہ پوش رہا
ہزار نالۂ محشر نما نہ لب سے تھے | کسیکا پاس ادب تہا خموش رہا

وله

خط مین کچھ بجز طلب تہا نہ سوا اسکے جسے | ما بخیر و سلامت بشما کہتے ہین
تپ تشہیر کیا قاتل بیچارے کو | آپ فرمائے قبلا اسے کیا کہتے ہین

وله

چاک سینہ ہو گیا دل سے صدا آنے لگی | کھلتے ہی اس در کی جنت کی ہوا آنے لگی
لڑکون نے پہینکے مارے جون ہی سنتے سنگ | دیوانگون کی خون سے ہوا رستے رنگ

آپ نے ایک رباعی حضور سکندر جاہ نور اللہ مرقدہ کی نذر کی تہی - **رباعی**

کوئی نام خدا لے کے حرم تک پہنچا | کوئی پوجتے ہی دیر صنم تک پہنچا
خوش طالعی میری ہے کہ لیکر مین نذر | تجہ سے سکندر کے قدم تک پہنچا

وله

صحبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکہاتی ہے | اگر یکدم ہنسانی ہے تو پہر برسون رلاتی ہے
رو برو غیرون کے شکوہ کیا کرون مین آپکا | ہو رہینگی پہیر کر و باتین ہماری آپکی

حنا - مہدی حسین خان لکھنوی

حنا تخلص - مہدی حسین خان نام - آپ محمد حسین خان لکھنوی کے فرزند ہین - آپکی ولادت شہر لکھنو مین ہوئی - تعلیم و تربیت بہی اسی شہر مین پائی - استعداد علمی کے بعد شعر گوئی شروع کی - مومن خان مومن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۶۸ ہجری کی خدمت مین سخن کی مشق کی - اُستاد کی توجہ کی برکت سے لائق و ممتاز ہوئے - دس گیارہ برس سے حیدرآباد دکن مین کسی سرکاری خدمت پر مامور ہین - چست و چالاک ہوشیار بیباک ہین خوش سیرت و نیک عادت ہین صحبت و دوستی کے لائق ہین شگفتہ جبین و خوشخو ہین

بارک اللہ فی بقائہ | **من اشعارہ**

قلم ہے کیا جو ہے عرض مدعا کے لئے | زبان ہی نہین صرف التجا کے لئے

تمہارے لب جو کرین دعویٰ مسیحائی	مرض ملے نہ کہین نام کو دوا کے لئے

حبیب ۔ محمد کاظم صاحب کنتوری

حبیب تخلص ۔ محمد کاظم نام ۔ آپکا مولد و منشا قصبہ کنتور ضلع لکھنؤ ہے آپکے نسب کا سلسلہ جناب سید حمزہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے ۔ آپکے بزرگ سادات نیشا پور سے تھے ۔ زمانہ سلف مین وطن اصلی سے ہند مین وارد ہوئے اور ملک اودہ قصبہ کنتور نامکورہ مین فروکش ہوئے ۔ اسوقت کنتور مین فضلا و ولات سکونت پذیر تھے ۔ آپکے جد اعلیٰ نے بھی وہین سکونت اختیار کر لی ۔ آپکے بزرگون مین اکثر علما گذرے ہین ۔ علوم عقلی و نقلی مین بے نظیر ہوے ہین ۔ زمانۂ حال تک بھی اسی موروثی علم کا خاندان مین اثر باقی ہے ۔ آپنے ابتداء شعور مین کسیقدر فارسی و عربی کتب پڑہین ہین ۔ زمانہ طالب علمی مین آپکو شعر و شاعری کا شوق پیدا ہو گیا آپکی طبیعت کا میلان شعرگوئی کے طرف رجوع ہوا ۔ اور طالب علمی حالت مین خلل واقع ہوا ۔ آپ تحصیل علوم کسب فنون سے محروم ہے ۔ مگر شاعری مین پایہ استادی کے مرتبہ کو پہنچ گئے ۔ آپنے سخن کی مشق جناب سید لطف اللہ قادر مرحوم سے جو آپکے نانا تھے کی ۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہے ۔ آپ خوش وضع و خوش فکر ہین ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً پینتالیس برس کی ہے ۔ چندسال سے اس ریاست مین ملازم ہین معتمد مدار المہام سرکار عالی نظام کے میر منشی ہین ۔

من اشعارہ الہندی

دلسوز کون تہا ہمین روتا جو بعد مرگ	ہان بیکسی کا رکھتی ہے شمع مزار غم

اسیری مین بلا نازل ہوی وحشت کے پر نکلے
ہمارے ساتھ جاتے ہین عالم کو حسرت و ارمان

ولہ
چلے صحرا سے زندان کو گریبان پھاڑ کر نکلے
یہہ حسن اتفاق اسوقت اچھے ہم سفر نکلے

ولہ
رے چلی ہین دلکو سوئے کوئے قاتل حسرتین
عرش پر ہوگا دماغ رہروان کوئے عشق
کس زمین ہے میر کاروان شام و سحر
آسمان پر ہے غبار کاروان شام و سحر

ولہ
عکس روئے یار ہے تصویر پشت آئینہ
خط تقدیر ہے ہیر جسے سمجھے ہین سب جوہر
دیکھئے چمکی ہے کیا تقدیر پشت آئینہ
بنگئے ہین غم سے ہم تصویر پشت آئینہ

حشمت میر حشمت علی حیدرآبادی

حشمت تخلص - حشمت تخلص - میر حشمت علی نام - آپکا مولد و منشا حیدرآباد دکن ہے - آپ میر حیدر علی مرحوم کے فرزند ہین - مرحوم لیہ سرکار عالی نظام کے صدر ثبہ خانہ کے میر منشی تھے - آپنے سن تمیز کے بعد علما حیدرآباد سے کتب فارسیہ کی تحصیل کی - انشاپردازی و عبارت نویسی مین خوب مہارت پیدا کی - مزاج مین سخن سنجی و شعرگوئی کا ولولہ تھا - اور طبیعت بھی سنجیدہ تھی - شعرگوئی کی میدان مین سبقت کرکے خوب جولانی کرنے لگے - حیدر حسین خان حیدر المتوفی سنہ ۱۲۸۵ ہجری سے کلام کی اصلاح لیتے رہے - کلام سے نزاکت و ملاحت نمود ہوتی ہے - آپکی عمر تخمینا پچاس برس کی ہوگی - متوسط قد - گندمی رنگ مائل بہ سیاہی - خدا تعالے آپکو تا دیر گاہ زندہ رکھے

من اشعارہ الہندی

مرگ عاشق پر بھی اسطرح غم کہاتے نہین
ہوگئے ہین جاکے شاید کوئے جانان مین مقیم

صبر کی جا ہے مر گئے ساتھہ مرجاتے نہین
حضرت دل آج پہلو مین نظر آتے نہین

بخشش حیدر کا دربار معلا عام ہے	ولہ	اس جگہ حشمت سخندان فیض کب پاتے نہین
گور سے ناتھون سے جو دفناؤ گے منت ہوگی		گور زیبر مین نہ پہر شمع کی حاجت ہوگی
چینختا شور مچاتا سر مدفن کیسا		روح عاشق پہ اجی ورد قیامت ہوگی

حبیب - محمد حبیب حیدرآبادی

حبیب تخلص - محمد حبیب نام منتاہیر شعراء حیدرآباد سے ہے - تذکرہ نویسون نے آپکی پوری کیفیت نہین لکہی سنہ ولادت و وفات کا بہی کچہہ ذکر نہین کیا کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر لائق و فائق تہے - مضامین تازہ خوب تلاش کرتے تہے - خوش فکر و خوش خیال تہے - تقریباً آپکا بہی انتقال ۱۳۰۵ ہجری مین واقع ہوا ہے -

من اشعارہ الہندی

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر	ولہ	رہ گئی صرف بہی یار کی نشانی آخر
ہنس پڑا باغ مین بینائی بلبل کی دیکہہ		کہل گئی یار تری غنچہ دہانی آخر
موند کر آنکہہ کو کیا ذوق سے سویا تہا حبیب		نہ سنی حیف مری ہیچ کہانی آخر
دل بیدل کی یک تسلی کو		کچہہ تو اپنی نشانی دو جانان
گلبدن پہول کی مت توڑ تو ڈالی آری		دیکہہ بہی شور کرین بلبل نالی آری

حسن - امیر حسن دہلوی

حسن تخلص - امیر حسن نام نجم الدین لقب ہے - آپ میر علا سنجری کے فرزند ہین - آپکا مسقط الراس شہر دلی ہے - آپکی نشو و نما و تربیت و تعلیم بہی وہان ہی ہوئی - آپ کی ...

ہوئی۔ عالم شباب کے ابتدا مین علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ شعر وشاعری کے
میدان مین سبقت کرنے لگے۔ آپکی طبیعت مین سخن سنجی کی قوت خداداد تھی۔ آپکا کلام
تصوف وتجرد ووحدت الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر شامل ہوتا ہے۔ صاحبان حال
کامل وبزرگان صاحب دل آپکے کلام کے سننے سے وجد کرتے ہین اور نیم بسمل کی طرح
تڑپتے ہین۔ دنیا ومافیہا سے بیخبر ومست ہوتے ہین ومقام الست بربی کے طرف
رجوع ہوتے ہین۔ آپ فطرۃً رند مشرب عقر طلب تھے۔ مرات الخیال کے مولف نے
تاریخ ہند سے نقل کیا کہ آپ مکارم اخلاق ولطافت وظرافت واستقامت عقل مین
بے نظیر تھے۔ اور روش صوفیہ وتجرید وتفرید وبے تعلقی دنیا مین بے مثل تھے۔ رندانہ
مستغنیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپکی توبہ کا سبب یہہ لکھا کہ آپ یکروز ایک نانبائی کی
دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اُسروز قدوۃ السالکین حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ
مع مریدین بازار سے گذر رہے تھے اور امیر خسرو بھی ہمراہ تھے۔ یکایک امیر کی نظر فقیر یعنے
حسن صاحب ترجمہ پر پڑہی۔ امیر نے دیکھا کہ صورت زیبا لائق وقابل سلوک ہے۔ آگے
بڑہ کے خواجہ حسن صاحب ترجمہ سے سوال کیا کہ نان وکلچہ کسطرح بیچتا ہے۔ حسن نے جواب دیا کہ
روٹی کو ترازو کے پلڑے مین رکہتا ہون اور خریدار سے کہتا ہون کہ دوسرے پلڑے
مین زر قیمت رکہے۔ جب خریدار پلڑے مین زر رکہتا ہے اُسوقت اُسکو روٹی دیکر روانہ
کرتا ہون۔ امیر قدس سرہ نے کہا اگر خریدار مفلس ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حسن نے
جواب دیا کہ اُس سے درد ونیاز قیمت لیتا ہون۔ امیر قدس سرہ آپکے جواب سے متعجب
ہوئے۔ واقعہ کی پوری کیفیت حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت مین گزارش کی۔ شیخ
قدس سرہ نے کچھہ جواب نہین دیا۔ لیکن حضرت کی توجہ باطن نے حسن کے دل پر وہ اثر کیا کہ

اسیوقت حسن کا حال متغیر ہوا۔ اور درد طلب دامنگیر ہوا۔ فوراً نان بائی کی دوکان سے اُٹھکر حضرت کی خانقاہ مین آیا اور توبہ کی اور حضرت کی بیعت سے سرفراز ہوا۔ دیکھو حضرت کی توجہ تیر بہدف تھی۔ بزرگان دین و اہل اللہ کی نظر بے اثر نہین ہوتی ہے پیر ہون تو ایسے ہون۔ خدائے تعالی ہمکو ایسے بزرگون سے ملائے کہ ہم دنیا و مافیہا سے سبکدوش ہو جائین۔ فی زماننا پیری مریدی کی نسبت اگر گویم مشکل و گر نگویم مشکل بامرلاچاری شق ثانی کو اختیار کرتا ہون۔ اور دم بخود رہتا ہون خدا ہم تمام کو نیک ہدایت کرے۔ بزرگان دین کی توجہ موثرہ کی بابت کسی شاعر نے کہا ہے

آنرا کہ بدا نیم کہ او قابل عشق ست　　رمزے بنمائیم و دلش را بربائیم

آپ امیر خسرو کے معاصر ہین گویا دونون بزرگ سخنوری مین برادران توام ہین۔ اور دونون بمصداق ہذان لساحران فن شاعری مین جادوگر ہین۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ امیر خسرو و امیر حسن مین باہم الفت و محبت برادرانہ تھی۔ دونون شاہزادے سلطان محمد بن غیاث الدین بلبن کی ملازمت مین ملتان گئے۔ امیر خسرو شاہزادے کی مصحف داری پر خواجہ حسن دوات داری پر مامور تھے۔ شاہزادے کی شہادت کے بعد دہلی مین آئے۔ ملازمت کے زمانہ مین دونون ہم نوالہ و ہم پیالہ رہتے تھے۔ لیکن امیر حسن امیر خسرو پر تقدم رکھتا تھا۔ تقدم کے مختلف اسباب ہین۔ امیر حسن کے قطعات و قصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح مین زائد ہین۔ اور امیر خسرو کے قصائد سلطان کی مدح مین کم ہین۔

اور مولف مذکور نے یہہ بھی لکھا کہ خواجہ بعمر ۵۶ سالہ حوض شمسی کے کنارے شراب و کباب مین مصروف تھا کہ یکایک اسطرف حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا گذر ہوا

خواجہ حسن نے آپکو دیکھکے یہہ دو بیتین پڑہین ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم　　گر ز صحبت ہا اثر بودے کجاست

زہد نان فسق از دل ما دور نکرد　　فسق ما یان بہتر از زہد شماست

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا صحبت مؤثر ہے۔ اگر حسن نیت سے ہو۔ کامیابی کا وقت پہنچ گیا تہا۔ فوراً شیخ کے قدمون پر گرا اور تمام گناہون سے توبہ کی۔ اور حضرت کے حلقہ ارادت مین داخل ہوا۔ اور ایک غزل کہی اسکا مطلع یہہ ہے ؎

یک سر موئے ز لت سفید نشد　　ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند

اے حسن توبہ انگہی کردی　　کہ ترا قوت گناہ نماند

آپ کی غزلین و قصائد درد آمیز و شور انگیز ہوتے ہین فصاحت و بلاغت کی خوبیان مضامین و معانی کی موشگافیان کلام سے ظاہر ہوتی ہین۔ آپ صاحب دیوان ہین۔ آپنے ایک کتاب مسمی فوائد الفواد جو حضرت شیخ کے حوال و اقوال پر مشتمل ہے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے لکہی ہے۔ رسالہ متانت الفاظ و لطافت معانی سے مرکب و مرتب ہے۔ نقل کرتے ہین کہ امیر خسرو رسالہ کی نسبت فرماتے تہے کاشکے اگر میری تمام تصانیف حسن کے نام ہوتین اور یہہ کتاب میرے نام پر ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اور مین اس سعادت ابدی سے مشرف ہوتا۔ اور دارین مین اس سعادت پر فخر کرتا۔ امیر خسرو کا یہہ کلام محبت و اتحاد کی وجہ سے ہے۔ خواجہ حسن صاحب ترجمہ شعر گوئی و روش شاعری مین سعدی شیرازی کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ خود کہتا ہے ؎

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردست　　کہ اہل معنی گل چین آن گلستانند

سعدی شیرازی کی پیروی کرنے سے آپکو سعدی ہندوستان کہتے تہے مولانا عبدالرحمن جامی نے

بہارستان میں لکھا کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی میں طرز خاص اختیار کیا ہے۔ اکثر قوافی تنگ اور ردیفیں نادر اختیار کیں۔ آپ کے کلام کی حالت مجتمعہ اگرچہ ظاہر نظر میں آسان معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا کلام کہنے میں دشوار و مشکل ہوتا ہے۔ بنائے علیہ آپ کے کلام کو سہل ممتنع کہتے ہیں۔ ملک الشعرا شیخ فیضی کہتا تھا۔ امیر حسن آنکہ دارد کہ عاشق آن نوا شنید

گوامیر خسرو یوسف زبان بود چنانچہ خود میفرماید ؎

اے حسن برآستین نظم خود نو کن طراز　　خاص این ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

انتہی کلامہ۔ لطائف اشرفی کے مولف نے لکھا کہ آپ ظریف الطبع ولطیف المزاج تھے۔ آپ جب مجلس احباب میں جلوہ افروز ہوتے تھے تب احباب کا جلسہ آپ کے وجود سے رونق پذیر ہوتا تھا۔ آپ کے لطائف و ظرائف سے احباب کو لطف و مزہ حاصل ہوتا تھا۔ بحسب اتفاق خواجہ حسن کو بیماری لاحق ہوئی۔ عارضہ کی شدت سے بیہوش ہوگئے۔ چند احباب مثلاً امیر خسرو و منصور وغیرہم عیادت کے گئے اور آپکو آواز دے کہ خواجہ صاحب کی ما رمی شناسید یا کیا نیم کہ آخر گفتند ما چہ کسانیم۔ خواجہ نے آنکھ کھولکر کہا کہ کہ ما بندہ سخن اولیتیم کہ تمام آپ کے کلام ظرافت انجام سے محظوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ایسے وقت میں بھی ظرافت کو ترک نہیں کیا۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے لکھا کہ میں نے لطیف المزاج سلیم الطبع و خوش اخلاق مثل خواجہ حسن کسیکو نہیں دیکھا۔ لطافت مزاج و خوش خلقی میں بے نظیر تھا سلاطین و امرا آپ کے ساتھ خاص توجہ کرتے تھے یعنے آپکے کمال و حسن لیاقت کے خریدار ہوتے تھے۔ آخر عمر میں جب سلطان محمد تغلق شاہ نے دہلی کو خراب کرکے دیوگڈہ وکن کو دار السلطنت بنا کے دولت آباد نام سے موسوم کیا۔ تب تمام باشندگان دہلی حسب الحکم دیوگڈہ میں آئے۔ آپ بھی تمام کے ساتھ آئے۔ چند روز کے بعد خلاصی کے روانہ ہوے

{مخدوم اولیا} تاریخ رحلت ہے۔ بحساب ابجد سواٹھ تیس ہوتے ہیں۔ اخبار الاصفیا
کے مولف نے لکھا کہ سنہ ۹۳۷ ہجری۔ اور مرات الخیال کے مولف نے سنہ ۹۷۰ ہجری
لکھا۔ سنہ رحلت بقول مرات الخیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔
روضہ خلد آباد مین قریب مقبرہ شاہ برہان الدین غریب بخیر ہم مدفون ہوئے دکن مین
حسن شیر نام سے مشہور ہین۔ یہہ خرابی و تصحیف حسن شاعر کی ہے۔ آپ صاحب دیوان
تھے آپکا دیوان ہند و دکن و عرب و عجم کے کتبخانون مین موجود ہے۔ اب مین آپکے
گلزار ہمیشہ بہار دیوان سے گلہائے رنگین و شگوفہائے شیرین انتخاب کرکے بطور گلدستہ
ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون تاکہ اسکی خوشبو سے دل و دماغ کو معطر و تازہ کرین

ھو ھذا

باز دل سوئے سفر می بینم آن دلدار را
نیست از یار یکہ تنہا می گزارد یار را

گر ہمہ شب تاکہ طالع نشوی چون مہ
بگذر چو نسیم گل وقت سحرے بر پا

باز در زنجیر زلف دلبران آویختیم
چون کنیم جائے نمی یابیم دل دیوانہ را

صبر من بیگانہ تر شد چون تو برگشتی ز من
آشنا ہر گہ برگردد چہ غم بیگانہ را

خوبان اگر بدست رقیبان گرو بلند
گر در چمن برائے چہ بندند خارہا

طرہ از رویت نمی گردد جدا
کافران را نیست از آتش نجات

جرعہ کز دست افتاد بر زمین
خون او ہفت آسمان گر خونبہاست

یارب منجھے برسان تا بہ پیش
کان آفتاب شب رو ما ز آستان گذشت

زلف تو شفیع محشرم باد
ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است

ساقیم صبح مشکبار است
غائب نشوی کہ با تو کار است

چشمت سوئے من نمی شود باز — وله — جانان مگر از منت غبار است

یار یاری کند اگر خواہد — وله — قصۂ من ہنوز بر اگرست

بہوسم نامۂ خود روز محشر — وله — کہ از خط سیاہش یادگارست

عشقبازان دیگرند و عیش سازان دیگرند — وله — انچہ در فرہاد می بینم در پرویز نیست

از خط خونریز و از رخسار خویش گوئیا — وله — محضر ظالم بہ پیش پادشاہ عادل است

سنگ را بر روئے خود زن آتشے در رخت خویش — اے حسن این گشت دیوانگان عاقل است

روئے گل بین صفت روئے کسے یا ہست — وله — بوئے حلقۂ گیسوئے یاد ہی ہست

روشن چشم ہمہ کس در مہ نو حیران بود — چاشنی خم ابروی کسے یاد ہی است

گفتم ز باغ وصل تو بوئے بمن رسد — وله — آواز از در تو برآمد کہ بار نیست

خال تو بر رخ جہان افروز — وله — ہندوی آمد آفتاب پرست

آب مژہ ما گذران شد ز سر ما — وله — نیکو مثل است نیکی ہم نہ ماست کہ بر ماست

خط کشیدی من شدم عاشق — وله — راستی مشک و عشق پنہان نیست

مرا بزور گرفتی برحمت بگذار — وله — کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گذاشت

یار آوارگی ہمی خواہد — وله — رفتن ہیچ بہانہ افتادہ است

بیشتر خواہم شنوم کان لفظ را تا بی ام — وله — زان مثل نرسیم کہ در باب سخن آمدہ است

ما گناہے نکردہ ایم — وله — خوئے بد را بہانہ بسیار است

دلم بردی و نتواختی ہزار افسوس — وله — چنانکہ دلبری ہست دلنوازی نیست

مگر بتو نرسیدہ است کان بزرگ چہ گفت — وله — میان ما و شما عشق ہست و بازی نیست

فائدہ اس بیت میں شیخ فریدالدین کے کلام کی طرف تلمیح ہے یعنے اگر تو

شیخ بہاءالدین کے طرف سے شیخ فریدالدین کی خدمت مین ایسی بات پہنچائی گئی کہ شیخ فریدالدین کے موافق نہ تہی۔ بعد مین شیخ بہاءالدین نے آپکی خدمت مین ایک معذرت نامہ بہیجا۔ اسمین یہہ ایک فقرہ تہا کہ { میان ما و شما عشق بازی ہست } شیخ فریدالدین نے جواب مین لکہا { کہ میان ما و شما عشق بازی نیست } الخ

ولہ
رو بہشت در بہشت بود حظ چہ میکشی
اے ظلم پیشہ خار منہ بر در بہشت

ولہ
سرورے کہ سایہ کرم از من دریغ داشت
صبح سعادتیست وہم از من دریغ داشت
یارب ہمیشہ بر سر من پائیدار باد
آن ابر رحمتی کہ نم از من دریغ داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقہ چون رکاب
زان شہسوار من قدم از من دریغ داشت

ولہ
گر شبے خوانی سگ کوئے خودم
واللہ آن شب روز بازار من است

ولہ
دلم گم شد درین مجلس کجا رفت
لبش گیرم کہ پنہان کردہ اوست

ولہ
روزم تو بر فروز شبم را تو نور بخش
این کار نیست کار مہ و آفتاب نیست
گفتی ترا چہ سود و چہ سود است در سماع
این آن سوالہاست کہ آنرا جواب نیست

ولہ
شب آمد و شنید کلام حسن ز دور
گفتم پری مگر بفسون آمدن گرفت

ولہ
ہار گر با خندہ شیرین تو لاف زند
در دہانش باز مگذاریم دندانی درست

ولہ
چشم ہر ناظر بمنظور ہمی نور کردہ اند
توتیائے گرگ گرد راہ مستان بس بود

ولہ
جان پیش کشم چو تو در آئی
در خلوت دوست جان نگنجد

ولہ
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمیکنی بلب
چشم تو جور میکند لعل تو داد می دہد
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما
اندکتری نوازد و بسیار می کشد
حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج
ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند

وله
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما
اندکی نوازد و بسیار می کشد

وله
دل را نسیم زلف تو مدهوش آورد
جان را شمائل تو به بیهوشی آورد
لعل تو ای نگار چه معجون حکمت است
گر چه خوانده ایم فراموشی آورد
گفتی چرا سخن نکنی چون بمن رسی
حیران جمال تو مدهوشی آورد

وله
دل ربودی دگر چه خواهد شد
راضی ام من بهر چه خواهد شد
دل نشد جان بسوخت این گم شد
شد نمی شد دگر چه خواهد شد
بخت برگشت یار برگردید
ای حسن زین بتر چه خواهد شد

وله
سیر من بر زمین باشد همیشه پیش مه رویان
مگر آن روز معذورم که در زیر زمین باشد

وله
تحفهٔ هر دو جهان بر در را دمی آرند
از من خسته سلامی و دعا هم برسد

وله
ای چو گل جامهٔ تنگ خار بی لبت کام مرساد
قرة العین منی عین کمالت مرساد

وله
ای خضر یکبار دگر محمل بسوئی روم کن
روح اسکندر را بگو کان آب حیوان میبرد

وله
بمکتبی که ارو میروی همه طفلان
بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند

وله
مصلحت نیست که پندم دهی ای خواجه حکیم
هر کسی مصلحت خویش نکو میداند

وله
خواهم که بوسم پای تو چندان که دارم دسترس
ای صبح دولت یکدمی با دوستان شو همنفس

وله
فراق روی تو بسیار شد چه چاره کنم
مگر لباس حیاتی که هست پاره کنم
گرفتم اینکه به بندم دهن ز نالیدن
طپیدن دل بیچاره را چه چاره کنم

وله
اگر گوئی بمیر اندر غم من
عجب نبود که از شادی بمیرم

وله
لب شیرین و غمزهٔ شوخت
نسخهٔ صلح و جنگ می بینیم
صلح کردم به بوسهٔ دهنت
چکنیم وقت تنگ می بینیم

چگونه آدمی حیران نماند | وله | پری پیدا شده از نسل آدم

گفتم بفاخته که چه می‌نالی اینچنین | وله | گفتا که درس عشق تو تکرار می‌کنم

ای از شب گیسوی تو هر شب قدری دگر | وله | پرده ز رخ یکسو فگن روز مرا نوروز کن

جا نخواهم جز بخاک کوی تو | وله | جان من نشنیده حب وطن

خون شد دل و دیوانه‌ام لعبت بیا زین بیش ازین | وله | آخر رسید افسانه‌ام شب شد دراز آمی نخفتان

بسیار خوانده‌ام صفت دوزخ و بهشت | وله | دوزخ فراق تست بهشتم وصال تو

کباب گشت جگر بی مئی جگرگونم | وله | مرا جگر بده آن باده جگرگون ده

گفتی بداغ خاص مکرم کنم ترا | وله | این وعده را امید وفا هست گر کنی

داغ گشتم از دیر رفتن تو | وله | داغ دیگر که دیر می‌آئی

سگ تو باشم و خاک درت شوم چکنم | وله | غلام حکم توام تا چه حکم فرمائی

بیا که بر همه خوبان شهنشاه توئی | وله | چو غنچه در صف گل صاحب کلاه توئی

ز دست تو بکه نالم ز نام حکم تراست | | ز تو سوی که گریزم گریزگاه توئی

امیر حسن صاحب نے ایک مختصر مثنوی سلطان علاء الدین کی مدح میں لکھی تھی

من ابیاته

بیا اے گہر جوئے دریائے غیب | ز در ہر چه داری برون کن ز جیب

چو آئی درین بندگی بنده وش | ز ہر در چه باشد ترا پیشکش

طبق از ورق در از نظم خواه | درے در طبق نه بیا پیش شاه

زہے گلشن ملک را نو نہال | بر آورده حضرت ذوالجلال

روان کرده از بہر میدان خویش | روان کرده از بہر احسان خویش

ز خورشید بر آسمان گوئے زر	ز از ریختن در زمین جوئے زر
برائے وہ آیت برافراشتن	ترا ختم شد مملکت داشتن
تو ئی بر خلافت بحق دستیاب	یمین الخلافہ ازان شد خطاب
فریدون اگر کین کشید از دو مار	تو از صد فریدون بر آری دمار

حاکم - حکیم بیگ خان لاہوری

حاکم تخلص - حکیم بیگ خان نام ہے - آپ شادمان خان اوزبک کے فرزند ہین - قاضی میر یوسف ہراتی کے دختر زادے - شادمان خان عالمگیری زمانہ مین بلخ سے ہند مین آئے - بادشاہی منصبداروں کے زمرہ مین شریک کئے گئے منصب ہفتصدی سے پنجہزاری تک ترقی کی - فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے عہد مین منصب پنجہزاری و نوبت و نقارہ سے سربلند و ممتاز تھے - اور لاہور مین سکونت پذیر تھے حکیم بیگ خان بھی فردوس آرامگاہ محمد شاہ کے ابتدائے عہد مین منصب و خانی سے ممتاز ہوئے آخر آپ تارک الدنیا ہوئے اور فقیری کا دامن تھام لیا کشمیر و دہلی مین سیاحی کی - اور حرمین شریفین کی زیارت کا مصمم ارادہ کیا - اولاً خود صاحب ترجمہ و شیخ نورالعین واقف بٹالوی باہم ملکے دکن کو روانہ ہوئے - ۲۹ تاریخ ماہ رجب سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس فروکش ہوئے - آزاد آپکی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے - مہمانداری بطور شائستہ ادا کی - ایک ہفتہ تک دونوں عزیز آزاد کے پاس مہمان رہے - ایک ہفتہ کے بعد دونوں بزرگ بندر سورت روانہ ہوئے - واقف بندر سورت مین بسبب بیماری لاحقہ

سکونت پذیر ہوا۔ اور حاکم صاحب جمعہ جہاز مین سوار ہوکے روانہ ہوگیا بمع الخیر والعافیہ
حرمین شریفین مین پہنچ کے حج و زیارت سے فائز المرام ہوکے سورت مین مراجعت کی
تباریخ ۵ جمادی الاولی ۱۱۷۵ سنہ ہجری مین حاکم و واقف اورنگ آباد مین داخل ہوئے
آزاد دونون اعزہ کے ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ اسوقت حاکم نے ایک مختصر تذکرہ
شعرا لکھا۔ اور اس تذکرہ مین ان شعرا کو درج کیا جنکو دیکھا۔ تذکرہ کا نام تحفۃ المجالس
تجویز کیا۔ آزاد بلگرامی نے کہا کہ اس کا نام مردم دیدہ رکہنا چاہئیے۔ تاکہ اسم بامسمی
ہوجائے۔ اور اسمین ایہام بہی ہے حاکم نے پسند کیا۔ اور یہی نام قرارداد ہوا۔ حاکم نے
تکملہ نسخہ مین یہ قطعہ منظوم کیا ہے

نسخۂ تازہ کردہ ام تالیف — کہ ازو تازہ شد روان سخن
نام او کردہ مردم دیدہ — آنکہ بودہ است رازدان سخن
اسم سامی او غلام علی است — سرو آزاد بوستان سخن
غیر او دیگرے بملک دکن — نیست باشد قدردان سخن
او دہد داد معنی و لفظم — او بود رمزدان سخن

جب حاکم تارک الدنیا ہوا انسے شاہ عبدالحکیم ملقب ہوا۔ تباریخ ۹ شوال
۱۱۷۵ سنہ ہجری مین اورنگ آباد سے بطریق سیر حیدرآباد گیا۔ سیر کرکے ۱۹ تاریخ
ماہ صفر کو اورنگ آباد پہنچا دوسری تاریخ ربیع الاول ۱۱۷۶ سنہ ہجری مین حاکم
و واقف ہند کو روانہ ہوئے۔ چونکہ مالوہ کا رستہ خوفناک تہا۔ احتیاطاً برار
و چندپور کا رستہ اختیار کیا۔ اتفاقاً رستہ مین ایک واقعہ پیش آیا۔ اورنگ آباد
و بالاپور کے درمیان رہزنون نے دونون اعزہ کا مال اسباب لوٹ لئے۔ خیر گذری کہ

جان سلامت رہی۔ آخر دونوں اعزّہ بمصیبت تمام بالاپور برابر میں پہنچے۔ وہاں سے ایک خط فاصد کے ہاتھہ سے آزاد بلگرامی کے پاس بہیجا اور اپنا تمام واقعہ لکھا۔ آزاد نے تہوڑا روپیہ بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا۔ لیکن خرچ کافی نہین تہا۔ بالاپور سے کہولا پور پہنچ گئے۔ پہر آزاد کے پاس ایک آدمی بہیجا۔ آزاد نے اسوقت خرچ کافی بہیجدیا۔ دونوں کہولاپور سے منازل قطع کرتے ہوئے مع الخیر والعافیہ وطن مالوفہ پہنچے۔ حاکم نے خانپور ضلع ہوشیارپور توابع لاہور سے ایک خط آزاد کی خدمت مین بہیجا۔ اور لکہا کہ ہم بتاریخ دوم شوال سنہ حال مع الخیر وطن مالوفہ پہنچے۔ اعزہ واقارب عیال و اطفال کو مع الخیر والعافیہ پائے۔ تمام کو دیکہنے سے دل کو سرور اور دیدہ کو نور حاصل ہوا۔ اسیطرح اعزہ نے بہی ہمارے دیکہنے کی بہت خوشی منائی۔ اور حضرت واقف بہی بخیر وخوبی کیساتہہ اپنے وطن مالوفہ بٹالہ مین پہنچ گئے۔ تم کلامہ۔

حاکم کو تلمذ شاہ آفرین لاہوری سے تہا۔ خود شاگردی کا اظہار کرتا ہے ؎

حاکم ندا شتم سر وسامان فکر و شعر — از فیض آفرین بسخن آشنا شدم

حاکم خوش طبع وخوش مزاج وظریف تہا۔ ملا حامد لاہوری کے لڑکے کی ختنہ کی تاریخ کہی۔ ع ختنہ ملا زادہ ع گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ حاکم نے مجہہ سے مکرر ذکر کیا کہ مین اپنا دیوان سراج الدین علیخان آرزو کے پاس اس غرض سے لیگیا کہ نظر اصلاح سے مطالعہ کرین اور کلام کے حسن وقبح سے مطلع فرمائین۔ اولاً انکار فرمایا لیکن میرے اصرار سے نگہداشت کیا۔ اور دو مہینے کے بعد واپس بہیجا۔ جو کچہہ خیال مین آیا حاشیہ پر لکہدیا۔ وارستہ سیالکوٹی نے اعتراضات کو دیکہا تو اُسنے ایک رسالہ مسمی بہ جواب شافی لکہا۔ آرزو کے اعتراضات فضول تہے۔ آرزو وحاکم کی

خوش اخلاصی تحسین آفرین کے لائق ہے۔ باوجود مناقشۂ شاعری دونون مین بدستور اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم تھا۔ آزرد مجمع النفائس مین حاکم کی تعریف کرتا ہے اور حاکم بھی مردم دیدہ مین آزرد کو نیکی کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ شعرا مین اس قسم کا خلوص کم دیکھا گیا۔ متقدمین علما و فضلا مین بھی باہم مسائل حکمیہ و فقہیہ مین مناظرے و مباحثے ہوتے تھے۔ بایکدیگر بحث و تکرار بسا اوقات کرتے تھے لیکن ان کے قلوب کدورت و کینہ سے صاف پاک ہوتے تھے باہم برادرانہ تعلق رکھتے تھے کبھی ایک دوسرے کی مذمت نہین کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی۔ و علامہ سعدالدین تفتازانی امیر تیمور گورگان کے پاس تھے ایکروز دونون بتقریب شکار بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے۔ سید کا عالم شباب تھا۔ اور تفتازانی کا عالم پیری و ضعیفی بادشاہ نے سید کے لئے گھوڑا تیز و چالاک و پیر بزرگ کے لئے لاغر و ضعیف تجویز کیا الفقصہ امیر و دونون بزرگ گھوڑون پر سوار ہو کے سمرقند کے میدان پر فضا و صحرائے راحت افزا مین جولانی کرنے لگے۔ سید کا باد پا آگے بڑھتا تھا نہایت خوشی سے اچھلتا کودتا تھا۔ اور بلائے ضعیف کا سست قدم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا۔ پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ تیمور کبھی گھوڑا دوڑاتے ہوئے سید کے پاس جاتا تھا کبھی عقب مین تفتازانی کے پاس آتا تھا۔ تیمور نے امتحانا کہ دونون بزرگون مین باہم خلوص ہے یا کینہ کہ اولا تفتازانی سے آہستہ کہا دیکھو کہ جرجانی کسقدر غرور و تکبر سے گھوڑا دوڑا رہا ہے۔ تقدم و تاخر مین پاس ادب نہین کرتا ہے۔ تفتازانی نے امیر سے کہا غرور ہے نہ تکبر۔ سید جرجانی عالم و فضل بہتر ہے۔ فی زمانا جسکا نظیر نادر ہے گھوڑا خوش ہو رہا ہے جوش خوشی سے کود رہا ہے کہ مجھپر ایسا عالم فاضل جسکا مثل معدوم ہے

سوار ہے۔ اے بادشاہ گہوڑا جسقدر فخر کرے اُسکا فخر بجا ہے۔ پہر میر تیمور سید کے
پاس آیا۔ اور آہستہ سے کہا دیکہیے تفتازانی سست قدم و پست دم یابو پر آہستہ
آہستہ بروبا با بروبا با کہتے ہوے آرہا ہے۔ سید نے فرمایا اے بادشاہ علامہ کا یابو
سست قدم نہین ہے نہ علامہ سست ہین۔ اس آہستگی و سستی کا اور ہی سبب ہے
امیر نے کہا وہ کیا ہے سید نے کہا علامہ جامع العلوم والفنون حاوی الحواشی والمتون
ہے۔ علوم و فضائل کے ذخائر سے علامہ کی ذات گران بار ہوگئی ہے گران باری
کراسپ قوی ہی متحمل نہین ہو سکتا ہے بناءً علیہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ امیر تیمور دونون فاضلون
کے خلوص و صفائے قلب سے واقف ہوکے بہت خوش ہوا۔ دونون کو خلعت و انعام سے
سرفراز فرمایا۔ اور خدا کا شکریہ نہایت عاجزی و نیازمندی سے ادا کیا۔ کہ میرے زمانہ
مین ایسے علما باصفا ہین۔ فی زماننا علما و مشائخ کی جو حالت ہے اظہر من الشمس ہے
گزارش کی ضرورت نہین۔ ہر ایک انا و لاغیری کا دم مارتا ہے۔ اور مدعی بنکے دوسرونکو
ذلیل کرتا ہے۔ اور اپنی نمائش کا علم بلند کرتا ہے۔ اور اپنی گرم بازاری چاہتا ہے۔
میرے نزدیک علما کی یہہ حالت کس وجہ سے ہورہی ہے؟ وجہ یہہ ہے کہ ہر ایک ناقص العلم
ہوتا ہے اگر کامل العلم ہوتا تو کبہی نمائش کی پیروی نکرتا۔ اور انا و لاغیری کا مدعی نبنتا
اللہ جلشانہ ہم تمام کو اخلاص و اخلاق کے رستہ پر لائے۔

اب مین جواب شافی سے دو ایک مثالین گزارش کرتا ہون

مثال اول۔ حاکم کہتا ہے ؎

غلط سازند مردم بعد ازین روزن گلخن	چنین گر بیتوام زچشم حیران رود منجزد

خان آرزو اعتراض کرتا ہے از روزن گلخن سے اگر در گلخن مراد ہے تو گلخن دروازہ

کو چاک کہتی ہے اسکو روزن نہین کہہ سکتے۔ اگر اس سے دودکش ہندی مراد ہے تو
وہ بھی بمعنی روزن گلخن نہین آیا ہے۔
وارستہ جواب دیتا ہے کہ اہل زبان کے محاورہ مین آیا ہے چنانچہ طاہر وحید کا قول
شاہد حال ہے ؎

چو لالہ روزن گلخن بود گریبانم ۔۔۔ ازین چہ سود کہ در باغ گشتہ اند مرا

دودکش کو محاورہ ہند کہنا۔ زبان دانی پر خاک ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ
فارسی ہے۔ طاہر نصیر آبادی جو کبھی ہند مین نہین آیا۔ اُس نے اپنی نثر مسمی خواب و خیال
مین لکھا ہے "از دود عود دماغش پریشان می شد۔ در دودکش حمام منفاشش داوم"
صاحب براہیم شاہی نے لکھا کہ دودکش۔ باورچیخانہ و حمام کے روزن کو کہتے ہین
مثال ثانی حاکم ؎

گل کردہ تا ز مشرق دل مطلع گر ۔۔۔ خورشید شند ز شرم برنگ سہا گرہ

خان آرزو کہتا ہے۔ خورشید گرہ شدہ غیر مانوس ہے۔ وارستہ جواب دیتا ہے کہ
مانوس ہے اس لئے کہ میرزا صائب کہتا ہے ؎

طوفان گرہ شدہ است مرا در دل تنور ۔۔۔ تا مہر شرم بر لب اظہار ماندہ است

طوفان را گرہ زدہ کہنا غیر مانوس نہین ہے۔ گل رعنا کے مولف نے اس مقام مین دو شعر
دیوان صائب سے نظر اً پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے گرہ زدن آفتاب مانوس ہے ؎

آہ سردے از لب ہر کس کہ می گردد بلند ۔۔۔ آفتابے در تہ دل چون سحر دارد گرہ

اسی طرح کے متعدد اعتراضات مع جوابات مذکور ہین۔ مین نے طوالت کی وجہ سے
اسی قدر پر اکتفا کیا۔

شاہ عبد الحکیم حاکم صاحب ترجمہ آزاد سے بہت محبت و اتحاد رکہتا تہا۔ مرثیہ بدہ مین آزاد کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

زسند صحبت و غربت نمود آزادم ۔ در غلام علی شد مرا علی قاپی

علی قاپی صفاہان مین دولتخانہ صوفیہ کے سامنے ایک دروازہ کا نام ہے۔ قاپ ترکی مین دروازہ کو کہتے ہین۔ یہہ دروازہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے نام پر بنوایا گیا۔ اور قرارداد ہوا تہا کہ جو کوئی اس دروازہ سے داخل ہو جائے آزاد و بامن ہوتا ہے۔ اگرچہ گناہگار و واجب القتل ہو۔ گویا یہہ دروازہ دارالامن تہا۔ دروازہ مذکور کو کعبہ کا حکم دئے۔ گل رعنا کے مولف لچھمی نرائن نے لکھا کہ نور العین واقف لاہوری کا خط بنام آزاد مورخہ اوائل محرم سنہ ۱۱۸۳ ہجری ملتان سے آیا اُس سے معلوم ہوا کہ حاکم و واقف کشمیر مین نواب سربلند خان بہادر صوبہ کے پاس گئے مراجعت کیوقت مقام ٹھٹھہ مین حاکم بعارضہ پیچش فوت ہوئے وہان دفن کیا گیا یہہ واقعہ سنہ ۱۱۷۸ ہجری مین واقع ہوا۔ اب آپکے بوارق طبع گزارش کئے جاتے ہین۔

من اشعاره

بابروی نماید ترک چشمش کج کلاہیہا		کہ می نازند دائم بر بروت خود سپاہیہا
ہر کہ با دیوانگان پیوست ایمن از بلاست	ولہ	نیست بیم وزد ہرگز خانۂ زنجیر را
نمایم گر باسکندر کتاب سینۂ خود را	ولہ	شمارد فرد باطل صفحۂ آئینۂ خود را
بود در فقر لب بستن ز حرف مدعا واجب		کنم از موئے چینی خرقۂ پشمینۂ خود را
بزنامہان بنازند از حرص نقد جان را	ولہ	دونا سنان شمارند بینند چو سنان را
صاحب سخن نبیند عیب از ضرر کثرت		افزونی نقطہ شد آسیب زبان زیان را

کار من تنها ز درد دل نمی سوزد همان گذشت
نیست معلوم که جا داد ز ما دل شدگان
مجنون چو مرد چاک گریبان بگل گذاشت
شد نقد عمر صرف در بنای آن شکر فروش
نی بخاره آتش و نه باد خزان کرد بگل
به گلستان ندهم گوشه زندانی را
ملامت کند از سختی فلک با من
تا نگردد کهنه داغ عشق کے بخشد فروغ
بے تعلق تر بود چالاک تر در راه دوست
نه بدرد آشنائے نه بعشق راه دارد
ز من باشند بعالم خاندان کفر و دین روشن
زنده در گور بیتو می سوزم
ناقه لیلی بصحرا رفت هان اے گردباد
خاکم نساخت سوختگان را هوائے ابر
ہلاک چشم تو با منکر و نکیر از ناز
اهل دولت نیز اظهار پریشانی کنند
در دل خیال چشم تو دائم بگردشی است
در شادی و غم همدم تو با تو شریک است
نتوان نه شکر بوسی نه زهر دشنامی

درد اگر این است می باید مرا از جان گذشت
اینقدر هست که در کوچه تو غوغائی هست
داغش بناله دامن صحرا بهار رسید
در کیسه زر نماند چه سودا بهار رسید
آنچه با بلبل من حسن بیباکی کرد
مکن ز دام مرا ای خدا آزاد
زر می که آب شود کے غم محک دارد
شمع کم پرتو دهد چون تازه روشن میشود
با برهنه سر که گردید است بهتر می رود
بیچاره آید این دل که کسے نگاه دارد
دلم شمعی است کاندر کعبه و بتخانه می سوزد
همچو اخگر نیز بر خاکستر
می بری گر بهشت خاک ما هم از پی رود با
عالمی بی نسیم دگرگون شود چو شمع
دیده بگوشه ابرو جواب در بند خاک
با وجود زر لباس پاره در بر دارد گل
مانند آن مریض که جا می کند بدل
کے خنده بیک لب کنی و گریه بیک چشم
هزار شکر که شرمنده شما شدم

سوخت برق جلوہ آن سرو قدتا پیکرم ‏— چشم قمری می شود آئینہ از خاکسترم

دل دیوانہ ام شاید بتقریبے بیاساید ‏— بیا و زلف و شبہا بخود افسانہ دارم

خون مرا یا زدام کن آزاد ‏— بیا برائے خدا کن ازین دو کار یکے

ظہور رکون زنیرنگ و حادث فی است ‏— ہزار رنگ برآید گل و بہار یکے

حیاتی ۔ کاشی مرزا حیاتی

حیاتی تخلص ۔ مرزا حیاتی نام کاشانی الاصل تہا ۔ میر غلام آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ مین لکہا کہ شاعر شیرین ابیات و میر آب چشمہ حیات ہے ۔ ابتدا مین سقائی تخلص کرتا تہا ۔ الحاد و زندقہ کیطرف مائل رہتا تہا ملاحدہ و زنادیق کی مصاحبت مین ایسی ترقی کی تہی کہ ملاحدہ کا افسر مانا جاتا تہا ۔ عاشقانہ مزاج رکہتا تہا ۔ ایک صراف کے لڑکے حسین پر فریفتہ ہوکے اُسکے ہمراہ کاشان سے قزوین کو گیا ۔ مدت دراز تک وہان ملاحدہ کے ساتہہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا ۔ اہل کاشان نے اس فرقہ کی ایک جماعت کو مع چند ارباب زندقہ و الحاد شاہ طہماسپ صفوی کے حضور مین لیگئے ۔ تمام حسب الحکم شاہی مغرایاب و مقید ہوئے ۔ تقریبا دو سال تک شکنجہ حبس و عذاب مین گرفتار رہے ۔ حیاتی بہی انکے ساتہہ رنج و بلا مین مبتلا رہا ۔ دو سال کے بعد شکنجہ قید سے رہائی پاکے شیراز گیا دو سال تک وہان بسر کیا ۔ پہر سنہ ۹۸۶ نوسو چہیاسی ہجری مین اپنے وطن مالوفہ کاشان مین پہنچا ۔ الحاد و زندقہ سے توبہ کی ۔ دین نبوی کا حلقہ بگوش بنا ۔ تہوڑے زمانہ کے بعد کاشان سے بطریق سیر دکن مین آیا ۔ اور احمدنگر مین نظام بحری کی ملازمت مین رہا ۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کررہا تہا کہ کسی مقرب مصاحب نے جہانگیر بادشاہ ہند کے

حضور مین حیاتی کی تعریف کی۔ بادشاہ اسکے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور اسکی طلبی کا حکم صادر فرمایا۔ حیاتی احمدنگر سے حسب الحکم درگاہ بادشاہ مین حاضر ہوا۔ شاہانہ عواطف سے سرفراز۔ و خلعت و انعام سے سربلند۔ سنہ ۱۰۱۹ ہجری مین تغلق نامہ مولفہ امیر خسرو بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوا۔ بادشاہ مثنوی مذکور کے دیکھنے سے بہت محظوظ ہوا۔ لیکن کتاب ناقص تھی ایک داستان اسمین سے مفقود تھا۔ بادشاہی شعرا اس داستان مفقود کے نظم کرنے پر مامور کئے گئے۔ ہر ایک نے اپنے نتائج طبع کو پیش کیا۔ ان تمام سے حیاتی کی نظم زیادہ مقبول ہوئی۔ بادشاہی حکم ہوا کہ حیاتی کو زر سرخ و سفید مین وزن کرین۔ حیاتی تولا گیا وزن و سنگ مین چھہ خریطہ ترازو کے پلڑے مین آئے ہر ایک خریطہ ہزار اشرفی و روپیہ پر شامل تھا۔ یہ تمام زر سفید و سرخ حیاتی کو دیا گیا۔ حیاتی مالا مال ہو گیا سعیدائے گیلانی نے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہو بذہ ؎

چون حیاتی را بزر سنجید شاہنشاہ عصر	بادشاہ عدل گستر شاہ گردون اقتدار
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ	آفتاب ہفت کشور سایہ پروردگار
بہر تاریخش بروئے کفۂ میزان چرخ	شاعر سنجیدۂ شاہی رقم زد روزگار

کسی تذکرہ مین آپکا سنہ وفات کا ذکر نہین دیکھا گیا۔ تقریباً آپکا انتقال سنہ ۱۰۵۳ ہجری مین ہوا۔ والعلم بحقیقۃ الحال عند اللہ۔

من بوارق طبعہ

فغان کہ رنجش جانان بآن مقام رسید	کہ ہر کہ گرد کند از من انتقام کشید
خاک کوئے تو ز سیل قطرہ پر نم کردیم	تا غبارہ تو از رہگذر ما نرسید
در بلائے عاشقی دل یاریئ من میکند	جان فدائے او کہ جانب داریئ من میکند

در دل من درد افزودی ہمیگوئی منال — آتشے در جانم افگندی ہمی گوئی مسوز

می نمایم شاد خود را گرچہ می میرم ز جور — تا نیابد رحم در خاطر جفا کار مرا

بہر شوخی کو نداند دوستی در اصل جبلت — خلق را با خود جیانی از چہ دشمن کردہ

بے لعل تو گر خون رود از چشم تر من — شادم کہ نیابد دگرے در نظر من

ترسم کہ شود یار ز غمین بخبر شود شاد — اے باد مکن جانب آن کو خبر من

حافظ- خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی

تمہید ذکر خواجہ حافظ

چونکہ خواجہ حافظ شیرازی حسب الطلب محمود شاہ بہمنی دکن مین آنیکے لئے مستعد ہوئے تہے بہمنی نے زاد و راحلہ کے لئے دس ہزار ہُن جو مساوی پینتیس ہزار روپیہ سکہ انگریزی ہوتے ہین بہیجدیا تہا اور آپ جہاز پر سوار ہوئے کہ یکایک باد مخالف شروع ہوئی آپ بندر ہرمز مین جہاز سے اُتر کے بہ بہانہ ملاقات یاران مقام لار مین چلے گئے۔ اور دکن کا ارادہ فسخ کردیا اور ایک غزل لکہہ کے میر فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی۔ چنانچہ تمام واقعہ ذیل مین مذکور کیا جاتا ہے بناءً علیہ ایسا ہی مولانا جلال الدین دوانی و مولانا عبدالرحمن جامی کو بہی خواجہ محمود گاوان نے مدرسہ بیدر کی تدریس کے لئے طلب کیا تہا لیکن یہہ بزرگ بسبب ضعیفی و فاصلہ بعیدہ نہین آئے۔ معذرت نامہ بہیجدیا اور خواجہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری رکہا۔ دوانی نے ہیاکل النور کی شرح لکہی اور اسکا دیباچہ خواجہ کے نام سے معنون کیا۔ اگرچہ علمائے ثلاثہ دکن مین نہین آئے لیکن آنے کے لئے مستعد ہوگئے تہے۔ موانع ایسے ہوئے کہ آنے سے معذور ہوگئے

دکن کے سلاطین سے انکا تعلق رہا۔ بنائے علیہ انکا ذکر تذکرہ شعرائے دکن میں کرنا واجب ہوا

ھوھذا

حافظ تخلص۔ خواجہ حافظ نام شمس الدین لقب ہے۔ آپکے والد خواجہ بہاء الدین تاجر پیشہ تھے۔ تاجروں میں بزرگ تاجر شمار کئے جاتے تھے۔ آپکے والد نے جب اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ تب تین فرزند لڑکے اور لڑکیاں وارث چھوڑ گئے بعد ازاں تمام مال و اسباب باہم وارثوں میں تقسیم ہوگیا۔ جو کچھ مال و اسباب و زمین کو ملا تھا تھوڑی ہی مدت میں خورد و برد ہوگیا۔ اور تمام اعزہ پراگندہ ہوگئے۔ صرف خواجہ صاحب کی والدہ رہگئی۔ اور خواجہ صاحب بوجہ خوردسالی ماں کے سایہ آغوش میں رہگئے۔ جو کچھ ذخیرہ موروثی پاس تھا اس سے گذراوقات کرتے رہے۔ چند روز میں پاس کا سرمایہ صرف ہوگیا درجہ مفلسی کو پہنچ گئے۔ فاقوں کی نوبت آئی۔ ماں نے آپ کو کسی صاحب مال کے پاس رکھدیا کہ وہ آپسے اپنا کام لیتا رہے اور آپکو کھانا و پارچہ دیتا رہے۔ آپ چند روز کے بعد وہاں سے ترک تعلق کرکے کسی نان بائی کے پاس خمیر بنانے وغیرہ کاموں پر مقرر ہوئے رات کو خمیر بنانیکا کام کرتے تھے صبح اپنی اجرت لیکے چلتے ہوتے تھے۔ آپ سن شعور کو پہنچ گئے تھے کہ آپکے دل میں پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ میں داخل ہوکے پڑھنے لگے۔ آپ کو جو کچھ اجرت ملتی تھی اُسکے تین حصے کرتے تھے۔ ایک حصہ والدہ کو دوسرا اُستاد کو تیسرا فقرا کو دیتے تھے۔ چند مدت میں کتب عربیہ فارسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اور قرآن شریف کو بھی حفظ کرلیا۔ آپکی طبیعت فطرۃً موزون تھی سخن سنجی سے مناسبت واقع ہوی تھی۔ جوش طبیعت سے کلام موزون کرنے لگے۔ مگر آپکے اشعار بعض درست و بعض نادرست ہوتے تھے۔ آپ لیرانہ مشاعروں میں جاتے تھے بیدشرکت

اپنے کلام کو سُناتے تہے۔ ارباب مجلس سنجیدہ کی داد دیتے اور غیر سنجیدہ پر قہقہہ لگاتے
تہے۔ آپ کچھہ پروا نہین کرتے تہے۔ لوگ آپکو جلسون مین بلاتے خوش طبعی و دل لگی سے
لطف و مزہ اُٹہاتے تہے۔ رفتہ رفتہ آپ کی لیاقت و استعداد ایسی بڑہ گئی کہ لوگ
آپ کے کلام کو سنکے حیران ہوتے تہے۔ پہر آپکی شاعری و سخن سنجی کا تذکرہ اطراف آفاق مین
پہیل گیا۔ امرا و سلاطین آپ کی ملاقات و دیدار کے مشتاق ہوئے اور خطوط طلب بہیجنے لگے
اُسوقت شاہ ابو اسحق انجو شیراز مین حکمرانی کرتا تہا۔ عالم فاضل تہا۔ علما و شعرا کا
بڑا قدردان تہا۔ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تہا۔ آپ بہی اُسکے احسان مند تہے۔ اکثر
اشعار مین اسکی مدح سرائی فرماتے ہین۔ اسیطرح اور بہی بادشاہ یکے بعد دیگرے آپ کی
قدر کرتے رہے۔ جب تیمور نے سلطان منصور حاکم شیراز پر فتح پائی۔ اور منصور قتل ہو گیا تو اسوقت
تیمور نے خواجہ حافظ صاحب ترجمہ کو بلایا۔ اور کہا کہ مین نے سمرقند و بخارا کو بزور شمشیر
مسخر کیا۔ اور ہزارہا بنی آدم کو تسخیر کے معرکون مین تہ تیغ کیا۔ آپ میرے ملک مفتوحہ
معمورہ کو معشوق کے خال سیاہ کو عطا کرتے ہین۔ آپنے فوراً جواب مین کہا کہ نہین
بیجا و فضول اخراجات کی وجہ سے تہیدست و مفلس ہو گیا ہون فقر و فاقہ مین بسر کرتا ہون
تیمور آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور آپکو شاہانہ عطا سے سرفراز فرمایا۔ سلطان احمد
بن اویس جو جامع کمالات تہا آپکو بغداد مین بلایا آپکو شیراز کی سیر اپنی و شادانی شیراز سے
نکلنے نہین دیا۔ آپ سیرگاہ مصلی و رکنا آباد کی پر فضا میدانون پر فریفتہ تہے۔ چنانچہ آپ
فرماتے ہین ؎ نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر ✤ نسیم باد مصلے و آب رکنا باد
آخر آپ بغداد نہین گئے۔ ایک غزل سلطان کے پاس بہیجدی۔ جسکا مطلع یہہ ہے
؎ احمد اللہ علی معدلۃ السلطان ✤ احمد شیخ اویس حسن ایلخانی ✤ الخ

اسیطرح سلطان محمود شاہ بہمنی جودکن مین حکمرانی کررہا تہا - عالم فاضل تہا - شعروشاعری کا فریفتہ - شعرائے عرب عجم کے لئے مزد قدم و شست سیر حسب دستور بہمنیہ مقرر کیا تہا کہ جوشاعر عرب یا عجم سے آئے ایک ہزار ہن دیا جائے - ہفت اقلیم وغیرہ تذکرہ نویسون نے لکہا کہ آپکو بہی دکن کی سیر کا شوق ہوا - مگر یہہ شوق خیالی تہا - میر فضل اللہ انجو شاگرد علامہ سعد الدین تفتازانی کو جو محمود کے دربار کا صدر تہا آپکے خیال کی خبر پہنچی تو میر نے ایک ہزار ہن آپکے لئے زادوراحلہ بہیجکر آپ کو تشریف آوری کے بابت لکہا آپنے زر مرسلہ سے کچہہ رقم ادائے قرض مین صرف کی - اور کچہہ اعزہ و اقربا کو دی - اور باقی رقم سے زادوراحلہ کا سامان مہیا کرکے شیراز سے نکلے - اور مقام لاہور مین پہنچے - وہان ایک دوست سے ملاقات ہوئی جسکا مال و اسباب رہزنون نے لوٹ لیا تہا - آپنے بقیہ زادوراحلہ اُسکو دیدیا - اور خود تہیدست ہوگئے - اور متردد ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے - وہان اتفاقاً خواجہ زین العابدین ہمدانی و خواجہ محمد گازرونی تاجرون سے ملاقات ہوئی - دونون ہندوستان آتے تہے - دونون ازروئے ہمدردی آپکے اخراجات کے کفیل ہوئے آپ محمود شاہی جہاز پر جو ہرمز مین آیا تہا سوار ہوئے - سوء اتفاق سے طوفانی ہوا چلنے لگی - آپ گہبرائے - اور جہاز سے اُتر گئے - اور اہل جہاز سے کہا کہ مین لا بعض احباب سے ملکر آتا ہون - چلدئے - اور یہہ غزل لکہکے شاہ فضل اللہ انجو کے پاس بہیجدی - غزل یہہ ہے ؎

دمے با غم بسر بردن جہان یکسر نمی ارزد
بہ مے بفروش دلق ما کزین بہتر نمی ارزد

شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان درو درج است
کلاہ دلکش است اما بہ دردسر نمی ارزد

بکوئے میفروشانش بجامے برنمی گیرند
زہے سجادہ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد

بس آسان می نمود اول غم دریا بہ بوے زر — غلط کردم کہ یک موجش بصد من بس نمی ارزد

میر فضل اللہ نے آپکی یہہ غزل محمود شاہ کی خدمت مین پیش کی اور تمام واقعہ مذکورہ الصدر کا ماجرا بیان کیا۔ بہمنی نے سنکے فرمایا کہ اگرچہ حضرت یہان تشریف نہین لائے لیکن دکن کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہو چکے تہے موانع کی وجہ سے نہین آئے ہم کو حضرت کی خدمت کرنی چاہئیے۔ حکم دیا کہ ایک ہزار ہن نقد و دیگر مصنوعات ہند خرید کے ملا محمد قاسم مشہدی کے ہمراہ روانہ کرین حسب الحکم میر فضل اللہ انہوں نے ملا مشہدی کو مع زر نقد و تحفہاے ہندی حضرت خواجہ کی خدمت مین روانہ فرمایا۔

سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر حاکم بنگالہ نے بہی خواجہ صاحب کو بلایا تہا اور ایک مصرع طرح کا بہیجا تہا۔ وہ یہہ ہے ؎ ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود — آپ نے اسطرح پر غزل لکہہ بہیجی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ می رود	وین بحث با ثلاثہ غسالہ می رود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث الدین	غافل مشو کہ کار تو از نالہ می رود

خواجہ صاحب نے سنہ ۷۹۳ (۷۹۲) ہجری مین اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ آپکو زندگی مین مصلی ورکن آباد کی آب ہوا و میدان پر فضا مرغوب و محبوب تہا۔ اسلئے مصلی کے ایک ٹیلہ پر دفن کئے گئے۔ اور کسی ادیب مورخ نے آپ کی وفات کی تاریخ "خاک مصلی" کہی اسمین از روئے حساب جمل ایک عدد کی کمی ہے (۷۹۲ ۷۹۱)۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ میرزا محمد معمائی صدر بابری نے آپکا مقبرہ بنوادیا۔ اور اسپر بیشمار زر خرچ کیا۔ چنانچہ اِنتک موجود ہے شیراز و تبریز تک آپکے مقبرہ کی وجہ سے اس مقام کا نام حافظیہ مشہور ہو گیا ہے

ہفتہ مین بروز پنجشنبہ لوگ زیارت و سیر کے لئے وہان جاتے ہین۔ آپکی زیارت کرتے
ہین قبر پر حسن اعتقاد سے چادر و پہول چڑہاتے ہین۔ عمدہ عمدہ کہانے پکانے ہین۔ کہاتے
پیتے ہین اور غربا کو بہی کہلاتے پلاتے ہین۔ دن تمام وہان بسر کرتے ہین ہمیشہ ہر پنجشنبہ
کو آپکے مرقد مقدس پر خلائق کا ہجوم رہتا ہے۔ ارباب حاجت حسن ارادت سے اعانت
کرتے ہین۔ آپ کو خدا تعالی نے حیات و ممات مین قبولیت عامہ نصیب کی مشائخ
برہانپور کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ آپ صاحب اولاد تہے۔ آپکے صاحبزادے شاہ نعمان
بہاء الدین ہندوستان آئے۔ اور مقام برہانپور و اسیر مین سکونت پذیر رہے
آخر مقام برہانپور مین فوت ہوئے۔ مقام تعلچہ جو اسیر و برہانپور کے درمیان واقع ہے
مدفون ہوئے۔ خواجہ ہاشم مجددی نقشبندی آپکا مرید تہا۔ آپ جب کبہی آگرہ یا دلی
جاتے تہے تب خواجہ کو اپنا جانشین کر کے جاتے تہے۔ انتہی کلامہ
آپ کی علمی لیاقت کی کیفیت اگرچہ تذکرہ نویسون نے مفصل نہین لکہی۔ لیکن آپکے
کلام بلاغت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم فاضل و ادیب کامل تہے۔ نظم و نثر عربی
و فارسی لکہنے پر قدرت کاملہ و ملکہ تامہ رکہتے تہے۔ دیوان مین اکثر اشعار عربی موجود ہین
اور جابجا عربی جملے مذکور ہین۔ حافظ قرآن تہے۔ اور قرآن کو خوب سمجہتے تہے۔ عربی
و فارسی کے محاورات سے خوب واقف تہے۔ آزادانہ رہتے تہے۔ رند مشرب تہے دنیا و مافیہا
سے دور متوکل علی اللہ تہے اور ماحضر و ماحصل پر قانع و صابر تہے۔ آزر پرست و
فقر فروش نہین تہے۔ تونگرانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ سرو سہی کی طرح آزاد رہتے تہے سلاطین
و امرا سے کم ملتے تہے۔ لیکن امرا و سلاطین آپ سے حسن عقیدت رکہتے تہے اور آپکی ملازمت
و خدمت کے مستدعی ہوتے تہے۔ چنانچہ محمود شاہ بہمنی وغیرہ کی استدعائے قدوم کا ذکر

صدر مین مذکور ہو چکا ہے اب عادہ کی ضرورت نہین۔ آپ غزل گوئی مین اُستاد مانے جاتے ہین۔ بیشک آپکی غزلین سوز و گداز۔ و فراق و وصال اور معشوق کے خد و خال و شراب کباب نغمہ رباب اور حسن و عشق و مستی و رندی و دنیا کی بیوفائی اور زمانہ کی بے اعتباری وغیرہا مضامین پر شامل ہوتی ہین۔ اور آپ ان مضامین کو غزلون مین ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب ترکیب دیتے ہین کہ سامعین وجد کرتے ہین۔ اور حال سے بیحال و خودی سے بیخود ہو جاتے ہین۔

آپ حسن اخلاق و خوش اشفاق تھے۔ ظریف الطبع و سلیم المزاج رند مشرب صوفی مذہب تھے۔ صلح کل کے طریقہ پر ثابت قدم تھے۔ شراب محبت کی نشہ مین ہمیشہ مست بنے تھے مدت العمر کسی حاکم یا رئیس کی نوکری اختیار نہین کی ہمیشہ آزادانہ بے نیازانہ رہے سلاطین وقت آپکی خدمت مین ہزار ہا روپئے اعانتہ بھیجتے تھے۔ آپ تمامئے نوشِ مین صرف کر دیتے تھے۔ فقرا و احباب اعزہ کو بھی عطا فرماتے تھے۔ چونکہ آپکا کلام جامع اسرار ہے۔ لوگ اکثر آپ کے کلام سے فال لیتے ہین حسب اتفاق و موقع فال مین ایسا شعر بر آمد ہو جاتا ہے کہ صاحب فال کو شعر کے مضمون سے تسلی ہوتی ہے۔ غالباً صاحب فال کو کامیابی حسب خواہش ہو جاتی ہے۔ بناءً علیہ آپکا لقب لسان الغیب مشہور ہوا۔ خزانہ عامرہ و بہارستان سخن وغیرہ مین بھی وجہ تسمیہ بتلایا گیا ہے۔

آپکا دیوان متداول ہے۔ ہر ایک جوان و پیر و نو آموزان صغیر و کبیر واقف ہین یہان زیادہ اشعار کے بیان کی ضرورت نہین ہے۔ مگر دیوان و تذکرون سے چند اشعار بطور نمونہ گذارش کرتا ہون۔ تاکہ یہ تذکرہ کلام سراسر الہام سے محروم نہو جائے۔

من اشعاره الفارسی

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را　　دردا که راز پنهان خواهد شد آشکارا

ده روزه مهر گردون افسانه ایست و افسون　　نیکی بجای یاران فرصت شمار یارا

ای صاحب کرامت شکرانهٔ سلامت　　روزی تفقدی کن درویش بینوا را

در کوی نیکنامی ما را گذر ندادند　　گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

آئینه سکندر جام جمست بنگر　　تا بر تو عرضه دارد احوال ملک دارا

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند　　در رقص حالت آرد پیران پارسا را

هنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی　　کاین کیمیای هستی قارون کند گدا را

خوبان پارسی گو بخشندگان عمرند　　ساقی بده بشارت پیران پارسا را

وله

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را　　بخال هندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بده ساقی می باقی که در جنت نخواهی یافت　　کنار آب رکناباد و گلگشت مصلا را

حدیث از مطرب و می گو و راز دهر کمتر جو　　که کس نگشود و نگشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانا که از جان دوست‌تر دارند　　جوانان سعادتمند پند پیر دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک الله نکو گفتی　　جواب تلخ میزیبد لب لعل شکرخا را

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ　　که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

وله

شب از مطرب که دل خوش باد وی را　　شنیدم ناله جانسوز نی را

چنان در جان من سوزش اثر کرد　　که بی رقت ندیدم هیچ شی را

حریفی بد مرا ساقی که هر دم　　ز زلف و رخ نمودی شمس و فی را

حماک الله من شر النوائب　　جزاک الله فی الدارین خیرا

چو بیخود گشت حافظ کی شمارد — بیک جو مملکت کاوس کی را

وله

صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را — که سر بکوه و بیابان تو دادهٔ ما را

شکر فروش که عمرش دراز باد چرا — تفقدی نکند طوطی شکرخا را

غرور حسن اجازت مگر نداد ای گل — که پرسشی نکنی عندلیب شیدا را

بحسن خلق توان کرد صید اهل نظر — به بند دام نگیرند مرغ دانا را

ندانم از چه سبب رنگ آشنائی نیست — سهی قدان سیه چشم ماه سیما را

در آسمان چه عجب گر ز گفتهٔ حافظ — سماع زهره برقص آورد مسیحا را

وله

می دمد صبح و کله بست سحاب — الصّبوح الصّبوح یا اصحاب

می چکد ژاله بر رخ لاله — المدام المدام یا احباب

چون سکندر حیات اگر طلبی — لب لعل نگار را دریاب

وله

اگر بلطف بخوانی مزید الطاف است — وگر بقهر برانی درون ما صاف است

بیان وصف تو گفتن نه حد امکانست — چرا که وصف تو بیرون ز حد اوصاف است

وله

حسن تو همیشه در فزون باد — رویت همه سال لاله گون باد

هر کس که بهجر تو نازد — از حلقهٔ وصل تو برون باد

وله

این چه شوریست که در دور قمر می بینم — همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم

هر کسی روز بهی می طلبد از ایام — مشکل آنست که هر روز بتر می بینم

ابلهان را همه شربت ز گلابست و قند — قوت دانا همه از خون جگر می بینم

اسب تازی شده مجروح بزیر پالان — طوق زرین همه در گردن خر می بینم

وله

دلبر جانان من برد دل و جان من — برد دل و جان من دلبر جانان من

از لب جانان من زنده شود جان من	وله	زنده شود جان من از لب جانان من
از خون دل نوشتم نزدیک یار نامه		إنّی رأیتُ دهراً من ہجرک القیامه
ہرچند کازمودم از وے نبود سودم		من جرّب المجرّب حلّت به الندامه
عاشق مخور غم وصل خواہی		خون بایدت خورد در گاه و بیگاه

ردیف خا

خلیل - مرزا خلیل خان لاری

خلیل تخلص - مرزا خلیل خان نام - آپ عبدالرزاق خان لاری تانا شاہی کے فرزند ہین - عبدالرزاق رکن السلطنت و رکن اعظم تاناشاہی تہے - یہہ ہی عبدالرزاق ہین جو گولکنڈہ کے معرکہ مین شمشیر بکف ہوکے عالمگیری فوج کو درہم برہم کرتا تہا - بڑا بہادر و دلیر تہا - عالمگیر آپکی دلیری و بہادری دیکہکے فریفتہ ہوتا تہا - سپہ سالارون کو تاکید کی جسطرح ممکن ہو لاری کو زندہ گرفتار کرکے لاؤ - لاری معرکہ مین ہا پنے زخمون سے خستہ شکستہ ہو رہا تہا - آخر عالمگیری سپاہ نے اسکو زندہ گرفتار کرکے لائے - عالمگیر نے لاری سے اپنی ملازمت کی درخواست کی - لاری نے قبول نہین کیا کہا مین تاناشاہ کا نمک خوار ہون نوکری کرونگا تو اُسیکی کرونگا - ہرچند کہ کہا گیا قبول نہین کیا عالمگیر نے اسکا علاج جراحان ہوشیار سے کرایا - زخمون سے صحت پائی - عالمگیر سے وطن جانیکی رخصت طلب کی عالمگیر نے رخصت منظور کی - اور جاتے وقت یہہ کہا کہ آپ وطن سے ایکہزار لاری سپہ منفر کرکے بہیجدو - لاری نے وطن سے اپنے فرزند عبدالکریم خان کو مع ایکہزار لاری ملازم کرکے بہیجدئے - خلیل خان صاحب جمہ اسی بزرگ کی اولاد مین ہین - تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکہا کہ فی زماننا خلیل خان زمانہ کی گردش سے

نہایت پریشان حال تھے مشکل سے زندگی بسر کرتے رہے ۔ حیدرآباد مین سکونت پذیر
تھے انتہی کلامہ ۔ آپکو شعر و شاعری سے مناسبت ہے ۔ موزون الطبع تھے فارسی
و ہندی مین اشعار موزون فرماتے تھے ۔

من اشعارہ

خوش آمدے و خوش آمد مرا خوش آمد تو ۔۔۔ ہزار بار بمنت کنم خوش آمد تو
بدان خوش آمد لہائے ما ہمہ این است ۔۔۔ خدا نصیب کند آنچہ ہست خوش آمد تو
ز دل خوشی تو ما دل خوشیم و خرم و شاد ۔۔۔ خوش آمد ہمہ لہاست در خوشامد تو
ترا ہر آنچہ خوش آمد ہمان خوش آمد ما است ۔۔۔ خوشیم ما و خوش آمد ہمان خوش آمد تو
خلیل سکہ خوش آمد خوش آمد تو مرا ۔۔۔ خوش آمدم بود ہر لحظہ در خوش آمد تو

آخر آپنے حیدرآباد مین اس جہان فانی سے دار عقبی کیطرف رحلت کی ۔ سنہ وفات
معلوم نہین ہوا ۔

سید مظفر مدار المہام ابو الحسن تانا شاہ کے فرزند کا نام بھی خلیل خان تھا ۔ بعض تذکرہ نویسون
نے دونون مین فرق نہین کیا ۔ واقع مین خلیل خان دونون تھے ۔ ایک خلیل خان
لاری دوسرا خلیل خان مازندرانی ہے ۔

مازندرانی عالمگیری منصبدارون مین ملازم ہوگیا اور لاری حیدرآباد ہی مین رہا ۔ عالمگیر
کی ملازمت مثل جد و پدر پسند نہین کی ۔ اور یہی کہتا تھا کہ ہم مدت العمر تانا شاہ کے نمکخوار
رہے ۔ اب ہماری ہمت و غیرت اس بات کو قبول نہین کرتی کہ ہمارا آقا قید خانہ مین رہے
اور ہم آقا کے مخالف کی نوکری کرین ۔ ہمارے نزدیک ایسی نوکری سے بیکاری مین بسر کرنا
ہزار درجہ بہتر ہے ۔ سوائے غزل مرقوم الصدر کے کچھہ اشعار دستیاب نہین ہوئے ۔

زمانہ ماضیہ میں اہل دکن وضعداری و وفا شعاری۔ دلیری و دلاوری میں مشہور معروف تھے۔ اور خود کو آقائے نامدار کے خانہ زاد سمجھتے تھے۔ جان نثاری میں سرمو فرق نہیں کرتے تھے۔ میدان معرکہ میں پس پا ہونیکو ننگ عار جانتے تھے۔ عہد و پیمان و قول و قرار میں راست باز و ثابت قدم ہوتے تھے۔ اُن کے قول و قرار کی ایسی قعت تھی جہاں مخالف سرکش کی درخواست پر قول بھیجا۔ فوراً قول پہنچتے ہی سرکش مخالف دست بستہ مع عیال و اطفال حاضر ہو جاتا تھا۔

خواجگی۔ خواجہ باباخان بخاری

خواجگی تخلص۔ خواجہ باباخان نام۔ آپ کی نسب کا سلسلہ خواجہ احمد مشہور بہ مخدوم اعظم اور آپکے حسب کا رشتہ خواجہ احرار قدس سرہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپکے بزرگان سلف ولایت ما وراء النہر میں مشہور تھے۔ پیری مریدی کا سلسلہ آپکے خاندان میں جاری تھا۔ بخارا و بلخ وغیرہ بلاد کے حکام وغیر حکام آپسے حسن عقیدت رکھتے تھے۔ قبائل اُزبک و ترک آپکے غلام درم ناخریدہ تھے۔ آپ کی تربیت و تعلیم بخارا کے مدارس میں علمائے کرام سے ہوئی۔ جب آپ علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تب آپ کو بخارا میں شیخ الاسلامی کا خطاب ملا۔ آپ جامع فضائل و کمالات تھے۔ بتقریب حج و زیارت حرمین شریفین بخارا سے برآمد ہوئے حرمین شریفین میں پہنچ کے حج و زیارت سے فارغ ہو کے وطن مالوفہ مراجعت کر رہے تھے۔ کہ آپ بطریق سیر دکن میں آئے۔ عالیجناب نواب آصفجاہ بہادر اول بانی ریاست دکن سے ملے۔ نواب صاحب نے آپکی بہت خاطر و مدارات کی اور آپکی مہمانی و دلداری میں ایک دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا۔ مہمان عزیز کو

عزت وشان سے رکہا۔ اور آپ کے خاندانی اعزاز وعظمت کا لحاظ کرکے خاص اپنی
دختر نیک اختر کو جو نواب ناصر جنگ شہید کی ہمشیرہ حقیقی تہی۔ آپ سے منسوب کرکے
شان وتجمل کے ساتہہ شادی کردی۔ اور آپ کو منصب مناسب جاگیر سے سرفراز فرمایا
چونکہ آپ دنیاوی امور سے متنفر وتارک تہے۔ کوئی خدمت سرکاری نہیں لی۔ جامع العلوم
تہے۔ درس وتدریس میں مصروف رہتے تہے۔ اور طلبہ کے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے
باوجود علوم وفنون آپ کے دل میں شعر وشاعری کا ولولہ بہی موجزن تہا۔ کبہی کبہی
شاعری کے میدان میں بہی سبقت فرماتے تہے۔ جو کچہہ موزون فرماتے تہے۔ سنجیدہ
وپسندیدہ ہوتا تہا۔ صاحب دیوان تہے۔ اب میں آپ کے اشعار تحفۃ الشعرا سے
ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہوں

من اشعارہ

از نقطہ چو خال عنبرین دادہ نشان	ولہ	زیر و زبرش از دو صف مژگانست
دل را کہ بجز عشق سروکارے منیست	ولہ	ہیچ است کہ در غم رخ یارے نیست
چون دیدہ اعمی است تہی از بینش		آن دیدہ کہ در حیرت داری نیست
اے ہرزہ تلاش عافیت دادہ دست	ولہ	اے بیہودہ گفت و گوئے آرام ہست
از خوان فلک عبث چہ روزی طلبی		کز عیب ساند ترا دست بدست
بر صفحہ رویش کہ خط ریحانش	ولہ	از مشک نوشتہ آیت قرآنست
برق آہم گر چنین انجم افشانی میکند	ولہ	گردش معوج ہوا را چرخ ثانی میکند
نسبتے با آن خم ابرو باسانی یافت		ماہ نو عمریست مشق ناتوانی میکند
ہر سحرگہ از گل خورشید جامش کف است		ہر صبح از فیض بیداری جوانی میکند

در عدم از قرب بے ہوشی خوش فراغے داشتم	وله	مرگ را نزدیک ما زندگانی می کند
اشک رعنا را نمی سازد رہا از کنار		ورنه صد جوش بہار از گل فشانی می کند
خواجگی کج طینتان را نیست انصاف سخن		خامشی بیجا چاره ما بی زبانی می کند
شور عشق و شکر حسن بہم آمیخته اند	وله	قرص خورشید رخت را نمکین پخته اند
نازم آن گوہر دندان لب شیرین را		شکر و شیر لطافت بہم آمیخته اند
خواجگی گشتم غبار از ناتوانیہای عشق	وله	می کند حالی نسیمی گرد و دور از جا مرا
اے از گل رخسار تو آئینه در چمن	وله	گل برده طراوت از رخت در گلشن
خورشید ز مہر عارضت تاب گرفت		چندانکه ز پرتوش جہان شد روشن

آخر آپ نے حیدرآباد دکن میں انتقال حقیقی فرمایا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کسی تذکرہ نویس نے آپکی تاریخ وفات نہیں لکہی۔ نہ آپکے مدفن کا پتا بتلایا۔ آپ حیدرآباد کی زمین میں مدفون ہیں۔ یہہ تمام تذکرہ متفرق تذکروں سے لکہا گیا ہے۔ جہانتک پتا ملتا ہے اس کی تلاش میں کوشش کی جاتی ہے۔

خوبن شیخ غلام حسین برہانپوری

خوبن تخلص شیخ غلام حسین نام۔ آپ گہانسی میان برہانپوری کے ہمشیرزادہ ہیں۔ فضائل و کمالات کے زیور سے آراستہ تہے۔ خوش خلق و نیک محضر تہے۔ فارسی و عربی میں بقدر ضرورت استعداد رکہتے تہے۔ نظم و نثر لکہنے پر قادر تہے۔ آپکو شعر و شاعری سے ساتہہ بہی دلچسپی تہی۔ کبہی کبہی موزون کرتے تہے۔ عالیجناب نواب ناصر جنگ شہید کے منصبداروں میں ملازم تہے۔ نواب کی شہادت کے بعد نوکری و منصب سے دستبردار ہوکے

وطن مالوفہ برہانپور چلے گئے تھے۔ تا بمرگ وطن ہی مین سکونت پذیر رہے تحفۃ الشعرا
وغیرہ تذکرہ نویسون نے آپکے وفات کی تاریخ و سنہ نہین لکھا۔ آپکا عرف نام
میان خوب تھا۔ لوگ خوبن کہنے لگے۔ اسیطرح آپکا تخلص بھی خوبن ہو گیا۔ فقیر مولف
نے بھی تذکرہ نویسون کیطرح خوبن ہی لکھدیا جیساکہ شیخ کو شیخن و کلو کو کلن کہتے ہین

من اشعارہ

موج داری در طپش از آب میخواہیم ما
پارۂ بینائی از سیماب میخواہیم ما

عذر مجنون خواست زنجیر یکہ در پایم فتاد
آہ از دیوانگان آداب میخواہیم ما

در تہجر اشک ما خونین دلان مشو چہ نیست
نرگس تصویر را سیراب میخواہیم ما

مدعا وابستۂ چشم عنایات شما ست
حیف آن امریکہ از اسباب میخواہیم ما

دارم عشق نوجوان امداد با پیرانہ سر
بادۂ گلرنگ در مہتاب می خواہیم ما

ولہ

در لباس سلطنت خواہیم رنگ فقر ہم
راحت بیخوابی از گرداب میخواہیم ما

بے نور در شہر دل ما عشرت آئینہ نیست
نور را از مہرت بود شمع شبستان مرا

با لباس سرمہ در چشم خوبان میرسم
تا بود بر من نگہ برگشتہ مژگان مرا

ولہ

از دلش کن محو یارب و نسیان مرا
نشکن از خاطر شکستیہائے پیمان مرا

ولہ

آنہا کہ زلف یار مکرر نوشتہ اند
ہر سطر این مسودہ ابتر نوشتہ اند

ولہ

گر بصحرا نگہ او چمن آرا گردد
شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد

صندلی رنگ تبے گرد سر درمان ارد
وارہم گرد سر پا بہ تمنا گردد

ولہ

اگر گویم کہ چنین ابرویست ابرو کمان من
رسد گر ہر چشمش میشود خاطر نشان من

ولہ

چو موش نا توان می یوائۂ زلف گرہ گیرش
تو آن از سایۂ سنبل کشیدن پا بزنجیرش

نمیدانم چہ سان از پردہ حسنش چہرہ بکشاید　　بتان چون کلک مانی یکقلم شد صرف تصویرش

مستزاد

سازی تو حنا بہانہ در خون لطیمم ٭ اے داغ نگاہ
بر سبزنی گلے و ما داغ شو یم ٭ خورشید پناہ
این مسئلہ از کدام ملت یا رب ٭ از بہر کردی
تسبیح رقیب و ما زیاد تو رویم ٭ سبحان اللہ

خواجہ۔ خواجہ ایوب مخاطب بہ جمیل بیگ خان اورنگ آبادی

خواجہ تخلص۔ خواجہ ایوب نام۔ جمیل بیگ خان خطاب۔ آپ جمیل بیگ خان مرحوم عالمگیری کے پوتے ہیں۔ مرحوم بعہد عالمگیری عہد میں خان جہان بہادر کوکلتاش کے ہمراہ اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے۔ چہاؤنی کی وجہ سے متوطن ہو گئے۔ اورنگ آباد میں جمیل پورہ آپکا آباد کیا ہوا یادگار باقی ہے اور ایک مسجد بزرگ بھی آپکی بنائی ہوئی موجود ہے۔ مرحوم کے والد خان خواجہ محمد ذاکر مشائخ کابل سے تھے۔ پیری مریدی کا خاندانی موروثی پیشہ تہا۔ اکثر قوم مغل کلنتاری آپکے مرید و معتقد تہے۔

خواجہ ایوب انقلاب زمانہ کی وجہ سے عالم بیکاری میں نہایت پریشانی و بیقراری سے زندگی بسر کرتے تہے۔ گذر اوقات کیلئے کوئی ذریعہ معاش نہیں تہا۔ بزرگوں کا جو سرمایہ ذخیرہ تہا وہ سب رفتہ رفتہ صرف ہوگیا تہا۔ تلاش معاش کے جویا تہے کہ نواب عضد الدولہ عوض خان بہادر صوبہ دکن نے صوبہ داری دکن کی نیابت و بیضاپور کی قلعداری پر مامور فرمایا۔ منصب و جاگیر بھی عطا کیا۔ آپ دونوں خدمتوں کا انجام

واہتمام عمدہ طرح سے کرتے تھے۔ ملک کی بہبودی مین سعی وکوشش فرماتے رہے
سرکاری کام دیانت و امانت سے ادا کرتے رہے۔ آخر بندگان حضور آصفجاہ نے قدردانی
وجوہر شناسی سے آپکو برار کی صوبہ داری پر مقرر فرمایا۔ مدت تک برار مین رہے۔ آپ شجاع
وبہادر تھے مستقل مزاج وثابت قدم وتجربہ کار خوش کردار وخوش رفتار۔ اور ریاست باز
دوست نواز تھے۔ رقص وسرود ومجلس سماع کے شائق تھے۔ مجلس سرود ورقص مین
کثرت رقت و درد سے زار زار روتے تھے۔ گھنٹون عالم سکوت مین مستغرق ہوتے تھے
نواب عضدالدولہ بہادر وحضور زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ آپ یاسلف کے یادگار ہین
آخر آپنے خدمت ملازمت ترک کی اورگوشہ نشینی اختیار کرلی۔ آپکی زندگی کا آخر حصہ
بخیر ہوا۔ آپ موزون الطبع وذہین وفہیم تھے۔ شعر فارسی مین کبھی کبھی فکر کرتے تھے
کلام بلاغت و فصاحت سے خالی نہین ہے ہم اشعار ذیل ہدیہ سامعین کرتے ہین۔

من اشعارہ

دل می طپید از ذوق ندانم خبری کیست — رنگم پرید از چہرہ درین رہگذری کیست
مد نظر سیر کنان قبلہ نما گشت — پرواز نگہ از اثر بال و پری کیست

وله

بسوخت ز آتش شوق تو جان تن باقیست — بسان شمع بسوزند و پیرہن باقیست
ہلاک گشتن مجنون ہزار سال گذشت — ہنوز در کفنش بوی سوختن باقیست
چراغ راہ ندارم بہ بزم سوختگان — مدام پرتو حسنت در انجمن باقیست
رسید تیر نگاہت بدل شتابک شد — ہزار ریختہ کردند و دو ختن باقیست
بناز بر سر مقتول خود بیا ظالم بین — کہ بکفنش از آہ رستن باقیست

وله

ز شبنم نگہم دادہ آب بر رخ گل — بہار کشتم در برگ گل چو بو رفتم

گہرفشان شدہ اشکم ز چشم ہشیار	ولہ	بپائے بوس تو ہمرہ با بیو رفتم
ز لرزشی نگہت چون خویش آب شدم		برائے آن لب لعل تو در سبو رفتم
صدائے قلقل مینا شنید مست شدند	ولہ	گشتے چگونہ چشمہ قطرہ ایاغ ترا
از بیہوشی زمانہ مرا در ہوش شدہ	ولہ	صندل موافقت بسر من نمی کند

آخر آپنے سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین بعہد بادشاہ عالم بقامین رحلت کی اور شہر اورنگ آباد مین مدفون ہوئے۔

خاکی۔ حیدر بیگ بدخشانی الاصل

خاکی تخلص۔ حیدر بیگ نام بدخشانی الاصل ہے۔ آپکے بزرگ بدخشان سے عالمگیری زمانہ مین وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی لشکر مین ملازم ہوئے۔ خاکی کی ولادت ہند مین واقع ہوئی نشو نما بھی ہند کی آب ہوا مین پایا۔ بقدر ضرورت فارسی عربی مین استعداد حاصل کرنیکی بعد شعرگوئی کا شوق دلمین پیدا ہوا۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ سپاہ پیشہ تھے ہند سے نواب نظام علیخان آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین دکن مین وارد ہوسکے محمد وفادار خان داروغہ باورچیخانہ سرکار فیض آثار بخشی بیگم صاحبہ کی خدمت مین ملازم ہوئے۔ داروغہ صاحب کے فرمانے سے ملکہ علیم النسا بادشاہ زادی مصر کا قصہ جو فارسی مین تہا اوسکو اردو زبان مین نظم کیا۔ قصہ مذکور ہمکو سنہ ۱۲۱۳ ہجری کا لکھا ہوا دستخطی سید عبد النبی خان مرتبہ خان دکنی ملا ہے۔ ہم اسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔ خاکی کا انتقال سنہ ۱۲۲۵ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ

ہم عشق بھی سیکھین اگر اُستاد ہو کوئی		دل تو ہی بتادے مجھے گر ہو کوئی

من قصۂ علیم النسا

آلہی ترا مجھکو کون دیدار دے	مجھے دین اسلام کا پیار دے
تری ذات عالی ہے حیّ قدیم	جو تیری کرے یاد ہے مستقیم
محمد نبی صاحب تخت و تاج	رکھا آنکے سر پر شفاعت کا تاج
نبی و علی دونون ہین پاک ذات	اُنہی کی شفاعت سے سبکی نجات
یہ قصّہ جو تہا فارسی مین سب	لکھا فارسی کو مین ہندی مین اب
اگر کوئی پڑہیگا یہہ قصہ کولا	وے ایک ہے عرض سب سے مرا
تو کچہہ نا کہے اُسکو خامی پرجا	بہر حال خاکی کو دیوے دعا

اس قصہ مین ایکسو سوال ہے۔ سوالات عالم عناصر وغیرہ اشیا کی حقائق کی نسبت مین ایک فاضل عبد العلیم ہندی کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے قصہ عجیب و غریب ہے رسالۂ ہزار مسائل کی طرح ہے مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے۔

خلیل اصالت خان حیدرآبادی

خلیل تخلص۔ اصالت خان نام۔ آپ سید مظفر ما زندرانی کے جو ابو الحسن بادشاہ والی دکن کے وزیر تھے فرزند ہین۔ آپکی ولادت باسعادت حیدرآباد دکن مین ہوی۔ اور نشو و نما بھی دکن ہی کی زمین مین ہوا۔ سن شعور کے بعد علما و فضلا کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ و فارسیہ تحصیل کین۔ جامع فضائل و فواضل ہوئے۔ ہمعصرون مین لائق و فائق شمار کئے گئے۔ سرکاری خدمات پر مقرر تہے۔ مدت تک والد ماجد کے سایۂ عاطفت مین

سرکاری کاموں کو اچھی طرح سے انجام دیتے تھے۔ آخر ۱۰۹۳؁ ہجری میں والد ماجد کے
ہمراہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہی منصبداروں میں شریک ہوئے۔
موزون الطبع خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ سنہ وفات کا ذکر کسی تذکرہ نویس
نے نہیں لکھا۔ لیکن آپ کی رحلت ۱۱۱۵؁ ہجری میں واقع ہوئی۔ خدا تعالیٰ رحمت
کرے۔ آپ کے نتائج طبع سے صرف ایک شعر ملا لکھا گیا۔

من اشعارہ

قطرۂ خورشید را حکم چکیدن نہ دہم	تشنہ لب عشق را ذوق چشیدن دہم

خان ۔ محمدی خان دکنی

خان تخلص ۔ محمدی خان نام آپکا اصلی وطن و مولد حیدرآباد دکن ہے۔ آپ
عالم شباب میں فارسی میں بقدر ضرورت لیاقت حاصل کرکے شہر میں کوئی ایسا سبب
واقع ہوا کہ وطن سے دل برخاستہ ہوکر دلی میں گئے۔ سپاہ پیشہ تھے وہاں کسی
محکمہ میں ملازم ہو گئے۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور دلی ہی میں سکونت
اختیار کرلی۔ شعرگوئی کا شوق تھا وہاں نواب سعادت یار خان رنگین المتوفی ۱۲۵۱؁ ہجری
کے شاگرد ہوئے۔ شعر خوب کہنے لگے۔ کلام درست صاف با محاورہ ہوتا ہے۔ آپکے
انتقال کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھی۔ مگر تقریباً ۱۲۶۵؁ میں راہی عالم ہوئے

من اشعارہ

یاد جسوقت تری آتی ہے	مجکو ہچکی وہیں لگ جاتی ہے

خاص ۔ شاہ خاص حیدرآبادی

خاص تخلص - شاہ خاص نام - آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے والد
شاہ خاموش صاحب اول جو آصفجاہ ثانی کے زمانہ مین اندرون شہر چادرگہاٹ
کے متصل سکونت پذیر تہے - درویش فانی و فقیر حقانی تہے - متوکل علی اللہ و قانع
آپ بہی بدستور قدیم بزرگان سلف کے طریقہ پر قائم تہے - والد ماجد کے مرید
و خلیفہ - آپ کی شکل و صورت درویشانہ تہی - جبہ و دستار مشائخانہ پہنتے تہے
خوش مزاج و پاکیزہ طینت تہے - مزاج مین محبت آلہی کا جوش اور دلمین شعر گوئی
کا خروش تہا - شعر عمدہ کہتے تہے - نازک مزاج و عالی دماغ تہے - آپ
سنہ ۱۲۴۰ ہجری کے قریب فوت ہوئے - آپکے دوسرے بہائی مسمی طہ بہی شاعر
تہے - ہجو گوئی مین کمال رکہتے تہے - مہاراجہ بہادر نے دو روپیہ یومیہ مقرر کر دیا تہا

من اشعارہ

گلاب ہے تازہ گال اسکے کلی نازک دہن گلابی	تمام قد نونہال رنگین قبا سراپا چمن گلابی

ردیف الدال

درگاہ - درگاہ قلیخان سالار جنگ

درگاہ تخلص - درگاہ قلیخان سالار جنگ نام - آپکے کان نور نور الوس مشہدی
سے تہے - آپکے جد اعلیٰ خاندان قلیخان شاہ صفی کے زمانہ مین علی مردان خان
گورنر قندہار کے ہمراہ تہے - علی مردان خان نے شاہ صفی کی ناقدردانی کی وجہ سے
نوکری ترک کرکے شاہ جہان بادشاہ ہند کی خدمت مین آنیکا ارادہ کیا - تشریف آوری
سے پہلے خاندان قلیخان کو درگاہ بادشاہ مین بہیجا - خاندان قلیخان غرہ جمادی الآخر

سنہ ۱۱۴۰ ہجری مین درگاہ بادشاہی مین آیا علی مردان خان کی عرضداشت پیش کی خلعت و انعام ہزار روپیہ سے سرفراز ہوا۔ علی مردان خان پندرہ تاریخ رجب سنہ مذکور کو بادشاہ کی ملازمت مین حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت قدردانی سے صوبہ داری کشمیر پر مقرر فرمایا۔ اور خاندان قلیخان کو اپنے پاس رکہا۔ خاندان قلیخان کے انتقال کے بعد اُن کے خلف الصدق درگاہ قلیخان کو بذریعہ علی مردان خان منصب و جاگیر ضلع ٹہٹہ مین مقرر فرمایا۔ سرکار علی مردان خان کی بہ سامانی بہی منصب جاگیر کا ضمیمہ ہوئی۔ علی مردان خان کے بعد درگاہ قلیخان شاہزادہ اورنگ زیب کے منصبدارون مین شریک کیا گیا۔ شاہزادہ کے ہمراہ دکن مین آیا۔ پہر چند روز کے بعد ہند مین مراجعت کی اور وہان فوت ہوا۔ پہر اُنکا خلف الصدق نوروز قلیخان داروار ضلع بیجاپور کی قلعداری پر سرفراز ہوا۔ مدت تک قلعداری کا اہتمام کرتا رہا۔ پہر وہین فوت ہوا آپکا خلف الصدق خاندان قلیخان ثانی منصب و جاگیر سے سرفراز ہوکر منصبداران متعینہ اورنگ آباد مین شریک ہوا۔ شاہ عالم خلد منزل کے زمانہ مین سنگمنیر کی وقایع نگاری اور اضلاع کی فوجداری پر سربلند ہوا۔
نواب آصفجاہ نے اپنے زمانہ مین اپنی خاص سرکاری خدمات پر مامور فرمایا۔ نظام آباد بالائے گہتل فردا پور جو اورنگ آباد سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اُسکی تعمیر و آبادی آپکے اہتمام سے ہوئی۔ آپ اُسوقت میر عمارت تہے۔ آپکے خلف الصدق نواب درگاہ قلیخان ثانی سالار جنگ صاحب ترجمہ کی ولادت اُنتیسوین تاریخ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجری سنگمنیر مین واقع ہوئی چنانچہ خود سالار جنگ تاریخ تولد مین کہتا ہے ؎

شد سال ولادتش ز روئے الہام　　درگاہ قلی ز خاندان والا

نشو و نما کے بعد جب آپ نے چودھویں سال میں قدم رکھا سرکار آصفجاہ نے منصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ بیس برس کی عمر میں اپنا ہمرکاب کیا اکثر حضوری خدمتیں آپکے تفویض تھیں۔ آپ خدمات کا اہتمام نہایت دیانت و امانت سے فرماتے رہے جب تک زندہ رہے حضور آصفجاہ کی عنایات و مراحم سے خوشحال و سرفراز رہے حضور کے سفر دہلی میں جو ہنگامہ نادر شاہی میں ہوا تھا آپ ہمرکاب تھے۔ مدۃ العمر سرکاری خدمات و آقا کی تابعداری میں جانفشانی و عرق ریزی کرتے رہے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے عہد میں بھی ممتاز اقران و محسود جہان تھے نواب امیر الممالک صلابت جنگ کے زمانہ میں منصب شش ہزاری اور مؤتمن الدولہ خطاب و رنگ آباد کی صوبہ داری سے بلند و نامور ہوئے۔ خوب انتظام و بندوبست کرتے رہے۔ جب ریاست دکن کا انتظام نواب آصفجاہ ثانی کے متعلق ہوا اسوقت آپ ہفت ہزاری منصب و ماہی مراتب و مؤتمن الملک خطاب سے معزز ہوئے۔ اور سواری عماری ہاتی دو جہالر کی اجازت ملی۔ اسوقت حضوری دستور تھا کہ کوئی امیر بغیر اجازت حضور عماری پر سوار نہیں ہوسکتا تھا۔ اب بھی دکن میں یہی دستور جاری ہے چند مدت کے بعد حسن خدمات کے صلہ میں خاندوران خطاب سے مخاطب ہوئے آصفجاہ ثانی آپکو بہت چاہتے تھے۔ اور نہایت عزیز رکھتے تھے جس زمانہ میں کہ راجہ بہادر دریائے گنگا کے کنارے مقتول ہوا آصفجاہ ثانی اورنگ آباد میں رونق افزا ہوئے۔ اور چہاونی کے لئے خجستہ بنیاد ہی کو تجویز فرمایا۔ حضور بھی شہر میں مقیم ہوئے۔ بندگانعالی کثرت عنایت و رحمت سے آپکے محلات میں رونق افروز ہوئے۔ چند روز رہے۔ آپنے آقائے نامدار کی نہایت شاندار

وشوکت سے مہمانداری کی ہر روز جشن نوروز تھا۔ سامان عیش جلوہ افروز تھا۔
علیٰ ہذا القیاس رات کی بھی یہی کیفیت رہتی تھی رات کیا تھی شب برات تھی
جب حضور بندگانعالی رخصت ہوئے۔ اکثر تحائف بے بہا نذر گذرانے
حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔
بعد ازان گردش تقدیر سے کوئی ایسا سبب پیدا ہوا کہ آپ غرہ رجب سنہ ۱۱۷۹ ہجری
مین اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ عزیز خلائق تھے آپکی معزولی
سے عام شہر مین رنج والم تھا گھر گھر شور و ماتم تھا۔ اس حالت مین عام کا آپکے ساتھ
ہمدردی و افسوس کرنا اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ دیانتدار اور امانتدار
و منصف تھے اور یہہ قبولیت عام اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپ خلق مجسم صلح کل
تھے۔ نہین تو ایسی حالت معزولی مین عرف عام رواج کے موافق کوئی ہمدردی نہین کرتا
بلکہ لعن وطعن کرتے ہین۔ آپ پنجم ذیحجہ سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نظام آباد
جاگیر مین تجمل وشان کے ساتھہ روانہ ہوئے۔ روانگی کیوقت مجمع عام تھا
عمائد شہر و مشائخ و فضلا بیرون شہر تک ہمراہ آئے آپکو نہایت حسرت و رنج
سے رخصت فرمایا۔ فقرا و غربا کا ہجوم تھا شور و غل تھا۔ آپکے احسانات یاد کرتے
تھے اور کہتے تھے کہ شہر سے اگر ہزار آدمی چلے جائین تو کچھہ غم نہین ہوتا اور نہ شہر کی
آبادی مین بھی کمی ہوتی مگر اس مربی داتا کے جانے سے شہر ویران نظر آتا ہے
آپ خوش مزاج و خوش خلق تھے منصف و عادل۔ کریم باذل تھے۔ شگفتہ طبع
و زندہ دل۔ دلاوری مین دلیر و بیدل تھے۔ رعیت پروری و غربا نوازی مین بے نظیر
تھے۔ ملکی و مالی تدابیر مین روشن ضمیر تھے۔ طلاقت بیانی و سخندانی مین بے مثل

انشا پردازی و تاریخ دانی مین بے بدل۔ آپکی حاضر جوابی اور بداہتہ بیانی مشہور تہی۔ طبیعت کی تیزی نور علی نور تہی۔ آپ وقت کے پابند تہے آپکا وقت کاموں سے معمور رہتا تہا۔ وقت کی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپکی ظاہری شان و شوکت و حشمت کی شان بہی قابل دید تہی اور آپکی سواری بڑی تکلف و تجمل سے نکلتی تہی۔ دو تین سو سوار حبشی و عرب و دکہنی جلو مین ہمرکاب ہوتے تہے۔ سواری کے آگے چند عرب و بچہے العوزہ بجاتے ہوئے گاتے تہے۔ اچہلتے کودتے تہے۔ سواری کے دیکہنے سے لطف آتا تہا۔ امارت و ریاست کا تماشا نظر آتا تہا۔ اور رعایا کے دلون مین رعب و خوف ہوتا تہا۔ کوئی مفسد و باغی فساد و بغاوت نہین کرنے پاتا تہا۔

آپ لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی مین یکتا تہے۔ آپکے لطائف و ظرائف اکثر مشہور ہین منجملہ ہم چند لطیفے شائقین کے مطالعہ کے لئے لکہتے ہین کہ اون کے دیکہنے سے لطف اٹہائین۔ کہتے ہین کہ جناب شاہ علی صاحب کے صاحبزادہ کی شادی تہی مجلس منعقد مین شہر کے تمام امرا و مشائخ حاضر تہے۔ اور اس مجمع مین جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی و شاہ محمود صاحب و نواب خاندوران صاحب جمہ و نواب شجیع الدولہ مجتمع تہے۔ اسوقت حسب دستور طرفین یعنی داماد و عروس کے وکلا قاضی صاحب کے سامنے آئے۔ خواجہ دکہتو نامی بنات فروش عروس کے طرف سے وکیل ہوکر آیا۔ خاندوران کا قلیچان نے کہا۔ آج ہمکو معلوم ہوا کہ آپ بنات فروش ہین۔ حاضرین مجلس اس لطیفہ سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ لفظ بنات جمع بنت یعنی بیٹی۔ و بمعنی پارچہ پشمی۔

لطیفہ دیگر ایک روز شاہ علی صاحب نے نواب صاحب سے کہا کہ ہم غیرون کیلئے فقط دنیا کی دعا کرتے ہین مگر آپکے لئے دین و دنیا دونون کی دعا چاہتے ہین۔

دین کی دعا کا محل مسجد مقرر کیا ہوں اور دنیا کی دعا کا مقام بیت الخلا۔ کیونکہ وہ مقام قضاء حاجت ہے۔ نواب نے کہا آپ مسجد میں کئے مرتبہ جاتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا پانچ وقت۔ اور بیت الخلا میں کئے بار شاہ صاحب نے کہا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ نواب صاحب نے کہا میں جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ حضرت کو پیچش ہو تا کہ آپ بیت الخلا میں بار بار جائیں اور دنیا کی دعا بہت کریں شاہ صاحب حاضرین قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔

لطیفہ دیگر چند نوملازمین کی درخواستیں نواب صاحب کی خدمت میں پیش ہوئیں نواب صاحب نے ہر ایک شخص کو بالمشافہ بلا کر اسکی حیثیت کے لائق تنخواہ مقرر کر کے دستخط فرماتے تھے۔ اونمیں دو لڑکے کم سن تھے۔ نواب صاحب نے ایک کی درخواست پر لفظ با موزد لکھا اور دوسرے کی درخواست پر لفظ دیگر لکھا۔ وہ دونوں کم سن لڑکے پچھی نرائین پیشکار کی خدمت میں گئے۔ پیشکار نے دونوں درخواستوں کا نقشے لکھوایا۔ اور نواب صاحب کی خدمت میں دونوں کو پیش کیا۔ فرمایا کہ کل یہہ دونوں منظور ہوئے۔ پیشکار نے عرض کیا جسکی فرد پر آموزد دستخط تھا وہ آج سیکھکر آیا ہے۔ اور دوسرا جسکی فرد پر دیگر ہے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ دیگر سے وقت مراد ہے یا کوئی دوسرا شخص۔ نواب صاحب نے پیشکار کی تقریر سے تبسم فرمایا اور دونوں کو نوکر رکھہ لیا۔

لطیفہ دیگر دلّی میں آپ نواب آصفجاہ کے ہمراہ تھے۔ دربار میں نادر شاہ نے محمد شاہ سے کہا کہ ہم کل جائیں گے اسوقت آپ نے یعنی درگاہ قلیخان نے آہستہ نواب کے کان میں کہا کہ النادر کالمعدوم۔ نواب آصفجاہ بہادر آپ کے

لطیفۂ نادر سے بہت خوش ہوئے۔

آپ شعرا دوست و علما پرست تھے۔ قدردان و جوہرشناس۔ ہر مہینہ مین دو مین عام جلسے اپنے باغ دلکشا مین منعقد فرماتے تھے۔ اور اُن بزرگون کو جو لائق صحبت ہوتے تھے بلاتے تھے۔ اور ہر روز آپکے دولتخانہ بر ہم شرہان خاص کا جلسہ رہتا تھا۔ اور آپکی مجلس مین تکلف نہین ہوتا تھا۔ آپ حاضرین مجلس سے خندہ رو و شگفتہ جبین ملتے تھے۔ آپ تعمیر عمارات و آبادی قصبات و دیہات کے شائق تھے اورنگ آباد مین اکثر عمارات آپکی یادگار ہین۔ باغ دلکشا اورنگ آباد مین جنوبی جانب آپکا بنایا ہوا ہے ۱۱۶۷ہجری مین ایک نہر کہدوائے اور باغ مین لائے۔ اور باغ مین ایک کشادہ حوض بنوایا۔ حوض کی وجہ سے باغ سیراب و تازہ رہتا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اُسکی تاریخ لکہی۔

تاریخ بنائے نہر

خاندوران میر عالیجاہ	مورد عاطفات ربانی
نہر آب حیات جاری کرد	خضر آنرا کند نگہبانی
کامیاب زلال احسانش	مردم شہر و بیابانی
کرد این نہر را روان در باغ	تازہ شد آب رنگ بستانی
کند حوض وسیع در بستان	کہ توان گفت کوثر ثانی
این عمل امتیاز خاصی یافت	از قبول جناب سبحانی
سال تاریخ او طلب کردم	گفت دل نہر خان دورانی

آپ موزون الطبع تھے سخن فہم و سخندان تھے۔ کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے

اور ہندی مین مراثی حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے مراثیے بہت ہی خوب کہتے تہے۔ چند اشعار مندرجۂ ذیل آپکے طبعزاد ہین۔ ایکروز میر آزاد بلگرامی نے خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر۔ صبا بلطف بگو آن غزال رعنارا۔ کہ سر بکوہ وبیابان تو دادہ مارا۔ طرح کی اور فرمایا ؎

صبا بیام رسا آن بہار رعنارا	کہ داد بوئے تو سرمایۂ جنون مارا

اُسیوقت نواب خاندوران خان بہادر نے بہی فی الفور فرمایا ؎

صبا پیام رسا آن جنون تمنّارا	بہار آمد و سر سبز کرد صحرا را

یہی زرائن مولف گل رعنا نے بہی حسب خواہش نواب صاحب موزون کیا ؎

فزود جلوۂ او سیل گریۂ مارا	طلوع ماہ کند بیش آب دریا را

نوابصاحب بہت خوش ہوئے اور تحسین و تعریف کی۔ آپکی بحالی کا سامان موجود ہوگیا تہا۔ یکایک آپ ۱۸ جمادی الاول ۱۱۸۰ھ مین مرض سرسام سے نظام آباد مین فوت ہوئے۔ وہان سے نعش مبارک کو اورنگ آباد مین لائے آپکے والد ماجد کے مقبرہ مین جو شہر کے جنوبی جانب ہے دفن کئے۔ دفن کیوقت عمائد شہر و مشائخ و فقرا جمع ہوئے۔ شور وغوغا برپا تہا قیامت تہی۔ میر علی رشدا جنہون نے مادۂ تاریخ مین ایک مصرع لکہا ؎ اہل عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ۔ اور کسی دوسرے شاعر نے ایک مصرع مین تاریخ صوری و معنوی لکہی ؎

یکہزار و یکصد و ہشتاد سال

۱۱۸۰ ہجری

مین آپ کی اولاد و شجرۂ خاندان کو گزارش کرتا ہون

اولاد نواب موصوف
خفیف الدینخان بانی سرائے اورنگ آباد کی لڑکی کے بطن سے
ایک دختر
بنکاح محمد صفدر خان
غیور جنگ بن شیر جنگ
تھی
دو فرزند
امام قلیخان موتمن الدولہ
سالار جنگ جاگیردار
بر او خجستہ بنیاد
وصی قلیخان مخاطب
بہ درگاہ قلیخان
جاگیردار برار
شجرہ نسب
خاندان قلیخان ذوالقدر از ترکان بوربورالوس خانان سیاہ خیمہ نواحی مشہد مقدس
درگاہ علی خان اول
نوروز قلیخان قلعدار دہارواڑ بیجاپور
خاندان قلیخان دوم نظام آباد کی تعمیر آپ کے اہتمام سے ہوئی
درگاہ قلیخان ثانی المتولد ۱۱۲۲ سنہ ہجری بمقام سنگمنیر دکن
دختر
دو پسر
نواب سالار جنگ مرحوم اول کی ننھیال کا سلسلہ آپ سے منتہی ہوتا ہے۔
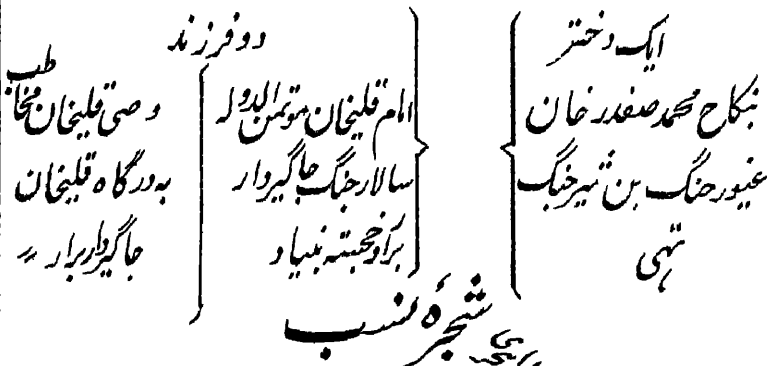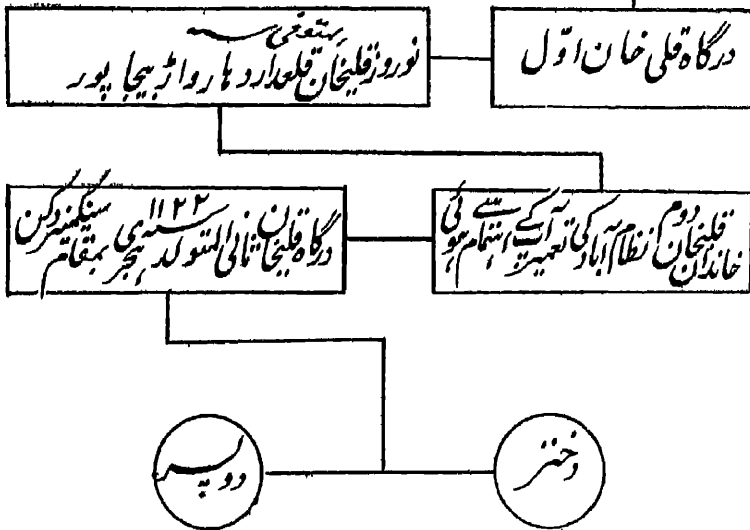
جب سنہ ۱۱۴۶ ہجری مین وزارت خان اورنگ آبادی کو غفران پناہ عالیجناب آصفجاہ اول نے دوبارہ دیوانی سے سرفراز فرمایا۔ احباب نے جوش خوشی سے تاریخین کہین۔ آپ نے بھی دو بیتین تاریخی موزون کی۔ ہر ایک مصرع سے سنہ سرفرازی دیوانی برآمد ہوتا ہے لیکن مصرع آخرین ایک عدد زائد ہے۔ **ھو ھذا**

شد بحکم تو بزم نو رانی	با مصابیح فضل یزدانی
از برائے صلاح خلق اللہ ۱۱۴۶	باز رونق گرفت دیوانی ۱۱۴۶

گل رعنا کے مولف نے آپ کے اوصاف حمیدہ اسطرح لکھے واقعی آپ جامع الصفات والکمالات تھے مولف کا قول مبالغہ سے مبرا ہے خوشامد و تملق کے دھبے سے معرا ہے **ھو ھذا** درگاہ قلیخان بہادر مخاطب بہ موتمن الدولہ خاندوران سالار جنگ امیرے بود عالیجاہ دانش نگاہ متصف باوصاف حمیدہ و متخلق باخلاق پسندیدہ غنچہ تصویر را در محفل رنگینش ہوائے شگفتگی در سر و طوطی خوش صفیر را از بیان شیرینش منقار در شکر بلبل ہزار داستان مستفید طلاوت زبانش۔ و گل شگفتہ جبین دریوزہ گر چہرہ خندانش۔ چرب نرمئی او دل سنگ راموم می ساخت۔ و تالیف قلوبئی او احبا و اعدا را در دام می انداخت۔ ضمیر منیرش در بدیہہ بیانی بازار آئینہ می شکست و ذات والاصفاتش در بزم افروزی بالادست شمع می نشست۔ صولتش شیر نیزہ را آب می نمود۔ و شجاعتش گوئے سبقت از رستم دستان می ربود الخ انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شرک محض ست گمان من و تو	من و تو نیست میان من و تو
معاشرا نہ سوالے بدوستان داریم	برائے ما و شما این ہوا چہ میخواہد

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند
فارش دیدند طوبی آفریدند

بعالم ریخت اشکم رنگ طوفان
زجیب قطرہ دریا آفریدند

ولہ
می چکد رنگ بہار از خامہ‌ام
وصف رخسار کہ انشا می کند

حکم آصف این غزل را تازہ کرد
کار ہا را کارفرما می کند

ولہ
کسیکہ در صدد وصف آن دہن باشد
چو شخص ہیچمدان در پئے سخن باشد

ولہ
بآغوش آیدان دلدار فواہے چنین باشد
خدا اگر راست آرد دولت وجاہے چنین باشد

چہ منتہاست بر دل از صبا گر نکہت زلفش
حیات تازہ می بخشد ہوا ہائے چنین باشد

مصفا ساختم بہر قدومش حضرت دل را
برائے شاہ والا جاہ درگاہے چنین باشد

ولہ
سوائے حیدر کرار شاہ مردان کیست
کہ ذو الفقار باو داد حق بہنی دختر

ولہ
دلم را فرقت آن نا مسلمان ساخت سیپارہ
نمود از ہم جدا اجزائے قرآنی کہ من دارم

ولہ
کرو یم ثنا ز ہجر طاقت
اے صبر بما چہ کار داری

باکے نبود ز تیغ اعدا
گر صاحب ذو الفقار داری

ولہ
نوروز کہ روز سعد عشرت افزاست
سولائے جہان تخت خلافت آراست

از مقدم گل نماند آثار خزان
سالے کہ نکو است از بہارش پیداست

ولہ
کونین شد ایجاد برائے ایشان
حاشا کہ کسے رسد بجائے ایشان

اسرار نبوت اند اولاد علی
درگاہ فلک است خاکپائے ایشان

دانش میر رضی مشہدی

دانش تخلص۔ میر رضی رضوی نام ہے۔ آپ میر ابوتراب مشہدی کے فرزند ہیں

آپکے والد عالم فاضل تھے۔ دانش بھی بمصداق الولد سر لابیہ ہوشیار و ہونہار تھا۔ کتب ابتدائی والد ماجد سے پڑھیں اور باقی کتب مختلف اساتذہ سے تمام کیں۔ تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد حرمین شریفین کی زیارت و حج کا ارادہ کیا جب حرمین پہنچا تو ایک مثنوی کعبہ کی تعریف میں لکھی۔ من ۲ اشعار ۷۸

ز خوبی کعبہ معشوق جہانست	نشاط دلربائی در جہانست
بروئے نو نیازان در کشادہ	چہ معشوقانہ خود را جلوہ داد
جمالش عذر خواہ زحمت دشت	بگرد آن نواحی تنوان گشت

ایسا ہی روضۂ منورہ کی وصف میں بھی کہتا ہے۔

ہمایون قبہ سرکوب افلاک	بہشت بے گمان عالم خاک
زحق بیگانگان را آشنا ساز	چو ابرو طاق محرابش خدا ساز
ز دیوارش فلک را دست کوتاہ	نمایان تا بعرش از سایہ اش راہ

حج و زیارت سے مشرف ہو کے مشہد میں آیا۔ ہندوستان میں باپ سے ملنے کا شوق دل میں شعلہ زن تھا۔ چنانچہ ہند کے شوق میں کہتا ہے

چون حنا شب در میان تن بهند و خوش بستانست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ راہ دور ہند پا بست وطن را دو مرا

آخر مقامات متبرکات کی زیارت سے فارغ ہوتے ہی ایران و ہند کے جانے میں تردد کا فیصلہ کیا کہ سفر ہند کو ایران پر ترجیح دی چنانچہ کہتا ہے

پریشان خاطرے باہم تگل داشت	میان ہند و ایرانم دو دل داشت
جگر را در بغل پنہان کشیدم	در آن آئینہ روئے کار دیدم
جلا چون از سوادش دیدہ دادم	سیہ رنگی ہند آمد بیادم

پدر کز من رواں شد تازہ با دا
نشاط آبا د غربت بود جائش
شد از تحریک آن سر گشتہ بلبل
حقیقت را بلند آوازہ کردم
نگہ را حسن گندم گون نصیبست
گہر را قدر در خاک عراقش
سواد سے دیدنش سرمایۂ نور
زبس سبزست نخل بوستانش
رسیدم فصل جو بہائے ایام

دران گلشن بلند آوازہ با دا
فضائے ہند باغ دلکشائش
سواد ہند بر من سایۂ گل
نمک با لعل سبزان تازہ کردم
چو طوطی سبز در ایران غریبست
محک بخت آزمایان را سوادش
بمردم پروری چون دیدہ مشہور
پر طوطی بود برگ خزانش
ہوا بر دار سرم فکر سرانجام

پھر دانش صاحب ترجمہ شاہجہان کے عہد مین وارد ہند ہوا۔ اور پدر بزرگوار کی ملازمت سے کامیاب۔ سرو آزاد مین میر غلام علی آزاد لکھتے ہین کہ در عہد شاہجہان با والد خود عازم ہند گردید الخ اور خزانۂ عامرہ مین لکھتے ہین کہ در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان بہند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید الخ تحریر اول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہند مین باپ کے ہمراہ آیا۔ تحریر دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہانی عہد مین آیا۔ اور باپ سے ملا یعنے اسکا باپ پہلے سے ہند مین موجود تھا۔ تحریر ثانی درست و صحیح۔ تحریر اول مین تردد ہوتا ہے۔ شاید سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی۔ والا میر صاحب سے ایسا تضاد واقع نہین ہوتا والعلم عند اللہ۔ ماہ شعبان ۱۰۶۵ھ ہجری مین ایک قصیدہ مدحیہ بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا دو ہزار روپیہ صلہ پایا۔ قصیدہ کا مطلع یہہ ہے ؎

بخوان بلند کہ تفسیر آیہ کرم ست	خطے کہ از کفِ دست مبارکش پیداست

چند روز شاہزادہ داراشکوہ کی ملازمت مین رہا۔ شاہزادہ کی عنایت و الطاف سے مخصوص ہوا۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ شاہزادے نے میر رضی کو غزل کے ایک شعر کا صلہ ایک لاکہہ روپیہ عطا کیا۔ وہ شعر یہہ ہے ؎

تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار	قطرہ تا می میتواند شد چرا گوہر شود

اور شعر کے مضمون سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور غزل مذکور یہہ ہے ؎

موسم آن کہ ابر تر چمن پرور شود	نکہت گل مایہ شور جنون در سر شود
تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار	قطرہ تا می میتواند شد چرا گوہر شود
نالہ بلبل نہان در پردہ برگ گل است	بیدماغم کاش این یک پردہ نازکتر شود
تا بذوق گریہ مستی درین بزم آمدیم	مے بہ ساقی بعد ازانکہ چشمی تر شود
راز پوشیدن نیاید دانش از بیتاب عشق	در میان انجمن پروانہ خاکستر شود

دارالخلافہ مین جب اس غزل کی شہرت ہوئی تب شعرا نے وقت نے اسکے جواب مین موزون کئے۔ شاہزادہ داراشکوہ نے یہہ بیت موزون کی ؎

سلطنت سہل ست خود را آشنائی فقر کن	قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

انتہی کلامہ۔ میر دانش صاحب ترجمہ چند مدت بنگالہ مین شاہزادہ شجاع بن شاہجہان کے ساتہہ رہا۔ اور وہان سے ابتدائے جلوس عالمگیری حیدرآباد دکن مین آیا۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی خدمت مین اعزاز و اکرام سے باریاب ہوا۔ قطب شاہ کے نزدیک معتبر و معتمد علیہ ہوا۔ قطب شاہ آپکے ملنے سے بہت خوش ہوتا تہا۔ آپکی تقریر و تحریر کو پسند کرتا تہا۔ آپ دربار قطب شاہی کے

رونق تھے۔ تذکرہ نویسون کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے والد ماجد میر ابوتراب
فطرت تخلص جو حیدرآباد مین سکونت پذیر تھے۔ اور قطب شاہی سلاطین کے
سایہ پروردہ تھے سنہ ۱۱۰۶ ہجری مین فوت ہوئے اور میر مومن استرآبادی کے دائرہ
مین دفن کئے گئے۔ آپکی لوح مزار پر یہہ رباعی جو مرحوم نے رحلت کیوقت
موزون کی تھی لکھی ہوئی ہے۔ خود مولف فقیر نے بہی سنہ ۱۲۸۶ ہجری مین دیکھا تھا

رباعی فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد	نتواخت بمهر و خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمی درو می گنجید	اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

اور اسی رباعی کے تحت مین میر رضی دانش کی رباعی جو والد ماجد کے فراق مین
کہی مرقوم ہے ؎

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	کاید بزمان کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسی بفلک بر شده	آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ نے میر رضی دانش صاحب ترجمہ کو اپنے طرف
سے نائب مقرر کرکے سنہ ۱۰۶۷ ہجری مین مشہد مقدس کو روانہ کیا تاکہ روضہ رضویہ
مین بادشاہ کے طرف سے زیارت کے مراسم ادا کرے اور اس کے لئے سالانہ دو ہزار
تبریزی وظیفہ مقرر کردیا تا زندگی سلطان اسکو پہنچتا رہا۔ فقیر مولف نے تقرر
سالیانہ کا فرمان عبدالعلی طالقانی میر منشی قطب شاہ کی انشاء طالقانی مین جو میرے
کتبخانہ نوادر مین موجود تھی دیکھا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ وہ انشا موسیٰ ندی
حیدرآباد کی طغیانی واقع سنہ ۱۳۲۶ ہجری مین غرق آب نذر سیلاب ہوئی کاش اگر
موجود ہوتی تو بجنسہ یہان فرمان کو نقل کرتا۔ آخر میر رضی دانش نے سنہ ۱۰۷۶ ہجری مین

رحلت کی۔ اب مین متفرق تذکرون سے آپکے بوارق طبع کو گزارش کرتا ہون تاکہ ناظرین ملاحظہ کرین ھو ھذا

زبسکہ مشق سخن ساخت ناتوان ما را — گداخت ہمچو قلم مغز استخوان ما را

نشد کہ بوسہ بپائے ہدف چو تیر رسیم — گذشت عمر بخمیازۂ کمان ما را

ذخیرۂ بدل از چشم اشکبار نماند — ولہ — شکست شیشۂ سیماب در کنار مرا

غنیمت دان بہشت روئے گندم گون در محشر — ولہ — کہ فرد طاعت محراب ابرو میدہد ما را

بوئے گل شد فیض بخش آہوش قیدست و بیخودیست — ولہ — یکنفس بگذار در سیر چمن تنہا مرا

چون سر زلفش بدستم افتد از خود میروم — ولہ — ہمچو طفلان اول شب خواب می آید مرا

لب تشنۂ تیغم بگو قاتل ما را — ولہ — کو آب کہ شیرینی جان زد دل ما را

وعدۂ ہم صحبتان رفتہ روز محشر است — ولہ — دیر می آید قیامت گشت تنہائی مرا

فصل گل ہست جوش بہار سخن مرا — گل کرد ہمچو غنچہ زبان در دہن مرا

تا بساز درین بزم نسبتے داریم — خوش ندا اہل نشاط از ضعیف نالیہا

عینکے باید مرا از شیشۂ می ساختن — تا توانم خواند در پیری خط پیمانہ را

در راہ انتظار چو مژگان نشستہ ایم — بر آستان خانۂ ما جائے پا بس است

بر دیدۂ آلودہ بخونم صف مژگان — چون حلقۂ ماتم بدور شہید ست

گر ز ابرو جبین کشاید در و بسمل بس است — خون بہائے کشتۂ ما خندۂ قاتل بس است

دست گلچین قتل عام لالہ و گل میکند — باغبان دریائے گلچین ہست خواب افتادہ است

مردم رنجور را روز وصل — گریۂ شادی عرق صحت است

وصل یاران چون رہد دلتنگی می باید نماند — گریۂ شادی کہ از یاران روز عید نیست

مرا که خندهٔ گل سر بدر نمی آرد — وله — دماغ گریهٔ بلبل درین بهار کجاست

آبروی دودمان تاک هم بر باد رفت — وله — دختر رز را عسس صد بار با مستان گرفت

ما و بلبل عرض چاک سینه میکردیم دوش — وله — تا ز پیرو گلستان زخم خاری هم نداشت

صفحهٔ دشت بامداد رفیقان سطری کند — وله — چون قلم بی روسیاهی سفر نتوان رفت

کشاده روی خوبان در آخر حسن است — وله — در چمن همه جا موسم خزان باز است

سینه صافان را غم صحبت کشان بیش از خود است — وله — آب می بالد از ان بازی که بر روش پل است

هر روز کامیاب ز روی چو ماه دوست — وله — آئینه عذرنامهٔ چرخ نگاه اوست

گر سرمه لاف نسبت مژگان زند بجاست — وله — از خاک برگرفتهٔ چشم سیاه اوست

در بزم کینم سبز که جای دگرم نیست — وله — از خانقه برون چون قدح می سفرم نیست

رفتی و از اشک بلبل در چمن طوفان گذشت — وله — روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

چسان بینم که می‌را محتسب بر خاک میریزد — وله — که می لرزد دلم بر خود اگر از تاک میریزد

دران وادی که من باشم آبادی نمی باشد — وله — سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوئی

بر سرم آمد ملی بسیار زود از من گذشت — وله — دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود

کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمیخواهد — وله — خورم گر آب شیرینی بیادم کوه کن آمد

نوبهار ست هوا تا به عشرت دارد — وله — مفت رندی ست که پیمانه ز وحدت دارد

ای هما از سر ما خاک نشینان مگذر — سایهٔ بال تو بدنامی دولت دارد

چسان از قدر این صیاد آزادی هوس باشد — وله — که پرواز بلندم تا لب بام قفس باشد

پرده بر عیب خود از دامن صحرا پوشد — وله — هر که از سلسلهٔ اهل جنون رسوا شد

دلت فصل خزان گر خار خار جوش گل دارد — وله — بگیر آئینه در کف تا بهار رفته برگردد

چگونه باره بمنزل برد مسافر اشک　وله　که رهزنی بکمین همچو آستین باشد

تا به پیغام زبانی از تو حرفی نشنود　وله　مُهر با لبی بر لبِ قاصد بجائے نامه زد

درد دلی بکاغذ ابری رقم زنیم　شاید که پی بدیدهٔ گریان ما برد

نمیدانم چه صیادی که زیر تیغت آهو را　وله　چو چشم دلبران در زیر ابرو خواب می آید

دل از حسن جوانی وحشت آرا می ندانستم　وله　که این یوسف چو پیری کهنه گرگی در کمین دارد

مرد دانا به هنر زبدهٔ اقران گردد　وله　میوهٔ رنگین چو شد از برگ نمایان گردد

نیستم ایمن اگر زحشمت مرا دل میدهد　صید را صیاد آبے وقت بسمل میدهد

وگر زلف سیاهش در پی تاراج ایمان شد　بفکر رهزنی افتد سیاهی چون پریشان شد

شاخ رنگینی ز گلبن بر زمین افتاده است　بلبلان شیون بگرد کشتهٔ گلچین کنید

گر آه ندارم بجگر سنگ را زمن　بر دامن آئینه غبارے نه نشیند

بی تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد　گو بتعظیم نسیم گل غبارے بر نخیزد

میتوان در پرتو روشن دلانم یافتن　جلوه گاه من چو عکس آئینه آب است و بس

پس از وفات که یادت کند بجز غم خویش　چو خون مرده سیه پوش شو بماتم خویش

تنگ بر بی هنران دور فلک کے گردد　از قفس زود شود بلبل خاموش خلاص

باغبان پیدا چو شد خاطر پریشان می شوم　جا اگر یابم چو بو در غنچه پنهان میشوم

صبح دیدم شبنمی بر برگ گل غلطان بناز　یادم آمد طفلی و دامان مادر سوختم

ز ساقی باده میگیرم بپائے تاک میریزم　ندارم فکر خود میخانه را آباد می سازم

ور کفم از بادستی آید نمیگیرد قرار　جامه در رنگینی پاره چون گل میکنم

قلم سنبل شود گر حرف گیسوی تو بنویسم　خطم صورت کند پیدا اگر روی تو بنویسم

غم و شادی مساوی دان ما گردن و مدارا کن
نشان آب حیاتم چه می دہی اے خضر
شنیدہ بختم از مژگان سیاہان
بامید وصالت در شب ہجر
اینکہ میخواہی مرادت از چمن حاصل شود
درین رنگین چمن چون لالہ زار
بگذار تا بعکس تو عکس آشنا کنم

تلی کم از قدح عادت بدرد و صاف مینا کن
کجاست سرمہ زدید با نہان گشتن
ندیدم راستی زین کج کلاہان
نمی خواہم چو خون بیگناہان
بلبلے را از قفس در جوش گل آزاد کن
غریبم در میان ہمنشینان
گلگشت باغ آئینہ تنہا چہ می کنی

دانش - میرزا دلاور علی

دانش تخلص - میرزا دلاور علی نام - آپ آقا سید علی رشتی کے خلف الصدق ہین - آپکے والد ماجد علم و فضل کے زیور سے آراستہ - خوش اخلاقی کے پیرایہ سے پیراستہ تھے - شعر و شاعری کے میدان مین بھی سابق قدم - سید تخلص فرماتے تھے عجم سے مہاراجہ چندولال کے عہد وزارت مین حیدرآباد دکن وارد ہوئے - مہاراج کے شعرائے درباری مین ملازم ہوگئے - نواب سراج الملک بہادر مرحوم کی دیوانی تک شعرا کے زمرے مین منصب مناسب پاتے رہے - نواب مرحوم نے آپکو بلحاظ لیاقت و فضیلت اپنے برادر زادے یعنی نواب سالار جنگ مرحوم اول کی تعلیم و تکلم فارسی کیلئے مقرر فرمایا - علاوہ منصب حسن سلوک بیحد فرماتے تھے - پس دانش صاحب مرحوم کے والد نواب کے دولتخانہ پر مدۃ العمر وابستہ رہے - نواب مختار الملک بہادر بھی استاد کا بہت اعزاز کرتے تھے - آخر ۱۲۸۵ ہجری مین کربلائے معلی گئے - چند روز کے بعد [illegible]

بہشت برین پر روانہ ہوئے۔ دانش صاحب جمہ حیدرآبادی المولد ہے انکی ولادت سنہ ۱۲۴۸ ہجری
مین ہوئی۔ لیکن آپنے تربیت و تعلیم والد ماجد کی توجہ و سرپرستی سے پائی۔ بمصداق
الولد سر لابیہ۔ آپکی فارسی زبان و لہجہ و تکلم مثل اہل زبان ہے۔ سیرت و صورت سے
شان اہل زبان عیان ہے۔ آپ منشی ذی استعداد ہین۔ انشا پردازی مین ملکہ کامل
رکھتے ہین ناظم و ناثر ہین۔ شعر و شاعری کے فریفتہ۔ آپ تلمذ جناب ناجی صاحب سے
ہے آپکا کلام شستہ و شائستہ ہوتا ہے۔ لطافت و حلاوت سے بھرا ہوا۔ آپ فارسی
و اردو دونون زبانون مین کلام موزون فرماتے ہین۔ جو کچھ آپکا طبع زاد ہوتا ہے لطف و
مزہ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ ان فضائل کے سوا آپ خطاط و شمشیرباز ہین۔ خط نستعلیق
و شفیعائی مین جواہر رقم و عطارد قلم ہین۔ خوب لکھتے ہین اور خطاطی کے فن کو علماً
و عملاً جانتے ہین۔ شمشیربازی یعنے بنوٹ مین بھی مشہور ہین۔ اس فن مین آپ کو
محمد وزارت علی صاحب بن محمد مراد علی شاہ سے تلمذ ہے۔ فی زمانا شہر مین استاد کے
قائم مقام ہین۔ اکثر شائقین فن آپ سے مستفید ہوتے ہین۔ آپ سرکار عالی نظام اللہ ملکہ خلد
کے منصبدارون مین ایکسو تین روپیہ ہوار پاتے ہین۔ نواب سالار جنگ بہادر حال کے
ادب آموزون مین شمار کئے جاتے ہین۔ اور کتبخانہ سالار جنگی کی نگرانی بھی آپ ہی کے
متعلق ہے۔ آپنے کتبخانہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے رکھا ہے۔ اور کتبخانہ کی
فہرست بھی مرتب کی ہے غرض موصوف الیہ کتبخانہ کی درستی و نگرانی عمدہ طرح سے
کرتے ہین۔ فقیر مولف کو آپ کی خدمت مین نیاز ہے۔ نہایت محبت و اخلاص سے
ملتے ہین خدائے تعالی آپکو خوش و خرم رکھے۔ اب مین آپکے نتائج طبع ہفت بند
نعتیہ و قصیدہ مدحیہ اردو سے چند اشعار ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھتا ہون۔

السلام اے بارگاہت مہبط روح الامین | خسرو کون و مکان محبوب رب العالمین
بانی بنیاد عرفان دار حکمت شہر علم | قبلۂ ارباب ایمان کعبۂ اہل یقین
چیست جود آسمان و کیست جود ابر جہان | آن ز مہر تو ہمیشتن واین ز مہر تو حسین
سر بسر انگشت تو ابر وہ از ید بیضا سبق | چہ خورشید داری گوئیا در آستین
لب کشاید چون بہ نعت دلکشت روح القدس | آیدش از پردۂ قدرت صدائے آفرین

وله

ہمایون دولت و اقبال ہوا ہے ظل سبحانی | جہان کی ہے بنا جب تک ہے قائم جہانبانی
نظام الملک محبوب علیخان آصف دوران | زہے وہ خسرو ملک دکن اسکندر ثانی
امیرونکا سر تسلیم جہکجاتا ہے یہان دائم | ادب سے آکے رکہتے ہین دراقدس پہ پیشانی
ہوا وہ سرور دوران جسے حضرت نے دی عزت | بنا وہ ہمسر شاہان عطا کی جسکو دیوانی
امیری کبیری کا تفاخر ملگیا اسکو | دیا ہے جس کسیکو آپ نے حکم مگس رانی

داغ - نواب مرزا خان دہلوی

داغ تخلص - مرزا خان نام - آپ نواب شمس الدینخان برادر نواب ضیاء الدین بہادر والی لوہارو کے خلف الصدق ہین - آپ کی ولادت شہر دلی مین واقع ہوئی - ابہی آپ خورد سال تہے کہ ۱۲۵۲ ہجری مین والد کا انتقال ہوگیا - آپ یتیم ہوگئے چونکہ آپکی والدہ صاحبہ کو صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر ولی عہد بادشاہ دہلی کی ہم آغوشی کا شرف حاصل تہا - اس لئے آپکی والدہ صاحبہ بادشاہی محل مین رہتی تہین - اور آپ بہی والدہ کے ساتہہ محل مین پرورش پاتے تہے - رسم تسمیہ کے بعد

والدہ نے آپکی تعلیم شروع کرائی۔ دس بارہ برس کی عمر مین بقدر ضرورت فارسی وارد و مین استعداد حاصل کرلی۔ عالم شباب کا ابتدا تہا۔ طبیعت مین جستی و چالاکی موجزن تہی شعر و شاعری کے ساتہہ دلچسپی تہی آپ شاعری کے میدان مین بڑہنے لگے جناب محمد ابراہیم ذوق کی خدمت مین اصلاح سخن کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ولیعہد بہادر نے دیکہا کہ لڑکا شاعری کے طرف زیادہ مائل ہے اور ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ جناب ذوق سے آپکی سفارش کی۔ ولیعہد کی سفارش کی وجہ سے ذوق شوق سے آپکے کلام کی اصلاح فرماتے تہے۔ استاد کی اصلاح سے روز بروز آپ ترقی کرنے لگے۔ چند ہی روز مین استاد کے تلامذہ مین ممتاز ہوئے۔ دہلی کے مشاعرون مین شریک ہونے لگے اہل مشاعرہ مثلاً شیفتہ و غالب و صہبائی و صابر وغیرہم سے داد سخن و تحسین پاتے تہے ولیعہد بہادر کے فوت ہونیکے بعد آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی کے زمانہ مین ہند کے غدر کا ہنگامہ شروع ہوا۔ آپ دلی سے رام پور آئے۔ نواب یوسف علیخان والی رام پور کے پاس رہے۔ نواب آپکے ساتہہ حسن سلوک فرماتے تہے۔ نواب کے فوت ہونیکے بعد نواب کلب علیخان بہادر نے بہی آپکے ساتہہ والد مرحوم کی طرح حسن سلوک جاری رکہا اور آپکو کارخانجات کا مہتمم کیا۔ آپ تا زندگی نواب کی خدمت مین نہایت آرام و آسائش سے بسر کرتے رہے۔ آپ نواب صاحب کی زندگی مین حرمین شریفین کی زیارت و حج سے بہی مشرف ہوکر آئے اور وطن مالوفہ گئے۔ پہر وہان رام پور واپس آئے۔ نواب صاحب بہی اسی زمانہ مین عالم فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہوئے۔ آپ وہان سے برداشتہ خاطر ہوکے دلی آئے۔ پہر ۱۳۰۵ ہجری مین حیدرآباد دکن آئے۔ بذریعہ راجہ گردہاری پرشاد باقی تخلص حضور مین باریاب ہوئے۔ آپنے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔ اعلیحضرت بندگانعالی

خلد اللہ ملکہ سنکے بہت خوش ہوئے۔ چند روز امیدوارانہ گوشہ مین پڑے رہے۔ بلحاظ
ضرورت چند روز کے لئے دہلی چلے گئے تہے۔ غیبت کے زمانہ مین اعلیحضرت نے یاد فرمایا۔
نواب داور الملک کے ذریعہ سے آپکو اطلاع ہوئی آپ فوراً حیدرآباد آئے۔ اور استقلال کے
ساتہہ سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد سنہ ۱۳۰۸ ہجری مین ایک فرمان واجب الاذعان
مع ایک غزل مہر شدہ آپکے پاس پہنچا۔ آپنے اُسیوقت غزل کو دیکہہ کے
واپس بہیجدی اور حسب الطلب دربار مین حاضر ہوکے نذر دی۔ اعلیحضرت نے آپکی
بڑی قدر و منزلت کی۔ اور آپکی عظمت و شان زیادہ رتبہ بلند فرمایا۔ اور آپکے لئے
سنہ ۱۳۰۹ ہجری مین چارسو پچاس روپیہ ماہوار بلا خدمت بصیغہ منصب مقرر فرمایا
اور ساتہہ ہی حکم بہی صادر فرمایا کہ آپ کو ابتدائے تشریف آوری سے آج تک کی
کل تنخواہ دیجائے۔ دو تین سال کی کل تنخواہ بحساب چارسو پچاس روپیہ ماہانہ چہکڑون
پر لدی ہوئی داغ کے مکان پر پہنچی۔ حضرت داغ رقم کے دیکہتے ہی فارغ البال
ہوئے۔ پہر سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین جشن سالگرہ کی تقریب مین خانی و بہادری جنگ
و دولہ و ملک کے خطاب سے یعنی ناظم یار جنگ دبیر الدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان
و منصب چار ہزاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔ سنہ ۱۳۱۲ ہجری
مین ایکہزار روپیہ وظیفہ ماہانہ مقرر ہوا۔ علاوہ تنخواہ آپکو وقتاً فوقتاً صلات
و انعامات ملتے رہے ہین۔ آخر آپنے سنہ ۱۳۲۲ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی
مین رحلت کی۔ آپکی عمر ستر برس سے زیادہ نہی۔ اعضا قوی درست تہے۔ صورت
و شکل سے معلوم ہوتا تہا کہ چہل سالہ ہین۔ آپکا کلام روزمرہ کی بول چال ہے
مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کا چشمہ زلال ہے۔ سامعین کو سننے سے لطف وغیرہ

آپکی عمر متوسط تھی لیکن طبیعت مین جوانی کا ولولہ موجود تھا۔ زندہ دل پاکیزہ منزل تھے۔ کلمۃ الحق کے گویا۔ صلح کے جویا تھے۔ درویش دوست غریب پرور آپ کی تصانیف متعدد دواوین ہین۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ فریاد داغ یہہ تینون مطبوع ہوچکے ہین۔ آپکے یہان ہزارہا شاگرد ہین۔ اکثر آپکے چشمہ فیض سے سیراب فیضیاب ہوئے ہین اب مین چند ہی اشعار آپکے دواوین سے گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الہندی

توجو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

وله

ناوک ابھی ہے شست مین صیاد کے مگر
اٹھتی ہین انگلیان وہ نشانہ اڑا دیا

وله

ہے سارا خون کے چھینٹون سے پیرہن گلزار
ترے شہید کا لاشہ بہار سے اٹھا

وله

غضب ہے جذبۂ دل آیا کہیں نجاؤ وہ بنکر
کہان آیا کدھر آیا کیون آیا یہہ کب آیا

وله

یون آنکھ اٹھی کرکے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہوکے کچھ ارشاد رہگیا

وله

کبھی فلک کو پڑا دل جلون سے کام نہین
اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

وله

داغ کو چین ہی نہین آتا
جب تک اس سے برا بھلا نہ سنے

وله

یہہ بھی طرز خرام ہوتی ہے
ساری دنیا تمام ہوتی ہے

دم آخر تو کچھ مری سنلو
آج صحبت تمام ہوتی ہے

ملانے ہوا سبکو خاک مین جو دل سے ملتا ہے
مری جان چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

دنیا مین ایسے لوگ مصیبت زدہ کہان
ہم آج خوب روئے گلے ملکے داغ سے

میری فریاد دوسرا نہ سنے
تم سنو اسے تو خدا نہ سنے

دوستی کیا اسیکو کہتے ہین | آشنا کی جو آشنا نہ سُنے

دولت - میر دولت علی آسیری

دولت تخلص - میر دولت علی نام - بمظہر علیشاہ خطاب - آپکا مولد آسیر ہے بمقتضائے آب و خورش سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین شہر اورنگ آباد وارد ہوا - مدت تک شہر مین سکونت پذیر رہا - شعرا و علما سے ملتا رہا - یحییٰ اُن صاحب تخلص اورنگ آبادی سے نہایت ربط و اتحاد پیدا کیا تہا - اکثر اوقات اپنی فرودگاہ سے صاحب کے دولتخانہ پر آمد و رفت کرتا تہا - ریختہ مین اکثر صاحب کا تتبع کرتا ہے - چنانچہ ایک مقام مین کہتا ہے ؎ نقش ہے دل پہ میرے مصرعۂ صاحب ✤ کیا ہوا بات ہماری جو زمانے بہر اوہ ✤ پہر اورنگ آباد سے برہانپور مین آیا - رخصت کیوقت بداہتہً صاحب کے حق مین ایک مصرعہ موزون کیا ؎ دولت کو دل سے اپنے صاحب نہ بہول جانا وطن مین پہنچکر مدت تک زندہ رہا آخر سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین فوت ہوا -

شاعر ذہین و خوش فکر تہا - نازک خیال و رنگین مزاج تہا - احباب کے ساتہہ خوش صحبت و خوش اخلاق تہا - آپکا کلام ریختہ صاف و شستہ ہے - ایہام و تلازم شعریہ سے پاک - سیدہا سادہ کلام ہے -

من اشعارہ الہندی

ہر آن گریہ کرنا ہر دم آہ بہرنا | گر صبح ہے تو یہہ ہے اور شام ہی تو یہہ ہے
سب بلبلوں سے اول ہمکو تو ذبح کرنا | صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہہ ہے

ولہ

یارو قسم ہے تمکو کہین جستجو کرو | قاتل مرے کو مجہہ سے ذرہ روبرو کرو

چاہو نماز حضرت گل کی ادا کرو | اے بلبلو تم اشک سے اول وضو کرو
اُس چشم مے پرست کا مارا گیا ہے جو | لازم ہے اُسکو خاک سے خم یا سبو کرو
ہمکو ہمارے یار کے جلوہ سے کام ہے | اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو

ولہ

لب ورخسار اور قدو قامت | دیکہ سب غنچے مسکراتے ہین
مجلس مین نہ جا پیارے تجہ رخ کی تجلی سے | ہوئیگی شمع پانی جل جائیگا پروانہ
اسلام سے نہین مقصد اور کفر سے نہین مطلب | منظور ہے مرے دلکو ہے جلوہ جانانہ

ولہ

سوتا تہا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا | کیا عالم بہار خدا نے دکہا دیا
خوف ہے مجکو مبادا کہ دیوانے ہوئے | صورت اُسکی نہ زلیخا کو دکہا نا بہزاد
جائے نامی کی ہین اُس پاک بتین بہیجونگا | کہینچ تصویر کو دولت کے لے آنا بہزاد
اس غم کی کشمکش مین یونہی عمر گذری | کیا یاد مین کرونگا خوبی سے اُس جہان کو

دانا نصیر الدین خان

دانا تخلص۔ نصیر الدین خان نام۔ آپ جمال الدین کے بہائی ہین۔ بہادر بادشاہ کے زمانہ مین آپ منعم خان خانخانان کے مصاحب تہے۔ صبح الغب تہے آپکا مولد ومنشا اورنگ آباد تہا۔ آپ فضائل وفواضل سے آراستہ تہے۔ کتب درسیہ سے فارغ التحصیل تہے۔ شعرگوئی کا شوق تہا۔ خوب مرغوب فرماتے تہے۔ اشعار کے دیکہنے سے آپکی لیاقت واستعداد معلوم ہوتی ہے۔ آپکا کلام آپکی لیاقت واستعداد کا محضر ہے۔ آپکو سرکار سے صوبہ برار مین تہوڑی جاگیر تہی۔ آپ جاگیر کے تعلق کی وجہ سے بلدہ ایلچپور برار مین سکونت پذیر ہوئے۔ اور جاگیر سے جو کچہ حاصل

اُس مین زندگی بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ نویس نے آپکی نسب و خاندان کا حال اور آپکی ولادت و وفات کی بھی تاریخ نہین لکھی۔

من اشعارہ

صراحی سجدہ ام ساغر پرستم تا چہ پیش آید — بہر سو میروم از خویشتن مستم تا چہ پیش آید

ولہ

حسن نشاط کرد گل ہمچو بہار ہر طرف — چون گل سحر میبد شیشہ و جام و نای و دف

ولہ

حیرت برق حسن یار بسکہ زگریہ جوش زد — قطرۂ اشک شد بر مژہ چون گہر نجف

پیر مغان باعتقاد میکدہ را چو در کشاد — ساغر می بکف نہاد و گفت بنوش و لاتخف

ور تو کسے کہ نیست نیست نقاش جاودان — غیر تو ہر کہ ہست ہست بمعرض تلف

با تو مراست آرزو خواب فراموش خود — سینہ بسینہ او بردو بدست کف بکف

آصف عہد است نصیر یافت ز روح جد افیض — طالع اگر یار کند و انش آرم بکف

نمیرسد بخدا نشہ بجائے شراب — چہ جائے تنباکو چہ افیون شراب وائے شراب

آپکا انتقال بھی تقریباً ۱۱۸۵ھ ہجری مین ہوا۔

درسی۔ سید محمد درویش براری

درسی تخلص۔ سید محمد درویش نام۔ آپکا اصلی وطن سورجی انجن گانون ضلع برار ہے۔ آپکے اشعار شاہد حال ہین۔ ع مکانست من عرصۂ سورجی ٭ کہ گہر نہانم طریقہ کجی۔ دیارست موزون بصوبہ برار ٭ چو آب ہوایش طراوت دیار ٭ بہشت است ثانی بآب ہواہ ٭ ہوا روز در روز خوش ہینواہ ٭ آپ سید صحیح النسب والحسب تھے آپکا نشو و نما برار کی آب ہوا مین ہوا۔ تربیت و پرورش یہین کی غذا سے ہوئی آپنے

نشوونما کے بعد وہان کے علما و فضلا سے کتب درسیہ تحصیل کین۔ تحصیل کے بعد شعر گوئی و عبارت نویسی کا شوق ہوا۔ طبیعت کی تیزی چالاکی سے انشا پردازی و سخن طرازی شروع کی۔ رفتہ رفتہ دونون فن مین کامل ہوئے۔ ہمعصرون مین منشی بیمثل و شاعر بیبدل شمار کئے گئے۔ آپ فارسی کی نظم و نثر لکھنے مین اسقدر قدرت رکھتے تھے۔ بغیر سوچے سمجھے مضامین تازہ موزون کرتے تھے۔ آپ بادشاہی منصب پر ممتاز تھے۔ نواب عوض خان بہادر عضد الدولہ صوبہ دار کے مصاحب تھے اور گلذار خان اسد خانی کے مقرب۔ آپ عالمگیری زمانہ مین زندہ تھے۔ آپ نے ایک کتاب مسمی نادر پسند نواب صاحب موصوف کے فرمانے سے لکھی۔ کتاب مین وزیرزادہ اور شاہزادی ملکہ کا عشق و محبت بیان کیا ہے۔ کتاب عجیب و غریب ہے۔ تالیف کتاب کی تاریخ ۱۱۳۳ھ ہجری ہے ؎

بہ سن یکہزار و صد و سہ سی	ہمایون و رآن روز ہائے بہے
مرتب شد این نامۂ نامور	چنین کاخ پرداختم ورد ہر

آپ صاحب دیوان ہین دیوان مختصر ہے۔ کلام با محاورہ و سلیس ہے۔ عبارت صاف و شستہ ہے۔ استعارہ و کنایہ سے خالی ہے۔ خط و خال و رحسن جمال کے بیان مین مبالغہ و تشبیہ کا استعمال کیا ہے۔ کلام مین تشبیہ مبالغہ کا ہونا ضرور ہے۔ یہہ کلام کا نمک ہے۔ کسی شاعر کا کلام اس رنگ سے خالی نہین ہوتا ہے۔ نواب صاحب موصوف اور خانصاحب آپکے حال پر زیادہ مہربان تھے۔ اور ہمیشہ حسن سلوک سے دستگیری کرتے رہے۔ آپ خوشحال و فارغ البال تھے۔ آپ اکثر اوقات نواب صاحب و خانصاحب کی مدح مین صرف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپنے دونون کی تعریف مین دو غزلین لکھی وہم

ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ آخر آپکا انتقال ۸۵ھ ہجری میں ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ بمدح نواب عیوض خان بہادر

خدا شناس رحیم دل نواب عیوض خان
ہمیشہ بد نظر بر صواب عیوض خان

دلیل شرح حدیث و ہدیرہ انصاف
مراد حاجتیان از حساب عیوض خان

امیر تو رتبہ دارد جلوس چون خورشید
منیر روز ازل شد شہاب عیوض خان

کہ فیض بخشش فریاد رس ستم یابان
خدا نگہبان باشد آب عیوض خان

سخن کاہی ز آگاہ دل بگو درسی
کہ برزرست بجہان جناب عیوض خان

بمدح گلذار خان

از کمال بندگی مطلوب شد گلذار خان
شد رقم روز ازل طالع اسد گلذار خان

در سخن ہائے کہن دارد بلاغت بیگمان
در طریقے دین شناسی ہیر سد گلذار خان

زین شمیم پاکیزہ ہا مقبول در داریں شد
حسن خوبی خود بعالم می کند گلذار خان

از سحاب ابر الطاف الٰہی سبز تر
این نہال تازہ دانم بشگفد گلذار خان

عالی ہمت چنان چون ثانی حاتم زمان
بیکس و محتاج را ملجائے شد گلذار خان

یا الٰہی در دو عالم نام آوازش بلند
بر تر از اوصاف کن نیاید گلذار خان

از دعائے جملہ یاران ہم بحق آن رسول
اسم در ہر دو جہان بالا شود گلذار خان

در سیا شیرین سخن در ہر مکان آگاہ دل
ہیرواز غیب اسما باشد مدد گلذار خان

من اشعارہ الفارسی

ساغرم پر نور کن ساقی بیا ساقی بیا
پر ہو رو رادور کن ساقی بیا ساقی بیا

کشورے شیرین سخن آباد حمدش در سیا
در سخن منصور کن ساقی بیا ساقی بیا

بردیم دل تمام بر اہ خیال دوست	حاصل شود بہ تنیم خاصۂ کمال دوست
اہلہا عیش نمایند نثار زر دارند	ہم غذا اہل دلان غم بفکر می بینیم
ساقی بیار جام پر از بادۂ مستی	بادۂ ہستی تو بدہ بادۂ مستی

داؤد - میرزا داؤد اورنگ آبادی

داؤد تخلص - میرزا داؤد نام - آپکے بزرگ عالمگیری زمانہ مین بلخ سے اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے - بادشاہی منصب سے معزز و مکرم ہوئے - آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی - اسی سرزمین مین نشو و نما پایا - علما و فضلا کی صحبت مین لیاقت و قابلیت پیدا کی - شعرگوئی کے میدان مین قدم رکہا - چند روز مین ہمعصرون سے بڑہ گیا ریختہ مین ولی کا تتبع کرتا ہے - آپکے کلام سے شکر بیانی و نازک خیالی ظاہر ہے آپ غزل کو مشاعرہ مین خوش الحانی سے پڑہتے تہے - آپکی لحن داؤدی سے مشاعرہ مین ایک لطف و مزہ ہوتا تہا یاران ہم صحبت کو سرور ہوتا تہا - آپ ولی کی کرامت کے قائل تہے اور اسکو اپنا استاد سمجہتے تہے - چنانچہ کہتا ہے ؎

سند یوبس ہے تجہے مصرع ولی داؤد کہ تجکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

اور دوسرے مقام مین لکہتا ہے ؎

کہتے ہین سب اہل سخن اس شعر کو سنکر تجہ طبع مین داؤد کا اثر آیا

لچہمی نرائین صاحب اورنگ آبادی تذکرہ چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ مجکو آپکے صاحبزادہ میرزا جمال اللہ عشق تخلص سے معلوم ہوا کہ آپکی وفات ۱۱۶۰ ہجری مین واقع ہوئی - فقیر نے آپکی تاریخ لکہی ؎ بلبل گلزار معنی طوطی رنگین بیان

ازغم آباد جہان بگذشت چون تیر از کمان + مصرع تاریخ فوتش گفت بامن ہاتفے - گو برفتہ میرزا داؤد فانی الجہان - انتہی کلامہ آپ صاحب دیوان ہیں آپکی دیوان میں کم و بیش تخمیناً پانسو اشعار ہیں - ہم آپ کے چند اشعار آبدار ذیل میں لکھے ہیں ۔

جناب میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا میں لکھا کہ میرزا داؤد تخلص شاگرد سید یعنی مولوی سید عبد العلی عزلت - اور صرف ایک شعر آپکا طبعزاد لکھا باقی حال کی نسبت فرمایا کہ تحقیقاً معلوم نہیں ہوا - میر صاحب نے جسقدر لکھا یہ بہی پایۂ تحقیق سے دور ہے - داؤد عزلت کا شاگرد نہیں تہا - اور صاحب گلشن بیخار نے لکہا کہ داؤد شعرار متقدمین سے ہے - میں خیال کرتا ہون کہ تذکرہ نویس اس زمانہ میں تحقیقات کی طرف توجہ نہیں کرتے تہے جو کچہ سنتے تہے اسکو لکہہ دیتے تہے - اسی بے توجہی کی وجہ سے اکثر غلطیان کرتے ہیں - اور تذکرہ میں صرف شاعر کے نام یا محض تخلص پر اکتفا کرتے ہیں - ولادت و وفات اور ان کی طرز معاشرت کی نسبت ایک فقرہ بہی نہیں لکہتے - واقع میں انہیں چیزون کی ضرورت ہے - ہم نے حتی الامکان اپنے اس تذکرہ میں انہیں باتون پہ زیادہ زور دیا ہے - کتب قدیمہ اور بیاضہائے دیرینہ سے ان باتون کو جمع کیا ہے اور ہر ایک شاعر کے حال میں لکہا ہے - فانظروا وانصفوا لا تکن من المکابرین -

من اشعارہ الہندی

عزیزان خواب میں دیکہا ہون آج اس سرو قامت کو ... ہوا معلوم وقت آیا ہے میری سرفرازی کا

ولہ

سند ہے اہل دل کو بساط زمین کا فرش ... ہے بے ریا کو بوسے ریا نقش بوریا

ولہ

جسے طومار لکہنا ہے دو زلف عنبرین مو کا ... قلم کیون نا کرون اے باغبان شاخ شبو کا

وله
تا نون شفا نطق مین ہے یار کے موجود
ای دل نہو محتاج طبیبان کی دوا کا

وله
ہوا ہے ابر گریان دیکہہ میری چشم گریان کو
پڑا ہے شور دریا مین مرا اشک جاری کا

وله
لالہ رو کو دیکہکر لالہ کا پہول
داغ دل کے ہات دکہلانے لگا

عاقبت اُس سنگدل کے جور سے
دل کا مینا پر شکست آنے لگا

ہجر مین دلبر کے ابر چشم آج
اشک کا برسات برسانے لگا

تجہ خیال زلف کے ہو پیچ مین
مو بمو دل آج بل کہانے لگا

وله
سرمہ لگانے مین کہتا ہے یون وہ دلبر
عشاق بنجیطا پر اب تو تیا کرونگا

وله
مجہ بزم مین رقیب عبث سرکشی نکر
شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجہ سوز آہ کا

وله
جس بوستان مین وہ گل رخسار ہوئیگا
بلبل بہار گل ستی بیزار ہوئیگا

وله
سجا ہے محتسب کے سر اُپر آج
مجہے اب پہوڑنا پہر ہیگا مٹکا

وله
اُس صنم کے خیال ابرو نی
ناتوان مجکو جیون ہلال کیا

وله
یہ جام چشم مست جسے دکہا گئے
تا حشر اُسکو ہوش سے اُسکے بہلا گئے

دانہ دکہا کے خال کا جسکو دیو چاٹ
آخر کو دام زلف مین اُسکو پہنسا گئے

وله
دیکہہ تجہ چشم کا بکد ور
دل کے تئین نشئہ شراب ہوا

لکہتا ہون جب سے تجہ لب شیرین کی صفت سون
مجہہ ہاتہہ مین بیان سے قلم نیشکر ہوا

آیا ہے بر مین جب ستی وہ صندلی قبا
دالو دسون رفع مرادر دسر ہوا

وله
نین سینتلا کے داغ تہیرے مکہہ پر اے صنم
آئینہ تجہ جمال کا جو ہر ہوا

وله
دیکہہ کر خط سبز کو تیرے
تہا شرابی تو سبز پوش ہوا

وله
کاش ہم جوئے خون مین ہوتے غرق
جب حسین علی شہید ہوا

جب سون کیا لباس وہ گل پیرہن ہرا — وله — یکبارگی دکہا کے جہب عاشق کا من ہرا

آتش عشق سون تری جل جل — وله — دل ہوا دل ہوا کباب ہوا

رنگ گل غازہ ہوا ہے فاختہ — وله — جب لکہون سرو قد کی تین مکتوب

دیکہہ تیرے لبون پہ رنگ مسی — وله — چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات

دل پر خون میرا برنگ حنا — لیگیا گلبدن ہاتون ہات

دست رنگین کو دیکہکر تیرے — رنگ مہندی چہپا ہے پاتون پات

بر جا ہے بر گل سون کفن اسکو ہو نصیب — جو کوئی ہوا شہید وہ گلگون قبا کے ہات

کہتے ہین عاشقان مرا حال دیکہہ کر — شاید تو دل دیا ہے کسی بیوفا کے ہات

کیونکر سپہر چاندنی کرنیکو نکلے وہ صنم — وله — دیکہنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہین

مجہہ پر سون ہوئے ہے اگر آوے عجب نہین — وله — اُس چشم پر خمار کو دیکہا ہون خواب مین

کرامت عارہ گل جانمن عشاق ہیکل سے — وله — جو اپنی گل سے ہیکل ہے اُسے کیا کام گل سے

مرا احوال چشم یار سے پوچہہ — وله — حقیقت درد کی بیمار سے پوچہہ

میرے حال پریشان کی حقیقت — صنم کے زلف کے ہر تار سے پوچہہ

میرے ہر یک صدائے آہ کا پیچ — وله — سجن کے چہرۂ بلدار سے پوچہہ

تیمم اُسکا اون کے وضو کرنے سے افضل ہے — کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

محمد مصطفی کی یاد دستی — مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

زور دیتا ہے تا وسونے کو — شوخ زرگر پسر مین کیا فن ہے

ہوا ہون چار چشم اب عاشقی مین — مجہے اس چار ابرو کی قسم ہے

اے زاہدان اٹہاؤ جبین کو زمین سے — جو سرنوشت ہے اُسے کانتک مٹاؤگے

گلبدن ہنستا ہے جب رو نیکو دیکھہ
آیا کیونہ یاد علی مین رہون مدام
شاہ خیبر کشا کی یادستی
یاد کرنے سے گلرخان کے سدا
ہے شراب و کباب و فصل بہار
زرگراب جبہ سے زرگری ست کے
زلف دلبر سے مجکو سودا ہے

خندہ گل گریہ شبنم ہوا
روز ازل سے دل ہے مرا تعنی نگر
دل مرا شاہ گڈہ ہوا یارو
گلشن آباد دل ہوا میرا
کوئی اسوقت مین پیالا دو
بہاؤ تہلا شتاب ہونے کا
لوگ کہتے ہین تجکو سودا ہے

یہہ آخر کا شعر میر تقی میر نے نکات الشعرا مین لکہا ہے۔

دردمند ۔ محمد فقیہ اودگیری

دردمند تخلص ۔ محمد فقیہ نام ۔ آپ شرفائے اودگیر سے ہین ۔ آپکی ولادت سنہ ۱۱۳۶ ہجری مین مقام اودگیر توابع محمد آباد بیدر مین واقع ہوئی ۔ آپ صغر سنی مین والد ماجد کے ہمراہ دارالخلافہ شاہجہان آباد مین پہنچے ۔ سن شعور کے زمانہ مین علما و فضلا کی خدمتمین کتب متداولہ پڑہنے لگے ۔ آپنے شاہ ولی اللہ نبیرہ شاہ گل وحدت تخلص سہرندی کے ظل عاطفت مین سکونت اختیار کی ۔ اور آپکی خدمت بابرکت مین مستفید ہونیلگے شاہ گل آپ کو ہونہار دیکہہ توجہ و دلدہی سے تعلیم فرماتے تہے ۔ و تہذیب اخلاق و صفائے باطن کیطرف بہی راغب کرتے تہے ۔ آپ استاد شفیق و پیر رہنما کی برکت سے روز بروز درجہ اوج پر عروج کر رہے تہے ۔ کہ آپکے والد ماجد نے دنیائے سے عالم جاودانی کیطرف رحلت کی ۔ آپ کو باپ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا ۔

حضرت میرزا جان جاناں مظہر قدس سرہ نے آپکو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا۔ تربیت و تعلیم کرنے لگے۔ آپ حضرت کی عنایت و تربیت سے مجموعہ کمالات ہوئے۔ اور فن سخن میں بھی درجہ کمال کو پہنچے۔ شعرا و صوفیہ میں مشہور ہوئے۔ چنانچہ میرزا صاحب آپکے حق میں فرماتے ہیں ؎

مظہر مباش غافل از احوال درد مند لعلے ست این کہ در گرہ روزگار نیست

آپ فارسی اردو میں کلام موزون فرماتے ہیں آپکا کلام درد آمیز و شوق انگیز ہوتا ہے صاحب دل آپکے کلام کو سنکر وجد و حال میں مست ہوتے ہیں۔ آپکا ساقی نامہ ریختہ میں مشہور ہے۔ سرو آزاد میں میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ فقیر و فقیہ درد مند کے درمیان غائبانہ محبت و اتحاد کا سلسلہ قائم ہے۔ باہم مراسلات کا سلسلہ جاری ہے فی الحال ہنگالہ تشریف لیگئے ہیں۔ ناظم بنگالہ کے پاس رہتے ہیں آپکے اشعار فقیر آزاد کو دستیاب ہوئے۔ تم کلامہ۔ تحفۃ الشعرا و گل رعنا کے مولفین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب دیوان تھے آپکا دیوان فی زماننا نادر الوجود ہے۔ آپکا سنہ وفات تحقیقاً معلوم نہیں ہوا۔ آپ تقریباً معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۹۷ہجری میں فوت ہوئے یا ۱۲۰۵ہجری میں۔ مدفن دہلی ہے۔

من اشعارہ الفارسی

بر خم خویش از ان کوہکن نمک نیز ست	کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز ست
در کوئے می فروش نماند آبرو مرا	لب تشنگی فروخت بدست سبو مرا
جان ہیکسانہ دادم و شادم کہ عمر ہا	بودہ است بر مراد تو مرگ آرزو مرا
از فیض تو اسے شافع روز محشر	ہر روز بود عید غدیر دیگر

چون جام بود چشم امیدم در شر	رباعی	بر دوست آسے ساقی حوض کوثر
یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی		وین عمر دو روزہ بار خاطر کردی
بعد از مردن رہت بجا کم افتاد		اول با ئست آنچہ آخر کردی

داغ - لالہ نہالکرن اورنگ آبادی

داغ تخلص - لالہ نہالکرن نام - اورنگ آبادی المولد ہے - لچھمی نرائن چمنستان شعرا مین لکھتے ہین کہ مین لالہ صاحب سے بتوسل محمد ایوب اورنگ آبادی کے ملا خوش مزاج ورنگین طبع پایا - خوش صحبت و خوش اخلاق ہین - ملاقات کے بعد وہ بہی میرے غریب خانہ پر آئے - پہر تو فیما بین مین ربطہ محبت و اتحاد قائم ہوا - وہ میرے پاس آتے تہے - اور مین اُن کے پاس جاتا تہا - لالہ صاحب پیشتر رفعت تخلص کرتے تہے - اور اُن کے والد کا تخلص لالہ تہا - مین نے اُن سے بمناسبت لالہ کہا کہ رفعت تخلص مناسب نہین اب آپ داغ تخلص اختیار کیجئے - داغ لالہ کے مناسب ہے - میرے کہنے سے داغ تخلص اختیار کیا - ؎ لالہ را نازم کہ او با داغ میرو یدز خاک ، خاک باد ا بر سر عشقی کہ مادر زاد نیست - انتہی کلامہ - داغ نازک خیال و شیرین مقال ہے تازہ تازہ مضامین موزون اور نئے نئے معانی ایجاد کرتا ہے ۱۱۷۵ھ ہجری مین زندہ تہا - ۱۱۲۰ ہجری مین فوت ہوا - آپکا کلام اکثر ریختہ مین کہا گیا - فارسی کلام کہین دستیاب نہین ہوا - شاید آپ کو زیادہ دلچسپی ریختہ سے ہوگی -

من اشعارہ الہندی

دوڑ سے تجہہ رہ مین میرے متوالے	دانتہ تاک سے پاؤن مین پڑے ہین چہالے

انتظاری سے تیری اے پر کیفیت		دیدۂ نرگس فتّان ہین بہرے ہین جالے

پچھیں نے اُن کہتے ہین کہ بجائے پرکیفیت نسرین رخسار اگر کہتا تو خوب ہوتا۔

ہات مت ڈال ہیان پانو نہین اپنے سر کے	ولہ	تاک بیٹھی ہین ہٹائے ہین سر کے پالے
دیکھکر داغ سیہ دست حنائی ہین سجن		لالہ رویون کی جہان ہیچ ہو دل کالے
دل ہو ج درد سہرسے پژمردہ جیون کلی ہے	ولہ	شاہد سخن کے سر پر دستار صندلی ہے

دارا۔ خواجہ بہاء الدین حیدرآبادی

دارا تخلص۔ خواجہ بہاء الدین خان نام۔ عظام جنگ بہادر خطاب۔ آپ خواجہ یسین علیخان بہادر مرحوم کے خلف تصدق ہین مشاہیر امراء حیدرآباد دکن سے ہین۔ سن شعور کے بعد فارسی عربی مین ضروری استعداد و لیاقت حاصل کر کے شعر گوئی کی طرف توجہ کی۔ خواجہ محمد مرتضیٰ خان بقا لکھنوی سے سخن کی اصلاح لینے لگے استاد کی توجہ سے آپکے کلام مین ارسنی و شستگی آگئی۔ اور آپکی قوت ناطقہ برجستگی کلام پختہ و شائستہ ہو گیا۔ سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین استاد کا انتقال ہو گیا۔ آپکو سخت رنج و ملال ہوا۔ اُسوقت سے آپنے کسی سے اصلاح نہین لی۔ اصلاح کی ضرورت بہی نہین تہی۔ خودی زور طبیعت و فکر رسا سے کہتے ہین سنجیدہ و برجستہ کلام ہوتا ہے طرز کلام سے خوبی نمایان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپکا دیوان مطبوع ہو گیا ہے فقیر مولف کے دیکھنے مین نہین آیا۔ ہم کو چند اشعار متفرق گلدستون سے ملے ہین ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ اسوقت آپکی عمر قریب چالیس ہو گی۔ شگفتہ جبین و خوش خلق ہین۔ خاندانی شرافت چہرہ سے عیان ہے۔ آپ جناب قابل ور الدولہ

نور الحسنین صاحب مرحوم کے فرزندار جمند ہیں۔ اللہ تعالٰی آفات آسمانی سے انکو محفوظ رکھے

من اشعارہ الہندی

فراق میں تیرے یہہ حال ہو گیا دل کا
کہ لوگ روتے ہیں سن سن کے ماجرا دلکا

بہرے ہیں سینہ عاشق میں جسقدر پیکان
صنم برائے خدا سنئے مدعا دلکا

بہڑک ہی جاتے ہیں دلبر شعر دار اسے
کلام اسکا بڑہاتا ہے ولولا دلکا

یوں گہو کسو دن لگیگا خدا اس پیچ سے
دل ہمارا شانہ زلف معنبر ہو گیا

تم تو ہو مشہور دار اجہا میں بادشا
دل تمہارا مائل ہر کافر پہ کیونکر ہو گیا

نغمہ سرائی وان تو رہی بزم غیر میں
اور یان رہا زبان پہ نالا تمام شب

شب جان پر بنی رہی گیسو کی یاد میں
چہاتی پہ لوٹتا رہا کالا تمام شب

دبیر۔ لالہ دولہ رائے برہانپوری

دبیر تخلص۔ دولہ رائے نام۔ وطن اصلی برہانپور ہے۔ لالہ خوشحال چند تخلص فرحت کا برادرزادہ ہے۔ دفتر انشا پردازی کا فرد فریدہ و جریدہ سخن دانی کا دبیر بے نظیر تہا۔ ناظم و ناثر شاعر خوش کلام تہا۔ تاریخ دانی میں استاد تہا تاریخ آصفی نہایت عمدہ تالیف کی۔ خاندان آصفیہ و امراء عالیہ کا احوال شرح و بسط کے ساتہہ لکہا ہے صاحب گل رعنا میں لکہتا ہے کہ فی الحال یعنی سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں وطن سے اورنگ آباد میں آیا ہے۔ مجہہ سے ملاقات کی لائق و خوش خلاق ہے۔ تم کلامہ۔
آخر سنہ ۱۲۲۵ ہجری میں وطن مالوفہ برہانپور میں فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

نہ ہر انسان نہر وارد ندارد	ولہ	نہ ہر دریا گہر دارد ندارد
میانش را نشانی نیست پیدا		کہ می گوید کمر دارد ندارد
وقت جولان جنون سست بیابان مددے		نہ فلک تنگ بود وسعت امکان مددے
می طپد زخمی نہیں نگہش بر سر خاک		تیغ ابرو مددے خنجر مژگان مددے
سینہ ام سوخت ز داغ تپ مہجوری دوست		آہ سردے مددے دیدہ گریان مددے

دوست سیّد خواجہ حیدرآبادی

دوست تخلص ۔ سید خواجہ نام ۔ آپ سید حیات حیدرآبادی کے فرزند ہیں ۔ زیرک و ذکی الطبع ہیں خلیق و لئیق خوش باش و اہل معاش ہیں ۔ شعر و شاعری کے میدان میں چست و چالاک ہیں ۔ شیخ فدا حسین مشہور لکھنوی کے شاگرد ۔ آپکی عمر تقریباً پینتالیس برس کی ہو گی ۔ آپ صاحب دیوان ہیں ۔ آپکا دیوان مسمی گلزار حیات مطبوع ہو گیا ہے ۔ آپکا کلام مطبوع خاص و عام ہے ۔ سلیس و با محاورہ ہے اللہ تعالے آپ کو صحیح و سالم رکھے ۔

من اشعارہ الہندی

خال مشکین نہیں اُس ابروئے خمدار کے پاس		ڈھال بھی کہیں ہے سفاک نے تلوار کے پاس
قبلہ سے کبھی قبلہ نما پھر نہیں سکتا		پھرتی ہے اُدھر آنکھہ پھر میں جلد آپ
ناصح سنی ہوئیں ہیں جنا کی حکایتیں		جاتا ہے کون کوچۂ جانان کو چھوڑ کر
منعم عبث ہے دولت دنیا پہ یہ غرور		جاتا ہے ایکدن سر و سامان کو چھوڑ کر

خوب رخسار و لب لعلین کا نظارہ رہا　　ہم حلب ہوتے ہوئے آئے بدخشاں کی طرف

ردیف ذال

ذکا۔ میر اولاد محمد خان

ذکا تخلص۔ میر اولاد محمد خان نام۔ میر غلام امام برادر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فرزند ہین۔ آپکی ولادت ۲۷ رجب ۱۱۵۱ہجری مین بلگرام مین واقع ہوئی۔ خود ذکا نے عالم جوانی مین اپنی تاریخ ولادت کہی ہے

روزے کہ نمود بندہ را حق ایجاد　　اولاد محمد پدرم نام نہاد
گفتم تاریخ خویشتن را من خود　　در ماہ رجب تولد ما رو داد

نشو نما و ابتدائے تعلیم کے بعد عالم شباب مین ۱۱۷۲ہجری مین بلگرام سے اورنگ آباد مین جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت مین آئے۔ جس روز آپ اورنگ آباد مین پہنچے اُس روز غرۂ شعبان سنہ مذکور تہا۔ پانچ برس کامل میر صاحب کے سایۂ عاطفت مین رہے علوم عربیہ و فنون ادبیہ مین کمال استعداد حاصل کر کے عازم بلگرام ہوئے بلگرام مین دو برس گذرے پہر حسب الطلب میر آزاد مع سید امیر حیدر بن سید نور الحسین بن میر آزاد اورنگ آباد مین آئے۔ نواب غفران مآب آصفجاہ ثانی کی خدمت مین باریاب ہوئے منصب و خطاب خانی سے سرفراز ہوئے ۱۱۷۵ہجری مین گلزمین دکن مین رونق افزا تہے۔ اور میر آزاد کی خدمت مین رہتے تہے۔ چنانچہ ایک مقطع مین فرماتے ہین ہے

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا　　اُستاد ما و قبلۂ ما افتخار ما

جناب میر آزاد نے آپکی خواہش سے تذکرہ خزانۂ عامرہ تالیف کیا۔ پچیسن تاریخ ماہ محرم ۱۱۶۲ھ سنہ ہجری مین تقریب سیر عازم حیدرآباد ہوئے۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی جو حیدرآباد مین تہے اون کے دولتخانہ پر فروکش ہوئے۔

لچھمی نرائن گل رعنا مین لکہتے ہین کہ میرزکا و میر عزلت و فقیر وغیرہ شعرا کا باہم خوب جلسہ رہتا تہا سب یاران ہم صحبت خوشی خرمی سے باہم ملتے تہے۔ ایکروز میر عبدالولی عزلت نے آپکے نام پر اعتراض کیا کہ لفظ اولاد کا اطلاق ایک ذات پر درست نہین ہے اولاد محمد کی جگہہ ولد محمد ہونا چاہیے۔ مین نے ایک عرضی میر صاحب کی جناب مین بہیجی اور آپ سے اس امر کی تحقیق طلب کی میر صاحب نے اُسکے جواب مین لکہا کہ علم بدیع مین ایک صنعت جسکا نام الحاق الجزئی بالکلی ہے۔ اور یہہ صنعت شرح بدیعیہ ابن حجۃ اور انوار الربیع فی انواع البدیع مولفہ سید علی المدنی مین مذکور ہے صنعت کا مطلب یہہ ہے کہ کل کا اطلاق جزو پر تعظیماً کرتے ہین اسی قسم سے ہے۔ آیہ کریمہ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ کَانَ اُمَّةً اس آیہ مین مفسرین کہتے ہین کہ ابراہیم اکیلا تہا۔ مگر اُمتیّت کا اطلاق اسوجہ سے ہے کہ وہ جملہ صفات خیر پر جامع تہا۔ اور متنبی شاعر ایک شعر مین ممدوح کو باعتبار اوصاف کثیرہ اَنْتَ الْخَلَائِقُ لکہتا ہے اور فارسی مین بہی ضرب المثل ہے۔ یک آشنائے بامزہ یک عالم آشنا ہے۔ ایسا ہی اولاد محمد کے نام مین کہ ایک لڑکا بمنزلہ اولاد کثیرہ ہے انتہی کلامہ۔ میان عزلت حضرت کا جواب سنکے اعتراض سے باز آئے۔

جناب ذکا شاعر خوش فکر و بار یک نظر تہے مجلس سخن کے جلوہ افروز تہے آپکے مضامین رنگین دل افروز تہے آپ حسن خلق کے گلستان سیر نیکو کے

بوستان تھے۔ جوان صالح خوش وضع وخوش طبع مزاج مین خاکساری زیادہ
تھی۔ ملنے والون سے نہایت انکساری وعاجزی اور حسن اخلاق سے ملتے
تھے۔ عقیل و فہیم تھے۔ سخن فہمی نیز ذہنی مین مشہور تھے۔ تاریخ گوئی مین
بے نظیر تھے۔ آخر آپ کی رحلت سنہ بارہ سو ہجری کے اوائل مین باختلاف
روایات ۱۲۰۵ھ یا ۱۲۰۸ھ ہجری مین ہوئی۔

قدرت اللہ خان قدرت نے نتائج الافکار مین لکہا کہ نیر کا سنہ ۱۲ ہجری کے
اوائل مین فوت ہوئے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ الفارسی

نام عالم آفرین سر حلقۂ عنوان ما	ولہ	تا بسم اللہ خط پیشانی دیوان ما
دیدہ چون زاہد صد سالہ و بستان ترا	؍	دل و جان کرد ز خواندن قرآن ترا
خواست از شیوۂ بیداد و دید باد مرا	؍	خبر قتل کسے گفتہ فرستاد مرا
طفل صیاد کہ استاد فن خود شدہ است		رشتہ بستہ بپاے گذارد مرا
چون خوردہ کہ ہیچ نیاید بکار گل	ولہ	مال بخیل سود نہ بخشد بخیل را
راند ضامنی بغلان نو ملازمان		من ہم ز دل باو گذراندم کفیل را
نمی گردد میسر رو سفیدی سیاہان را	ولہ	کہ از سرخی نیاید کسے کلک سیاہی را
تمنا ہی کند اقلیم دل فرمانروایان را	ولہ	مسلم باد یارب این ولایت نیریا ترا
اگر شمشیر خون آشنام او بسمل نفرماید		کہ سازد در دو عالم سرخرو بیدو بابا ترا
رقم بر تربت فرہاد و شیرین کرد ہیعنی		کہ آفت میرسد از دست خود ورنہ آزما ترا
تمنا خاطر مجنون ہندستان ہمین دارد	ولہ	کہ لیلاے عرب باد ساز محمل ما را

وله
مبادا در بزم خود هرگاه یار آئینه را — دور نتواند نمودن از کنار آئینه را

وله
معلوم شد که حسن بود مهربان عشق — هر ذره را بنور کشد در بر آفتاب

وله
پنجه از شوخی بدامانت زدن منظور نیست — ورنه دست ما ضعیفان اینقدر کمزور نیست

وله
بر شکست دل کمر بستن نمی‌باید ترا — جام من ظرف سفال چینی فغفور نیست
سایهٔ زلف بتان یارب نصیب او مباد — گل زمین هند را هرکس نگوید خوب نیست

وله
وادی عشق ز اشک و آه هم — طرفه خوش آب و هوا افتاده است

وله
دیده‌ٔ رفتن پروانه میان آتش — حال ما سوخته محتاج بیان این همه نیست

وله
در طره‌ات ز دل بفلک شور میرود — آواز را نالی شب دور میرود

وله
ز جلاد از برائے عبرت بدخواه میبرد — بقربانگاه خونم فی سبیل الله میبرد

وله
الهی اتفاق ما و او امشب هم افتد — فدائے زلف مشکین دل شود و سر در قدم افتد

وله
کار دل مجروح سر انجام توان کرد — قابل و سینه زخم دگر انعام توان کرد

وله
همین خیال بدل بار بار می آید — که بے تو زندگی من چکار می آید

وله
چو آن نسیم که از لاله زار می آید — نفس برون ز دل داغدار می آید

وله
از پئے برون دل آمده یکدم بباش — باز تقریب چنین کار کجا می افتد

وله
بر سر تربتم از دست مبارک جانان — گل فشاندن چون میسر نشود خارے چند

وله
بدست کج کلاهان چون زمام ما افتد — هزار طشت خرابی ز بام ما افتد
ز لطف طبع ذکا شاد میشوی بالله — بسهو گر گذرے از نو بر بلگرام ما افتد

وله
چه قدر خانهٔ چشم و دلم بلند افتاده — مباد طفل سرشکم ازین دو منزله افتد

وله
نگاه نرگس مخمور را اعتباری نیست — چو رفت نشئه ز سر این کرم نخواهد ماند

نمی گویم کہ شمعے یا چراغ زیر دامان بر ‏ وله ‏ بجائے ہر دو خارے بر مزارم ز بیابان در

کشید آخر مرا ہم جذبۂ گل جانب گلشن ‏ وله ‏ صبا این مژدہ دلخواہ سوئے عندلیبان بر

خیال یار بدل رنج می کشد صد رنگ ‏ وله ‏ فراخ حوصلہ عاجز بود ز خانۂ تنگ

چنین کہ کشور دل فتح کردہ می آید ‏ وله ‏ مسلم است بہ آتش خطاب نصرت جنگ

گرفت موئے سیاہ مرا سفید بہا ‏ وله ‏ رسید بر سر ہندوستان سپاہ فرنگ

تا ز عیسی نفسان نتوانم برداشت ‏ وله ‏ بہ کہ از مرگ کنم چارۂ بیماری دل

گر رسی تیغ بکف از سر جانان برخیزم ‏ وله ‏ پیش پائے نشینم ز جہان برخیزم

ز من اوج فلک از عالم ایجاد میخواہم ‏ وله ‏ فضائے پشت بامم ز جہان آباد میخواہم

چو قفل بستہ کز نوک سوزن باز میگردد ‏ کشاد کار دل از نشتر فصّاد میخواہم

حریف وحشیم چون گردباد دامن صحرا ‏ غبار ہستی موہوم را برباد میخواہم

شبے کہ یاد نوائے شوخ ماہ پارہ کنم ‏ وله ‏ برون ز دیدۂ گریان خود ستارہ کنم

سریر سلطنت و ظل ہما بیقدر میدانم ‏ وله ‏ زمینے گر میسر می شود در سایۂ تاکم

نسیم جانفزا از جانب آن گل نمی آید ‏ وله ‏ نمیدانم چرا از خاطر عاطر فراموشم

چہ ضرور بندہ پرور برقیب ناز کردن ‏ وله ‏ ز لب خود ز شکوۂ من شب و روز باز کردن

تا دیدہ آب بگل ز اشک روان من و تو ‏ وله ‏ بلبل خلاص ضرورست میان من و تو

تا بسوز کشتۂ خود را بداغ تازہ ‏ وله ‏ بر مزار عنبر افزودہ چراغ تازہ

محبت در دل و کردہ جا آہستہ آہستہ ‏ وله ‏ نشست آخر بکرسی کار ما آہستہ آہستہ

زبان تیشۂ فرہاد شیرین کار میگوید ‏ توان برکند از جا کوہ را آہستہ آہستہ

چو در لطف و تمنا از خدائے خود ہمین دارم ‏ کہ طالع در شب تارم شود صبح بناگوشی

کجا آن طفل با خیل کبوتر سر کند بازی
بائینے که ریزد گرد بربالائے خود فیلے

وله
که بیرحمانه با مرغ دل بے پر کند بازی
سیه مست جنون با خاک راهش سر کند بازی

من اشعارہ الہندی

یاقوت لب سے ہر گھڑی موج تبسم مین نمایان
جنون کے ہات کیا مین کہو دل سخت حیران ہے
تجھے واجب ہے جانا عرس مین اپنی شہیدون کے
رہا گر آستان پر آ کے مین عقیدت سے
لگے کیونکہ نہ دل کنج قفس مین عندلیبونکا
نہین لازم ہے دینا ہات سے شیوہ ترحم کا
کہیو آہستہ صبا جاکے تو اب کان سے بیچ
نہ کچھہ بے طاقتی پر لکی ظالم صبح و شام آیا
فغان سے ایکدم تو باغ مین خاموش رہ بلبل
محبت پہنچا دل ہر کسو کے
رہا برنگ نگین قید نام مین پابند
ضرر پہنچے اوسکو بیطرح کا آہ بلبل سے
غم اب مختار ہے دل چہوڑ دیو خواہ لیجاو
نرم ہو جاویگا آخر ابرونکا تیغ ناب
کام آوینگے کسی دن صدقے جائینگے ترے
کیون نہ دیوے طالع شہرت خدا مجکو ذکا

بسملونکا خون ہے یا رنگ پان سچ کہہ
وله
گریبان کہر چکا ہون نہ آگے اب یہ دامان ہے
سنا ہون مین کہ انکا آج صندل کل چراغان ہے
تکلف برطرف سرکار کا کیا ہمین نقصان ہے
جہان مین آج کل آگر کچہہ ہی تو زندان ہے
ہوی واقع ذکا سے کچہہ اگر تقصیر انسان ہے
وله
بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ
وله
خدا جانے اسے منظور کیا تہا جو مدام آیا
وله
نہین سنتی کہا کیا زور آیا ہے خرابی کا
وله
کہ ہے یہہ آشنا سب سرو کے
وله
جہان مین گیا ہو تقاضا دگر نشان سے گیا
وله
کہو جا گل کو اب ہنسنے گئے سے باز آوے
برا کہنا چاہتا ہون پہر خدا یہ دن نہ دکہلاو
پہر کے آتش سے ہر دم ان کمانونکو نہ چہیڑ
خانہ دولت ہے اپنے جانون کو نہ چہیڑ
عالم ایجاد مین جون کیمیا نایاب ہون

جہان کے میکدے مین اُتدن ہم سا متقی ہو	زبان پر اُسکے نکلے آبلے جس نے کہ مَی پی ہو
ٹھہرنیکا نہین دل مرا ہے مارے خمون کے	جو کچھ کہ گل اُس کے حق مین حکم فرمایا ہے آچکی ہو
خدا کے واسطے مت چوکنا دلکی نشانی پر	(وله) بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑی ہے کمان تو نے
مبادا دوست دشمن کچھ زبان سے اپنی کہہ بیٹھے	(وله) نہین ہے خوشنما پیرت مین ہندوستان رائی
کھلے بندون نکل آیا تھا گھر سے آج کہتے ہین	نہ تھا مین ورنہ ہوتا دیکھ خوبی قد موزون کی
مجھے اُس سایہ گستر کی تواضع یاد آتی ہے	جہان خم دیکھتا ہون مین چمن مین بیدمجنون کی
مے طرح گل کے جگر کو چاک کرتی ہے شبنم	کہنچتا ہے کسقدر خمساک حرابی رند کے سات

من چمنستان شعرا

دیوانہ ہو چلا ہون شہر سے صحرا کو اے لڑکو	کبھی ہرگز نہ کرنا جسکو جو تدبیر آتی ہو
دل ہے بدمجہہ سے دو تنخواہ فرمان بر کے سات	حیف ہے آقا نہ ہو خوش جانفشان نوکر کے سات
چاہتا ہون نہین کہ دیون جیو پن شمع حال اپنی کتئین	یہہ بھی کچھ ہے زندگی گذری جو دردِ سر کے سات
دو پتھر جسکے لگتے پہوٹ جا سہر خون نکل آوے	نہان رکھا ہے پیہم حق مین سنگ آستان تو نے
خدا کیواسطے مت چوکنا دل کی نشانی کو	بہت مدت کے پیچھے ہات پکڑے ہے کمان تو نے
ذکا فرمانبرداری کے امر مین ہیعذر بندہ سے ہے	مگر اس سخن کا کر لیا ہے امتحان تو نے

ذکا - دوارکا پرشاد فتحپوری

ذکا تخلص - دوارکا پرشاد نام - آپکا وطن فتحپور ہسوہ ہے - آپکے آبا و اجداد سرکار انگریزی مین خدمات لائقہ پر ممتاز رہے ہین - آپ انگریزی فارسی مین لائق ہین - ذکی الطبع اور خوش فکر ہین - مزاج مین بردباری خاکساری ہے - ہر خاص و عام سے

نہایت نرمی و فروتنی سے ملتے ہین۔ ملنے والون کو آپ کی ملاقات سے حظ و لطف آتا ہے۔ انسانیت و آدمیت کی مصداق ہین۔ فی الحال آپکی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی۔ آپ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ہند سے حیدر آباد دکن مین وارد ہوئے مطبع ہزار داستان کے اڈیٹر ہوئے۔ جب تک آپ مطبع مین رہے اخبار رونق پر تہا۔ عمدہ عمدہ مضامین آپکے طبعزاد مطبوع ہوتے تہے۔ ناظرین حظ و لطف اٹہاتے تہے۔ پہر کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ آپ مطبع سے علیحدہ ہوگئے۔ آپکے جدا ہونے کے بعد اخبار بہی موقوف ہوگیا۔ گویا آپ اخبار کی زندگی کا باعث تہے۔ اب ہمکو معلوم نہین کہ آپ یہان ہین یا وطن مالوفہ گئے۔ آدمی لائق ہین جہان ہین اللہ تعالی اُن کو خوش رکہے۔ آپ شاعری مین حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ آپکا کلام رنگین و شیرین ہے۔

من اشعارہ الہندی

بے رنگ گل ہے رشک گلستان کو دیکھکر
یہہ چار دن بہار کے ہین پہر ہی خزان
سکتا اگر ہمین ہے تو اسکا عجب نہین
گھبرا نے کیون ہو لبین جمع کر رہا ہون بند مین
وہان تو غیر سے شغل شراب ہنتا ہے
شب وصال بہی باقی نہین ہے لذت وصل

ولہ

سکتے مین شہر ہے قد جانانکو دیکھکر
اترا نہ عندلیب گلستان کو دیکھکر
حیران ہے آئینہ رخ جانان کو دیکھکر
یوسف کو خوف کچھہ نہو زندان کو دیکھکر
تب الم سے یہان دل کباب ہنتا ہے
ادہر حجاب ادہر اضطراب ہنتا ہے

ذکا محمد حبیب اللہ مدراسی

ذکا تخلص محمد حبیب اللہ نام۔ آپ مدراسی الاصل ہین۔ آپکا مسقط الراس مدراس ہے

آپکی ولادت سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین ہوئی۔ نشو و نما کے زمانہ مین اعزہ و اقارب آپ کی
صورت و سیرت کو دیکہکے کہتے کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ آپکے چہرے مہرے سے ہوشمندی
و چستی و بیباکی و چالاکی عیان ہوتی تہی۔ واقع مین جسطرح آپکو قیافہ سے گمان
کرتے تہے۔ اسیطرح برآمد ہوئے۔ اعزہ کا گمان یقین کے مرتبہ کو پہنچا۔ آپنے
سن شعور کے زمانہ مین مدارس کے علما سے فارسی و عربی مین کتب متداولہ ختم کین
عربی مین بقدر ضرورت استعداد رکہتے تہے۔ فارسی کے منشی بیمثل تہے۔ آپکی فارسی
اہل زبان کی طرح بامحاورہ تہی۔ تلفظ و لہجہ مین خاص اہل پارس معلوم ہوتے تہے۔
آپکی تحریر فصیحانہ بامحاورہ ہوتی تہی۔ نظم و نثر خوب لکہتے تہے۔ شاعری مین
استاد سخن مانے جاتے تہے۔ ابتدا سے شاعری مین سید مہدی ثاقب سے اصلاح لیتے
تہے ثاقب کے بعد اپنا کلام سید مرتضی بینش کو دکہلاتے تہے۔ جب حیدرآباد مین
آئے حافظ شمس الدین فیض سے مشورہ لیتے رہے۔ آخر مین اسد اللہ خان غالب
دہلوی کی خدمت مین اپنا کلام بہیجتے تہے۔ اور اصلاح کلام کے مستدعی ہوتے تہے۔
غالب آپکی لیاقت و شاعری کی تعریف کرتا تہا۔ آپکے کلام دلاویز و نغز انگشت آمیز کو
دیکہکے بہیجدیتا تہا۔ آپ برگو تہے۔ ہجو کہنے مین فرد فرید تہے۔ جب کسی امیر یا فقیر سے
ناخوش ہوتے تو فوراً اسکی ہجو کہدیتے۔ کسی سے خوف و خطر نہین کرتے تہے۔ آپ
ظریف الطبع و لطیف المزاج تہے۔ محفل احباب مین آفتاب کی طرح جلوہ افروز رہتے تہے
آپ کی ذات سے محفل کی رونق ہوتی تہی۔ آپکا کلام بامحاورہ ہے۔ قدما کے کلام سے
مساوی ہوتا ہے۔ آپکی لیاقت و استعداد کا اندازہ کلام سے ہوتا ہے۔ آپکی نظم و نثر اگر
دیکہنا مطلوب ہو تو خانش و خمانش مین دیکہو۔ اسی کتاب کی تقریظ خود غالب نے

لکھی ہے۔ آپکا کلام سامعین کے دلون پر جادو کا اثر کرتا ہے۔ آپ ۱۲۷۲ھ ہجری مین
مدراس سے شہر حیدرآباد مین آئے۔ تلاش معاش مین ہمہ تن مصروف ہوئے۔ منشی خانہ مین
مددگار رہوئے۔ پھر صدر محاسب کی خدمت مین میر منشی ہوئے۔ بعدازان نواب سالار جنگ ثانی
کی جاگیرات مین عامل ہوئے۔ آخر عمر مین ناگر کرنول کے سوم تعلقدار ہو کے گئے۔
اسیطرح درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ آخر آپنے ۱۲۹۱ھ ہجری مین اس ناپائدار سے
عالم بقا رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکی ظرافت و خوش طبعی و بذلہ سنجی
و ہجوگوئی دکن مین مشہور ہے۔ آپکے اشعار ہجویہ اکثر زبان زد عوام و خواص ہین
مین اس قسم کے اشعار کو بلحاظ ادب تہذیب کتاب مین نقل کرنا پسند نہین کرتا ہون
اور اپنی زبان کو فضول لغویات سے آلودہ کرنا مکروہ جانتا ہون۔ آپکے دو صاحبزادے
یادگار پدر بزرگوار ہین۔ ایک مولوی محمد میر صاحب دوم مولوی محمد اسد اللہ صاحب
دونون بزرگ لائق و فائق ہین۔ ہر ایک عربی و فارسی مین مہارت کاملہ رکھتا ہے
اور ہر ایک کی طبیعت شعر و شاعری موزونی کے ساتھ مناسب ہے کبھی کبھی موزون
فرماتے ہین۔ دلچسپی خوبی سے خالی نہین ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد میران صاحب سے
مجکو نیاز حاصل ہے۔ خوش خلق و محبت پرور ہین۔ اکثر اوقات غریب خانہ پر تشریف لاتے
تھے اور ملاقات سے مسرور کرتے تھے۔ زمانہ دراز گذرا کہ ملاقات نہین ہوئی۔ دونون بھائی
صدر دفتر محاسبی مین ملازم ہین۔ مین نے سنا کہ مولوی میر صاحب ملازمت سے الگ ہو گئے
ہین اور وظیفہ پا رہے ہین۔ دونو بھائی نکوکار خدمت گزار سرکار ہین۔
اب مین حضرت ذکا کے بوارق طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔ اسوقت میرے پاس
آپکا دیوان موجود نہین ہے لیکن گلدستون و مختصر تذکرون سے ماخوذ کر کے نقل کرتا ہون

تا کہ میرا تذکرہ صاحب ترجمہ کے کلام سے خالی نہ رہے۔

من اشعارہ الفارسی

ز کوئے او تو ہست قاصد انشانے چند ہمی تپیند بہر گوشہ ہم جانے چند
نشستہ اند بکویت بلا کشانے چند کہ میکشند بجائے نفس فغانے چند
دماغ کار ندارم بعشق ور نہ ز کا زرو و دل فگنم طرح آسمانے چند

ولہ

دل برد کہ برد دستان برد دل بود از آن او ازان برد
ہجران تو طاقت توان برد فریاد کہ مایۂ فغان برد
دست تو ز ہر کہ خواست جان برد از دست تو جان نمی توان برد
صبر و دل و دین کہ جمع کردیم عشقت آمد یگان بگان برد
دل در خور نقد بوسہ اش بود صد حیف کہ این ندادو آن برد

ولہ

غم نیست گر ز دیدۂ دشمن فتادہ ام گوئی کہ من بقصد فتادن فتادہ ام
برخاستن بہ چشم ہم آسان نبودہ است با این فتادنے کہ ز کا من فتادہ ام

ولہ

نہ پائے آن کہ بکویت سفر توان کردن نہ پائے اینکہ ازان رہ گذر توان کردن
خدا نکردہ خدا گر شوی چہ خواہی کرد تو آن نۂ کہ ز قہرت حذر توان کردن

ولہ

میخورم سیلئے دربان کسے می برم نالہ بر ایوان کسے

ذہنی - ملا حیدر کاشانی

ذہنی تخلص - ملا حیدر نام - کاشانی الاصل ہے۔ سید شریف النسب جامع علم و ادب شاعر خوش فکر و شیرین کلام تہا۔ وطن مالوفہ سے بطور سیر ہندوستان میں

بیجاپور دکن میں علی عادل شاہ کے زمانہ میں آیا بادشاہ کی قدردانی سے اہل مناصب
میں مقرر ہوا۔ مدت العمر عادل شاہ کی ملازمت میں رہا۔ بیجاپور کو وطن بنا لیا تھا
ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام پاتا رہا۔ قمار بازی میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا
تمام اپنے ذاتی سرمایہ کو اسی قمار بازی میں برباد کر دیا۔ باوجود منصب و آمدنی انعام
و صلہ مفلس و تہیدست رہتا تھا۔ آخر بیجاپور ہی میں فوت ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے
سنہ وفات نہیں لکھا۔ ہرچند کہ تذکروں میں تلاش کیا گیا پتا نہیں ملا۔
اب چند اشعار جو دستیاب ہوئے ہیں گزارش کرتا ہوں۔ **ھو ھذہ**

غم چہ شد سایۂ فلکن سایہ نشین من بودم دست در داماں شغفے زن گریبانی بدر	ہر کجا پائے ستم رفت ہمین من بودم خجلت عشق ست بے چاک گریبان بستن

ذہین۔ روپ نرائن

ذہین تخلص۔ روپ نرائن نام۔ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی کا حقیقی بھائی
ہے۔ چوتھی تاریخ جمادی الاولی سنہ ۱۱۹۲ ہجری شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوا۔ نشو و نما کے بعد
شہر میں علما و فضلا کی صحبت میں تعلیم پائی۔ فارسی عربی میں لیاقت پیدا کی
موزون الطبع تھا شاعری کا شوق دل میں پرجوش تھا۔ شعر کی مشق شروع کی
حضرت آزاد و میر درد کا سے اصلاح لینے لگا۔ رفتہ رفتہ ترقی کی۔ امیر الممالک آصف الدولہ
مرحوم نے منصب سے سرفراز فرمایا۔ صیغۂ منصب میں دولے چند نام سے مشہور ہوا
آخر سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں فوت ہوا۔ **من اشعارہ**

جو دستش گر کند رنگین حنا آہستہ آہستہ	کند پرواز رنگ آرزوئے ما آہستہ آہستہ

خداوندا اگر بارش از دوری این ره ... گر از کویش رسد باد صبا آهسته آهسته

ولہ

همچو قمری در جهان شادیم ما ... با وجود طوق آزادیم ما

یاد ما تصویر جانان می کشد ... عشق می داند که بهزادیم ما

ولہ

چهرهٔ زیبائے یار خویش شب دیدم بخواب ... صبحدم چون چشم وا کردم برآمد آفتاب

اشتیاق دیدن رویت جگر خون کرده است ... اے بقربانت روم بکشا دمی از رخ نقاب

انتظارت میکشد امشب بهین از حد زیاد ... گر تو نه یائی کرم بهتر بود است ماهتاب

افسوس ز دولت دیدار تو دورم ... تقدیر چنین بود قضا را چه کند کس

حرف الرا المهمله

رازی میر عسکری المخاطب بعاقل خان خوافی

رازی تخلص۔ میر عسکری نام عاقل خان خطاب۔ سادات خواف عالمگیری امراسے مین بادشاہی عنایت سے دلی کی صوبہ داری پر مقرر و ممتاز تھا۔ زیب خدمت صوبہ داری پر مامور رہا۔ عمدہ طرح سے انتظام کرتا تھا۔ خوش مزاج و خلیق تھا۔ امیر دادگستر و رعیت پرور تھا۔ صوفی المشرب زندہ دل تھا۔ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکھتا ہے کہ مرزا بیدل نے رازی کی صحبت مین تمام سامان تصوف حاصل کیا۔ مرزا جب شعر پڑھتا تھا تب رازی احسنت و تحسین کرتا تھا۔ مرزا اٹھکر تسلیم بجالاتا تھا۔ یہہ تسلیم از روئے بزرگی تھی نہ بوجہ مہارت رازی انتہی کلامہ۔

رازی برہانپور مین آیا اور حضرت شیخ برہان الدین شطاری راز الٰہی برہانپوری المتوفی ۱۵ ماہ شعبان سنہ ۱۰۸۳ھ ہجری کا مرید ہوا۔ مرشد کے نام کی مناسبت سے رازی تخلص

اختیار کیا۔ موزون الطبع و خوش فکر و خوش خیال و صاحب تصانیف تھا۔ ثمرات الحیات ملفوظات شیخ کو جمع کیا۔ مثنوی مہر و ماہ ہم وزن مثنوی مولا روم۔ و رسالۂ امواج خوبی و قصۂ راجہ رتن سین پدماوت مسمی شمع و پروانہ و مثنوی عشق راجہ منوہر۔ آخر ۱۱۰۸ ہجری دہلی میں فوت ہوا۔ میرزا بیدل نے ایک غزل رازی کے مرثیہ میں لکھی غزل کے ہر ایک مصرع سے تاریخ بر آمد ہوتی ہے۔ بہارستان کے مولف نے تاریخ وفات ۱۱۰۷ ہجری لکھی۔ اول روایت صحیح ہے ثانی کو سہو کاتب پر محمول سمجھنا چاہئے۔ سہ

وائے پیوند سخن سنجان نماند | تکیہ گاہ صاحب عرفان نماند
مجمع استاد بے شیرازہ ماند | مہدئے جمجاہ عاقلخان نماند

من اشعارہ الفارسی از مثنوی شمع پروانہ

راز با در جہان بروے زمین | نے زرتن ماند و نے علاء الدین
نی پدم ماند نے جمال پدم | برد با خود زرتن خیال پدم
لیکن از عشق داستانے ماند | زان وفا پیشگان نشانے چند
اے بسا چون زرتن بہندوستان | آمد و رفت نیست نام و نشان
ہشتصد سال شد ز عشق رتن | لیکن این داستان نگشت کہن
در ہمہ حال نغمۂ عشاق | سخت پیچیدہ است در نہ طاق
بلکہ نہ طاق پردۂ عشق ست | زانکہ بنیاد گردۂ عشق است

من مثنوی عشق منوہر

زان کردم من این ہنگامہ بنیاد | کہ دل شاگرد بود و عشق استاد
زلوح ہندوی این نسخہ راز | بنقش فارسی شد جلوہ پرداز

شنیدم نالۂ چند از دل ریش		بود در عہدۂ ہندی کم و بیش
نباشد این مثل پوشیدہ از عقل		کہ کفر نیست ہرگز کفر را نقل
اگر نیک و بد آورد م فراہم		نہ در گلبن گل و خار است باہم
گلم در دست یاران با دستہ		بجانم باد خارم شکستہ
ز طبعم راست گر خار است و گر گل		بباغ خویش گویانم چو بلبل
تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم	ولہ	مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ رازی صاحب ترجمہ کے اشعار پر کلمات الشعرا کا مولف افضل خان اکثر اعتراضات کرتا ہے۔ بلکہ بعض اشعار مین کمی بیشی کر کے درست کر دیتا ہے چنانچہ رازی کے شعر کو ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ✲ ہجر کہ دشوار بود آہ چہ آسان گرفت ✲ مسرخوش اس طرح درست کرتا ہے ؎ عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت ✲ انتہی کلامہ

شمع انجمن کے مولف نے لکھا کہ میر عسکری سادات خواف وعمدہ خوانین عالمگیری سے تہا۔ عالمگیر کے شاہزادگی کے زمانہ مین ایک خاص پرستار فوت ہوئی تہی۔ متوفیہ کی جدائی کا شاہزادہ کے دل پر سخت صدمہ گذر رہا تہا۔ پس شاہزادہ اس سوز و گداز مین دوسرے دن شکار کے لئے برآمد ہوا۔ رازی صاحب ترجمہ نے خلوت مین عرض کیا کہ باوجود رنج وملال شکار کو جانا کیا حکمت ہے۔ شاہزادہ نے اس بیت کی طرف اشارہ کیا ؎

نالہای خانگی دل را تسلی بخش نیست — در بیابان می توان فریاد خاطر خواہ کرد

مسیو فنت عاقل خان نے اپنی طبع زاد یہہ بیت پڑہی۔

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود — ہجر تو دشوار بود یار چہ آسان گرفت

بیت کے سننے سے بادشاہ کے دل مین بہت رقت ہوئی۔ چند مرتبہ بیت کو پڑھواکے سنا
اور یاد کر لیا۔ اور پوچھا کہ یہہ کسکی طبع زاد ہے۔ عرض کیا کہ یہہ ایسے شخص کی ہے
کہ وہ حضور کے سامنے شاعری کے نام سے مشہور ہونا پسند نہین کرتا ہے مسکرایا۔ اور
رازی کی تربیت و ترقی کو مدنظر رکہا چند ہی روز مین منصب چار ہزاری کو پہنچا دیا۔
سفر دکن کے وقت صوبہ داری شاہجہان آباد پر مامور فرمایا۔
آپکا دیوان نشگوفہاے معانی دلنشین و گلہاے مضامین رنگین سے نمونہ گلزار بے بہار ہے
ہر ایک شعر لطافت و نزاکت سے خالی نہین ہے فصاحت و بلاغت مین ڈوبا ہوا ہے
کہین عاشق کا سوز و گداز ہے۔ کہین معشوق کا ناز و انداز ہے۔ کہین صوفیاے کرام کا
وجد و حال ہے۔ کہین حدت الوجود ماہیت ہویت کی قیل و قال ہے۔ آپکے اشعار سے
ثابت ہوتا ہے کہ آپ صوفی المشرب تہے۔ آپکو خاص فن تصوف سے دلچسپی تہی۔ درویش پرست
و فقرا دوست تہے۔ اکثر طلبہ آپکے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے تہے۔ آپ طلبہ کے ساتہہ حسن
سلوک فرماتے تہے۔ آپکو شعر و شاعری و مذاکرہ علمی سے ولا و بزی تہی۔ بنائے علیہ آپکے پاس
علما و شعرا کا مجمع ہوتا تہا۔ آپ شعرا و علما کے انجمن کے آفتاب روشن تہے۔ اور تمام
شعرا و علما بہی آپکی محفل کی رونق تہے۔ آپکے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ
اسقدر بیشمار ہین کہ زبان قلم و قلم زبان سے ادا کرنا محال ہے۔ اب مین آپکے بوارق
طبع کو بطور نمونہ گذارش کرتا ہون تاکہ ناظرین مطالعہ معنوی سے محروم نہ رہین

من اشعاره الفارسی

خشک کنم زسوز دل دیدهٔ اشکبار را	چند در آب افگنم آئینہ نگار را
قبلۂ مست میکند خانۂ میفروش را	آنکہ بکعبہ می برد سالک ہوشیار را

چند غم جہان خوری دل چہ ہنی بن چمن
بست گرہ زخون دل نافہ آہوے یمن

ولہ
باد خزان درپی ست جلوہ این بہار را
تا بکشاد آن غزال طرہ مشکبار را

ولہ
ہست جام نیست دل جرعہ نوش ما
ہستی ماست زنگ می فروش ما

ولہ
سر چو کشیدم ز جیب عشق گریبان گرفت
پا چو کشادم ز بند راہ بیابان گرفت
سر کہ بکف جام دید دولت جمشید یافت
سر کہ ز دنیا گذشت ملک سلیمان گرفت

ولہ
سالہا شد کہ دلم معتکف روئے تو بود
روئے چون قبلہ نما از ہمہ سو سوے تو بود
در جہان ہیچ دل از وسوسہ آزاد نماند
مگر آن دل کہ اسیر خم گیسوئے تو بود
ہر گل تازہ کہ بشگفت سحر رنگ تو داشت
غنچہ نافہ چو بشگفت پر از بوئے تو بود
سامری کیست کہ جان در تن گوسالہ دمید
ساحری چیست ہمہ فتنہ جادوئے تو بود
کشتہ غمزہ تو نیست ہمین راز ہمی بس
بس سلیمان بتنگ شتہ ہندوئے تو بود

ولہ
اے حسن ترا ہر دم صد جلوہ نقاب اندر
صد موج زند دریا ہر لحظہ حباب اندر
درد تو مرا در سر چون روح بود در تن
سوز تو درا شک من چون بوئے گلاب اندر
تا زلف ترا دیدم در دست صبا پیچان
می پیچم و می کاہم چون رشتہ بتاب اندر
احوال دل راز ہی گفتند درین مصرع
در کارم و بیکارم چون مد بحساب اندر

ولہ
عشق از معمورہ میخواند بویرانی مرا
عاشق و یرانہ کرد این گنج پنہانی مرا
من ہمی سازم بتو ہر چند بیسوزی دلم
دل ہمی رنجد ز تو ہر چند رنجانی مرا
از نظر پنہانی و درد تو در دل آشکار
آشکارا می کند این درد پنہانی مرا

راز - میر میران اصفہانی اورنگ آبادی

راز تخلص - میر میران نام - آپ علی مردان خان اصفہانی کے خلف الصدق ہیں

سلطان حسین مرزا شاہ ایران کے طرف سے فرخ سیر والی ہند کی خدمت مین ایلچی ہوکر
آئے۔ مراتب اعلیٰ پر پہنچے۔ چند روز دلّی مین رہے پھر نواب آصفجاہ طاب ثراہ کی خدمت
مین دکن مین وارد ہوئے۔ نواب صاحب نے آپکی بڑی قدردانی کی۔ منصب و خطاب سے سرفراز فرمایا
آپ نوابصاحب کے سایۂ عاطفت مین زندگی نہایت خوشحالی و فارغبالی سے بسر کرتے
رہے۔ دکن کے امرا مین معزز و مکرم تھے۔ پھر تمام شہر اورنگ آباد کے داروغہ ہوئے۔ تا زندگی
نواب صاحب بدستور کام پر مامور فرماتے رہے۔ نواب آصفجاہ کی وفات کے بعد گوشہ نشینی
اختیار کرلی۔ عاقبۃ الامر نواب سراج الدولہ بہادر حاکم ارکاٹ نے آپکو بلایا۔ آپ انکار
کرتے رہے مگر نواب کے اصرار سے ارکاٹ کی طرف عازم ہوئے۔ یکایک اجل پہنچ گئی چبیس
تاریخ ربیع الاول ۱۱۸۰ھ مچھلی بندر مین جہان فانی سے عالم بقا کیطرف روانہ ہوئے
آپ کی نعش مچھلی بندر سے اورنگ آباد لائے۔ بیرون شہر آپکے باغ خاص مین دفن کیے
لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

نوازش خان راز آن نکتہ پرداز ... چو نام خود ازین عالم نہان شد
طلب کردم ز ہاتف سال تاریخ ... ندا آمد گلگشت جہان رفت

گل رعنا مین لچھمی نرائن لکھتے ہین کہ آپ سخن سنج و شعر فہم تھے۔ آپنے ایکروز
غائبانہ نواب خاندوران خان بہادر سالار جنگ کی مجلس مین فقیر کی اس بیت پر

رسید ابر گلشان را نوید خوشحالی ... کہ آمد ابر سیہ مدظلہ العالی

اعتراض کیا کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے بلکہ ابر سفید ترشح کرتا ہے۔ شراب خوار
ابر سفید کو چاہتے ہین کہ اس سے ترشح ہوتا ہے اور یہی انکا مقصود ہے۔ پس لفظ
ابر سیہ شراب خوارون کی خواہش کے مخالف ہے۔ اور ابر سیاہ کی سند چاہی۔ فقیر نے

کلام سے ۔ انتہی کلامہ ۔ جب اس اعتراض کی خبر مجھکو معلوم ہوئی ۔ مین نے جواب مین لکھا ۔ ابر کو لفظ سیہ سے سفید کرنا بلحاظ رعایت مناسبت مخل ہے ۔ اور جو لوگ اسبات کے قائل ہین کہ ابر سیاہ نہین برستا ہے محض غلط ہے ۔ دیکھو سکندرنامہ مین نظامی گنجوی لکھتا ہے ؎ بہنگام سختی مشو ناامید ۔ کہ ابر سیہ بارد آب سفید ۔ از مرزا صائب

طاعت کند رشک ندامت گناہ را ۔۔۔ ریزش سفید می کند ابر سیاہ را

صائب کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابر سفید نہین برستا ہے ؎

گرچہ می گویند باران نیست در ابر سفید ۔۔۔ از طراوت می چکد از پرتو مہتاب آب

یہہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے کہ ابر سیاہ شہر اب خوار رون کے خلاف مزاج ہے ۔ بلکہ شہر اب خوار مطلق ابر کے خواہان ہوتے ہین سفید ہو یا سیاہ ۔ انتہی مانی گلرعنا ۔

آپ خوش مزاج و لائق تھے ۔ اشعار موزون کرتے تھے مگر اصلاح طلب ہوتے تھے ۔ لیاقت زیادہ سے مدعی تھے ۔ تا بزندگی اصلاح نہین لی ۔ میر آزاد بلگرامی کے دوستون مین سے تھے ۔ راز کے فوت ہونیکے بعد چند اجزا جنمین راز کے اشعار تھے میر صاحب کو ملے ۔ میر صاحب نے اکثر اشعار کو قلم اصلاح سے درست کر دئے ۔ مرحوم کی محبت و آشنائی کا حق مرنیکے بعد ادا فرمایا ۔ اور ریختہ بہی کہتے تھے ۔ ریختہ مین تخلص بہیدگر تے تھے ۔ مگر بہت ہی کم کہتے تھے ۔

من اشعارہ الفارسی

صفحۂ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگہا ۔۔۔ بسکہ می بارد ز رخ او از نزاکت رنگہا

آرد اگر با آئینہ رو خود پرست ۔۔۔ داند درست حال دل پر شکست ما

ز خاک کربلا پوشان لباس فاخری یارب ۔۔۔ برنگ رشتۂ تسبیح چشم ناتوانم را

اے عزیزان نقد جان حاضر کنید ۔۔۔ یوسفی در کاروان داریم ما

نگر آمد برون از کان حیا امشب — وله — که چون آئینه لبریز است از حیرت هوا امشب

بدانکه روز روشن بجهان وا رسیده است — وله — فانوس آسمان چو تو شمعی ندیده است

باد صبا شمرده بکویش قدم گزار — وله — انجا ز طبع گل دل هر خار نازک است

اگرچه روز مرا تیره ساخت گیسویت — وله — تمام عمر خود از تو همچو من پریشان است

عقیق دل چو مرا گشت مهر نام علی — هزار بار به از خاتم سلیمان است

صبح بی گل روی تو وا سایه داغ گل سرخ — وله — خار گردید بچشمم همه باغ گل سرخ

فصل گل شد بچمن چشم تو بلبل روشن — که برافروخته شد باز چراغ گل سرخ

بکوی یار ندانم چسان رسیده شود — وله — مگر چو اشک براهش ز سر دویده شود

ز گریه های مفرط خویش می ترسم — مباد رفتن داغ تو آب دیده شود

اگر از پرده آن شور قیامت سر برون آرد — وله — ز محشر بیشتر هنگامه محشر برون آرد

ز غفلت عمر ما باشد که با عشرت هم آغوشیم — وله — بیا ای غم که گرد بستر راحت فراموشیم

از سوز تو ای شمع بتان سوخت دماغم — وله — برگیر ز خاکستر پروانه سراغم

چون کمان رفته ام بقربانت — وله — وقت پیری جوانی کردم

تا خیال قامت آن سرو رعنا کرده ایم — وله — عالم بالا بزیر پا تماشا کرده ایم

غنچه نرگس کی برون آید گلی از خاک ما — بسکه یاد ساغران چشم شهلا بوده ایم

بسکه برداشت لاله داغ زمین — گشت هر لاله باغ باغ زمین

چنین که روز من از داغ هجر تیره تر است — بجز ستم گذرد شام من چسان بی تو

محرمان شوق را ابروی طاقت قبله گاه — دیده قربانیان کوی نازت عیدگاه

کیم من تا توان صید بدام غم گرفتاری — بدر رود داغ شادی حیات خویش بیزاری

خواہد بہ بزم یار اگر جا کند کسے	رباعی	مانند شمع گریہ شبہا کند کسے
آنرا کہ خیال زلف خوبان باشد		روز و شب و ہمیشہ یکسان باشد
آشفتگیش چو مو بود عین مراد		از جمع شدن دلش پریشان باشد

لچھمی نراین صاحب اورنگ آبادی چمنستان شعرا مین لکہتے ہین کہ جناب نواب میر ان المخاطب بنوازش خان۔ فارسی ہندی دونون زبان مین شعرگوئی کرتے ہین۔ میر تقی نے لکہا کہ آپکا تخلص بہید ہے۔ اور فتح علیخان نے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ آپکا تخلص میر میران ہے۔ فقیر کو شک واقع ہوا۔ رفع شک کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین ایک رقعہ بہیجا۔ اور نواب صاحب نے جواب بہیجا۔

جواب رقعہ - کہ اینجانب را صاحب سخنان خواہی نخواہی داخل ریختہ گویان نمودہ و حالانکہ این بے بہرہ را اصلاً بہرہ درین فن نیست۔ وست روزبالا نام این گمنام سید عبد الحسین است والد مرحوم نظر براو نام ملقب بمیر میران نمودہ تخلص فارسی چون راز فقرا یافتہ لہذا دو سہ بیتے کہ بعنوان ریختہ موزون شدہ بود در تخلص بہید ترقیم یافت و میر تقی میر دوبیت کہ نوشتہ اند از محبت است۔ خود نوشتہ اند کہ تذکرہ را چمنستان شعرا موسوم نمودہ ام انصاف باید نمود کہ کار خار در چمنستان ہست تا اگر ست اشعار مرا باید داخل نمودہ و اگر نیست خیر انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الہندی

دیکھی صبا نے شاہد گل کا مسکرانا	ولہ	سیکہی ہے ان لبان سے گل کی کلی کہلانا
دیکہا ہے دل نے جب سے بادام سی نین کا	ولہ	ہر صبح و شام کرنا شکرانہ یکا دوگانا
سوئی گر زلف تیری مجہ سب مین ایک شب دیکہے	ولہ	اس بیچارے کی سبہی عمر پریشان گذری

ملاحت جب سخن کی تجہ لب پر شور سیں ٹپکی
لگے تب شعلہ جو کاتیر کاری جسکو ایظالم
از سرکونتو جانا سمجھے جانا مشکل
چڑھا کس مرتبہ پر جگمیں منصور
کرشمہ سا بجلی کا تم یہ نہ سمجھو
تمامی عمر دل بیکل رہا ہے
ہیری اس داغ دلکو دیکھہ لالہ
آہ گر باغ میں وہ سرو خرامان گذرے
ہے آتش غم تیز دروںی مین مرے

ولہ
بجائے می نمک ہردانہ انگور سے ٹپکی
بجائی خون شہر راس زخم کے ناسور سیں ٹپکی

ولہ
جاؤں تو خودسے گر جان پھر نا مشکل
یہہ ملک عشق کی سرداریاں ہیں
جنون کی شوق کے گلکاریاں ہیں
یہ بیچارہ دکھوں مین پل رہا ہے
دل و پروانہ دسے کر جل رہا ہے
اشک قمری کا گلستان مین طوفان گذرے
ناوک ناز تیرا دلستی سوزان گذرے

رنگین ۔ نورالدین علیخان

رنگین تخلص ۔ نورالدین علیخان نام ۔ آپ ضیاءالدین حسین خان صدرالصدور دکن کے صاحبزادہ تھے ۔ اور قاضی کریم الدینخان قاضی بلدہ اورنگ آباد کے داماد تھے آپکے والد ماجد کو صدارت کے سوائے سرکار بندگانعالی نواب آصفجاہ مرحوم کی خانسامانی کی خدمت بھی تھی ۔ آپ نہایت لائق و مستعد تھے ۔ والد کے فوت ہونیکے بعد اضافہ منصب اور خطاب ضیاءالدین حسین خانی سے سرفراز و ممتاز رہے تھے شاعر رنگین طبع ظریف المزاج تھے ۔ نیک سیرت ستودہ عادت تھے ۔ حریفان ہم مشرب یاران ہم مذہب سے خوش اخلاقی و نرمی سے ملتے تھے ۔ عزیز دل تھے ۔ ذکی الطبع و تیز فہم تھے ۔ شعر گوئی میں عمدہ مہارت و لیاقت رکھتے تھے ۔ آپکے

اشعار رنگین سے تازہ تازہ مضامین عیان نظر آتے ہین۔ دیکھنے اور سننے سے لطف آتا ہے آپکا انتقال ۱۱۷۲ہجری مین ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چہ شد دور م خبر ہائے تو بی قاصد رسید اینجا	ولہ	تو با آئینہ گشتی گرم صحبت دل طپید اینجا
زما مپرس حال گریبان و آستین		داریم ہمچو دیدہ گریان و آستین
کم کردہ ام باز خطش دست پای خویش		داریم گل نفشندہ بدامان و آستین
ہم رعشہ دست رہ ہوش گشت ہم نفس		میرانم این مگس مگس ران و آستین
افشان بخون دل شدہ رنگین قبائی ما		از ما مپرس حال گریبان و آستین

مجھمی نراین چمنستان شعرا مین لکہتا ہے کہ رنگین کی طبیعت غزل گوئی کے ساتھ مناسب نہین تھی۔ مثنوی مین صاحب کمال تہا۔ روضۃ الشہدا کو بطور روقایع نظم کرنے نہین پایا کہ عین عالم شباب مین ۱۱۷۲ہجری مین فوت ہوا۔ میر عبد القادر مہربان اورنگ آبادی نے تاریخ وفات لکہی ہے

از جہان رفت جان رنگینی	نتوان یافت مرزائی چنین
سال فوتش شنیدم از ہاتف	با اجل رفت از جہان رنگین

۱۱۷۲

غرابت تاریخ مرحوم

یہہ بات مسلم ہے کہ کوئی شخص بے اجل نہین مرتا۔ لیکن مرحوم کی رحلت کی تاریخ کے حدوث مین اتفاقاً یہہ ضرورت واقع ہوئی کہ ایکروز سب یاران ہم مشرب مجلس مین مجتمع تہے۔ یکایک رنگین کے مرنیکی خبر معلوم ہوئی۔ لوگون نے کہا کہ کسی نے زہر دیا ہے۔ نہین تو ایسے جوان کا یک بیک فوت ہونا تعجبات سے ہے۔ اس مجلس مین

مہربانان حاضر نہے۔ ایک مصرع فی البدیہہ کہا ع با جل رفت از جہان رنگین*
جب مصرع کے عدد نکالے تو بے کم و کاست پوری تاریخ برآمد ہوئی۔ پھر مہربانان نے
ایک قطعہ مرتب کیا۔ چنانچہ صدر مین مذکور ہو چکا ہے۔ اور لچھمی نرائن لکھتا ہے کہ
تذکرہ چمنستان شعرا کے اتمام کے بعد رنگین کے خادمون کی زبانی معلوم ہوا کہ رنگین
۲۴ جمادی الآخر ۱۱۷۰ہجری مین روز جمعہ بلدۂ ایلچپور مین فوت ہوا ہے۔ تو
فقیر نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے ع

سخن سنج معنی گزین خان رنگین ۔۔۔ چو شد بہر گلگشت گلزار عقبے
ندا داد ہاتف پے سال فوتش ۔۔۔ بمرگ مفاجات او شد ز دنیا
۱۱۷۰

من اشعار الہندی

نہین ہے آواز سے خالی یہہ بستان میرا ۔۔۔ کرتا ہے سدا یہہ سلسلہ نالان میرا
ستم نہین جو تیر امو سم خط میرے بر ۔۔۔ دام مین ہو رکے نہین ہے یہہ سلیمان میرا
رشتہ عمر کے نزدیک ہے مقراض اجل ۔۔۔ بے سبب چاک نہین ہے یہ گریبان میرا

مناظرہ رنگین و مہربان

میر عبدالقادر مہربان قاضی دولت آبادا بتدا مین رنگین تخلص کرتے تہے
ایک روز مجلس مشاعرہ مین ایک غزل پڑہی جسکا مطلع یہہ ہے ع

خارم بدنیا بد منت صہبا کشیدنہا ۔۔۔ زفیض چشمۂ نازم سرخوش بیخود طپیدنہا

یاران ہم مشرب نے غزل مذکورہ میر ضیاءالدین حسین خان رنگین سے سنی تہی۔ مہربان کو
سرقہ سے منسوب کیا۔ مہربان مع مجموعہ یاران رنگین کے مکان پر گیا دفع سرقہ کے لئے
مباحثہ شروع ہوا۔ رنگین نے فرمایا کہ مین نے اس غزل کو اپنے طرف منسوب کرکے

نہیں پڑتا۔ اس فساد کا منشا اشتراک تخلص کے سبب تھا۔ مجلس میں خاست ہونیکا خان رنگین نے مہربان کی خدمت میں رنگین تخلص ترک کرنیکی نسبت ایک قعہ منظوم لکھا وہ یہ ہے

برادراز توچشم عنایتی دارم	زبارگاہ تو امید راحتی دارم
کہ یک تخلص رنگین من بمن بگذار	زاشتراک تخلص دل منست فگار
تراکہ قدرت چندین ہزار مضمون است	زآب و تاب کلام تو جملہ مشحون است
اگر تو خواستہ باشی تخلصت بسیار	کہ لفظہا بجناب تو می دہند ہزار
شنیدہ ام کہ درایام سابق استادان	نمودہ اند عنایت تمامی دیوان
عجیب نیست زاشفاق عام اے مخدوم	کہ از تخلص من برکشی تو دست لزوم
ہمین بس است مرا از رحمت و الطاف	دل مراکن ازین وعدہ صاف

مہربان نے خان رنگین کی خاطر سے رنگین تخلص ترک کیا۔ اور ایثار اختیار کیا۔ غزلوں کے مقاطع کی تبدیل و تحریف میں سخت محنت پڑی۔ پھر میر آزاد بلگرامی نے براہ مہربانی مہربان تخلص عنایت فرمایا۔ بعض غزلوں میں تخلص مہربان کی گنجائش نہیں ہوتی ہے تو ایثار کو اختیار کرتے ہیں۔

روشن۔ قاضی محمد صالح

روشن تخلص۔ محمد صالح نام۔ تحفۃ الشعرا کے مولف نے لکھا کہ آپکے بزرگان سلف سلاطین گجرات کے عہد سے قصبہ جمبوسر تعلقہ بھڑونچ میں سکونت پذیر تھے۔ اور خدمت قضا پر مامور تھے۔ آپ کی ولادت اسی قصبہ میں ہوئی۔ اور وہیں کی آب و ہوا میں پرورش پائی۔ نشو ونما کے بعد عالم عقل و شعور میں آپنے طالب علمی شروع کی۔ چند مدت میں

کتب درسیہ سے فارغ ہوکے فرخ سیر بادشاہ کے عہد مین بندر سورت کی قضا پر مامور ہوئے۔ آپ نہایت ہی لائق و ہوشیار متقی و پرہیزگار تہے۔ چند سال اسی خدمت پر مامور رہے۔ قضا کا کام عمدہ طرح سے انتظام فرماتے رہے۔ بہارستان کے مولف نے لکہا کہ آپ نواب آصفجاہ اول کے آخر عہد مین بندر ندکور سے حیدرآباد دکن مین آئے اور حضور کی ملازمت مین باریاب ہوئے۔ امیدوار تہے کہ کوئی خدمت بزرگ پر مامور ہو جائین لیکن اجل موعود نے فرصت و مہلت نہ دی کہ کامیاب ہو جائین آخر آپ نے سنہ ۱۱۴۷ ہجری مین اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکو شعر و شاعری سے دلچسپی تہی۔ کبہی کبہی شعر موزون فرماتے تہے۔ آپکا کلام نہایت متین و شستہ ہوتا تہا

من اشعارہ الفارسی

نیارد دید رنج ہمنشین دل بستۂ صحبت
بہر کہ آئینہ اغبار روئے داد

ولہ

راحت بیجا سراسر رنج بود
بادہ چون جان بی‌تن شیشہ برون ریختہ

ولہ

احتیاج ہیچ دام نیست در تسخیر ما
چہ بیخود می چکد امشب سرشک از چشم گریانم
ز سیر گلشن عشرت کشیدہ دامانم

ولہ

اگر بروف زنی دست بشنو آرد جلاجل را
بغیر خویش کسے در میان نمی بیند
پائے چون خوابید صاحب بستر
محتسب بگذارید کہ خون ریختہ
وحشی حرفیم و خاموشی بود زنجیر ما
مگر کج کردہ پیمانۂ لبریز پیمان را
چو بوئے گل بہوائے کسے پریشانم

رسا۔ جان مرزا حیدرآبادی

رسا تخلص۔ جان مرزا نام۔ مرزا خان حسینی خطاب تہا۔ سادات حسینی ہمدان سے ہین

آپ کے نسب کا سلسلہ سید علی ہمدانی سے پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد مین میر شاہ طاہر
اکبر بادشاہ کے زمانہ مین وارد ہوئے۔ بادشاہ ہند نے آپکی بڑی قدر و منزلت کی
چند مدت کے بعد دکن مین آئے۔ سلاطین دکن نے بھی آپکی تشریف آوری کو نعمت عظمیٰ
و غنیمت کبریٰ جانکر بڑی عزت و آبرو کی۔ آپکی آل و اولاد گجرات احمد آباد مین متوطن
ہوئے اور ارباب فضل و کمال کے مرجع ہوئے۔ مشائخ کے طریقہ پر قائم تھے۔ اکبر بادشاہ نے
چند مواضع جاگیر مقرر کر دئے تھے۔ اُسکی آمدنی کو مایحتاج مین صرف کرتے تھے۔ بادشاہ
اسلام کی دعاگوئی اور خلائق کی ہدایت مین زندگی بسر کرتے تھے۔
آپکے والد ماجد سید میر جان عالمگیری زمانہ مین ارباب مناصب کے زمرہ مین تھے۔ خدمات
عمدہ پر ممتاز و سرفراز۔ علوم متعارفہ و فنون عربیہ ادبیہ سے واقف و ماہر تھے۔ مرزا جان کا
مولد حیدر آباد دکن ہے۔ اور نشو و نما نواب آصفجاہ بہادر کے لشکر مین پایا۔ کتب درسیہ
کی تحصیل اور علم ادب کی تکمیل والد ماجد کی خدمت مین کی تھی۔ عالم فاضل و ادیب کامل
تھے۔ افضل و امثال تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ ابتدا مین نواب شجاعت خان
بہادر صوبہ دار برار کی ہمرکاب تھے۔ نواب کی عالی ہمتی سے اُس مقام برار مین زندگی
فراغت و آبرو سے بسر کرتے تھے۔ آصفجاہ بہادر کے آخر عہد مین دار الانشا مین
موسوی خان جرأت کی جگہہ میر منشی ہوئے۔ حضور آصفجاہ کے خاص مقربے مین
داخل ہوئے۔ دلی کے سفر مین حضور آصفجاہ کے ہمرکاب تھے۔ اکابر و مشاہیر دلی سے
مستفید ہوئے۔ اور شعرا کی صحبت سے بھی فیضیاب۔ میر آزاد بلگرامی سے نہایت
خلوص و محبت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات علمی مباحثے و مناظرے باہم ہوا کرتے تھے
ایکروز میرزا نے میر صاحب کے اس شعر مین ع آزاد از سواد سخن شہرہ مرا

صد بار گرنگہ زدہ باز کن بلحاظ * اعتراض کیا کہ نگہ زدن نہین سنا یا گیا۔ سند دیجیے
میر صاحب نے فی الفور نظامی کا شعر شیرین خسرو سے پیش کیا ؎

نگہ چون بر جمال نازنین زد ۔ کلہ بر آسمان سر بر زمین زد

فرمایا آج یہہ فائدہ مجکو آپکی برکت سے حاصل ہوا۔ کیا منصف مزاج و حق پسند تھے
کہ سنتے ہی تسلیم کیا اور اپنی لاعلمی کے مقر و معترف ہوئے۔ فی زماننا کے ملاؤن سے
ہوتے تو کبہی تسلیم نکرتے۔ بیفائدہ شور و غل مچاتے۔ مقابل کے قول حق کی تسلیم کو
کسر شان سے سمجہتے۔ حالانکہ واقع مین تسلیم حق کی شان ایسی بلند ہے کہ آسمان ہفتم
سے برتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خوش سلیقہ و خوش طریقہ ہے سخندان سنجیدہ و شاعر پسندیدہ۔ موو مہذب
رنگین صحبت و ستودہ سیرت ناظم و ناثر تھے۔ نثر خوب لکہتے تھے۔ نثر کیا لکہتے تھے
گویا موتی رولتے تھے۔ و نظم بہی خوب کہتے تہے۔ آپکے اشعار لالی آبدار ہین۔
سخن گوئی و شعر فہمی مین یگانہ زمانہ تھے۔ آپ آخر عمر مین دار الانشا سے محکمہ
کروڑگیری بلدہ حیدرآباد مین منتقل ہوئے۔ آپ اس عہدہ پر زمانہ وفات تک مامور
رہے۔ آپ خلق مجسم تھے۔ اسوجہ سے اہل شہر آپکو عزیز دل سمجہتے تہے۔ آپ ہرایک کے
ساتہہ نہایت خلق و لطف سے ملتے تہے۔ عوام کی تالیف قلوب مین بہت ہی مستعد
و سرگرم رہتے تہے۔ آخر آپ ۱۲۷۴ ہجری مین شہر حیدرآباد مین فوت ہوئے۔ میرزا داد
نے رحلت کی تاریخ کہی ؎

شہیر ازہ نظم میرزا خان	ہم نثر لشکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت	پیوست برحمت الٰہی
	۱۲۷۴ھ

من اشعاره الفارسی

تا جلوهٔ تو مد نظر می شود مرا   تار نگاه سلک گهر می شود مرا
یاد از نظر رفته زمین گیر می شوم   روز وداع درد کمر می شود مرا
ممنون ناله ام که درین بزم بیکسی   گاهی رفیق دیدهٔ تر می شود مرا
ما را رسا ز خاک صحبت سرشته اند   بر جان و دل شکست اثر می شود مرا

وله
خون چکاند از دیده ام نظارهٔ دست حیا   آن کف پا میرود شاید بگلگشت حنا

وله
جرات پا بوسم آخر انتقام خود کشید   رنگ ما نگرفت پایش را بشست حنا

وله
از غم هر کس بدل فریاد می آید مرا   شیشه بر جا شکند دل یاد می آید مرا

وله
رحم کن ای باغبان تقصیر در گلشن   که ما را از رگ گل کرده زنجیر در گلشن
زبیم نازکیها بس قلم چون بید میلرزد   مصور گر کشد بر برگ گل تصویر در گلشن
چه لازم عندلیبان شکوه سنج باغبان بودن   بسر برد این بهار آخر بتقدیر در گلشن

وله
در رقص آمد آن قیامت ایجاد   چون شعله بلند شد ز دلها فریاد
می آید و میرود خدا خیر کند   این برق بخرمن که خواهد افتاد

وله
در گلشن دهر بسکه تاب داغم   چون لاله اسیر پیچ و تاب داغم
کیفیت حال من تماشا دارد   چون مصرع شمع انتخاب داغم

وله
چشمت سیاه مستی ما را ندیده است   زلفت دراز دستی ما را ندیده است
بسیار بلا خطه پیمانه می دهد   ساقی هنوز مستی ما را ندیده است

از گلرعنا و سرو آزاد

خود را ز تنگی قفس آزاد میکنم   این مشت پر تواضع صیاد می کنم

درسرا پردۂ دل ہر نفس آوازے ہست	ولہ	کہ درین خانہ نہان خانہ برانداز ے ہست
ترسم اگر بہ بزمش از ہجوم نارسائی	ولہ	بخیال آشنانش من و منتِ جبہہ سائی
کہ برد پیام مارا بحریم خوش نگاہان		رقمی بموده آہم دوسہ مصرع ہوائی
بگلشن دل پر داغ سیرہا دارم		معاشران چمن انتظار من مبرید
نمی توان بفلک طرح اختلاط انداخت		مرا ز صحبت این سفلہ ننگ می آید
خو بعزت کرده را وبیکسی ہم عالمی است		بلبل ما در قفس کم میکند یاد وطن

روشن - محمد روشن خان حیدرآبادی

روشن تخلص - محمد روشن خان نام - آپکا وطن اصلی حیدرآباد دکن ہے - ذہین مستعد و لائق تھے - طبیعت مین چستی و چالاکی تہی - جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین اقران و امثال سے شائق و فائق تہے - کلام سے متانت و لطافت نمایان ہے - ہر ایک شعر و مصرع سے ملاحت و عذوبت عیان ہے ہمکو آپکے دیوان کے دو ایک ورق متفرق ملگئے - اُسمین سے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتے ہین - آپ ۱۳ سنہ تیرہ سو ہجری کی ابتدا مین زندہ تہے ۱۳۰۳ سنہ ہجری کے قریب آپکا انتقال ہوا - ہمکو آپ کی تاریخ مین شک ہے - اور آپکا حال بہی پوری طور سے معلوم نہین ہوا - مگر آپکا صفدر حال و تخلص کا نشان دیتا آپکے اُسی دیوان کے دو ورق سے جسقدر معلوم ہوا گزارش کیا گیا - چونکہ آپکا نام روشن ہے اُسی کی برکت سے آپنے اُس دیوان کے دو ورق سے بہہ روشنی دکہلائی - **ہو ہذہ**

صلح کو یکدم مین پہر کرتا ہے جنگ	وہ گل رعنا عجائب ہے دو رنگ

اُس کے آگے بلہوس چھوڑے ہوس
دیکھہ کر سختی تری روشن اُپر
خدا کیواسطے آئے گل باغ شباب دل
اگر کوئی طفل نوخط اُسکو لے بارید تو بر جا ہے
نکوئی رسا زر کہتا ہے نکوئی ہمزر رکہتا ہے
دل سنگین پہ اُسکے جا اثر کچھہ خدا سے ڈر
جلایا تلملایا تڑپھڑایا بات کیا آیا
دیکھو غماز ترکان کے دیکھون ساز چشمان کے
گریبان چاک کر روشن ہوا نا ہو کہان جاوے
برنگ گل گریبان چاک ہے دل
پتنگا ہو گیا اُس شمع رو کا
بُرا ہے یا بھلا ہے کچھہ تو ہے گا
سدا رہتا ہے مست و لاابالی
علاج اُسکا اے روشن کیا کرون مین
کر مجکو اب تو نہال رے نونہال دل
خط دار لب کو دیکھہ کے یاقوت رنگ ہے
ہے چلبچل مین آج مرا دل الے چنچل
اتنا نہ کم نما ہو کسیکا کہا بھی کر
روشن کے ریختے کو پڑہ مین شمع رو اگر

ولہ
برنگہ ظالم کی ہے تیغ فرنگ
ہو گیا رقت سے پارہ پارہ سنگ

ولہ
لیے آیا ہون تیری خاطر نصرت و کباب دل
چلا ہون آج مکتب کو بغل مین لیے کتاب دل
خطاب دل جواب دل جواب دل خطاب دل
ستم کرتا ہے بیچہ کیا آتا الے ضطراب دل
قیامت مین ارے ظالم تو کیا دیگا جواب دل
یہی ہے انتخاب دل یہی ہے انتخاب دل
جگر زنجیر مین رکہتا ہے اُسکو پیچ تاب دل

ولہ
جیون شبنم دیدہ نمناک ہے دل
کہ جی دینے مین کیا چالاک ہے دل
میرے پیو کے قدم کا خاک ہے دل
سراپا بیخود و بیباک ہے دل
کبھو خوش ہے کبھو غمناک ہے دل

ولہ
اپنا غلام تو جو اے صاحب جمال دل
کیا خوشنما ہوا ہے زمرد سے لعل دل
ہین دلبری مین رو ز ترے خط و خال مین
یک لحظ میرے ساتہہ اے ابرو ہلال دل
عشاق جیون پتنگ کرین جلد و حال دل

بتون کے گہر طرف زہاد کو لانیکا کیا حاصل
مسلمانون کو بنجانے مین لیجانیکا کیا حاصل

ولہ

دل حیران حقیقت کو دل حیران کی کیا جانے
اے جان آئینہ کو آئینہ دکہلانیکا کیا حاصل
لیجا تو جوہر معنی کو کوئی جوہر شناس کے آگے
ارے روشن آئینہ نہ ہے کو کہانیکا کیا حاصل

ولہ

پاس پاتے ہین ترے پہلو نہین ہم
پوچھتے ہین ان کو مقصود ہین ہم
اب نقیبون کے اوپر لا حول بہیج
دیکھہ نہین سکتے تجہے غولو نہین ہم
عاقبت ہوتا ہے صحبت کا اثر
بہول گئے ہین بیٹھہ کر بہولو نہین ہم
ہاتہہ سے مژگان کے جا سکتے نہین
کیا کرین اب سول ہین سولون مین ہم
تاکہ ہووین نقش پا اُس شوخ کے
روشن اب مل جا ئنگے دہولو نہین ہم

ولہ

پیار نہین پاتے ہین اب پیارو نہین ہم
یا ریان نہین دیکہتے یارون مین ہم
ملی خلافت عشق کی فرہاد سے
تکیہ باندہا غم کے کوہسارو نہین ہم
غنچۂ دل کیون نہووے باغ باغ
دلبری دیکہین ہین دلدارو نہین ہم
اب خدا جانے بچین یا نین بچین
ہین ترے آنکہون کے بیمارو نہین ہم
کہین نظر آوے بت جادو فروش
دہونڈتے پہرتے ہین بازارو نہین ہم

رفیقی آملی

رفیقی تخلص ۔ آپکا اصلی وطن شہر آمل ہے مستعد و لائق طالب علم تہا ۔ فارسی انشا پردازی و فن معما و تاریخ مین مہارت کامل رکہتا تہا ۔ وطن سے حج و زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا ۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر اکبری زمانہ مین ملک دکن مین آیا چند مدت حیدرآباد و بیجاپور مین بسر کیا ۔ قطب شاہیہ و عادلشاہیہ سلاطین کی مدائح مین

قصائد لکھے پھر اکبری دربار میں پہنچا ۔ بارگاہ اکبری میں ملازم ہوا ۔ کسی تذکرہ نویس نے سنہ وفات کی نسبت کچھہ نہیں لکھا ۔

من اشعارہ

بستم برخت پردۂ چشم نگران را ۔ تا چشم بروئے تو نیفتد دگران را
زخم شمشیر جفائے تو بمرہم بستم ۔ تا ازو چاشنی درد تو بیرون نرود

رونق ۔ عارف اللہ خان برہانپوری

رونق تخلص ۔ عارف اللہ خان نام ۔ آپ حافظ محمد معروف برہانپوری کے فرزند ہیں حافظ صاحب موصوف نواب والا جاہ کے عہد میں برہانپور سے مدراس میں آئے ۔ اور سکونت پذیر ہوئے ۔ نواب کی سرکار میں ملازم ہو گئے ۔ سنہ ۱۱۹۳ ہجری میں رونق مدراس میں پیدا ہوئے ۔ اوائل سن شعور میں کتب درسیہ عربیہ مولوی محمد اسمعیل صاحب و مولوی حاجی محمد منقیم صاحب کی خدمت میں تمام کیں ۔ کتب متداول فارسیہ غلام محی الدین المتخلص بہ عجز سے پڑہیں ۔ طبع موزوں و فکر رسا رکھتے تھے ۔ سخن کی صلاح مولانا آگاہ سے لیتے تھے ۔ مدت تک میرزا محمد صادق شیرازی المتخلص بکوکب کے ہم صحبت رہے ۔ آپ کو محاورات فارسی کی تحقیقات میں نہایت ہی دلچسپی تھی رات دن اسی تلاش میں مصروف رہتے تھے ۔ بیس برس کی عمر میں نواب عمدۃ الامرا بہادر کے ملازم ہوئے ۔ امیر الملک تاج الامرا کی خدمت میں متعین ہوئے ۔ عمدۃ الامرا کے انتقال کے بعد مدراس سے کڑپا کرنول میں پہنچے ۔ مدت تک سر طامس گورنر مدراس کی سرکار میں منشی گری کی خدمت پر مامور رہے پھر بسبب کشش آب و دانہ حیدرآباد دکن میں آئے ۔ زمانہ دراز تک شہر میں رہے حیدرآباد

بعد اس مین آمد و رفت فرماتے تھے۔ آخر سنہ ۱۲۶۶ ہجری مین عزم جزم کیا کہ غربت کی شام سے جدا ہو کر صبح وطن مین آرام لینا چاہئے۔ پس مشاعرہ اعظم مین شریک ہوئے اقسام سخن مین خوب استعداد رکھتے تھے۔ اکثر محافل مین شعر فی البدیہہ کہتے تھے آخر بسبب ضعیفی و کم طاقتی گوشہ نشینی اختیار کی۔ ذکر آلہی مین مشغول ہوئے مزاج مین آزادی تھی زندانہ روش مین زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر حیدرآباد مین فوت ہوئے سنہ وفات کو کسی تذکرہ نویس نے نہین لکھا۔ ہم بھی مجبوراً انھین تذکرہ نویسونکی پیروی کرتے ہین هو هذا

طبع آزادان نشود وارستہ از بند خطر
در بیابان ہمسری با کوہ دارد جوئے ست

درگذشتن آتش و آب ست یکسان پیش ما
بر لب دریا نسیمی کرد لرزان سایہ را

بعد قتلم آن ستمگر بیوفائی سنگدل
پا نہد بر سینہ و گوید کہ دشمن زیر پا

نیست کس در جا نگہ داری مثل آن نا ہیت قدم
شمع میداند کہ آخر ہست مدفن زیر پا

ریخ تو در نظر آئینہ دار می آید
بہ سادگی چہ قدر از تو کار می آید

شد از آسا دمی فرصت ندارم
کہ آغاز مرا انجام کردند

کریما نیر اعجب تسخیر دلہاست
خطوط دست احسان دام کردند

با آتشین نفس نتوان ہمزبان شدن
کم می کند تجلی خود ماہ در سحر

متاع سود و زیان بار خاطرست اینجا
چو کرد قافلہ کاروان ہم برخیز

ہوس سرو قدت بعد فنا ہم نرود
قمری می کنم اینجا ز خاکستر خویش

کے باسانی رہم از دست دامان فراق
بعد ازین دست من و چاک گریبان فراق

شد بکوہی او وطن ما را ز فیض چشم زار
بارہنت ہا بسر داریم از گرداب تنگ

گره نشود چو طباشیر اشک در مژه ام — اگر بفرقت آن نے سوار گریه کنم
ربطی چو گوهرست مرا با گریستن — هستی من چو اشک بود تا گریستن
شوخی نگر که نسیم بزلف نگار من — فهمیده نه قدم شب تار اندکے

رائے - کنول کشن

رائے تخلص - رائے کنول کشن نام - قوم کایتہ - آپکا اصلی وطن پنجاب ہے
آپکے والد بہرہ مند خان عالمگیری کے دولتخانہ مین عمدہ خدمت پر مامور تھے - آپ
پنجاب سے دکن مین آئے - نواب آصفجاہ مرحوم کی سرکار مین خانساماں کے پیشکار تھے
مدت تک سرکار موصوف کی خدمت مین سرفراز رہے ۱۱۷۵ ہجری مین معروف بہ حسین جان
بہادر خانساماں آصفجاہ ثانی کی خدمت مین پیشکاری پر مامور ہوئے - صاحب مردم دیدہ
اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین جبتک فقیر اورنگ آباد دکن مین رہا تب تک معزالیہ فقیر سے
محبت و اخلاص کے ساتھ ملتے تھے - صاحب دانش و خوش خلق و متدین تھے - کبھی کبھی
شعر کی فکر کرتے ہین - باوجود کم فرصتی جو کچھہ کہتے ہین خوب کہتے ہین - نواب نظام علیخان بہادر
آصفجاہ ثانی نے ۵ شوال ۱۱۷۵ ہجری مین قلعہ نلدرگ کو فتح کیا - آپنے اسکی تاریخ کہی

آورد ہاتف مژدہ از فتح نلدرگ سترگ — روز دوره بود با ہفت و یک از ماہ شوال بزرگ

ثانی مصرع مین ۱۱۷۵ ہجری برآمد ہوتے ہین - انتہی کلامہ - ۱۲۰۸ ہجری مین
آپکی وفات واقع ہوئی - آپکا کلام سوائے اس تاریخ کے ہمکو نہین ملا اسوجہ سے
صرف اسی تاریخ پر اکتفا کیا گیا -

رضا - محمد رضا بیگ اورنگ آبادی

رضا تخلص - محمد رضا بیگ نام - قوم مغل جغتائی برلاس سے تھے - آپکے جد بزرگوار بدخشان سے ہند مین آئے آپکے والد دلی مین پیدا ہوئے تھے - جد بزرگوار کا انتقال دلی مین ہوا - والد با جد عالمگیر کے آخر عہد مین وارد دکن ہوئے - بادشاہی ملازم ہوکے شہر اورنگ آباد مین متعین تھے - محمد رضا کی ولادت شہر مذکور مین واقع ہوئی - اور اسی شہر مین تعلیم و تربیت بھی پائی - کتب درسیہ فارسیہ فضلا و علما کے خدمت مین نہایت تحقیق سے حاصل کین بے حد طالب علم ہوئے - طبع موزون فکر رسا سے موصوف تھے - شعر گوئی شروع کی - شاہ سراج اورنگ آبادی سے کلام کی مشق کرتے تھے آپکا کلام شیرین و رنگین ہے - لچھمی نرائن چمنستان مین لکھنے مین کہ مین نے تالیف تذکرہ کیوقت ایک رقعہ اشعار کی طلب مین آپکی خدمت مین بھیجا - آپنے رقعہ کا جواب نظم مین لکھکر بھیجا - ع یار کا جور و ستم کیون نہ مین برداشت کرون + اُس سے آیندہ مجھے چشم کرم باقی ہے + بعد مرنے کے رہوگا مین کفن مین بیتاب + بسکہ سینے مین رضا یار کا غم باقی ہے + انتہی کلامہ -

من اشعارہ الہندی

ہے کسقدر میرا خود نما دور رنگ	آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دور رنگ
چھپاؤ مت دو رخ بے نقاب پردے مین	نہین رہا ہے کہین آفتاب پردے مین
رکھا ہون الفت ساقی کو اسطرح سے نہان	کہ جسطرح سے ہے کوئی شراب پردے مین
کار دنیا کیجئے یا فکر عقبیٰ کیجئے	عمر کا عرصہ نپٹ تنگ اسمین کیا کیجئے
گرچہ ہمکو جلوۂ دیدار کی طاقت نہین	ایکدم جو کچھ کہ ہونا ہو تماشا کیجئے
اے رضا نہین تمنا و سے دل پاک کل اُٹھا	عشق کی راہ مین تسلیم و رضا لازم ہے

رنگین - لعل چند اورنگ آبادی

رنگین تخلص - لعل چند نام - قوم کایتہ - اورنگ آبادی الولد ہے - رنگین مزاج و خوش گفتار تہا - شروع جوانی مین لہو و لعب عیش طرب مین مشغول رہتا تہا - آزادانہ زندگی بسر کرتا تہا - آخر سنبہل گیا - اور اپنی گذشتہ حالت پر افسوس کرنے لگا - معاش و قوت بسری کی فکر پیدا ہوئی - پڑہنے لکہنے کا شوق پیدا ہوا - شاہ سامی اورنگ آبادی کے خدمت مین حاضر ہونے لگا - چند روز استفادہ کیا - طبع موزون و فکر رسا رکہتا تہا - ریختہ مین شعر گوئی شروع کی - اور شاہ سامی سے اصلاح لینے لگا - تہوڑے ہی زمانہ مین شاعر یکتا ہو گیا - لچہمی نرائن شفیق کا معاصر ہے - آپکا انتقال ۱۱۹۵ھ ہجری مین ہوا -

من اشعارہ الہندی

آج وہ شوخ رنگیلا جو چمن مین آوے
ناصحون کی یہی نصیحت نہین ہے اسکو قبول

زاغ کو کبک کی رفتار نہین آنے کی
جسکے ذہن ہو گی خواہش سخن رنگین کی

عشق مین کوئی نہین آج سپر آوے گا
کام مین اپنے ہون سرگرم نہین کس سے کام

سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن مین آوے
بات کرتا ہے وہی سکے جو من مین آوے

بوالہوس کون کہو عشق کے فن مین آوے
ہند سے نہین ہی عجب گر وہ دکن مین آوے

کہ گرفتار ہون مین سلسلہ تمکین کا
مجہو سے دق نہین مشتاق نہین تحسین کا

راز - نوازش خان اورنگ آبادی

راز تخلص - نوازش خان نام - ایرانی الاصل ہین - آپکے والد ماجد علی مردانخان محمد فرخ سیر کے

زمانہ مین شاہ ایران کیطرف سے سفیر ہوکر آئے تھے۔ شاہجہان آباد مین چند روز رہے پھر وآن سے دکن مین رونق افزا ہوئے۔ بندگان آصفجاہ کی خدمت مین پہنچے۔ عنایت و رحمت شاہی سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ پھر بعارضہ طبعی فوت ہوئے۔ آپکے خلف الصدق میان راز نوازش خان کا خطاب پاکر تمام بلدہ اورنگ آباد کی خدمت داروغگی پر مامور ہوئے۔ جوان صالح متقی و پرہیزگار تھے۔ موزون الطبع و شعرفہم تھے۔ زور طبیعت سے شعر کی فکر کرتے تھے۔ آپکا کلام بامزہ ہے۔ تازہ تازہ مضامین سے شگفتہ و خندان ہے۔ کم گو تھے۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ تمام اشعار کا مجموعہ ہوگیا۔ ایک مختصر دیوان بنگیا۔ صاحب دیوان مشہور ہین۔ آپکا انتقال سنہ ۱۱۸۷ ہجری مین ہوا۔

من اشعار الفارسی

دربزم تو تاز پا نشستم	چون نقش بمدعا نشستم
چون گرد بشوق پا بوسی	در کوے تو جا بجا نشستم
از بہارش گلے نچید رقیب	خار شد آن چنان کہ می باید

ربط - بالا پرشاد حیدر آبادی

ربط تخلص - بالا پرشاد نام - آپکے بزرگ مشاہیر لکھنو سے تھے - آپکی ولادت بھی شہر لکھنو مین واقع ہوئی - سن شعور کے بعد کتب فارسیہ اسنادون سے تمام کین تحریر و تقریر مین عمدہ لیاقت حاصل کی - شعرگوئی کا نہایت ہی شوق تھا طبیعت چستی و چالاکی مین جولانی کر رہی تھی - دماغ مین نازک خیالی جوش مار رہی تھی کہ

شعر کہنا شروع کیا۔ آپکے اشعار اوائل ہی مین سنجیدہ وبرجستہ ہونے لگے چند روز کی مشق مین پختگی وشستگی نظر آنے لگی۔ آپ وطن سے حیدرآباد دکن مین آئے۔ راجہ خوشحال چند بہادر کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوئے۔ راجہ صاحب کی وجہ منصب مناسب بہی مقرر ہوگئے۔ آپ شعروسخن کے شیفتہ تہے۔ حیدرآباد سے بغرض ملاقات شعرا ہند لکہنو روانہ ہوئے۔ وہان شعراء معاصرین سے ملے مشاعرہ مین شریک ہوئے۔ شعرا کی طرح پر غزلین موزون کئے۔ مجمع شعرا مین اپنا کلام پڑہا اورسبکو سنایا۔ سبنے پسند اورآپکو مواہب سے وثیقہ اسباب کا مرحمت کیا کہ آپ سن شباب مین فرید زمانہ ہین۔ اورآپکے اشعار فرائد ہین۔ آپ خوش کلام جادوبیان تہے۔ آپکے اشعار مین مضامین دلگداز ہوتے ہین۔ آپ خوش اخلاق صاحب مروت وسخاوت تہے آخر سنہ ہجری مین فوت ہوئے۔ آپ حیدرآباد مین ایسے جیسے کہ مرکر اٹہے۔

من اشعارہ الہندی

طاقت توان وصبر گئے دلکے ساتہہ ساتہہ
تب تجکو یار کتنے تہے مرنا سہج نہین

قاتل سے اب کوئی نہین کہتا کہ دو قدم
سر سے کفن لپیٹے ہوئے پہرتے ہین بط

کرنخل تمنا کو ہمارے ثمر آوے
تصویر اگر شمع رسالت کی لکہون مین

طوفان مرے اشکونکا اگر پہر پر آوے

ولہ

محفل اٹہی ہے صاحب محفل کے ساتہہ ساتہہ
کہچون پہرا تو کیجئے قاتل کے ساتہہ ساتہہ

تو بہی تو چل جنازۂ بسمل کے ساتہہ ساتہہ
مرنیکے اشتیاق مین قاتل کے ساتہہ ساتہہ

شمشیر کا پہل پہول سپر کا نظر آوے
خامہ سے نکل جلوۂ شق القمر آوے

گردون نمنبل نوح کی کشتی نظر آوے

یوں تو یونہی صحیح منکر ہیں مرے قتل سے آپ	سرخی پنجۂ نازک کو حنا کہتے ہیں
وہ جو خنجر مرے مژگان کیطرح ہے پر خون	یہہ جو دامن پہ ہیں چھینٹے اسے کیا کہتے ہین

رضا۔ محمد رضا خان مدراسی

رضا تخلص۔ محمد رضا خان نام آپ نواب حسین دوست خان رئیس جاگیردار قلعہ اولکنڈہ مدراس کے فرزند ہین آپکے جد بزرگ نواب شمشیرالدولہ مبارز جنگ چندا صاحب کے فرزند تھے۔ چندا صاحب کرناٹک کے والی رئیس تھے۔ آپ فن شعرگوئی مین مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد ہین۔ آپ فارسی اردو دونون زبان مین شعر کہتے ہین۔ اور آپ استاد کی طرح مرثیہ گوئی مین بھی بے نظیر ہین۔ آپکا اکثر کلام گلدستون و اخبارات مین مطبوع ہوتا ہے مشہور و معروف ہے آپکی عمر پچاس برس کی ہوگی۔ نیک طینت پسندیدہ سیرت ہین۔ خاندانی شرافت و نجابت کے یادگار ہین۔ طال اللہ بقاہ۔ ہمکو یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ آپ مدراس مین سکونت پذیر ہین یا لکھنؤ مین۔

من اشعارہ الہندی

دوست دشمن عدو یگانہ ہوا	منقلب کسقدر زمانہ ہوا
ہم اسی بیوفا پہ مرتے ہین	جسکا وعدہ کبھی وفا نہ ہوا
سفاک کی گلی مین تہا خون تا کمر روان	ولہ تقدیر نے دکھائی نئی کربلا مجھے

من اشعارہ الفارسی

شور شش محشر فتد گر شبے غوغا کنم	تا زہ قیامت شود صبح چو بالا کنم

مشرب من اگر و مشرب مجنون گر | نیست جنونم چنان خواهش لیلا کنم

راز۔ مولوی احسان الحق دہلوی

راز تخلص۔ مولوی احسان الحق نام۔ دہلوی الاصل ہین۔ مدت سے حیدر آباد دکن میں متوطن ہین۔ سرکار عالی نظام سے یومیہ مناسب پاتے ہین۔ عالم فاضل ہین شعر گوئی مین بھی ہوشیار و چالاک ہین حکیم نواب مرزا احمد جان ہوش بریلوی کے شاگرد ہین۔ شعر خوب کہتے ہین۔ کلام سنجیدہ ہوتا ہے۔ آپ خوش طبع و خوش فکر ہین۔ پاکیزہ طبیعت و پسندیدہ سیرت ہین صوم و صلوٰۃ کے پابند خدا و رسول کے اوامر و نواہی پر کاربند ہین۔ خدا تعالی آپکو خوش خرم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

بلبلو سایہ پڑا کس کے گل رخسار کا | رنگ اڑا ہے نظر بدلا ہوا گلزار کا
کیا اطبا دم بخود کیوں ہو نہ عیسیٰ بھی یہاں | ہو نہ جب ممکن علاج اس عشق کے بیمار کا
گرم ہے بازار یوسف کی کہاں تھی اسقدر | اک جہان دل بیچکے طالب ہے ترے دیدار کا
یہ صدا پازیب کی جھنکار سے آتی ہے صاف | فتنہ محشر بھی بندہ ہے تری رفتار کا

رسا۔ محمد وجیہ الدین خان حیدرآبادی

رسا تخلص۔ محمد وجیہ الدین نام۔ آپ محمد بہاء الدین خان حیدرآبادی کے فرزند ہین۔ فارسی نوشت خواند مین ہوشیار و مستعد ہین۔ ذہین و فطین ہین سخن سنجی و شعر گوئی مین خوش کلام و شیرین بیان ہین۔ آپ نے ڈاکٹر احمد حسین خان صاحب

مائل ہے مشق کی ہے۔ مزاج مین شاعرانہ شوخی وظرافت ہے۔ شگفتہ جبین خندان رو ہین۔ یاران ہم مشرب کی مجلس کے رونق ہین بارک اللہ فی عمرہ۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً چہتیس برس کی ہوگی۔ معلوم نہین آپ کس محکمہ مین ملازم ہین

من اشعارہ الہندی

گر تجکو رسا یار کے دیدار کا ہے شوق
وقت آرائش نگہ پڑتے ہی مضطر ہو گیا
ہان جواب وصل کی تکرار دیتی ہے مزا
ذرّہائے خاک بہی زنجیر جوہر بنگئے

ولہ

آنکہون مین عینک خوب رشید و قمر ہے آج
خود تڑپ کر عکس آئینہ سے باہر ہو گیا
آپکا انکار بہی قند مکرر ہو گیا
نقش پائے یار مرآت سکندر ہو گیا

رشید۔ محمد شکر اللہ خان لکہنوی

رشید تخلص محمد شکر اللہ نام۔ آپ لکہنو کے مشاہیر شرفا سے ہین۔ امانیہ سب ہین علم و فضل سے آراستہ لیاقت و قابلیت سے پیراستہ ہین۔ شاعر خوش بیان و شیرین زبان ہین۔ آپکو مرزا دبیر مرحوم سے تلمذ ہے۔ آپ استاد کے ہمقدم ہین سہرے و مرثیہ و سلام نہایت ہی خوب کہتے ہین۔ اور ایسی خوبی سے پڑہتے ہین کہ سننے والے نہایت محظوظ ہوتے ہین۔ فی الحال آپکی عمر قیاساً ساٹہہ برس کی ہوگی۔ آپ کسی زبردست توسل و ذریعہ کی وجہ سے مدار المہام کے معتمد کے حکم سے بلائے گئے۔ آپ لکہنو سے حیدرآباد مین آئے۔ اور اورنگ آباد صوبہ دکن مین تحصیلداری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ معلوم نہین فی الحال کس ضلع اور تعلقہ مین ہین جہان ہون اللہ تعالے اُن کو خوش حال رکہے۔

من اشعاره الهندی

کیجیے نہ امتحان مرا غیرون کے سامنے
مرجائے تو رکہدون کلیجہ نکال کے

مارا ہے تیغ ناز نے اک شعلہ چشم کے
پہائے ہون زخم ولیہ زبان غزال کے

رفتار ناز سے نہین محشر بپا نہو
رو ترک رکہہ زمین پہ قدم دیکہہ بہال کے

بوئے وفا کچہہ آتی ہے اسے غیرت چمن
دل ہے کہ یا گل تصویر یا تہہ مین

ساقی کے فیض عام سے ہے دور آفتاب
جام سوال سے فلک پہیر یا تہہ مین

تصویر یار نے مجھے عاقل بنا دیا
الفت کا نقش ہے کہ تسخیر یا تہہ مین

رضا حسین رضا لکہنوی

رضا تخلص۔ رضا حسین نام۔ آپ شیخ مہدی علی لکہنوی کے خلف الصدق ہین آپکے بزرگ شاہان دلی کے زمانہ مین معزز و مکرم ہے۔ عہدہائے جلیلہ پر مامور رہے اور لکہنو مین بہی نواب شجاع الدولہ کے عہد مین عزت و آبرو سے بسر کرتے رہے۔ آپ عالم شباب مین مولوی نادر علی صاحب اشک مرحوم اور مولوی عبد الغفور سے کتب درسیہ تحصیل کین بہت خوش لائق ہین۔ اور شعر گوئی مین جناب میر لکہنوی کے شاگرد ہین۔ چند سال سے حیدرآباد مین رونق افزا ہین وکالت کرتے ہین۔ خوش مزاج و ظریف الطبع ہین۔ آپکا کلام رنگین و شیرین ہوتا ہے۔ اسوقت آپکی عمر تخمیناً چالیس برس کی ہوگی مجھے اسبات کا پتا نہین ملا کہ صاحب ترجمہ حیدرآباد مین کس محکمہ مین ملازم ہین۔ صرف اسقدر جانتا ہون کہ شاعر لائق ہین اور میرا اسقدر جاننا بہی گلدستون جدیدہ سے معلوم ہوا ہے۔

رہی گرمی نہ باقی نام کو خورشید محشر مین
قیامت کی نہ رہی تہی مے کشون کے دہن مین
خیال عارض جانان نہین اس دیدۂ تر مین
حریر شعلہ کا پیوند ہے پانی کی چادر مین
وہ مرغ خوشنوا ہون ایک عالم سننے آتا ہے
رہا کرتا ہے جب سے رات دن صیاد کے گہر مین
انہین کے منہ کا نقمہ تو غیر ہوتا ہے
جو مثل آسیا آٹھون پہر پہنسے ہین چکر مین
رضا اب چادر گل بہی نہین ہے انکی تربت پر
لدے رہتے تہے جو نازک بدن پہولونکی زیور مین

رائق حکیم باقر حسن خان

رائق تخلص ۔ باقر حسن خان نام ۔ آپکا مسقط الراس قصبہ اودگیر ضلع مدراس ہے ۔ آپ معززین ہونا عط سے ہین ۔ آپ عربی و فارسی ہین استعداد کامل رکہتے تہے ۔ فارسی کی نظم و نثر لکہنے مین فرد فرید شمار کئے جاتے تہے ۔ آپکو تلمذ مولوی باقر آگاہ سے تہا ۔ آپکا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہوتا ہے ۔ نواب اعظم جاہ بہادر کی مصاحبت تہے ۔ نواب صاحب آپکی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تہے ۔ آپ نواب صاحب کے عنایت و کرم سے خوشحال و فارغ بال تہے ۔ جب تک زندہ رہے خوش خرم رہے ۔ تذکرۂ گلدستۂ کرناٹک آپ کی تالیف سے ہے ۔ شعر و شاعری کے فریفتہ تہے ۔ آخر آپ ۱۲۴۷ھ ہجری مین اس دار فانی سے عالم آخرت مین روانہ ہوئے

من اشعارہ الفارسی

نیازی عرض مطلب کن اجابت گر ہوس داری
اثرہا در گرہ باشد دعائے وقت باران را
ہمین ادا ئے تو تنہا نہ آفت جان ست
بہ پردۂ چشم ترا فتنہ ہائے پنہان ست
ز تماشائے جالت چہ بلا جو شد اشک
حشر طفلان شود آنجا کہ تماشا باشد

من ازین ساغر سر شار رسیدہ مست شدم	گرد ہیہوشی مرا گردش چشم شہش

راقم ۔ محمد حسین قادری

راقم تخلص ۔ محمد حسین نام مشربًا قادری ۔ آپ نجم الدین حسن خوشنویس کے صاحبزادے ہین ۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین واقع ہوئی ۔ مسقط الراس مدراس ہے ۔ آپ سن شعور کے بعد تحصیل علوم عربیہ کے طرف متوجہ ہوئے ۔ مفتی بدر الدولہ بہادر کی خدمت مین تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوئے ۔ آپکو شاعری کا شوق ہوا مولوی محی الدین واقف و ابو طیب خان والا و شائق کی خدمت مین مشق کلام کی ۔ اساتذہ کی توجہ و اصلاح سے شاعر کامل ہوئے ۔ آپکا کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے ملاحت و فصاحت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ۔ شائقین کو مطالعہ سے لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے ۔ آپکا سنہ وفات معلوم نہین ہوا ۔

من اشعارہ الفارسی

شکست سستی چشمت ایاغ آئینہ را	گداخت شعلۂ رویت ویاغ آئینہ را
نگاہ کن کلف ماہ و داغ آئینہ را	زجور چرخ نرستند خوبروبان ہم
نگہ بدیدۂ من رعشہ دار میگردد	بسان خط شعاعی ز تاب مہر رخت

رام ۔ لالہ رام پرشاد

رام تخلص ۔ لالہ رام پرشاد نام ۔ قوم کایتہ سکسینہ ۔ ساکن برہانپور ۔ شاعر خوش فکر و سنجیدہ طبع تہا ۔ کلام صاف و پاکیزہ کہتا تہا ۔ معانی تازہ کو ایجاد کرتا تہا ۔ سنہ ۱۲۲۰ ہجری مین فوت ہوا ۔ من کلامہ

آہ حسرت می کشد از رشک ما باد صبا		از دم ما غنچۂ تصویر خندان می شود

راغب میر مبارک اللہ خان

راغب تخلص میر مبارک اللہ خان نام ۔ بلخی الاصل ہین ۔ آپکے بزرگان سلف قصبۂ امام علاقۂ بلخ مین متوطن تہے ۔ آپکے جد امجد سید معصوم خان دادا سید عبد اللہ خان وطن مالوفہ سے حضرت آصفجاہ اوّل کے عہد مین حیدرآباد دکن مین آئے ۔ حضور کی ملازمت سے مشرف ہوئے ۔ حضور آصفجاہ نے آپکو منصب مناسب سے سرفراز کرکے اپنی مصاحبت مین رکہا ۔ حضور کی زندگی تک خوش رہے ۔ صاحب ترجمہ کے والد ماجد سید عاصم خان بہادر مبارز جنگ حیدرآباد سے نواب امیر الہند والاجاہ محمد علیخان بہادر کی خدمت مین مدراس گئے ۔ نواب نے آپکی بہت خاطرداری و مدارات کی اور معزز خدمت پر مامور فرمایا ۔ آپکے والد ماجد حسن خدمت کے ذریعہ سے درجہ مدار المہامی پر پہنچ گئے ۔ بہادری جنگی خطاب سے مخاطب ہوئے ۔ یہین مدراس مین راغب صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۲۰۳ ہجری مین واقع ہوئی ۔ آپنے سن شعور کے بعد اساتذہ بزرگ سے کتب علوم و فنون تحصیل کین ۔ تحصیل و تکمیل کے بعد سخن سنجی و شعرگوئی کی طرف مائل ہوئے ۔ چند روز کی مشق مین کلام سنجیدہ موزون فرمانے لگے ۔ آپکے کلام سے نقادان سخن محظوظ ہوتے تہے ۔ آپکی رنگین بیانی و شیرین معانی کی تعریف کرتے تہے ۔ آپکے کلام سے فصاحت و بلاغت نمایان ہوتی تھی ۔ آپکی سنہ وفات کی تاریخ معلوم نہین ہوئی ۔ آپکی تالیفات سے ایک ساقی نامہ ۔ دو عم فراقنامہ سوم دیوان ہین ۔ اب مین آپکے چند اشعار گزارش کرتا ہون **ھو ھذہ**

چون گل نرگس تہی آید بہم مژگان ما ‌ ولہ ‌ ورتلاش کیست یارب دیدۂ حیران ما
آتش عشق کہ یارب شعلہ زد در جان ما ‌ ‌ شور ہا دارد کباب آسا دل بریان ما
در چمن گر دم چو وصف نکہت گفتار او ‌ ولہ ‌ با زبان لال شد سر در گریبان غنچہ را
ہلال عید قربان تا ز تیغ ابرویش دیدم ‌ ولہ ‌ برنگ نیم بسمل میکنم مشق طپیدن تنہا
ز بس دارم بسر سودائے عشق لاابالی را ‌ ولہ ‌ رگ برق از طپیدن کردہ ام تار نہالی را
چون شاخ گل پیالہ بکف باش در بہار ‌ ولہ ‌ دستے کہ بے می است کم از پنجۂ خار نیست
راغب اعز وزمہ جمال لب کشائیہا نماند ‌ ولہ ‌ من چگویم فکر زلفش ہر سرم در کام ریخت
کس نگیرد ز بیکسی وقفہ پہلوئے من آہ ‌ ولہ ‌ ناوک آہ وہم از دلم برق صفت گذار کرد
چسان شہید ترا از طپش امان باشد ‌ ولہ ‌ تبسم تو نمک پاش زخم جان باشد
حصار عافیت پسند قالین چہ جوئی ‌ ولہ ‌ من از عزلت بنقش بوریائے خود زرہ پوشیم
انچہ دید یک جام صہبا دیدہ ام در بزم یار ‌ ولہ ‌ سالہا باید کہ بیند در طلسم جام جم
با قیست کار و بار بہار از غبار من ‌ ولہ ‌ بیہودہ نیست رستن گل از مزار من
ز اضطراب خود آرام یافتم راغب ‌ ولہ ‌ بسان جنبش گہوارہ شد طپیدن من
ورد ہ جا نگیرد از عشق چو شمع ‌ ولہ ‌ گرم رفتار باش تا باشی
گشت از مضمون خط روشن مرا ‌ ولہ ‌ گلرخان دارند حسن عارضی

حرف السین المہملہ

سراج ۔ سید سراج الدین حسینی اورنگ آبادی

سراج تخلص ۔ سید سراج الدین نام ۔ آپ سادات حسینی خاندان مشائخ سے تھے ۔ تربیت و تعلیم اسی شہر فیض بہر میں پائی ۔ آپنے اپنا حال منتخب دواوین کے

دیباچہ مین لکہا۔ ہم اُسکا ترجمہ بجنسہ لکہتے ہین۔ اور اُس منتخب کا نام تاریخی (منتخب دیوان نہایۃ) ہے
۱۱۶۹ھ
یہہ فقیر بارہ برس کی عمر مین جوش جذبہ وغلبۂ شوق سے سات برس تک برہنہ تن
وبرہنہ سر رہا۔ اکثر اوقات عالم بیخودی مین حضرت شاہ برہان الدین غریب دولت آبادی
کے روضہ کے اطراف مین گہومتا تہا۔ اسی دور و طواف مین راتدن بسر کرتا تہا
اور اسی حالت مستی مین اکثر اشعار فارسی زبان سے برآمد ہوتے تہے۔ مگر تحریر کے
دائرہ مین نہین آتے تہے۔ اگر اتفاقاً کوئی شائق حاضر ہوتا تہا تو لکہہ لیتا تہا
کاش اگر وہ تمام اشعار موجود ہوتے تو ایک ضخیم وبزرگ دیوان مرتب ہو جاتا۔ اور اُنکے
دیکہنے سے عالم کو تعجب ہوتا۔ اور اُن کو الہامات سے تصور کرتے۔ پہر مدت مذکورہ کے
بعد حضرت خواجہ سید شاہ عبد الرحمن چشتی المتوفی سنہ ۱۱۶۱ ہجری کی خدمت مین
پہنچا۔ حسن ارادت سے مرید ہوا۔ اُن دنون مین بپاس خاطر عزیزی عبد الرسول خانصاحب جنت
جو فقیر کے برادر طریقت تہے اکثر اشعار ریختہ زبان مین لکہے گئے۔ خانصاحب نے
جواہر متفرق کو جو تخمیناً پانچ ہزار اشعار تہے۔ حروف تہجی مین ترتیب دیا۔ اور کامل
دیوان شائقین کی خدمت مین بہیجا۔ شہر مین دیوان کی شہرت ہوئی۔ پہر فقیر نے
بمقتضائے الفقر فخری فقیری اختیار کی۔ اور مرشد کے حکم سے شعرگوئی ترک کی۔
اِسوقت ستروان سال ہے کہ اتبک ایک فرد بہی نہین لکہی انتہی کلامہ۔

چمنستان وتحفۃ الشعرا کے مولفین نے لکہا کہ جناب سراج صاحب روزگار نادر فقیر پاکباز
تہے۔ مقبول درگاہ بی نیاز۔ مسافر دوست وغریب نواز تہے۔ گوشہ نشین وخلوت گزین
پاکیزہ دل وپاکیزہ دین تہے۔ مزاج مین تواضع وخاکساری اسدرجہ تہی کہ ہر ناکس وکس
کے سامنے جہکے جاتے تہے۔ سبکروح وہنس مکہ تہے۔ بوڑہون مین بوڑہے جوانون مین

فقیری

جوان بچون ہین سچے بنتے تہے۔ نہایت خوشی ہنسی سے ملتے تہے۔ اہل دکن کیا امیر وکیا فقیر سب آپکی بڑی عزت وآبرو کرتے تہے۔ جناب میر صاحب نے نکات الشعرا مین لکہا کہ سید معراج سید حمزہ کا شاگرد ہے۔ شاید ہو۔ مگر مشہور ہے کہ آپکی شاعری خداداد تہی۔ آپنے کسی سے اصلاح نہین لی آپ خدا کے شاگرد تہے۔ آپنے کلام کو اُس خوبی وخوش اسلوبی سے ترکیب پایا کہ اُستادانہ کلام معلوم ہوتا ہے مضامین پاکیزہ ومعانی تازہ کو اُس انداز سے بیان کیا ہے کہ دیکہنے سے لطف ومزہ آتا ہے۔ ولی اورنگ آبادی کے بعد شعر ریختہ کا بازار آپ ہی کی بدولت گرم ہوا۔ اور شعر وسخن کا افسردہ چمن تازہ ہوا۔ آپ کی سخن کا آوازہ اطراف دکن مین عالم بالا کو پہنچا۔ اور کلام کی قبولیت نے وہ رتبہ پایا کہ خاص وعام کے نزدیک مقبول ہوا۔ اور آپ فارسی شعرگوئی مین بہی شعرا کی مجلس مین روشن چراغ۔ خوش کلام وعالی دماغ تہے۔ فارسی کلام کی بندش با محاورہ اور ہر ایک شعر مین لطف وخوبی کا ذخیرہ۔ کلام کی چستی وزبان کی درستی نے وہ رنگ دکہایا کہ اہل زبان بول اٹہتے ہیں کہ یہہ ایرانی الاصل ہے۔ دیکہو کلام بہی زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ یہہ بزرگ ہندی الاصل نہین ہے۔ آپ دونون زبان مین صاحب دیوان ہین۔ فقیر صوفی کو نہایت تلاش وجستجو سے ہندی دیوان کامل ملا ہے۔ افسوس کہ فارسی دیوان نہین ملا مگر منتخب اشعار ملے ہین لیکن وہ بہی موسی ندی کی طغیانی مین گل آلود ہوگئے ہین ہم آپکے احوال کے خاتمہ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکہین گے۔

آپکا کلام بہی ولی کیطرح ایہام وزو معانی الفاظ سے پاک وصاف ہے۔ سیدہا سادہ بیان ہے۔ تکلف وبناوٹ کا نشان نہین۔ اکثر غزلون مین حسن وعشق کے کرشمے ومعشوق کے نخرے ہین۔ خط وخال کے سہرے لب ورخسار کے بہل بوٹے ہین۔ دیکہنے سے گلزار کی

شاعری

انداز کلام

سیر کا لطف ہوتا ہے۔ اور پڑہنے سے قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ اور بعض اشعار مین توحید و معرفت کا نقشہ اور بعض مین محویت کا تماشا ہے۔ جو عارف ہین اُن کے مطالعہ سے مثبات و بیخود ہوتے ہین۔ ہوش سے بیہوش ہوتے ہین۔

چمنستان کے مولف نے لکہا کہ سراج دکنی ریختہ گوئی مین ولی کا قائم مقام تہا۔ اس ملک مین استادی کے رتبہ کو پہنچا تہا۔ ولی نے اس چمن مین جو کچہہ پودے جمائے تہے اور جو کچہہ سبزے لگائے تہے۔ سراج نے اُن کو اپنی توجہ کے پانی سے سیراب و شاداب کیا۔ خوب پہولے اور پہلے۔ اہل دکن نے کمال رغبت سے چنے اور اُن سے مزے اُٹہائے۔

ولی کے بعد دکن مین سراج کا چراغ روشن ہوا۔ اسی کی روشنی نے دکن کو گہیر لیا اور خاص و عام کو چمکا دیا۔ اطراف و اقطار مین انہین کے اشعار کی چمک دمک تہی اور کوچہ و بازار مین انہی کی خوشبو لپٹ رہی تہی۔ شہر مین کوئی محفل ایسی نہ تہی جسمین آپ نہون۔ ہر ایک محفل مین آپ ہی صدر ہوتے تہے۔ مشائخ و علما آپکی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپ چشتیہ طریقہ کے پابند تہے۔ ہفتہ مین ایک روز محفل سماع فرماتے تہے۔ اُسمین شہر کے اکثر عمائد و مشائخ جمع ہوتے تہے۔ قوال و گوئیے آپکی غزلین سناتے تہے۔ کبہی سامعین کو رلاتے کبہی لٹاتے تہے۔ کوئی وجد و حال مین تڑپتا تہا۔ کوئی وحدت کی دریا مین ڈوبتا تہا۔ صوفیائے کرام لطف و مزہ پاتے تہے آنکہون سے آنسو بہاتے تہے۔ مجلس مین آپکا وہ رعب و داب تہا کہ سب اہل مجلس با ادب عالم سکوت مین ہوتے تہے۔ سانس لینا بہی خلاف ادب سمجہتے تہے۔ آپکی نظر و توجہ مین وہ جلال و اثر تہا جس پر توجہ کرتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تہا اور جس پر ہاتہہ رکہتے لوٹ پوٹ ہو جاتا تہا۔ بڑے صاحب کمال و صاحب وجد و احوال تہے

جو کچھہ پاس ہوتا تھا یا نذرانہ آتا تھا وہ سب قوالون کے نذر ہوتا تھا۔ زندہ دل
خاک سیرت پاک طینت تھے۔ زندگی توکل و قناعت پر بسر کرتے تھے۔ تا بمرگ
کسی سے سائل نہین ہوئے۔ نہ دنیا و ما فیہا کے طرف مائل ہوے۔ اکثر امرا آپ کی
خدمت کرتے تھے۔ آپ کو کسی کی پروانہ تھی۔ اُسوقت دکن مین آپکے معاصرین مین سے
میر غلام علی آزاد بلگرامی و عبدالوہاب افتخار دولت آبادی و ظفر بیگ ظفر اورنگ آبادی
محمد فقیہ درد منداُدگیری۔ مرزا محمد باقر شہید و جان مرزا رسا۔ و موسوی خان جرأت
اورنگ آبادی و عبدالقادر سامی اورنگ آبادی و عارف الدینخان عاجز۔ و موسوی خان
فطرت۔ خافی خان۔ و لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی و میر اولاد محمد ذکا بلگرامی وغیرہ
شعرا و علما و مشائخ تھے۔ خوب مشاعرے و جلسے حریفان ہم مشرب کے ہوتے تھے۔ آپ
باوجود گوشہ نشینی بزرگون کے اعراس اور شعرا کے مشاعرون مین ضرور شریک ہوتے تھے
اگرچہ درویشی کے بعد شعرگوئی ترک کردی تھی مگر کبھی کبھی یاران ہم جلسہ کے اصرار سے
کہدیتے تھے۔ شعرا کے کلام کو نہایت شوق سے سنتے تھے۔ غور و فکر کی ترازو
مین خوب تولتے تھے۔ نقاد سخن تھے۔ منصف مزاج و حق پسند تھے۔ سخن سنجیدہ
و کلام پسندہ کی داد دیتے تھے۔ شعرا کے دلون کو باغ باغ کردیتے تھے۔ جناب آزاد
بلگرامی و میر اولاد محمد بلگرامی و لچھمی نرائن اورنگ آبادی سے نہایت محبت رکھتے تھے
آپنے سنہ ۱۱۶۱ ہجری مین اساتذہ کے دواوین فارسی کا منتخب بنایا۔ اُسمین متقدمین
و معاصرین کا کلام جمع کیا۔ کتاب مین شعرا کے نام حروف تہجی پر لکھے اور ردیف کی
رعایت بھی کی ہے اور مجموعہ کا تاریخی نام (منتخب دیوانہا) رکھا۔ مجموعہ ضخیم ہے
اُسمین کئی ہزار اشعار ہین۔ منتخب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقاد سخن تھے

معاصرین سے حسن سلوک

منتخب الدواوین تصنیف

کہرے اور کہوٹے کو خوب پرکہتے تہے۔ دواوین مین جو اشعار جاندار تہے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تہے چن لئے۔ منتخب مین جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے مین جو اشعار جاندار تہے انتخاب کئے جو نوادر جواہر تہے چن لئے۔ منتخب مین جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے لِلّٰہِ دَرُّہٗ۔ صاحب چمنستان نے لکہا کہ آپنے ۱۱۷۳ ہجری مین ایک مثنوی مسمّی بہ بوستان خیال لکہی اُسکی ایکہزار ساٹہہ ابیات مین مثنوی ریختہ زبان مین ہے۔ آپنے اُسمین جوش طبیعت و شوق دل سے خوب ہی عرق ریزی کی۔ مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کے جمع کرنے مین نہایت ہی دلسوزی کی گل و بلبل کا فسانہ ہے۔ گل پہ بلبل دیوانہ ہے۔ ان دونون کا قصّہ ہے کہین گل کے نازو انداز ہین کہین بلبل کے سوز و گداز ہین۔ کہین نالۂ جان خراش کے جولانیان کہین شب فراق کی طولانیان ہین۔ غرض یہہ قصہ شروع سے آخر تک عاشق و معشوق کے حالات کا نقشا ہے۔ خزان و بہار و لیل و نہار کا تماشا ہے۔

عقائد

خوش عقیدہ۔ سنن و فرائض کے پابند تہے۔ ائمۂ دین کے اقوال و افعال پر کاربند پیر و مرشد سے نہایت ہی خلوص ارادت رکہتے تہے۔ فنا فی الشیخ کے مرتبہ مین تہے آپکا شعر شاہد حال ہے ؎

اے سراج اپنی خودی کو بیخودی مین محو کر
یار کا دیدار پا کر اے سراج

شغل جاری کہہ ہر ایکدم مین ہو الرحمان کا
شکر رحمان کرکے تو واصل ہوا

تعلّی شاعرانہ

آپنے بہی تعلّی و تفاخر مین غزلون کے مقطعون مین شعرا سلف و خلف کی پیروی کی ہے ہم دیوان سے چند فخریہ اشعار لکہتے ہین ھو ھذا

نہین ہا سخن آبدار کا موتی
سراج طبع کے سب جوہران کو رول چکا

وہ شکر ہیں لب گوش داستان تمام شکر یہ ریختہ کو	کہا یہ میٹھی بچن سے مجکو سراج شیرین کلام سنتا
نجہہ بنا اے سراج بعد ولی کے	کوئی صاحب سخن نہین دیکھا
اے سراج آرزوئے قند نہین	شعر تیرا ہے جون نبات لذیذ
شاید کہ بعد مرگ کرین یاد خاص و عام	مشہور ہین سراج کا شیرین سخن ہنوز
سراج از بس اکثر ہے ترے اشعار رنگین مین	مثال گل ہر ایک طبع کو مرغوب ہوتا ہے

ایکروز آپنے لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی سے آزاد بلگرامی کے شعر مین سے

صد رنگ وحشت است پری از آئینہ	دلہا چرا ارادہ تسخیر می کند

رم کردن پری از آئینہ کی سند طلب کی۔ شفیق نے خاقانی کی بہت سند پیش کی سے

ساقی بزم چون پری جام بکف آئینہ	او نزید جام اگر ز آئینہ می رمد پری

آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا آج ہمکو بہہ فائدہ حاصل ہوا۔

آخر چوتہی تاریخ شوال یوم جمعہ ۱۱۷۷ھ گیارہ سے ستہتر ہجری مین آپکی ہستی کا چراغ ہوائے نیستی سے گل ہوا۔ اور چمن بہشت کا رونق افزا ہوا۔ آپکی تجہیز و تکفین کے لئے شہر کے عمائد و مشائخ آئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ مبارک کو اوٹہائے عظمت و شان سے چوک کی مسجد مین لائے۔ جنازہ کی نماز ادا کیجی گئی۔ جنازہ کی نماز مین دو ڈہائی ہزار آدمی تہے۔ مقبرہ مین دفن کئے گئے۔ شعرا و معاصرین نے آپ کی رحلت کی تاریخین لکہی ہین۔ از آنجملہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے لکہی سے

شیخ شعرا سراج خوش فکر	در ماتم او سخن سیہ پوش
تاریخ وفات او خرد گفت	ہے ہے مصباح بند خاموش

۱۱۷۷

میر اولاد محمد ذکا بلگرامی نزیل اورنگ آبادی نے کہی سے

چراغِ دودهٔ آل عبا سراج الدین
که بود روشن از و محفل سخندانی
نمود چارم شوال و صبح آدینه
بشمع انجمن عمر دامن افشانی
زتیره بزم جهان ونا بدار بقا
فروغ نا صیهٔ خویش کرد ارزانی
کشید شعلهٔ تاریخ سر ز طبع ذکا
سراج بزم ارم نمود نورانی

طبعزاد لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی سے

سید حق پرست معنی سنج
که ازو یافت شعر حسن رواج
سال فوتش شفیق کرد رقم
رو بر جهان نمود شاه سراج

اب ہم یہاں سے اُن کے اشعار آبدار لکھتے ہیں۔

من اشعاره الفارسی

جلوهٔ دوست سر از پرده کشیدم دیدم
آنچه از نغمهٔ عشاق شنیدم دیدم
گل به رنگ حقیقت که بدامانم بود
همچو اشک از مژهٔ خویش چکیدم دیدم
دانه سان ریشهٔ سرسبزی من دامن بود
خاک گردیدم از خاک دمیدم دیدم

ولہ

کار خونین جگران قابل تحسین کردند
مژهٔ اشک فشان غنچهٔ گلچین کردند
تا بدانند که حیران پریروے بود
قبر دیوانه ام از آئینه سنگین کردند
بوسهٔ چند هوس دارم زین لب شکران
گر تبسم دهن آئینهٔ شیرین کردند

ولہ

شوق من با سر هر خار که گلبازی کرد
چون قد یار من شیوهٔ طنازی کرد
حیرت دیده خبر دارنه عالم باشد
پریان آئینه را آئینه غمازی کرد
هر که از سیر گلستان جمالش گل چید
آفرین بر نگهٔ بلبل شیرازی کرد

ولہ

روئے او از مئی گلگون عرق افشان شده است
در پری خانهٔ آئینه چراغان شده است

گل بسر وار دو از سیر چمن می آید ‌ ‌ ‌ چشم بد دور که امروز گلستان شده است

ولہ

از ابروئے کج تو دلم کے رہا شود ‌ ‌ ‌ شنیده ام که گوشت ز ناخن جدا شود

ولہ

رنگ گل بوئے سخن دارد ولیکن شعله خوست ‌ ‌ ‌ لاله سان در سینه دارم داغ نافرمانیش

نور ایمان نیست شیخ معرفت اظهار را ‌ ‌ ‌ قشقه کفرست داغ سجده بر پیشانیش

ولہ

سبزه صحن چمن خار کف پائے من است ‌ ‌ ‌ سایه پرور دو خط پشت لب بام توام

ولہ

ببینم شرم وصل و محو خیالم می کند ‌ ‌ ‌ شکر لله نیستم شرمنده روئے کسے

طرفه باشد و خزان شور تو اے شب خیر باد ‌ ‌ ‌ دیده در خواب بلبل اے گل روئے کسے

ولہ

سخن کز دهن تنگ تو بیرون آید ‌ ‌ ‌ نکهت غنچه تصویر عدم میدانم

چون چراغ سحر از جان شده ام سیر سراج ‌ ‌ ‌ دامن افشاندن او عین کرم میدانم

ولہ

سینه صافان ز تلاش خودنمائی رستند ‌ ‌ ‌ بیغرض در خانه آئینه می آئیم ما

ولہ

دل چو در وصف دهن تنگ تو می گردد رقم ‌ ‌ ‌ زیر مشق از ورق دیده عنقا میکرد

ولہ

نامه عشق او اگر نیست عاشق را ‌ ‌ ‌ خوشم که دست ز جان شستم و وضو کردم

ولہ

بیگانه است زین چمن سر سبز خزان ‌ ‌ ‌ هر کس که همچو غنچه بپاس دم آشنا است

هر صید دیده ام ز صیاد دام کند ‌ ‌ ‌ صیاد ما ز صید بطرز رم آشناست

ولہ

جان دادن جمع زین جگران بے نسبتی ست ‌ ‌ ‌ از گوشه ابروئے تو ایما شده است

ولہ

شد سراپائے من از خط شعاعی روشن ‌ ‌ ‌ هر سر مو به تنم خامه تصویر که بود

ولہ

آتشی در دل و اسوخته افتاد سراج ‌ ‌ ‌ باز سیماب خاکستر اکسیر چکید

رباعی

اے آنکه بهار گلشن امکانی ‌ ‌ ‌ در پرده نهان بصورت انسانی

با ذات احد توی صفات احمد ‌ ‌ ‌ جان را بدنی و هم بدن را جانی

اے آنکہ بجو لیستن گرفتاری تو — بحجاست کہ در تلاش دیداری تو
سکے جلوہ مہر بر تو پر تو فلک — تا در کف سایہ دیواری تو

وله
تا بوالہوس از عشق پریشان شدہ است — از کردہ خویشتن پشیمان شدہ است
آن شوخ بجز مہرہ جمد ہر نخرید — بے سودہ لخت دل چہ ارزان شدہ است

وله
مردم و در دل تمنائے گل و شمشاد ماند — تا قیامت ستم بر گردن صیاد ماند

وله
جوہری دانستہ بودم قدر دل نشناختی — آخر لعل گران قیمت تمک انداختی

وله
ترا کہ آئینہ از ہر جلوہ در کار است — دلم ہر آئینہ شکن زبان سرکار است
دلم کہ تازہ اسیر غم تو شد رحمی — جوان قابل وصلش نہ شہر دیدار است

من اشعارہ الہندی

یاد رکہہ یدل خون گشتہ کہ جنون کہ لعل — جامہ رسیون کے گریبان کا گلوگیر نہو

وله
ہوا ہے دست بیعت جان وادی مین تر غم کے — رہیگا سلسلہ آنسو کا جاری روز محشر تک

وله
مجہہ نگین داغ دلپر نقش ہے حرف وفا — عشق کے امت مین ہون نہو نہوت کی قسم

وله
بہار ساقی ہی بزم گلشن مین سطر باجمن شرابی — پیالہ گل ہمہ شیشہ شراب اور گل گلابی

وله
شعر رنگین کے غزالون کو کیا صید سراج — رشتہ دام ہے تار نگہ چشم خیال

وله
کافر ہوا ہون رشتہ زنار کی قسم — تجہہ زلف حلقہ دار کے تار کی قسم
ہرگز مریض ہجر کو بن وصل نہین علاج — اُسکی ادا کی نرگس بیمار کی قسم
اُس گلبدن کی کاکل پیچ پیچ کا جمال — زنار مجہہ گلے کا ہوا تار کی قسم
تیرے بہون کی یاد تے تکڑے کیا ہے دل — ہے ذوالفقار حیدر کرار کی قسم
دل ہے مثال بلبل و پروانہ شو تند — اُس شمع رو کے چہرہ گلنار کی قسم

درشن دکہا کے آتش غم کو مرے بجہا
مین تشنہ لب ہون شربت دیدار کی قسم

درکار گر ضیا ہے تجہے آنکہون پر رکہہ قدم
ہے تجکو میرے دیدۂ خونبار کی قسم

اس گلبدن کے شوق سے گلشن مین اے سراج
گلزار لالہ زار ہے گلزار کی قسم

اس سبز خط کی یاد اگر دل مین لائیے
لخت جگر تراش زمرد بنائیے

نہین حقیقت مین حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

آہ سوزان سے میرے دامن صحرا مین سراج
قبر مجنون پہ چراغان نہوا تہا سو ہوا

ڈورے نہین ہین سرخ ترے چشم مست مین
شاید چڑہا ہے خون کسی بیگناہ کا

بیخطی مین عیان سے ہے سبزۂ خط
میرے عارض مین سبکدمانی ہے

تیرے جو لب پہ نمودار ہے سیاہی خط
خبر بہی ہے اثر دود آہ کسکا ہے

زندگانی دردسر ہے یار بن
کوئی بیمار ہے سر کو آ کے جہاڑ دے

خبر تحیر عشق سن نہ جنون رہا نہ پری رہی
نہ تو مین رہا نہ تو تو رہا جو رہی سو بیخبری رہی

شہ بیخودی نے عطا مجہے لباس برہنگی کیا
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنون کی پردہ دری رہی

بنے ہے ہمنوا تیرے جدائی کی محرم
گلے مین بلبلون کے موج رنگ گل کی سیلی ہے

سالم - محمد کرم بخش

سالم تخلص - محمد کرم بخش نام ہے - آپ فاروقی الاصل ہین - آپکی نسب کا سلسلہ بتیس واسطے سے حضرت عمر فاروق خلیفۂ دوم سے منتہی ہوتا ہے - پرگنہ پہپہری جو اورنگ آباد سے ساٹھ کوس فاصلہ پر ہے - خدمت قضا پر مامور تہے - خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تہے - آخر آصفجاہ ثانی کے عہد مین معزول ہوئے - بحالی خدمت کیلیے

شہر حیدرآباد مین آئے۔ مقالات غرائب کا مولف لکہتا ہے کہ نواب صمصام الملک بہادر صارم کے دربار مین فقیر سے ملاقات ہوتی ہے مجہہ سے اتحاد دلی رکہتے ہین۔ آپ علم عربی مین مہارت رکہتے ہین فارسی مین بہی لائق ہین۔ خوش خلق کشادہ رو بدیہہ گو سخن شناس معنی رس ہین۔ مین نے تذکرہ مقالات غرائب آپ ہی کی تحریک سے لکہا قاضی صاحب مسودات کے صاف کرنیمین دلدہی فرماتے تہے۔ خداتعالے ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ آپکو تلمذ میر اولاد محمد خان ذکا سے تہا۔ آپکی طبیعت شعر گوئی مین بیرف تہی۔ کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تہا۔ نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا تہا اور آپکی ولادت معلوم نہین ہوی نہ سنہ وفات کا پتا ملا

من اشعارہ الفارسی

او نہ از سوے چمن گلدستہ می آرد بدست	صد دل بلبل شکستہ بستہ می آرد بدست
بعد مردن ہم توانم گشت دامن گیر او	از مزار من بجائے سبزہ خار آید برون
گدامی شعلہ روزد دردلم یارب قدم رنگین	کہ میریزد سرشک من چو خون از چشم نم رنگین
نہم جائے صدف برگ گل و تنگرف تر سازم	بوصف لالہ روئے کرکنم حرفے رقم رنگین
بہر صید دل بہر نحیکہ می آئی خوشست	رسم شوخی تحفہ طرز حجاب تحفہ

من اشعارہ الہندی

تن شہرین پہ چہپان جسنے دیکہا ہے جوڑا	اسی دم کوہکن سا تیشہ حسرت سے سر پہوڑا
کہان سے زلف کے نزدیک کیا بل کہا کے گرتے ہین	کہ کالے ناگنے گویا الٹ کرکے چلے چہوڑا
گذر گئی عمر سب عشق قامتون کے ٹہوکر ین کہاتے	ہمارا سر بہی سالم ہے گویا اس باٹ کا روڑا
خاک میری ہت بیابان سے اڑا اے گرد باد	ان غزالونکی پچہے پہر نقش پا آوین گے باد

خوبرویونکو نہین پر دیمین ہرگز اعتبار
دیکہیے آتا ہے قاتل کسطرح خنجر بکف

کس بت طامع سے آخورشید سونپے ہے تجہے
مجہے تو ہے عجب کیون نیم بسمل کر دیا قاتل

بچہے کسطرح جو دسمئے ابرو کا ہو مارا
زیب دیتا ہے زری جوڑا سنہری رنگ پر

اس حنائی دست پر دیکہا ہون سالم دست بند

ولہ
در صدف کے قید سے نکلے پہ پاتا ہے وقار

ولہ
ایک مین ہون سو تو آئے لے رہا ہو سپر بکف
سر سحر دیکہا تو آتا ہے لئے توزر بکف

ولہ
نہ جیتا ہون نہ پورا مرچکا یہہ کیا قاتل
کہین بہی تیغ زہرآلود کا زخمی جیا قاتل

ولہ
شعلہ رویون سے مناسب ہے کہ رکہیے پاس راہ
کر لیا ہے پنجہ مرجان سے کیا الماس راہ

سالک مرزا سالک یزدی

سالک تخلص۔ مرزا سالک نام۔ یزدی الاصل ہے۔ شاعر خوش مقال و نازک خیال تہا۔ آزادانہ مشرب تہا درویشانہ زندگی بسر کرتا تہا۔ مدت تک عراق و فارس مین سفر کرتا رہا۔ اور وہان سے ہند مین وارد ہوا۔ حیدرآباد دکن مین عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت مین پہنچا۔ قطب شاہ نے سالک کی بڑی عزت کی اور منصب مناسب مقرر کر دیا چند مدت تک خوش خرم رہا۔ جب قوم مغل بوجہ فساد حیدرآباد سے نکالی گئی۔ اسوقت بیچارہ سالک بہی بےقصور اپنی قوم کے ساتہہ نکالا گیا۔ وہان سے نکلا۔ دلی مین آیا شاہجہانی ملازمت مین شریک ہوا۔ مدة العمر بادشاہ ہند کی مدح کرتا رہا آخر سنہ ۱۰۸۱ ہجری مین آخرت کا سفر اختیار کیا۔ دہلی مین مدفون ہوا۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی سرو آزاد مین لکہتے ہین کہ سالک کا کلام شستہ و ہموار ہے لطافت و خوبی سے خالی نہین ہے۔ اور یہہ بہی نقل کیا کہ حکیم رکنا کاشی کہتا تہا

کہ اگر تمام عالم کے اشعار ایک طرف رکھیں اور سالک کا یہہ شعر مندرجۂ ذیل کو دوسری طرف
اور مجکو ممیز قرار دین تو مین سالک کے شعر کو تمام پر ترجیح دونگا وہ یہہ ہے ع

از بس بدشت کردہ ام آشفتہ نالہا
چون زلف دلبران شدہ شاخ غزالہا
انتہی کلامہ

من اشعارہ الفارسی

شکست شیشۂ خاطر ز ساغرم پیداست — چو لالہ داغ دل از کاسۂ سرم پیداست
جواب نامۂ من غیر نا امیدی نیست — ز دست سودن بال کبوترم پیداست
ولہ — در ہوای عشق پروردم دل دیوانہ را — چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را
ولہ — ناخن توفیق بکشاید گرہ از کار ما — چون رگ سنگست محکم بر کمر زنار ما
ولہ — آشنائی کہنہ چون گردید بی لذت بود — کوزۂ نو یکدو روزی سرد سازد آب را
ولہ — دشت جنون و کوہ بلا را خریدہ ام — فہرست برقبالۂ من داغ لالہا
ولہ — در دور رخت زلف بصد قیمت جانیست — دیوانہ ز بس پر شدہ زنجیر گرانست
ولہ — ز برق آہ می سوزم سراپا کوہ و صحرا را — با شک تلخ می گویم جواب شور دریا را
ولہ — نوای نالۂ نی میرسد بشارت ہوش — تو برق تازی این نی سوار را دریاب
ولہ — در خور خرج بود دخل دیوان قضا — نرود تا نفسی کی نفسی می آید
ولہ — زبان ہرزہ درایان توان بنرمی بست — کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد
ولہ — از دو عالم گوشۂ چشم بتان ما را بس است — تیرہ بختان را چو داغ لالہ یک گل جا بس است
ولہ — نہ تنہا گردباد از شوق او بیتاب میگردد — کہ مستی می کند بحر و بر گرداب می گردد

سبقت - لالہ سکہراج لکہنوی

سبقت تخلص - لالہ سکہراج نام - وطن لکہنو - قوم کا یتہ انایہ سے تہا - لالہ صاحب کے بزرگان سلف عمدۃ الملک اسدخان وزیر اعظم عالمگیری کی سرکار مین معزز خدمات پر مقرر تہے - سبقت عالم جوانی مین علما و فضلا کی خدمت مین تحصیل و کسب علوم مین مشغول ہوا - چند مدت مین کتب درسیہ سے فارغ ہوکر شاعری کیطرف مائل ہوا - کلام موزون کرتا تہا اور میرزا بیدل سے اصلاح لیتا تہا - میرزا اصلاح کیوقت فرماتے تہے کہ سبقت تمام ہنود پر سبقت کہتا ہے - رفتہ رفتہ ایسا شاعر ہوا کہ معاصرین نے اسکو لائق شعرا کے گروہ مین شمار کیا -

سید اسد اللہ خان معروف نواب اولیا عمہ زادہ قطب الملک بارہہ کے سرکار مین ملازم تہا اولا چند روز مہر سلطانی کا کام انجام دیتا رہا - بعد مین خدمت دیوانی پر مامور ہوا - دکن کے محاربات مین امیر الامرا حسین علیخان بارہہ کے لشکر مین تہا - اکثر نمایان کام کئے - جب امیر الامرا نے داؤد خان ہی پر برہانپور مین فتح پائی - فتحنامہ نظم مین منظوم کرکے پیش کیا - تقریبًا اسکی سانہہ سو ابیات ہون گے - بادشاہ نے پانصدی منصب اور انعام سے سرفراز فرمایا - سادات بارہہ کے برہمی کے بعد صوبہ مالوا مین بصیغہ جمعداری بسر کرتا تہا - اسکے ماتحت مین سو سوار تہے - لالہ خوشگو اپنے تذکرہ مین لکہتا ہے کہ فقیر اوائل جوانی سے آپکی خدمت مین نیاز رکہتا ہے - اور آپ سے تلمذ حاصل کیا ہم عمری کیوجہ سے بے تکلفانہ صحبت کرتا تہا - انتہی کلامہ

آخر ماہ شعبان سنہ ۱۱۳۸ ہجری مین صوبہ مالوا مین راجہ گردہر بہادر ناگر گجراتی کی خدمت

ملازمت مین تہا۔ راجہ اُسکے ساتہہ حسن سلوک کرتا تہا۔ ایکروز سپاہ نے تنخواہ کی بابتہ راجہ سے تکرار کی۔ باہم بحث و تکرار مین تیر و تفنگ کی نوبت پہنچی۔ چنانچہ سبقت کا تیر راجہ کے ہاتہہ پر پہنچا۔ راجہ زخمی ہوا۔ سخت غضبناک ہوا قیامت برپا ہوئی۔ باقی ہمگنان افغان مع پچاس سوار سبقت کا رفیق رہا۔ رفاقت کا حق پورا ادا کیا۔ سبقت نے مع رفقا خوب مقابلہ کیا۔ آخر ضرب تیر سے زمین پر گرا۔ اسیر و دستگیر ہوا۔ راجہ گروہر نے اُسکو قتل کیا۔ حکیم چند ندرت نے اوسکی تاریخ ایک سال کے تفاوت سے کہی ہے ہا دہی سکہراج زما سبقت کرو۔ اور منشی لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی نے مصرع تاریخ کو درست کیا۔ برابر عدد برآمد ہوتے ہین ہے کرد سکہراج زما سبقت ہے اُسکا کلیات ضخیم تہا تخمیناً دس ہزار ابیات تہین۔ اسی معرکہ مین تلف ہو گیا۔ تذکرہ خوش گو سے چند ابیات نقل کی جاتی ہین

من اشعارہ از جنگ نامہ

کتابی ست رنگین سواد و چمن	کہ دارد ز نام خدا سر سخن
چہ معنی کہ در نسخہ ام صرف نیست	برنگینی حرف شنجرف نیست
کجا شاعری معنی اندیشۂ	بتلمیذ سے حق خرد پیشۂ
خرد پیشہ ام حرف حق میزنم	نقابے ز تحقیق شق میزنم

بیان کرم امیر الامرا

ورا علیم و آفاق افتاد شور	کہ خورشید بر ظلمت آوردہ زور
سپاہ از شمار کواکب فزون	چو مریخ تیغ آب دادہ بخون
چہ گویم کہ حیرت شبخون زدہ ست	بصحرا فلک خیمہ بیرون زدہ است

مخالف دے چشم عبرت کشاد	کہ ہستی درعہ دیوار قلعہ فتاد
تو گفتی کہ معراج حق روزِ او	در آسمان بر پیمبر کشود

چونکہ اُس کے نوکر کا نام اسد اللہ تہا۔ بحر مین نہین آسکتا تہا۔ مگر بسکتہ اس حسن ادا سے ادا کیا ہے

بنامش کہ شمشیر حق از آلہی است	او بسکتہ معذور اسد اللہی است
چو نوبت بعالم ملیخان رسید	ظفر آفرین آفرین خوان رسید
بہ بالاے فیل آن جوان غیور	نمایان چو رمز تجلی بطور

از غزلیات

مدہ تکلیف می آن دلبر گیسو مسلسل را		کہ ہم دردسر شب بر جبین چون تشنو صندل را
بیاوت از کتاب دل کجا حرفے بود ظالم		لطیفے خواندہ بودی بین گلستان باب اول را
بفقر آمادگان ہرگز نسازد ننگ رسوائی		بگو با تاج تا پوشد بہان جیب کمبل را
کلفت انجا سیم و یرانی چہ و تعمیر چیست	ولہ	گر ہستی گر نباشد خاک دامنگیر چیست
عبرتے آخر طفلی جز گناہت کار نیست		خون مادر خوردہ اے غافل از خود شیر چیست
چہ خون در دل قمری نکردہ ظالم	ولہ	بباغ رفتی و شمشاد منتظر قد بر خاست
ہر کہ نظارہ بران مصحف رخسارہ کند	ولہ	یا دگیر دسبق بوسہ و تکرار کند
او بفکر من ہست و من فارغ	ولہ	بندگی ہم خداے می دارد
چو نقش پا بسر کوئی انتظار کسے	ولہ	نشستہ ام کہ شوم خاک رہگذار کسے
مرا چو رشتۂ رگ جان بنجولش می پیچد		خدا نکردہ کہ افتد گرہ بکار کسے
بند از خطوط شعاع این سخن بمن شنن		کہ ہست در دل خورشید خار خار کسے

ز رنگ باختن یار سخت حیرانم
خدنگ او بدلم ناشستہ بیرون رفت
ببزم وصل بتان بہ کہ شمع سان سبقت
بسکہ محو سعی بیجا حاصل بود اندیشہ ام
چون تصویر از بساط وہم چیدم بزم نیرنگی
خموشی ساز آرام است تاکے ہرزہ نالیہا
براہیت یکطرف ترسم کہ صحبت ہا اثر دارد
اے از نگہ کرم تو بینا ئے وداغ
تو چشم ز خس پوشی و خس ہم بیجا

برنگ آئینہ شد بگرد و چار کسے
سہی قدان بنشینند در کنار کسے
کنیم نقد دل و جان خود نثار کسے
در دو بدن شد برنگ موج قطع ریشہ ام
فشاندم دامن ہستی بقدر گردش رنگی
شنیدہ ام بقدر زیر پردہ گوش آگر ہنگی
بود شیخ عصا در دست من سبقت کہن لنگی
دیدہ تو ز کوری لنت داد سراغ
میلے ست کہ شد بہ سرمہ کش چشم چراغ

سجاد ۔ میر سجاد علیخان بہادر حیدرآبادی

سجاد تخلص ۔ میر سجاد علیخان بہادر نام ۔ آپ مشاہیر امراء حیدرآباد سے تھے ۔ شاہ یار الملک سے آپکی قرابت قریبہ ہے ۔ آپ پائیگاہ کے جاگیرداروں میں سے ہیں ۔ آپنے فارسی میں عمدہ لیاقت و استعداد حاصل کی تھی انشا پردازی اور سخن طرازی میں بے مثل تھے شعر خوب کہتے تھے ۔ کلام صاف و شستہ ہوتا تھا ۔ مہاراجہ بہادر چندو لعل نے آپکو بندگانعالی سے سو روپیہ ماہوار مقرر کرایا ۔ خانی و بہادری کا خطاب دلوایا ۔ آپ خوش طبع و خوش فکر تھے ۔ صاحب ہمت و سخاوت تھے ۔ مہمان نواز و آشنا پرور تھے ۔ آخر آپ سنہ ۱۲۴ ہجری میں بہشت بریں کو روانہ ہوئے ۔ آپ میر عباس علیخان بہادر متخلص کافی کے بھائی حقیقی تھے ۔

من اشعارہ الہندی

دعوے کرے جو خال لب یار سے مشک
آوے اگر اوسکے کوچہ گیسوے یار مین
ہے جو مریض خال و خط یار سے مسیح
فقط سرو چمن شکل سنان ہے مجکو
گر نہوے تو بہار عین خزان ہے مجکو
ساکن کوچہ جانان کو چمن سے کیا کام
ناصحا مغز خراشی تو عبث کرتا ہے

تا حشر منفعل ہے اپنی خطا سے مشک
ٹپکے بجائے دانہ شبنم قبا سے مشک
بہتر ہے اوسکے حق مین تمہاری دوا سے مشک

ولہ

اژدہا بن ترے ہر نہر روان ہے مجکو
نکہت تختہ گل موج دخان ہے مجکو
باب جنت دہن شیر زیان ہے مجکو
پند سننے کی ترے تاب کہان ہے مجکو

سوز - میان عالم خان

سوز تخلص - میان عالم خان نام - واقع مین آپکی نسب کا سلسلہ شہنشاہ سے منتہی ہوتا ہے - لیکن مصلحتہً آپ اس نسبت سے انکار کرتے تھے - اور خود کو سوز ہی مشہور کیا - عالم گیری زمانہ مین منصب مناسب پر مقرر ہوئے - چند مدت کے بعد تارک الدنیا ہو گئے - بلدہ اورنگ آباد مین گوشہ نشینی اختیار کی - مدت العمر عبادت الٰہی مین ہمہ تن مصروف رہے - گوشہ نشینی کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے - امرا و سلاطین کی صحبت مین قبولیت کا مرتبہ پایا - بہادری و دلیری مین مشہور تھے - تلاش معاش سے دست بردار ہو کے کسی امیر یا فقیر کے پاس نہین جاتے تھے - جب تک زندہ رہے آفتاب عزت و آبرو کے ساتھ رہے - چونکہ طبیعت مین شعر و شاعری کا شوق جولانی کر رہا تھا کبھی کبھی شعر موزون کرتے تھے - آپکا انتقال ۱۱۰۹ھ ہجری مین ہوا - قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون

شہر اورنگ آباد کے مقبرہ مین مدفون ہوئے۔ من اشعارہ

مرا گنجفہ بازی بود نظر بازی کہ یک ورق آفتاب آئینہ را

سخن۔ سید محمد خان بہادر اصفہانی

سخن تخلص۔ سید محمد خان نام۔ اصفہانی المولد ہے۔ شاعر خوش کلام و شیرین بیان تہا۔ تحریر و تقریر مین بے نظیر تہا۔ خلیق و لئیق تہا۔ یاران ہم مشرب کے ساتہہ خوش صحبت تہا۔ اصفہان سے شہر مچہلی بندر مین پہنچا۔ تجارت کرنے لگا۔ شہر مذکور سے مدراس مین آیا نواب امیر الامرا بہادر والی مدراس کی ملازمت مین مشرف ہوا اور خطاب خانی سے ممتاز۔ پہر چند روز کے بعد والاجاہی زمانہ مین دیوانخانہ کا داروغہ ہوا۔ اور بہادری کے خطاب سے سرفراز۔ حیدر آباد دکن مین بطریق سیر آیا ہے۔ صاحب دیوان ہے دیوان مختصر ہے اسمین چند قصائد و غزلین ہین۔ آخر ۱۲۱۱ ہجری مین سخن گوئی سے خاموش ہوا یعنی فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

بدل خارے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا از ین خواری بعالم اعتباری کردہ ام پیدا

اشک خونین ز سراپردہ دل میرسد موسم گلکاری ہاست

در شب ہجر خیال رخ دوست سرمہ دیدہ بیداری ہاست

آسمان ہرگز دل اہل وفا را خوش نکرد کار او در بیوفائی چون دل آزار من

ساقیا فصل گل آمد عیش بستان خوش است می کشانرا روئے گل نغمہ دستان خوش است

حسرت دوریت از دیدہ من خواب ربود اینقدر رشد کہ بخمیازہ ہم آغوشم کرد

بلبل آنکہ ترا نغمہ سرا کرد مرا	در چمن قمری آن سرو قبا پوشم کرد
نازار خصت بیدا دمدہ اے طنّاز	کہ دل سوختہ آہنگ شنیدن دارد
شکوہ از دست تو ہرجا نتوانم کرد	زاری من بسر کوئے تو دیدن دارد

سعدی

سعدی تخلص۔ شعراے دکن سے مشہور ہے۔ اسکی زبان روزمرہ دکن سے آشنا۔ دکھنی لب لہجہ اسکے کلام سے ظاہر ہے۔ اسکا مرقد خاندیس مین برہانپور کے قرب جوار مین مشہور ہے۔ صاحب نکات الشعرا نے اسکے دو تین اشعار لکھے ہین۔ ان کے سوائے کوئی اور نہین ملے۔ ہم بہی نکات الشعرا سے انہین اشعار کو نقل کرتے ہین۔ بعض تذکرہ نویسون نے سعدی دکنی کو سعدی شیرازی لکھدیا۔ انہون نے بڑی غلطی کی

من اشعارہ الہندی

ہمنا تمن کو دل دیا تم نے لیا ہور دکھ دیا	تم یہہ کیا ہم وہ کیا ایسی بہلی یہہ ریت ہے
دونین کے گہر مین بہرن رو رو بجو دلکو بہرون	ہیش سنگ کو پیت سون پیانجا د مسیت ہے
سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ	در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

سید۔ سید علیخان

سید تخلص۔ سید علیخان نام۔ جواہر رقم خان خطاب۔ سید صحیح النسب ایرانی الاصل تہا فضائل و کمالات سے آراستہ انشا پردازی و نظم و نثر مین بلند پرواز تہا۔ سخن سنجی و سخن گوئی و شعر مین نہایت ہی ہوشیار و چالاک تہا۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت سے خالی نہین ہوتا تہا

خوشنویسی مین استاد تہا اکثر خطوط حسن وخوبی کے ساتہہ لکہتا تہا - عالمگیری زمانہ مین ولایت سے ہند مین وارد ہوا بادشاہ نے کتب خانہ کی داروغگی سے سرفراز فرمایا- اکثر مضامین شاہی اسی بزرگ کے قلم سے لکہائے جاتے تہے - بادشاہ نے خوشخطی کیوجہ جواہر رقم خاں کے خطاب سے ممتاز فرمایا تہا - اکثر اوقات بادشاہی مسودات کو مبیضہ کرتا تہا سنہ ۱۰۶۸ ہجری مین فوت ہوا - اورنگ آباد دکن مین دفن ہوا - **من اشعارہ**

من آن مرغم کہ نوحی در نفس دارم   صفیری می کشم تا نعرہ دارہی نفس دارم

سرخوش - محمد علیم الزمان

سرخوش تخلص - محمد علیم الزمان نام - آپ مولوی شیخ وجیہ الزمان مرحوم کے خلف الصدق ہین - فارسی عربی مین مستعد طالب العلم ہین تکمیل کی فکر کرتے تہے کہ شعرگوئی کا شوق پیدا ہوا تکمیل کتب کی فکر جاتی رہی - بندش و تلاش معانی کی فکر کرنے لگے - آپ امیر احمد امیر لکہنوی سے مشق کرتے رہے - رفتہ رفتہ آپکا کلام پاکیزہ و شستہ ہونے لگا - آپ جو کچہہ کہتے ہین اسمین شستگی و پختگی نظر آتی ہے سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین ہند سے حیدرآباد دکن مین وارد ہوئے تہے - چند مدت تلاش معاش مین متردد رہے آخر عدالت مالگذاری مین صیغہ دار ہوگئے تہے - چند مدت کے بعد عازم ملک بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون -

من اشعارہ الہندی

قضا بہی ہوگئی مقتل مین مضطرب سرخوش	اگر نہ تہا تو تمہین کو کچہہ اضطراب نہ تہا
ایک پہلو مین پری ایک وہ حور رہے	ایک طرف نار رہے ایکطرف نور رہے

کرینگے رہبری مین صنم کو تلاش ہم | لینگے نہ جا کے کعبہ مین احسان خلیل کا

سخی - میر خیرات علیخان حیدر آبادی

سخی تخلص - میر خیرات علیخان نام - آپ میر علیخان حیدر آبادی کے فرزند ہین ۔ آپکے بزرگ امراء حیدر آباد سے ہین - نواب روشن الدولہ بہادر مغفور نے آپکو اپنا متبنٰی کیا تہا - آپ حضور بندگانعالی کے منصبدارون مین شریک ہین - تہوڑی ماہوار پا بمحتاج پاتے ہین - فارغ البال و خوش حال ہین - آپکی عمر پچاس برس کی ہوگی مرزا مستیابیگ منتہی کے شعرگوئی مین شاگرد ہین - خوش مزاج و خوش کلام ہین -

من اشعارہ الہندی

رہے چمن مین نہ بلبل کا نام تک باقی | دیا ہے حکم یہ گلچین نے باغبانون کو
یہہ آہ وہ ہے رُکے گی کہین روکے سے | یہہ تیر وہ ہے کہ توڑے گا آسمانون کو
اب آرزو ہے رہائی نہین رہی صیاد | قفس مین بہول گئے اپنے آشیانون کو
اگر وصال نہین تو خط و پیام سہی | برائے صبر دل بیقرار کچہہ تو ہو
مجہے ہے فکر سخن اسلئے سخی دل سے | جہان مین بعد فنا یادگار کچہہ تو ہو

سامی - سید عبدالقادر اورنگ آبادی

سامی تخلص - شاہ غلام قادر نام ہے - اورنگ آباد وطن ہے - سادات النسب اصحیح النسب تہے - آپ کے جد بزرگوار سید فیض اللہ المخاطب بسید ہدایت اللہ خان شاہجہان کے عہد مین جلیل القدر خدمات پر مامور تہے - اور عالمگیری زمانہ مین آخر عمر مین

اورنگ آباد دکن مین بادشاہی لشکر کے ہمرکاب آئے۔ محمد اعظم شاہ کی سرکار مین کتب خانہ
وجواہر خانہ وخوشبو خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔ آپکے والد ماجد بھی اعظم شاہ کے بعد
نوکری چھوڑ کر فقیر ہو گئے۔ نواب مغفرت مآب کے زمانہ مین ہفصدی منصب پر سرفراز تھے
آپکی ولادت اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابھی آپ آغوش مادر مین تھے کہ والد بزرگوار نے
رحلت کی۔ آپکا نشو ونما جد بزرگوار کے سایہ محبت مین ہوا۔ اور آپنے بقدر ضرورت
تربیت وتعلیم بھی پائی۔ پھر جد بزرگوار بھی بہشت برین کو روانہ ہوئے۔ آپ عالم تنہائی
مین بے افسوس وحسرت کے سوائے کوئی یار وغمگسار نہ تھا۔ خانہ داری خاندان پرورش کا
بار آپکے سر پر پڑا۔ بامر مجبوری سر پر لیا جسقدر آفتین اور مصیبتین پیش آئین سہتے رہے
زمانہ کی گردشون کو جھیلتے رہے۔ مگر باوجود ان مصائب وتکالیف آپکو علم کی تحصیل کا شوق
تھا۔ دلمین ولولہ وجوش تھا۔ ہونہار تھے۔ جب گھر کے اہتمام سے فرصت ملتی تب
علما کی مجلس مین جاتے جہانتک ہو سکتا استفادہ حاصل کرتے۔ اسیطرح ایک زمانہ تک
ملازمت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ تحصیل کتب سے فارغ ہو کر علما کے سلسلہ مین داخل ہوے
سرکاری منصب دار تھے گذر اوقات کے لئے کافی ماہوار پاتے تھے۔ زیادہ کی ہوس نہین
کی۔ قناعت گزین ہوئے۔ ماحصل پر شاکر وصابر رہے۔ موزون الطبع تھے جولانی
طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین پیش قدمی کی اس میدان مین ایسی چستی وچالاکی
سے قدم ڈالے کہ متقدمین سے کئی قدم آگے بڑھ گئے۔ اور شاعری کو ایسی زیب وزینت
دی کہ ہر ایک مجلس مین آپکی شاعری جلوہ افروز تھی۔ اور آپکے کلام کے چرچے گھر گھر
ہونے لگے۔ نقادان سخن غور وفکر سے پرکھنے لگے۔ سبنے آپکو کھرا پایا۔ آپکی لیاقت
واستعداد کو مان لیا۔ موجودہ شعرا مین ایسی شہرت پائی کہ استادی کے درجہ کو

اخلاق و حالات

پہنچے۔ اکثر طلبہ آپکی شاگردی کے سلسلہ مین آئے اور درجہ کمال کو پائے۔
آپ شاعر پرگو خوش مزاج ظریف الطبع سلیم الوضع تھے۔ صاحب خلق خندان جبین
و شگفتہ رو تھے۔ صلح کل صاحب توکل مستغنی از جز تا بکل تھے۔ درویش دوست
غریب آشنا حق شناس و حق نما تھے۔ آپکو قادریہ طریقہ مین بیعت و اجازت حاصل تھی
پیری مریدی کا طریقہ جاری تھا۔ آپ بافیض تھے۔ خلائق آپکی فیض نعمت سے فیضیاب
ہوتی تھی۔ ایک جہان آپکے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتی تھی۔ آپکی خانقاہ کیا امیر و فقیر کیا
شاہ و وزیر سب کا مرجع تھی۔ حصول آمارب و مقاصد کا مجمع تھے۔ آپ صوفی باصفا تھے
راضی برضا تھے۔ جامع کرامات و حاوی خرق عادات تھے۔ عاشق رسول اللہ صلعم
شائق فنا فی اللہ تھے۔ اہل بیت و اہل اللہ کے مداح تھے۔ خدا کی راہ مین جان نثار اور
اُسکی محبت و عشق مین زار و نزار تھے۔ آپکی ہمدردی و رفاہ عام کا عام مین نام تھا۔
خلائق کی حاجت روائی آپکا کام تھا۔ اکثر شہر کے عمائد و امرا آپ کے مرید و معتقد تھے
جو کچھہ آپکی نظر مین آتا تھا سب فقرا و غربا پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ شہر مین آپکی خانقاہ
اور شاہ مسافر کا تکیہ مسافرون کی فرودگاہ تھی۔ دونون مقام مین مسافرون کو گھر سے
زیادہ آرام ملتا تھا۔ آپ مہمان نواز و غریب پرور تھے۔ مہمان کی دلداری و غمخواری
کرتے تھے۔ جو مسافر طالب دنیا ہوتا اُسکی سعی سفارش کرکے ملازم کراتے تھے۔ جو طالب
خدا ہوتا تھا اُسکو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔ نقل مشہور ہے کہ آپ ہمیشہ سفارش کرتے
تھے۔ اور یہی آپکی عادت مستمرہ تھی۔ ایک روز ایک امیر سے کسی مسافر غریب کی سفارش
کی امیر نے اس لحاظ سے کہ آپ آیندہ کسی کی سفارش نکرین اور فرمایا کہ حضرت اسوقت
جسقدر سفارش کرنا ہو کیجئے۔ اور اقرار کیجئے کہ آیندہ کیسکے بارہ مین نہین کہون گا

اقرار مع الشرط ہونا چاہئے۔ آپنے قبول کیا۔ اور یہ شرط ٹھہری کہ آیندہ جب سفارش کروں تو مجکو شہر بدر کردینا۔ امیر بھی راضی ہوا۔ دس پانچ جو مسافر تھے اُن کی سفارش کی۔ وہ سب آپکی بدولت نوکر ہوگئے۔ پھر چند روز تک خاموش رہے۔ اسی عرصہ مین چند بزرگ آپکی خدمت مین آئے اور گذارش کی کہ حضرت ہمارے لئے کچھ تدبیر کیجئے۔ خدا و رسول کے لئے سفارش کیجئے ہم غریبونکا کام آپکی عنایت سے حاصل ہوگا۔ آپنے فرمایا اچھا چلو۔ سب کو ساتھہ لئے اپنا بستر و بدنا بھی باندہ لئے۔ امیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ مین اپنے اقرار پر قائم ہون مجھے اُس سے انکار نہین۔ ان غریبون کا نام تختہ مین لکہ لیجئے اور فقیر کو رخصت کیجئے۔ فقیر سفر کے لئے مستعد و تیار ہے۔ بستر و بدنا دکہا دیا۔ امیر اس پر گر پڑا۔ اول سے زیادہ معتقد ہوا۔ اور فرمایا۔ آپ یہین رہئے۔ آج سے آپکو اجازت عام ہے ہر کس و ناکس کی سفارش کرتے رہئے۔ واہ رے امیر اور واہ رے فقیر دونون آفرین کے لائق ہین۔ اکثر عوام الناس ایسے موقع و محل مین کہتے ہین کہ اول کا زمانہ متبرک تھا۔ اور اہل زمانہ بھی بزرگ تھے۔ عوام کا یہہ قول غلط خیال ہے کیونکہ زمانہ ایک ہی ہے مگر نیکی و بدی سے بلحاظ اہل زمانہ موصوف ہوتا ہے۔ زمانہ ٹھیک درست ہے۔ اہل زمانہ بھی اچھے ہین ہان اتنا فرق ہے اُسوقت کے لوگ نہایت عمدہ درست تھے۔ اکثر کیا علما و کیا مشائخ نیک طینت ہوتے تھے۔ اب بھی کمتر مرد نیکو و خوشخو ہین۔ آجکل امرا مین بہ نسبت فقرا ملائکہ خصائل زیادہ نکلین گے۔ ہم اسی موقع پر جو ایک واقعہ ہمارے وزیر بے نظیر امیر بن الامیر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ مدار المہام سرکار عالی کے پاس گذرا۔ وہ لکہتے ہین کہ تہوڑے سے دن گذرے کہ حیدرآباد مین مشہور ہوا کہ وزارت بدلنے ہی کو ہے دوسرا وزیر مقرر ہوتا ہے اس موہومی خبر سے عام کے دلون مین تردد واقع ہوا۔ شہر کے کسی امیر نے ایک درخواست

بچون کی منصب کے لئے نواب صاحب کی خدمت مین پیش کی - اور نواب صاحب سے کہا کہ
آپ جلد منظور کیجیے - نواب صاحب نے درخواست رکھ لی - پھر صاحب درخواست نے
عرض کی - آپنے کہا اچھا پھر عرض کی نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ جلدی نہ کیجیے مین کرونگا
آخر بمصداق صاحب الغرض مجنون پھر عرض کیا جلدی نکرون تو کیا کرون نہین معلوم
کل کیا ہوتا ہے - شاید آپ نہ رہین - نواب صاحب خاموش ہوگئے - اُس امیر کو کچھ جواب نہ دیا
جو کچھ کام تھا پورا کر دیا - دیکھیے نواب صاحب کا کیا حلم و کیا حشمت کہ کچھ نہین کہا اور
اُس غریب کا کام کردیا - فی زمانا بھی ہمارے شہر مین اسی طرح کے بہت سے امرائے قدیم
موجود ہین جنکا خمیر ہمدردی غربا و فقرا ہے فقیر مولف نے ہر ایک کے حالات و عادات حسب التحقیق
تذکرہ امرا و رائے دکن مین لکھے ہین - ابھی یہہ تذکرہ طبع نہین ہوا ہے تذکرہ ہذا کے بعد
طبع ہوگا - چمنستان شعرا مین مرقوم ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۱۱۹۶ ہجری مین واقع ہوئی
اورنگ آباد مین مدفون ہوئے - آپ صاحب دیوان تھے - اور آپ نے ایک قصہ سرو شمشاد
کے بیان مین لکھا - اسکے اشعار چند ہزار تھے - اب وہ قصہ نادر الوجود ہے - پھر از سر نو
گیارہ سو چھہتر مین اُسکو تیار فرمایا - ہم اُسمین سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرینگے
آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے آپنے ایک سرو شمشاد کا قصہ لکھا - مثنوی کی
طرز پر تھا - کئی ہزار اسکے اشعار تھے - اسوقت سوء اتفاق سے قصہ مفقود ہوگیا -
آپ کو اُسکے تلف ہونیکا بہت رنج ہوا - پھر آپنے سنہ ۱۱۷۶ ہجری مین از سر نو قصہ کو تصنیف
فرمایا - آپکا کلام نہایت رنگین ہے - ابہام و تکلف سے پاک و صاف ہے استعارہ و کنایہ سے
مملو ہے - الفاظ شستہ با معانی برجستہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب دیا ہے
مطالعہ سے لطف و مزہ آتا ہے - اسیطرح آپکا دیوان بھی مضامین شیرین و معانی رنگین کا

چشمہ ہے۔ غزلہائے نمکین و کبتہہائے دلنشین و مخمسات و مستزاد و رباعیات و قطعات
و قصائد لائق تحسین و آفرین کا کشکول ہے۔ آپکے اکثر قصائد خدا و رسول صلعم اہل اللہ
کے فضائل و مدایح مین ہین۔ چمنستان شعرا مین شفیق اورنگ آبادی لکھتے ہین کہ دکن
مین اکثر اہل دکن آپکے معتقدین تھے۔ آپ اورنگ آباد حیدرآباد بیدر وارکاٹ و سورت
و کوکن و برار مین دورہ فرماتے تھے۔ اور فقیر سے محبت دلی رکھتے ہین۔ فیما بین
مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ باہم جاری ہے۔ فی الحال یعنی ۱۱۷۵ہجری اورنگ آباد
مین سیع نوا فزا ہین۔ مین اکثر اوقات آپکی خدمت مین آمد و رفت کرتا ہون۔ اور
آپ بہی کبہی کبہی میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے ہین۔ انتہی کلامہ
آپ پاکیزہ رو و پاکیزہ دل تھے۔ روشن ضمیر و دستگیر تھے۔ اعانت و ہمدردی مین
قصور نہین فرماتے تھے۔ آپکی عنایت بادشاہ و فقیر پر مساوی تہی۔ ہندو
و مسلمان سے موافق تھے۔ صلح کل کا طریقہ مرغوب تہا۔ ہر ایک کو خوش رکہنا
مطلوب تہا۔ دلجوئی و دلداری آپکا کام تہا۔ دکن کے ہر کوچہ و بازار مین آپکا
نام مشہور و معروف ہے۔

گزارش فقیر مولف

مین ناظرین کی خدمت مین نہایت افسوس کے ساتہہ گزارش کرتا ہون کہ آپ کا
دیوان و قصہ سرو شمشاد میرے کتبخانہ نوادر مین موجود تہا۔ میرا کتبخانہ ۱۳۲۶ہجری
مین موسی ندی کی طغیانی مین غرق آب و ندر سیلاب ہوگیا۔ صاحب ترجمہ کا دیوان
و قصہ سرو شمشاد بہی کتبخانہ کے ساتہہ تہ آب و تلف ہو گئے۔ چونکہ مین نے آپکی
سوانح عمری کے خاتمہ پر آپکے اشعار انتخابی نہین لکہے تہے۔ اسوقت اشعار کی بابت

بہت کچھہ پریشان ہوکے کتبخانہ آصفیہ و کتبخانہ مختاریہ مین دیوان و قصہ کو تلاش کیا۔ نہین پایا۔ بامر لاچاری اشعار کے لکھنے سے معذور رہا۔ لیکن دیوان و قصہ کی تلاش مین ہمہ تن مصروف ہون۔ اگر ملجائینگے تو اسمین سے آپکے نتائج طبع کو ضمیمہ مین لکھہ دونگا۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

سالک۔ مرزا قربانعلی بیگ

سالک تخلص۔ مرزا قربان علی بیگ نام۔ آپ نواب مرزا عالم بیگ کے خلف الصدق ہین۔ آپ مولداً حیدرآبادی مسکناً دہلوی تہے۔ لیکن آپکی تربیت و تعلیم دلی مین ہوئی۔ تعلیم و تربیت سے فارغ ہونیکے بعد مہاراجہ الور کی ریاست مین خدمت وکالت پر مقرر تہے۔ چند مدت کے بعد الور سے قطع تعلق کر کے حیدرآباد دکن مین آئے صیغہ تعلیمات مین سر رشتہ داری کی خدمت پر متعین ہوئے۔
آپکو اولاً تلمذ مومن خان دہلوی کی خدمت مین تہا۔ ثانیاً مرزا غالب کی خدمت مین مستفید ہوئے۔ ابتدا مین بمناسبت نام قربان تخلص کرتے تہے۔ آخر مرزا کی شاگردی مین سالک تخلص اختیار کیا۔ ذکی الطبع و سخن سنج و سخن فہم تہے۔ خوش مزاج و شگفتہ جبین شعر و شاعری کے فنون سے ماہر۔ و محاورات فارسی ہندی سے واقف۔ فلسفی مشرب۔ ہمدردی بہتری قوم کے خواہان ہوتے تہے۔ مخزن الفوائد نام کا ایک رسالہ حیدرآباد مین شایع کیا۔ اسمین اکثر مضامین مفید ہوتے تہے۔ اصل مین رسالہ کے موجد و سرپرست مخدومی جناب مولوی سید حسین صاحب المخاطب بہ نواب عماد الملک بہادر ناظم تعلیمات سابق تہے۔ اور ہمارے سالک صاحب جمع

اس کے طبع و ترتیب کا اہتمام کرتے تھے۔ رسالہ مین اکثر مضامین مفیدہ مطبوع ہوتے تھے۔ اگر وہ رسالہ اتبک جاری رہتا تو ایک عمدہ ذخیرہ تاریخی ہو جاتا افسوس ہماری مصلحین قوم نے اسکے بقا کا لحاظ نہین کیا حیدرآباد مین ہر ایک چیز کے ایجاد کرتے وقت نہایت جوش کے ساتھہ اہتمام ہوتا ہے لیکن آخر چند ہی روز مین اسکا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فقیر مولف کو بجز اسبات کے کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی ہے۔ موجدین کی غرض ایجاد سے نمائش ہوتی ہے۔ اگر واقع مین نمائش ہیچ تو اسکا وجود و عدم مساوی ہے ہان موجد کی سیقدر نمائش و شہرت تو ہو جاتی ہے واقعی ہمدردی و جوانمردی وہ ہے جس کام کی ابتدا کرین اُسکو خوبی کے ساتھہ درجہ کمال کو پہنچائین۔ تاکہ قوم کے خاص و عام اس سے مستفید ہو جائین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت و دلچسپی و خوبی سے خالی نہین ہے۔ آپکی رحلت ۱۲۹۱ سنہ ہجری مین واقع ہوئی۔ آپکی عمر تخمیناً ساٹھہ پینسٹھہ برس کی تھی۔ باوجود ضعیفی مزاج مین چستی و چالاکی تھی۔ جس کام کا ارادہ فرماتے تھے اُسکو پورا کرتے تھے۔ خوش اخلاق و بامروت ہر ایک سے خندہ پیشانی و شگفتہ روئی کے ساتھہ ملتے تھے۔ خاص حیدرآباد مین آپکے اکثر تلامذہ موجود ہین۔ آپکا ایک فرزند محمد مرزا متخلص بہ عابد وظیفہ خوار سرکار عالی نظام موجود ہے۔

من اشعارہ الہندی

بتون کی بزم کہ کوئی نہین جہان اپنا	خدا کو کرکے چلا آتا ہون نگاہبان اپنا
تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان مین	گویا ہمارے واسطے کچھہ بھی بنا تھا
رہے آشنائی فقط نام کی	وہ نام آشنائی زبان رہگیا

میرا ہوا آشیانہ اور آدھا جلا ہوا ولہ بجھ بھی گئی تھی آگ تو بجلی کو کیا ہوا

مین کاٹتا تری محفل سے اکیلا اے کاش ولہ غم یہ ہے ساتھ میرے غیر کا ارمان نکلا

سالک جو کوئی عشق مین مجھکو برا کہے ولہ کہتا ہون منہ کو اور یہ کہتا ہون ہان درست

مایوس نا امید ہین کیا مدعا سے ہم ولہ کہتے ہین اور کہتے ہین التجا سے ہم

کاش سے بہر تجھ سے ہی کہتے تو سہل تھین وہ خواہشین کہ کہتے ہین اس بیوفا سے ہم

فرط نشاط وصل سے ہے ذکر مدعا نہین ذکر غم فراق سے چھیڑین بلا سے ہم

تیرے کوچہ کی جو پھیرا ہے تنگ ولہ گر آنا ہے نگاہ پاسبان مین

طالب وصل پہ کہتے ہو یہ تکرار نہین ولہ خوش ہون ان دو نقیضون مین اثبات ہی انکا نہین

شکر کیجے مگر افسردہ سے ہو کر کیجے ولہ نا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

لاغری سے نظر آتا کہین تجھے نہین ولہ تیر پہنچے تو کمان دار کی تقصیر نہین

اغیار نگہ ناز ہے کیا کیا اون کو قتل کو آتے ہین اور ہاتھ مین شمشیر نہین

وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو ولہ اجل بنکر ہی کوئی مہربان ہو

شکر کیجے کہ نہین تاب تکلم تجھکو ولہ ورنہ اسطرح ہی جو چاہو کہو تم مجھکو

اُسکو دیکھو کہ وہ ہے مجھسے سوا گر دشمن آسمان سے کے منانا نہین تم مجھکو

کوئی تو بات ہنسی کی سے نکلے خندۂ صبح قیامت ہی سہی

جان ہی دیکے عشق مین ہوئی خبر آگیا کچھ لیا دیا آگے

ہون مین وہ صید کہ رویا کرے جیتا مجھے صیاد ہون مین وہ کشتہ کہ پیٹا کرے جلاد مجھے

آمادہ ستم فلک دیار کینہ جو

پیغام موت کا مجھے اب جا بجا سے ہے

سرمد - حکیم سعید - المعروف بہ صوفی سرمد

سرمد تخلص - حکیم سعید نام - آپ اصل مین قبائل ارامنہ سے تھے - تحصیل علوم سے فارغ ہونیکے بعد پیشہ تجارت مین مصروف ہوئے - تجارت کی وجہ عراق عرب و عجم مین اکثر اوقات سیاحت فرماتے تھے - چند مدت کاشان مین سکونت پذیر رہے - آپ کی طبیعت تصوف و تعرف کیطرف مائل تھی - آپ سیاحت مین بزرگان بلاد و امصار سے ملتے تھے - ہر ایک بزرگ کی خدمت سے مستفید ہوتے تھے - بزرگان صاحبدل کی توجہ سے آپکے دل مین عشق و محبت کی آگ مشتعل ہوئی - پھر آپ کاشان سے برآمد ہوئے - سیر و سیاحت کرتے ہوئے شہر تتہ سندہ مین پہنچے - وہان ایک ہندو بچے پر جسکا نام ابھی چند تھا فریفتہ ہوئے - چنانچہ خود صوفی کہتا ہے ؎

نمیدانم درین چرخ کہن دیر خدائے من ابھی چندست یا غیر

اسی لڑکے کے عشق مین تمام مال و اسباب کو مساکین پر تقسیم کردیا - جو کچھ میسر تھا کل لٹا دیا - بقدر ضرورت بھی کوئی چیز باقی نہین رکھی - یہانتک کہ جامہ و پارچہ ستر عورت و بدن کیلئے بھی نہین رکھا برہنگی اختیار کی - آپکا لڑکے پر فریفتہ ہونا صادقانہ تھا لڑکے کے والدین نے آپ کی پارسائی و پاک طینتی دیکھکے چند روز آپ کو اپنے گھر مہمان رکھا آپ محبوب کے در پر پڑے رہتے - ہر وقت محبوب کے دیدار و درشن مین محو رہتے تھے آپنے لڑکے کو توریت و زبور پڑہائی - لڑکے کو اپنی محبت کی کشش سے اپنے طرف کھینچ لیا - لڑکا آپ سے ایسا مانوس ہو گیا کہ تمام خویش و اقارب سے برخاستہ ہوکے آپکے ساتھ ہی خاک نشین ہو گیا - بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ آپ مع ہندو بچہ تتہ سندہ سے

حیدرآباد دکن مین آئے - چند مدت قیام پذیر رہے - پہر یہان سے دار الخلافہ دہلی مین پہنچے - شاہزادہ داراشکوہ جو فقراء کے طرف زیادہ مائل تہا آپ کو مصاحبت مین رکہا - اور اعلیحضرت قران ثانی کے خدمت مین صوفی کی تعریف و مدح کرتا تہا - اعلیحضرت قران ثانی نے ایکروز عنایت خان آشنا کو صوفی کے حالات دریافت کرنیکے لئے بہیجا - خان مذکور حال دریافت کرکے آیا - عرض کیا - اور یہہ بیت پڑہی ؎

بر سر مدبر برہنہ کرامت تہمت است   کشفی کہ ظاہر است در و کشف عورت است

پس اسی اثنا مین زمانہ مین انقلاب پیدا ہوا - داراشکوہ اسیر و قتل ہو گیا - اور سنہ ۱۰۹۹ ہجری مین اورنگ زیب عالمگیر اورنگ نشین ہوا - صفحہ عالم سے اکبری و جہانگیری رسوم محو ہوئے مراد بخشی و داراشکوہی بدعتین مٹ گئین عالمگیر کے خوف و رعب سے تمام اہل بدعت و رند مشرب توبہ و اصلاح کے طرف متوجہ ہوئے - اکثر دیوانے و برہنہ تن ہشیار و صاحب لباس ہو گئے - شرع و دین کا بازار گرم ہوا - لہو و لعب کا چراغ بجہ گیا - حسب الحکم بادشاہ سنہ ۲ ہم عالمگیری مین قاضی عبد القوی صدر نے صوفی سرمد کو لباس کی تاکید کی - صوفی نے قبول نہین کیا - ہر چند کہ کہا گیا - راضی نہین ہوا - قاضی نے سوال کیا کہ آپ برہنہ کیون رہتے ہین - جواب دیا کہ شیطان قوی ہے - اور یہہ رباعی پڑہی ؎

خوش بالائے کرد چنین پست مرا	چشمے بدو جام برد از دست مرا
او در بغل من است و من در طلبش	دزدے عجبے برہنہ کردہ ہست مرا

قاضی مذکور صوفی کے جواب سے نہایت غضبناک ہوا - بادشاہ کی خدمت مین آیا - عرض کیا کہ وہ واجب القتل ہے - بادشاہ نے فرمایا کہ صوفی کو دربار مین حاضر کرین - تمام علما اس سے بحث کرین - اگر واجب القتل ثابت ہو جائے تو قتل کرین - حسب الحکم صوفی دربار مین

حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کہتے تھے کہ داراشکوہ بادشاہ ہوگا آپکا قول غلط ہوا۔ صوفی نے کہا غلط نہین ہے وہ بادشاہ ہوگا۔ صوفی کا جواب مجذوبانہ تھا۔ پھر بادشاہنے سوال کیا کہ کلمۂ لاالہ پرزیادہ نہ کہنا کیا وجہ ہے۔ صوفی نے فرمایا۔ کہ مین ابھی نفی مین مستغرق ہون۔ نفی کے بعد اثبات ہے۔ پھر ستر عورت تو بہ کی بابت کہا گیا قبول نہین کیا۔ اور یہہ بیت پڑہی ؎

عمریست کہ آن جلوۂ منصور کہن شد	من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

آخر ملا عبدالقوی نے باتفاق علما دلائل شرعی کے ساتہہ قتل کا فتوی تیار کیا۔ بادشاہ سرمد کے قتل کا حکم دیا۔ صوفی کو قتل گاہ مین لائے۔ اسوقت زبان سے یہہ بیت پڑہتا تہا ؎

سر جدا کرد از تنم شوخے کہ با ما یار بود	قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

جب جلاد آیا تلوار کہینچ کے صوفی کے طرف متوجہ ہوا۔ صوفی جلاد کیطرف دیکہہ کے کہتا تہا تو جس صورت مین جلوہ نما ہوتا ہے مین تجکو پہچانتا ہون اور یہہ بیت پڑہی ؎

رسیدہ یار عریان تیغ ابیدم	بہر رنگے کہ آئی می شناسم

اور یہہ بیت بہی پڑہی ؎

شورے شد واز خواب عدم چشم کشودیم	دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

قتل کیلئے چاہتے تہے کہ دستور کے موافق اسکی آنکھین بند کرین۔ صوفی نے منع کیا۔ مردانہ سر تہ تیغ کیا۔ جلاد نے ایک ہی ضرب مین سر تن سے جدا کیا۔ کہتے ہین کہ سر تن سے جدا ہوتے وقت تین مرتبہ لاالہ کہا۔ یہہ واقعہ ۱۰۷۰ھ ہجری مین واقع ہوا۔ دہلی کی جامع مسجد کے مقابل مدفون کیا گیا۔ مزار زیارتگاہ ہے۔ یہ مشہور ہے کہ صوفی کا سر جب تن سے جدا ہوا یہہ بیت

مقتول کے جسم بے سر نے اپنے انگشت دست کی قلم خون کی سیاہی سے یہہ شعر دیوار پر لکھا۔ میرے نزدیک یہہ الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ کسی معتبر تاریخ سے اس بات کا پتا نہیں ملتا شاید خرق عادات سے ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ہو ھذا

سر بر سر راہ تو فدا شد چہ بجا شد ॥ این بار گران بود ادا شد چہ بجا شد

رباعیات

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند ॥ سوز دل پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار ॥ این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

ولہ

سرمد گلہ اختصار می باید کرد ॥ یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ॥ یا قطع نظر زیار می باید کرد

ولہ

سرمد کہ ز جام عشق مستش کردند ॥ بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خدا پرستی و ہشیاری ॥ مستش کردند و بت پرستش کردند

ولہ

آنکو کہ سر حقیقتش باور شد ॥ خود پہن تر از سپہر پہناور شد
ملا گوید کہ بر شد احمد بفلک ॥ سرمد گوید فلک باحمد در شد

بعض مورخین نے لکھا کہ یہی رباعی سرمد کے قتل کی باعث ہوئی۔ اس لئے کہ اس رباعی سے معراج کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ رباعی

سرمد اگرش وفاست خود می آید ॥ ور آمدنش رواست خود می آید
بیہودہ چرا در پئے او میگردی ॥ بنشین اگر او خداست خود می آید

سنجر۔ مرزا سنجر

سنجر تخلص۔ میرزا سنجر نام ہے۔ آپ میر حیدر معمائی کاشانی کے فرزند ہین۔

شعر و شاعری مین چست و چالاک تہا۔ مضامین تازہ و معانی شگفتہ کا موجد تہا۔ مدت تک اکبری دربار مین پدر و پسر ملازم رہے۔ ہمیشہ بادشاہ و شاہزادون کی مدح مین قصائد منظوم کرتے تہے۔ خوب انعام و اکرام پاتے تہے۔ آخر ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کی خدمت مین آیا۔ اُسوقت شکستہ حال و پراگندہ بال تہا۔ عادل شاہ نے اسکے شکستہ حال کو الطاف کرم کے مومیائی سے درست فرمایا۔ ایک زمانہ تک خوش و خرم رہا۔ اشعار مین اکثر زمانہ کی شکایت کرتا ہے۔ پس چند مدت کے بعد شاہ عباس ماضی کا فرمان مع خلعت فاخرہ اس کے نام سے صادر ہوا۔ لیکن فرمان کے وصول ہونے سے قبل یہان اسکی اجل کا فرمان پہنچ گیا۔ فوراً عالم بالا روانہ ہوا۔ یہہ واقعہ سنہ ۱۰۲۱ ہجری مین واقع ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

شہر حسن است بہر جانب بازار مرا ||| تو بخواہی و گرسے ہست خریدار مرا

وله

نہ تاب و یدن و نی طاقت شکیبائیست ||| تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائیست

وله

محققان کہ ز دریائے علم در جوشند ||| چو کوہ تا نکنی شان سوال خاموش اند

وله

آتش خرمن منی شبنم کشت دیگران ||| دوزخ من چرا شدی ای بہشت دیگران

وله

تو خود نا خواندہ ای شوق امشبم بر و بنزم او ||| نمیدانم کہ خواہد خواست فردا عذر غیرت را

وله

اے غم ہجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم ||| با تگذر از زمین سراپا تماقبالہ را

وله

ما عجز و شمنیم و حریفان زبون طلب ||| اے خون ما بگردن طبع غیور ما

وله

شرم باد از اہل مجلس سنج بیقدر را ||| تا بکے نا خواندہ آید چند ای خصمت ود

وله

برگ سبزی ہم نیاوردی ہے بیطالعی ||| از گلستانے کہ ہر کس گل بدامن می کند

وله

جمعی کہ از تقرب او گفتگو کنند ||| ترسم خجل شوند اگر رو برو کنند

ما ہم ز آرزوی شہادت رسیدہ ایم
خوبان صواب نیست کہ فکر دیت کنند

ولہ
ناخواندہ گرچہ آمادہ ام زود بیہدم
طبع ترا ز بادہ مکدر نمی کنم

ولہ
الماس بدل انشم و منت کشم ز خود
من لذت این زخم بسوزن نہ پسندم

ولہ
آخر از دامن محمل کشیدم دست تا بی
بپای ناقہ افتادم بگرد ساربان گشتم

ولہ
امشب اے ہمسایہ او مہمان من خود رفتہ ام
گر کسے احوال من پرسد بگو در خانہ نیست

ولہ
مہر آید بتماشائے تو با تیغ و تبرنج
گو بیا گر ہوس دست بریدن دارد

ولہ
مرا کہ سینہ زمین نمک فروشان است
دماغ سوزی مرہم بداغ من غلط است

ولہ
نیست در امر آزادی این مرغ اسیر
ورنہ صد مرتبہ گردانید بگرد سر خویش

ولہ
این زبان بے نسبتم سنجیدہ گرنہ پیش ازین
دست من بر زلف گستاخ تر از شانہ بود

ولہ
میگذارد دگر نگاہ کرم در کارش کنم
سخت محجوب است نجواہم کہ بیخوارش کنم

ولہ
وقت است کہ چون صبح بہ بالین من آئی
شمع سحرم یکدو نفس بیش ندارم

ولہ
ناخن زدہ ست بوئے گلے بر مشام ما
ہان اے طبیب نیست علاج زکام ما

ولہ
یکشب چراغ خلوت ما می توان شدن
تا کے چو صبح خندہ توان زد بشام ما

داغ غم بنمک خشک شد و زخم بالماس
آگہ کن ازین تجربہ مرہم طلبان را

حاجت روا نگشت مرا حاصل دو کون
صرف چراغ مسجد و شمع مزار شد

سالک - سید غلام حسن القادری الرضائی

سالک تخلص - سید غلام حسن نام آپ سید شہاب الدین بن سید محمد اسحق قادری کے خلف رشید ہیں - آپکا نسب کا سلسلہ حضرت سید عبدالرزاق فرزند دوم حضرت سید

محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے جد امجد بغداد سے ہند میں تشریف لائے۔ اولاً ملک دکن کیطرف متوجہ ہوئے۔ قلعہ جنیر میں جو دکن کے مشہور قلعجات سے ہے سکونت پذیر ہوئے۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکہا کہ آپکے اجداد اسلاف سے ایک بزرگ بطریق سیر سیاحت بغداد سے ہندوستان میں آئے۔ صوبہ پنجاب میں پہنچ کے پرگنہ بہیرہ میں سکونت پذیر ہوئے خلائق کو ہدایت و ارشاد سے جہانگیری زمانہ تک سرفراز فرماتے رہے۔ اہل ہند جوق جوق حسن عقیدت سے دائرہ بیعت میں داخل ہوتے تھے۔ سالک صاحب ترجمہ کے جد امجد سید محمد اسحق قادری یتیم تھے۔ اور اپنے جد محمد یعقوب کی خدمت میں تربیت و تعلیم پاتے تھے۔ جد بزرگوار ہی یتیم کے مربی و سرپرست تھے۔ حسن اتفاق سے سید محمد یعقوب نے سیاحت عرب کا عزم بالجزم کیا۔ سید محمد اسحق بھی دادا کے ہمراہ بغداد شریف وغیرہ مقامات متبرکات میں گئے حج و زیارت روضہ منورہ و دیگر مقامات متبرکہ سے مشرف ہوئے۔ شاہجہانی زمانہ تک عرب میں رہے وہاں علم حدیث و فقہ و تفسیر سے فارغ التحصیل ہوئے پہر آپ عرب سے سنہ ۳۰ جلوس شاہجہانی میں ملک دکن میں وارد ہوئے۔ آپنے قلعہ جنیر میں سکونت اختیار کی۔ اشاعت اسلام و ہدایت دین میں مصروف ہوئے۔ مدۃ العمر اسی کام میں مشغول رہے۔ اکثر ہنود بت پرست آپکی ہدایت سے خدا پرست ہوئے۔ آخر آپنے سنہ ۱۰۸۰ ہجری میں اس دار فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ سالک صاحب ترجمہ کے والد حضرت شہاب الدین بہی عالم شباب میں عارضہ وبا سے فردوس بریں روانہ ہوئے۔ سالک والد کی رحلت کیوقت طفل شیر خوارہ تھے۔ جنیر میں نشو و نما پائے۔ سن تمیز کو پہنچے اسوقت آپکو تحصیل علوم کا شوق دل میں متمکن ہوا۔ وطن سے برآمد ہوکے دار العلوم گجرات میں آکے

وہان علماے معاصرین کی خدمت مین تہوڑے زمانہ مین کتب درسیہ متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ بموجب استعداد وطباعی وذکاوت جبلی لائق وفائق ہوئے۔ اور حضرت شاہ علی رضا صاحب گجراتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اور احمد آباد گجرات سے مع عیال و متعلقین شہر اورنگ آباد دکھن مین آئے۔ اور خاص و عام کو فیض ہدایت سے مستفیض فرماتے تہے۔ اہل شہر امرا و خوانین آپکے ساتہہ حسن اعتقاد رکہتے تہے۔ آپکی خانقاہ غربا و فقرا کی فرودگاہ۔ اور امرا و وزرا کی سجدہ گاہ تہی۔ امیر الامرا حسین علیخان۔ و عضد الدولہ بہادر قسورہ جنگ و نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ و غیرہم آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تہے۔ آپ فصیح اللسان و بلیغ البیان تہے ذہین و فطین تہے۔ حکیم و واعظ تہے۔ وعظ و نصیحت مین فرد کامل تہے۔ سامعین معتقدین آپ کی جادو بیانی سے مسخر ہوجاتے تہے۔ اور مسائل و امر و نواہی سے واقف۔ آپ قوی الحافظہ تہے۔ قرآن شریف کو چہہ مہینہ کی مدت مین حفظ کرلیا۔ جسکے حفظ کی تاریخ یہہ ہے (حفظ حسن) ہر سال ستائیسوین تاریخ رمضان کو شبینہ قرآن ختم فرماتے تہے آپ صاحب التالیف و التصنیف تہے آپکا دیوان مرتب شدہ ہے۔ اور آپنے ایک مثنوی مثل مثنوی مولوی روم لکہی ہے عربی و فارسی دونون زبان مین کامل مہارت رکہتے تہے اخلاق و عادات مین فرشتہ۔ وانسان برگزیدہ تہے۔ علم تصوف و تعرف مین فرد کامل تہے۔ فطرۃً آپکی طبیعت موزون تہی۔ اس لئے اقتضائے طبیعت کبہی کبہی بپیرایہ ظہور سے جلوہ نما ہوجاتا ہے۔ جو کچہہ نتیجہ طبع مبارک ہوتا ہے برجستہ و شگفتہ ہوتا ہے۔ پژمردہ کو تازہ و مردہ کو زندہ کردیتا ہے۔ گل رعنا کے مولف نے لکہا کہ سالک کی ولادت سنہ ۱۱۰۰ ہجری مین ہوئی۔ آپکا مولد و منشا احمد آباد گجرات ہے۔ اور آپکو بیعت حضرت شاہ علی رضا بن خواجہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ

گجرات احمد آباد سے اورنگ آباد میں آیا - اور یہان متوطن ہوا - آخر دوم تاریخ جمادی الاولی روز جمعہ قبل مغرب ۱۲۶۲ ہجری مین فوت ہوا - بروز شنبہ قریب مسجد و خانقاہ مین جو آپکی تعمیر کی ہوئی ہے دفن ہوئے - چنانچہ مولف تذکرہ نے مرحوم کی تاریخ کہی هو هذہ

سیدی حضرت غلام حسن	در شہود الہ مستغرق
بست رخت سفر ازین عالم	داد بزم بہشت را رونق
وقت تحریر خط بحر دو کلان	بر سر نامہ می نوشت سر حق
زین سبب سال او شفیق نوشت	عاشق حق بحق شدہ ملحق

من اشعارہ الفارسی

نثار پرداز دو عالم شب کہ سیراب بود	بادبان کشتی می چادر مہتاب بود
گردش چشم تو از بس بیقرارم کردہ است	پنبہ بالین خواب چشم سیماب بود
نی روانم کہ امین یا رو آمد در آغوشم	کہ چون ہالہ سراپا حلقہ می گردد بر دو چشم
کمان ابرو تبی رنگین ادائے تا بہ بر آید	تمنا جوش چون قوس قزح یک عالم آغوشم
بسکہ در یاد قدش معمور ن شالی کردہ ام	مصرع ہر سرو گلشن شعر خالی کردہ ام
ہیچ کس این نبود صفا و تازگی برق حسن	شب ز پشت پاش نقش قالی کردہ ام
مست و سرشار دو بالا نشہ جام لبت	بودہ ام از بوسہ کری اعتدالی کردہ ام
اے بہار آرام جان جانی زراما نند خواب	با وجود مردمم ندر دیدہ خالی کردہ ام
خوردہ ام سالک فریب وعدہ بر وفا بو وصل	سختہ کار عشق بودم خوش سالی کردہ ام
اے لالہ زار از گل داغ تو سینہا	رنگین پر از بہار زر و صفت سفینہا

یکرنگی تو ناشدہ برق دوئی گداز	نگرفتہ رنگ عکس شخص آئینہا

سپہری نظام شاہ ہجری

تذکرہ مجمع الفصحا مین لکہا۔ نظام شاہ نام۔ سپہری تخلص۔ منہ

خالت خلیل چہرہ گلستان آتش است	خطت بیاہے کہ بدامان آتش است
بیش رخ تو دیدہ سپہرے بہم نزد	آتش پرست ہین کہ حیران آتش است

باب الشین معجمہ

شوریدہ شیخ سلطان الدین برہانپوری

شوریدہ تخلص شیخ سلطان الدین نام۔ برہانپوری المولد ہے۔ صاحب لیاقت و ذی استعداد تہا۔ خوشنویسی مین استاد خط نستعلیق نہایت ہی خوش لکہتا تہا۔ شعرگوئی و شعرفہمی مین مشہور تہا۔ ۱۱۷۵ ہجری مین برہانپورسے اورنگ آباد مین آیا۔ چند مدت رہکر پہر وطن مالوفہ کو واپس گیا۔ لچھمی نرائن وغیرہ شعرا کا معاصر تہا اولا سلطان تخلص کرتا تہا۔ پہر شہید قرار دیا تہا آخر لچھمی نرائن اورنگ آبادی کے کہنے سے شوریدہ اختیار کیا۔ ۱۱۹۵ ہجری کے قریب مین فوت ہوا۔

تذکرہ خزان و بہار کے مولف نے لکہا کہ آپکی مزاج مین ہمدردی قوم مرکوز تہی۔ اکثر کتب احادیث و صحائف لکہہ کے مساجد و خوانق مین وقف کرکے رکہتے تہے۔ اور علما و طلبا کی خدمت کو فرض سمجہتے تہے۔ مہمان نوازی مین مشہور تہے۔ نقل ہے کہ ایکروز آپکے گہر ایک مہمان آیا۔ آپنے اسکی مہمان داری کا اہتمام کیا۔ مہمان ایک رات نماز مغرب کے بعد بغیر اطلاع کسی دوست کے ملنے کو گیا۔ دوست نے خاطرداری و مدارات کی

تمام رات دوست کے گھر پر بسر کیا۔ حضرت شوریدہ صاحب ترجمہ حسب عادت عشا کے بعد دسترخوان بچھا کے کھانے کے خوان چُنے ہوئے مہمان کے انتظار مین بیٹھے۔ اور گھر کے تمام متعلقین بھی حضرت کے ساتھ تھے۔ اکثر بھوکے پیاسے سو گئے۔ تمام رات گذر گئی۔ صبح مہمان آیا۔ آپنے کشادہ روئی سے فرمایا۔ آپ شب کہان تھے ہم تمام آپکے انتظار مین دسترخوان بچھائے ہوئے رہے مہمان آپکے قدمون پر گر پڑا اور معافی چاہی حضرت مسکرائے۔ اور مہمان کی تالیف قلوب کر کے فرمایا پروا نہین۔ بزرگان سلف کی تہذیب مساعدت آفرین ہزار آفرین کے لائق ہے۔ ہمکو سلف کے اخلاق و عادات سے سبق لینا چاہیئے۔ فی زماننا اس قسم کے خلاق و عادات عنقا صفت ہین۔ خداتعالے ہمکو نیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کی پیروی کرین

من اشعارہ الہندی

یک رنگ مین کئی رنگ بتاتا ہے رنگیلا
تجھ زلف کے دیکھے ستی سنبل کو گیا بھول
رنگین دا سے جب تو گیا باغ مین سجن
چشم دریا سے کیون نہووے طوفانی

ہر طرح من کی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
مین خود ہی بیخود ہوا ایسا لکو گیا بھول
ہر نقش پا زمین پہ بنتے گل کے دستے تھے
اشک باران ہنوز جاری ہے

شورش۔ مرزا محمد منعم ندرباری

شورش تخلص۔ مرزا محمد منعم نام۔ آپ بدخشانی الاصل ہین۔ مرزا محمد اکبر طپش کے برادر زادہ ہین۔ حضرت شاہ یٰسین صاحب ندرباری قادری کے مرید و متبنی تھے۔ زندگی مجردانہ بسر کرتے رہے دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہین رکھتے تھے مزاج مین

عجز وانکساری تھی۔ علم موسیقی مین خوب ماہر تھے۔ اس فن مین متقدمین سلف سے
بڑھ گئے تھے۔ سنجیدہ طبع و پسندیدہ فکر شعرگوئی پر فریفتہ عم بزرگوار طپش سے
مشق کرتے تھے۔ چند ہی روز مین اُستاد سے ایسے بڑھ گئے کہ آخر طپش اپنا کلام
شورش کو دکھلاتے تھے۔ آپ درست کردار و وضعدار تھے۔ سن شعور سے تا مرگ لباس
سرمئی زیب بدن فرماتے رہے۔ کبھی دوسرے قسم کے لباس کی خواہش نہین کی۔
آپکا کلام نادرالوجود ہے اُسکی وجہ یہہ ہے کہ آپ جو کچھہ کہتے تھے۔ اُن سب اشعار کو
چراغ کی نذر کر دیتے تھے۔ طپش نے جو چند اشعار مخفی رکھہ لئے تھے وہی ہے۔ باقی کا
پتا نہین ملا۔ اکثر تذکرون مین ہی چند شعر دائر و سائر ہین۔ ہم نے بھی کرون سے نقل کئے ہین
آخر آپ ۱۱۷۲ ہجری مین فوت ہوئے۔ لچھمی نرائن نے آپکی رحلت کی تاریخ لکھی ہے

شاعر خوب مرزا منعم	سمت جنت کے جب گیا دو ملم
دل نے تاریخ کو کہا مجھہ سے	مرگیا آہ شورش ہمدم

۱۱۷۲ھ

من اشعارہ الہندی

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا	بھروسہ کیا ہے جی آیا نہ آیا
جب سنی بہرا ہے برین جامۂ اجلا و سبز	تب سے پایا گلشنو نین سرو نے ایجاد سبز

شرافت۔ سید شریف الدینخان اورنگ آبادی

شرافت تخلص۔ سید شریف الدینخان نام۔ آپ کے اجداد سادات موسویہ
نیشاپور سے ہین۔ آپکے اجداد مین سے ایک بزرگ ہند مین آئے۔ قصبۂ کنتور ملک
اودھ مین متوطن ہوئے۔ قاضی محمود کنتوری خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار آپکے

اجداد مین تھے - آپ تشریف آب و دانہ اورنگ آباد دکن مین وارد ہوئے - عالم فاضل واہب کامل تھے - شہر کی خدمت احتساب پر مقرر ہوئے - اور حضرت شاہ نظام الدین نکرامی جو دکن کے مشاہیر مشائخ سے تھے - اُن کی دختر نیک اختر سے شادی کی - اور اس شہر کو اپنا وطن قرار دیا - نہایت خوشی و خرمی سے رہنے لگے - سرکاری خدمت احتساب کا انتظام عمدہ طرح سے مدت تک کرتے رہے - شہر کے مشائخ و امرا آپ سے نہایت ہی رضامند و شکر گزار تھے - آپ شریف النفس و کریم الطبع تھے - حسن اتفاق مین بےمثل - مروت و سخاوت مین بےبدل تھے - فقرا دوست و غربا پرور تھے - شعر فہمی و انشا پردازی مین یگانہ - کبھی کبھی شعر بھی موزون فرماتے تھے - ایک کتاب غوث الصمدانی محبوب سبحانی کے مناقب مین لکھی - آپ ۱۲۵۷ہجری مین زندہ تھے - قریب سنہ ۱۲۶۰ ہجری بہشت برین کو روانہ ہوئے -

مِن اشعارہ الہندی

مین روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا
کرہے مد نظر ہر کسکو آخر کام کاج اپنا

بگولے کو نہین ہے سربلندی خاک بن گزر
سر پر سلطنت کیا چاہیے ہم خاکسارون کو

ہو گئی آنے سے تیری لکے میخانہ مین ہم
چشم مین سجتی ہے جیسی کیف کے آئینہ مین ہم

وصل مین بھی نہین ہے ہرگز چین بیتابو نکو ہین
عشق نے ڈالا ہے دیکھو شمع پروانہ مین ہم

ایک تیرے جلوہ حسن آراستی
شور کعبہ مین پڑا ہے اور بتخانہ مین ہم

شہید - ملا باقر

شہید تخلص - ملا باقر نام - بقول مولف گل رعنا آپ طہرانی الاصل قوم ترک سے تھے

وبقول مولف گل عجائب اصفہانی الاصل آپکے جد بزرگوار طہران یا اصفہان سے
ہند مین وارد ہوکر احمد آباد گجرات مین متوطن ہوئے۔ شہید کی ولادت احمد آباد مین
ہوئی۔ عالم شباب مین ضروری لیاقت و استعداد حاصل کرنیکے بعد نوکری اختیار کی
چند مدت تک سلسلہ ملازمت مین رہا آخر نوکری ترک کرکے شہر اورنگ آباد مین آیا
اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ چند روز کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔
اورنگ آباد سے روانہ ہوا۔ اسی سفر مین بندر ٹھٹھہ سندہ مین شیخ محمد علی حزین سے ملا
شعر گوئی مین شیخ سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت و حج سے فارغ ہوکر
اورنگ آباد مین واپس آیا بدستور خانہ نشین رہا۔ گھر سے کبھی باہر نہین آتا تھا۔
صاحب مردم دیدہ لکھتے ہین فی الواقع مین نے اسکو فقیر پایا۔ ہر چند کہ شیخ محمد علی حزین سے
طرز روشنی اختیار کیا تھا۔ لیکن شیخ سے کچھ نسبت نہین رکھتا ہے۔ بزرگ ساختہ
نظر آیا۔ عند الملاقات بہت سے اشعار سنائے۔ اور اکثر باتین کین مین اُن کی خدمت مین
صرف ایک ساعت بیٹھکر رخصت ہوا۔ انتہی کلامہ۔
لچھمی نرائن گلزار عنا مین لکھتے ہین کہ شہید سخن مین شیخ علی حزین کا شاگرد تھا۔ اور طریقہ سلوک
شیخ سے اخذ کیا۔ چنانچہ ایک غزل مین کہتا ہے ؎

در سخن حزین سوختہ آب رنگ معنی تصویر ما ست

خط نسخ خوب لکھتا تھا۔ اورنگ آباد مین خانہ نشین تھا کبھی گھر سے نہین نکلتا تھا۔ آزاد
بلگرامی سے محبت کہتا تھا۔ آزاد شاہ مجھو کے تکیہ مین رہتے تھے۔ اُسوقت شہید نے
ایک رقعہ لکھا۔ سر رقعہ یہ بیت تھی ؎

اے صبا بہر خدا کن گوشش فریاد مرا یعنی از من بندگی گو سرو آزاد مرا

بعد ازان زمانہ دراز گذرا کہ اتفاق ملاقات ہوا۔ پھر یہ بیت آزاد کی خدمت مین بھیجی

؎ میان اہل سخن سد آمد و رفت است ؛ مگر سخن برود پھر باز دید سخن

پھر جناب آزاد شہید کے پاس گئے اور ملے اور باہم خوش ہوئے۔ اور مین بھی ایک وقت شہید کی ملازمت سے مشرف ہوا انتہی کلامہ

شہید سخنور صاحب حال درویش کامل تہا۔ تارک الدنیا۔ طالب فقر و فنا تہا۔ خوش گفتار و خوش کردار تہا۔ آخر ۱۱ تاریخ رجب ۱۱۶۷ہجری مین شہر اورنگ آباد مین فوت ہوا۔ اپنے مکان کے صحن مین دفن کیا گیا۔ جناب آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت کہی

؎ کرد رحلت مقیم گوشۂ فقر ؛ تیز در فن شاعری ماہر
گفت تاریخ فوت او آزاد ؛ گشت نابود مولوی باقر

شہید مغفور صاحب دیوان ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ لچھمی نراین گل رعنا مین لکھتے ہین کہ آپکے اکثر اشعار اصلاح طلب تھے۔ جناب آزاد نے درست کئے۔ لیکن فقیر مولف نے طوالت کی وجہ سے اشعار اصلاح شدہ و اصلاح طلب کو قلم انداز کیا۔ اگرچہ مولف گل رعنا نے تمثیلاً چند اشعار اصلاح طلب و اصلاح شدہ بھی نقل کئے۔ انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الفارسی

الہی استقامت ورشتہات دہ دل ما را
جز صبا نیست درین گلشن ایجاد شہید

ہمیشہ سرخرو از خون ما کن قاتل ما را
کہ بیاید نفسے بہر ہوا خواہی ما

ولہ

مر اصحبت مدام آن نرگس بیمار می بخشد
سر تمکین او گردم نمی بخشد بعجز من

چو مژگان برنگردانم ازین در شفا خود را
مکر رگرچہ می بندم بپایش چون حنا خود را

ولہ

ندارم بہتر از تسبیح دست آویز محشر

بصد رہ میرسانم تا شہید کربلا خود را

ای ماه تابان یک شبی مهمان کن مرا — چون هاله گردم گرد تو بر خویشتن قربان کن مرا
گویند شهید تو همین با ناله و آه حزین — گر از شهیدان نیستم خاک شهیدان کن مرا
جان محبوس تن بسکه تنگ است اینجا — نمی توان گفت که در قید فرنگ است اینجا

وله
از تو تا دور کرده اند مرا — زنده در گور کرده اند مرا
با دل سرد گرم می سوزم — شمع کافور کرده اند مرا
من کجا شوکت سلیمان کو — کمتر از مور کرده اند مرا

وله
جدا ز آتش لعل تو شد کباب شراب — بیا که چشم براه است از حباب شراب
خم سپهر تهی نیست از می عبرت — هنوز می چکد از چشم آفتاب شراب

وله
شهید راه رو که ره یار نازک است — آهسته پا گذار سر راه نازک است
دارم دلی که خود بخود آزرده می شود — مانند طبع یار چه بسیار نازک است
پژمرده می شود ز نسیم سخن شهید — از گل زیاده لعل لب یار نازک است

وله
کار دنیا همه ناساخته می باید رفت — همچو اشک از نظر انداخته می باید رفت
حسرتی بدتر ازین باز چه خواهد بودن — که ره کوی تو نشناخته می باید رفت

وله
هستی و بخت مرا کلک قضا توام ریخت — بلب یار رسیدیم سیاهی باقیست
نه اشک بر رخ و نی آه در جگر باقیست — شده است زاد سفر آخر و سفر باقیست

وله
بیهوده دست بر سر خود عمرها زدم — کاری ز من نیامد و دستم ز کار ماند

وله
در خیالش رفته ام از خود خبردارش کنید — بخت من عمریست تا خوابیده بیدارش کنید

وله
از شکست دل صدا بیرون نیاید جز خدا — تا بود ممکن ز خود هرگز دلی را شکند

وله
حاصل زندگانیم نیست بجز انفعال — همچو حباب میروم کیسه تهی و چشم تر

وله
مرا لیاقت این کو که با تو چهره شوم — همین بروی تو گر رو دهد نگاهی بس

وله
ز داغ من دل بلبل اگر بسوخت بجاست — برنگ گل زده ام آتشی بخانهٔ خویش

وله
غافل مشو چو شمع ز سوز دل شهید — در خنده هم ملاحظه کن گریه های خویش

در جهان هرگز ندیدم هیچکس کمتر ز خویش — هر که را من وا رسیدم یافتم بهتر ز خویش

زلف او خود را ز من تا میتواند می کشد — چون پریشانی که می بیند پریشان تر ز خویش

وله
ز خود بیخود شو و دستانه میرقص — بگرد شمع چون پروانه میرقص

وله
روشن سواد مردمک دیده می کند — هر لحظه مصحف رخ تو از غبار خط

وله
پی نیاز تو جان دگر بکف دارم — سرم چو شمع گر از تن جدا کنند چه باک

وله
جان من غم مخور از بی سر و سامانی دل — زیادگار سر زلف است پریشانی دل

بره عشق تو در هر قدم می ماند — به تنگ آمدم از دست گرانجانی دل

وله
در بحر زندگی چه سبک راه میروم — از خویشتن چون حباب بیک آه میروم

وله
چون حبابی اعتبارم پایمال کیستم — من ندارم جز نفسی خون حلال کیستم

وله
جا بچشم خویش میدادند این مردم مرا — همچو نرگس همنشین خود گر سیم و زر میداشتم

وله
از گدا کار گدا صورت نمیگیرد شهید — هر چه خواهی یافتن از شاه خواهی یافتن

وله
ز فرق تا بقدم از ادا نئی خالی — خمیر مایهٔ ناز است سرو قامت تو

وله
از بسکه داشت شوق در سر آئینه — چون جان کشید عکس ترا در بر آئینه

از وضع شیخ و برهمن از بس ملول شد — بر رخ کشید قشقهٔ خاکستر آئینه

وله
قربان آمدم که ز ابرو کمان کنی — مژگان خدنگ سازی و دل را نشان کنی

من اشعاره الهندی

بہار درد کو اس غنچۂ دلمین تو مخفی رکہہ
شہید اوراق ہستی جمع کر خونبہا پانیکو
نہ کہر گل خرابی چہرۂ راز نہان میرا
یہ رنگین بہیس سے شاہد لعل یار کو پہنچے

توقانون عمل بار مت توڑ
شہید اس نفس کافر کیش کو مار
کمر طاعت سے خم جنگ ہو جا
حقیقت کا مظفر جنگ ہو جا

شریف - مرزا شریف کاشانی

شریف تخلص - مرزا شریف نام - کاشانی الاصل ہے - اوائل شباب مین علوم و فنون مین کمال حاصل کر کے فقیری اختیار کی - اور سیاحت کا ارادہ کیا وطن سے نکل کر چند مدت ہرات و سیستان مین رہا - عبد اللہ خان اوزبک نے سنہ ہجری مین ہرات کا محاصرہ کیا - اُسوقت ہرات سے فرار کر کے ہند مین آیا - گولکنڈہ حیدر آباد دکن مین پہنچا - سلطان محمد قلی قطب شاہ کی خدمت مین نام کرے ہا - قطب شاہ نے شریف کے لئے منصب عمدہ مقرر کر دیا تہا - مدت تک خوشحال فارغ بال رہا آخر سنہ ہجری مین فوت ہوا - گولکنڈہ مین مدفون ہے -

من اشعارہ الفارسی

چون نے زبسکہ سینۂ تنگ از فغان پر است
حاشا کہ شریف در رہ عشق
گر تا بروز حشر بنالم همان پر است
تا سر نہ نہد ز پا نہ نشیند

خزان مباش کہ برگ برچمن ریزی
بہار باش کہ شاخ گلے ببار آری

بعقل کعبہ نوردم بعشق دیر نشین
چراغ ہر دو زیک قطرہ خون من سوزد

ششدر ۔ عباس حسین خان حیدرآبادی

ششدر تخلص ۔ نواب عباس حسین خان نام ۔ آپ نواب میر عاشق حسین خان مرحوم کے فرزند ہین ۔ آپ حیدرآباد دکن کے مشاہیر امرا سے ہین ۔ نواب مختار الملک مرحوم کے قرابتداروں مین سے ہین ۔ آپ فارسی مین لائق ہین اور عربی مین بھی صرف نحو سے واقف ہین ۔ شعر گوئی مین کامل استاد ۔ اور اس فن مین آپکے اکثر شاگرد ہین آپ کی ذات چشمہ فیض ہے ۔ آپ مولوی حافظ میر شمس الدین فیض المتوفی ۱۲۸۳ہجری کے شاگرد رشید ہین ۔ اور حافظ مشتاق شاگرد میر درد سے بھی استفادہ کیا ہے آپ صاحب دیوان ہین ۔ خوش مزاج و شگفتہ طبع ہین ۔ ہمدرد قوم مہمان نواز و دوست پرور ہین ۔ فی الحال آپکی عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی ۔ بارک اللہ فی عمرہ

من اشعارہ الہندی

طوفان اُٹھا ہے خنجر قاتل کی آب کا
چشمہ ابل پڑے نہ کہین آفتاب کا

اغیار بوسہ شیرین نہ پائین گے
یہ انگبین تو رزق نہو گا ذباب کا

ولہ

ششدر ہی وحشتین تری مجنون کی آنکھ سے بھی
جو آبلہ ہے آنکھ ہے جنگلی غزال کی

کیا کرسکے گا اُس گل رعنا سے ہمسری
ہے گل کی پاس ایک قبا سرخ شال کی

ولہ

رقم کرتا ہون مین اوصاف گیسوے دوتا تیرے
قلم چٹکی مین ہجا تا ہے مار دو زبان ہوکر

ہما کو جب ہوس ہوتی ہے اُسکے دست بوسی کی
لپٹ جاتا ہے قوس بازوے زاغ کمان ہوکر

ولہ

جامہ گل پر یہ اتنا پھولنا اے عندلیب
بلگیجی اُتری ہوئی تن سے قبائے یار ہے

لب پہ لب ہتا ہے ششدر وہ خنجر زن مدام
منہ لگانا منع ہے جسکو وہ یہ مردار ہے

شیفتہ۔ محمد کاظم حسین کنتوری

شیفتہ تخلص۔ محمد کاظم حسین نام۔ آپ مولوی خادم حسین مرحوم کنتوری کے فرزند
ہیں۔ صاحب علم و فضل ہیں۔ شعر و سخن کے شیفتہ اور مضامین رنگین کے فریفتہ ہیں
آپکو ناسخ مرحوم کے خاندان سے تلمذ ہے۔ آپکا کلام صاف و شستہ ہے۔ مضامین
کی بندش اور الفاظ کی نشست سے شستگی و پختگی نمایاں ہے۔ آپکی ہر ایک شعر سے نزاکت
و لطافت عیاں ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپکا ایک دیوان جو غزلیات عاشقانہ و
رباعیات صوفیانہ پر شامل ہے۔ اور دوسرا دیوان قصائد نعتیہ میں ہے۔ سنہ ۱۳۰۲ ہجری
میں ہند سے حیدرآباد دکن میں وارد ہوئے تھے۔ مدت تک مقیم رہے۔ اب معلوم نہیں کہ
فی الحال کہاں ہیں۔ یا یہیں سرکار عالی نظام میں کسی خدمت پر مامور ہیں۔ جہاں ہو
اللہ تعالی انکو خوش و خرم رکھے۔

من اشعارہ الہندی

دیوانہ ترا صبح سے ٹکراتا ہے آج
ٹوٹیں گے نہ کیسے سیکڑوں دیواریں و در آج

ابرو سے کریں قتل وہ ہم آنکھ لڑائیں
تلوار پڑی لپیہ بہہ ہے بد نظر آج

حسن رخ دلدار پہ یوں محو ہوئی ہے
پھرتی نظر آتی نہیں آنکھوں میں نظر آج

وله

خوشبوئے جان فزا جو تمہارے بدن میں ہے
یہ بو بھلا کہاں سمن و نسترن میں ہے

پھولوں نہیں سماتے ہیں غنچے سرور سے
آمد بہار کی جو دوبارہ چمن میں ہے

ہے رنگ روز حشر کا فرقت کی رات میں
غربت کی شام صبح دیار وطن میں ہے

اے شیفتہ نماز ہے واجب کسوف کی
رخسار زلف میں ہے کہ سورج گہن میں ہے

شوق ـ غلام محمد حیدرآبادی

شوق تخلص ـ غلام محمد نام ـ آپ حیدرآبادی المولد ہین آپکے آباو اجداد کا اصلی وطن ملک یمن تہا ـ یمن سے حیدرآباد مین آئے ـ اور سرکار عالی کی پایگاہ مین ملازم ہوئے ـ خانی و بہادری کے خطاب سے ممتاز و سرفراز ہوئے ـ آپ بہی خاندانی اعزاز کے لحاظ سے مدار المہام سرکار عالی کی عدالت مین ملازم ہین ـ لائق و ہوشیار ہین تخمیناً پینتالیس برس کی عمر ہوگی ـ شعر و شاعری کے شیفتہ مضامین رنگین و تازہ کے فریفتہ ہین ـ فارسی و اردو دونون زبان مین کہتے ہین فارسی مین مولوی عبد العلی والا اور اردو مین محمد سلطان عاقل دہلوی المتوفی سنہ ۱۳۰۳ ہجری کے شاگرد ہین ـ خوش مزاج و پسندیدہ سیرت ہین ـ میانہ قد و گندمی رنگ و چیچک رو ہین ـ اللہ تعالی خوش و خرم رکہے ـ

من اشعارہ الفارسی

آئینہ بند قصر تو جلوۂ عکس جابجا
نام تو اے نگار من کندہ شدہ بلوح دل
گفتہ گم شدہ است دل از زرد ادا نکا تیتے

من ہمہ تن بحیرتم خانہ چنان نگین چنین
آفرین برنوشت من نقش چنان نگین چنین
شوق چہ آفت است این ہم چنان نقش چنین

من اشعارہ الہندی

بدر کامل تو ہوا عارض تابان نہوا
لاکہون فتنے اٹہے ہنگامہ ہوا صور بہنکا
جلوہ افروز کوئی مہر یہان سے ہوتا

ماہ نو گہٹکے ہوا ابروئے جانان نہوا
عرصۂ حشر مگر کوچۂ جانان نہوا
صبح کی طرح مرا چاک گریبان نہوا

قامت یار سے کیا سرو چمن کو نسبت
سامنے اُسکے وہ اک گام خراماں نہوا

شکیب ۔ نواب مرزا دہلوی

شکیب تخلص ۔ نواب مرزا نام ۔ آپ دلی کے باشندہ ہین ۔ مدت سے حیدرآباد دکن مین آئے ہین قانون دانی مین ہوشیار و لائق ہین ۔ خوش طبع و شگفتہ جبین ہین ۔ فی الحال آپکی عمر قریب پچاس برس کے ہے ۔ طبیعت مین ذکاوت و ودانت خداداد ہے ۔ شعر گوئی مین اولاً منشی محمد کاظم کنتوری کے شاگرد ہوئے ثانیاً حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی کی خدمت مین تمسک کرتے رہے ۔ اور کبھی کبھی محمد کاظم حسین شیفتہ سے بھی اصلاح لی ہے ۔ کلام دلچسپ مرغوب ہوتا ہے ۔

من اشعارہ الہندی

یوسف کی چاہ چھوٹی ممکن نہین تھا یہ
لو خون آرزو بھی کیا ہے رقیب نے
کافی اُسکو سایۂ گیسو ہے آپکا
آتے ہی اُسکے دور ہوا کیون مرض مرا
کیون اپنے پاؤن توڑکے بیٹھے ہوا تے شکیب

زنجیر عشق کی ہی زلیخا کی پاؤن مین
مہندی لگاکے اُس گل رعنا کے پاؤن مین
زنجیر ڈالئے گا نہ شیدا کے پاؤن مین
پنہان نہ تھی شفا جو مسیحا کے پاؤن مین
خار الم چبے ہین تمنا کے پاؤن مین

شعلہ ۔ محمد عبد الوہاب خان مدراسی

شعلہ تخلص ۔ محمد عبد الوہاب خان نام ۔ نواب نعمت الملک رئیس مدراسی کے فرزند ۔ اور نواب عظیم جاہ رئیس ارکاٹ کے نواسہ ہین سن شعور کے بعد آپنے

مدراس کے علما سے کتب درسیہ پڑہین - لائق و مستعد ہوئے - شعر و شاعری مین شریف مدراس کے شاگرد خوش فکر خوش طبع ہین - آپکا کلام نزاکت و لطافت مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے - الفاظ سلیس با محاورہ ہوتے ہین -

من اشعارہ الہندی

پردیسے یہہ پیدا ہے کہ بیگانہ ہے اُسکا
آبادی مین لگتا نہین رہتا ہر دل
اللہ رے اُس شمع شب افروز کی گرمی
پہر کیا ہے مجھے ہجر مین رونیکے سوا کام
آنکہین جو کہلی نہین تو پلس مرگ بہی
سینہ کے چمن مین ہین گل داغ شگفتہ

سر آنکہہ سے ظاہر ہے کہ پیمانہ ہے اُسکا
شاید کہ بیابان جنون خانہ ہے اُسکا
شعلہ کی طرح دیکہئے پروانہ ہے اُسکا
زیبا ہے پس رگ کفن آب روان کا
چہرہ سے کفن سر سے اُٹہا کر مین ڈہانکا
یہان دخل نہین کچہہ خلش خار خزان کا

شادان - راجہ راجایان راجہ چندو لعل بہادر

شادان تخلص - چندو لعل نام - راجہ راجایان - مہاراجہ بہادر خطاب ہے خود مہاراجہ اپنی کتاب عشرت کدہ آفاق مین لکہتے ہین کہ میرے آبا و اجداد قوم کہتری مہرہ دار الخلافہ لاہور مین متوطن تہے - شاہان متقدمین کے عہد مین خدمات مناسب پر مامور رہے - اکبر بادشاہ ہند کے عہد تک ہمارے خاندان سے کوئی بزرگ وطن سے برآمد نہین ہوا - جب راجہ ٹوڈرمل کہتری تن دن اکبر کے ملازمون مین نوکر ہوئے - درجہ وزارت کو پہنچے - پس راجہ مذکور نے وزارت کے زمانہ مین اپنے برادران قوم کو بلایا - ہر ایک کو حسب لیاقت مناسب خدمت پر مقرر کر دیا - چونکہ میرے بزرگون و درائے موصوف کے

درمیان علاوہ قومی تعلق قرابت سببی کا سلسلہ قائم تھا۔ بناءً علیہ راجہ صاحب نے میرے
بزرگان سلف کو اپنے پاس بلایا۔ اور خدمات لائقہ پر مقرر فرمایا۔ تمام بزرگان سلف نسلاً
بعد نسلٍ دہلی میں محمد شاہی زمانہ تک آرام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب حضرت نواب
فتح جنگ نظام الملک آصف جاہ بہادر عازم دکن ہوئے۔ اُسوقت میرے جد اعلیٰ مول چند نے
ایک معروضہ پیش کیا۔ اور اُسمیں حضور کے ہمرکاب ہونیکی درخواست کی۔ نواب
مغفرت مآب نے درخواست منظور کی۔ پس میرے جد اعلیٰ حضور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ انتہی کلامہ
مولف فقیر کو ہمراہی کی درخواست کی اصل کیفیت بجز نقل مہاراجہ صاحب ترجمہ کسی تاریخ
آصفیہ سے معلوم نہیں ہوئی۔ عجب نہیں کہ یہ روایت مہاراجہ بہادر کو سینہ بسینہ پہنچی ہوگی
حضور سے دکن میں کامیابی و فیروزی کے بعد آپکے جد اعلیٰ کو حیدرآباد کی کروڑگیری کی
خدمت پر مقرر فرمایا تا بہ زندگی تعلقداری کروڑگیری پر مامور رہے۔ جد اعلیٰ کے
فوت ہوتے ہی مہاراجہ کے دادا بھجی رام بن مول چند کو تعلقہ کروڑگیری موروثی پر مقرر فرمایا
پھر مہاراجہ کے جد نواب ناصر جنگ شہید کے ہمراہ سفر و حضر میں رہے۔ اور امیر الممالک
نواب صلابت جنگ کے عہد میں بھی بدستور موروثی خدمت کروڑگیری پر آگئے۔ آپکے
جد بزرگوار اپنے والد مرحوم کی طرح خدمت مفوضہ کا کام امانت و دیانت کے ساتھ ادا کرتے
رہے۔ آخر آصف جاہ ثانی کے عہد میں بسبب ناواقفیت دیوان لشکری ترک کرکے گوشہ نشین
ہوگئے تھے۔ چند مدت بیکاری و گوشہ نشینی میں بسر کئے۔ جب رکن الدولہ بہادر دیوانی کی
خدمت پر معین ہوئے۔ مہاراجہ صاحب کے جد بزرگوار کو بذریعہ شمشیر جنگ بہادر خدمت موروثی
پر بحال و برقرار فرمایا۔ پھر آپکے جد بزرگوار چند ہی ایام کے بعد فوت ہوئے۔ مرحوم کے
باقیات الصالحات پانچ فرزند مندرجہ ذیل تھے۔

اسمائے فرزندان لچھمی رام مرحوم

رائے نانک رام ۔ رائے نرائن داس ۔ رائے رگہناتہہ داس ۔ رائے بہوانی داس
رائے موہن لعل ۔ یہہ تمام لڑکے صاحب استعداد تہے ۔ ہر ایک منشی بے نظیر تہا حساب
و کتاب مین فرد فرید ۔ اولاً سرکار عالی کی عنایت و بندہ پروری سے نانک رام جو تمام
بہائیون مین بزرگ لائق تہا ۔ تعلقہ موروثی مذکورہ سے سرفراز ہوا ۔ اٹہارہ برس تک
تعلقہ کا کام نہایت دیانت امانت کے ساتہہ ادا کرتا رہا ۔ عیش پسند و عشرت دوست تہا
رات دن عیش و عشرت مین زندگی بسر کرتا تہا ۔ فیاض و فراخ دست تہا ۔ فقرا پرست تہا
فقرائے اہل اسلام و اہل اصنام کی خدمت حسن اعتقاد سے بجا لاتا تہا ۔ براہمہ و گوسائیون
و جوگیون کی زیادہ خدمت کرتا تہا ۔ ہنود کے متبرک مقامات یعنے جگناتہہ بالاجی
و بنارس ۔ و بندرابن ۔ و پراگ و گیا ۔ و غیرہا مین لنگرخانے و سدا برت قائم کرتے
تہے ۔ لنگرخانون و غیرہ کے صرف کیلئے اٹہارہ لاکہہ روپیہ ساہوکارون کے نزدیک
جمع رکہہ دیا تہا ۔ جو نفع رقم سے حاصل ہوتا تہا خرچ کئے جاتا تہا ۔
صوفی مشرب علم دوست تہا علما و فقرا کی صحبت مین اکثر رہتا تہا ۔ تذکرۃ الاولیا و نفحات الانس
سنتا تہا ۔ اور پڑہتا تہا ۔

مہاراجہ صاحب ترجمہ کی ولادت سنہ ۱۱۷۹ ہجری مین واقع ہوئی ۔ اعزہ و اقارب نے بہت
خوشی منائی ۔ تربیت و تعلیم دکن کی آب ہوا مین ہوئی ۔ کسی مورخ نے صراحتاً یہہ نہین لکہا
کہ آپکا مسقط الراس و مولد و منشا کس خاص مقام مین ہوا مگر بزرگان سالخوردہ کی زبانی
سینہ بسینہ منقول ہے کہ آپکا مسقط الراس و السرور برہانپور ہے ۔ اور آپکی نشو و نما بہی
بلدۂ مذکور مین ہوئی آپکی والدہ ماجدہ مدت تک برہانپور مین تہے ۔ بہنا نک رام کے تعلقداری

کروڑگیری کے زمانہ مین بلدہ حیدرآباد مین آئے۔ چند سال کے بعد ۱۱۸۹ھ ہجری مین فوت ہوئے۔ تمم النقل۔

مہاراجہ بہادر عشرت کدۂ آفاق مین لکھتے ہین جب میرے والد ماجد نے دنیائے فانی سے عالم بقا رحلت کی اسوقت میری عمر دہ سالہ تھی۔ ہماری تربیت و تعلیم کے سرپرست عم بزرگ نانک رام ہوئے۔ اور ہمارے حال پر نہایت محبت و الفت رکھتے تھے۔ پدرانہ ہمارے ناز اٹھاتے تھے۔ ہم کو ایسے آرام و عیش سے رکھا کہ ہم باپ کو بھول گئے۔ ہم چچا ہی کو باپ سمجھتے تھے۔ انتہی کلامہ۔ آپ کی طبیعت فطرۃً چست و چالاک تھی۔ ابتدا ہی سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ عم بزرگ کی تربیت و تعلیم سے عین عالم شباب مین فارغ التحصیل ہوئے تحریر و تقریر و حساب و کتاب مین لائق مانے گئے۔ اور آپ فارسی مین منشی بیمثل تھے۔ نثر و نظم کے لکھنے مین قوت مستحضرہ رکھتے تھے۔ عم بزرگ کی توجہ سے ملکی انتظامات کی مشق خوب حاصل کی تھی۔ آپکو انتظام امور کا عمدہ سلیقہ و بہتر ملکہ ہوگیا تھا۔ چچا کی زندگی مین کروڑگیری کے محکمہ مین کسیقدر کارآموزی کرتے تھے۔ یا کوئی تعیقہ مین مختارانہ کام فرماتے تھے جب آپکے عم بزرگ کے فوت ہونیکے بعد آن کے تحت جگر لکپت لائے۔ بجائے پدر کروڑگیری کی خدمت موروثی پر مامور ہوئے۔ دو برس کروڑگیری کا کام انجام دیکے فوت ہوئے نواب عضدالدولہ شمشیر جنگ بہادر ناظم بلدہ حیدرآباد کی سفارش سے مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ خدمت موروثی کروڑگیری پر مقرر ہوئے۔ آپ کار مفوضہ کو ایک زمانہ دراز تک عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے بسنہ ۱۲۱۲ھ ہجری مین ارسطو جاہ کی توجہ و سفارش سے راجہ بہادر خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اور ممالک مفوضہ کرڑپہ و سدہوت و قلعہ گنجی کوٹہ کے انتظام کے لئے مع جمعیت سواران و تجمل و شان امیرانہ بھیجے گئے۔ اور خدمت کروڑگیری

آپ ہی کے نام پر رہی۔ نیابتاً آپ کے برادر حقیقی راجہ گوبند بخش کروڑگیری کا کام انجام دینے لگے۔ آپنے ممالک مفتوحہ کا انتظام عمدہ طرح سے کیا۔ اکثر باغیان سرکش کو خوب سزائے واجب دیکے دائرہ اطاعت میں لاکے حلقہ بگوش بنایا۔ اور ملک کو سرکشوں کے ہنگامۂ فساد سے پاک صاف کیا۔ رعایا کو بلاکی کے ولدل سے کنارۂ عاقبت پر پہنچایا۔ اسی زمانہ میں قحط سالی کے آثار نمایاں تھے۔ غلہ کی قلت تھی آپنے فراہمی غلہ میں بے انتہا کوشش جانکاہی کی بیحد غلہ جمع کردیا۔ آپ کی اس کوشش و عرق ریزی سے حضور لامع النور بہت خوش ہوئے۔ ہر وقت مجدداً نوازش و تلطف شاہانہ سے سرفراز و ممتاز فرمانے لگے۔ بعد ازین ۱۷ تاریخ ماہ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ سنہ ہجری میں حضرت غفرانمآب آصفجاہ ثانی بہشت برین روانہ ہوئے۔ حضور سکندرجاہ نظام الملک آصفجاہ ثالث تخت نشین ہوئے۔ اور اسطوجاہ مدار المہام۔ ایک سال نہیں گذرا کہ تاریخ ۲۸ ماہ محرم ۱۲۱۹ھ سنہ ہجری میں عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ راجہ اندر بہادر جو مدار المہام کے پیشدست تھے انتظام کرنے لگے۔ مگر اس بار گران کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے۔ گورنر جنرل بہادر کی سفارش سے ۱۲۱۹ھ سنہ ہجری میں میر عالم بہادر خلعت مدار المہامی سے سرفراز ہوئے۔ اور مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ حسب سفارش صاحب عالیشان سدنم صاحب رزیڈنٹ بہادر خدمت پیشکاری پر مامور ہوئے۔ اور میر عالم کے انتقال کے بعد ۱۲۲۳ھ سنہ ہجری میں منیر الملک بہادر داماد میر عالم عہدۂ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ منیر الملک بہادر اگرچہ دیوان تھے لیکن ملکی و مالی مہمات کے مختار کل مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ تھے ۱۲۳۵ھ سنہ ہجری میں سکندرجاہ بہادر کے عہد مبارک میں آپکو مہاراجہ بہادر خطاب ملا۔ اور ۱۲۳۷ھ سنہ ہجری میں ہفت ہزاری منصب ہفت ہزار سوار و پیادہ و نوبت۔ و گھڑیال و جواہر گران بہا

و جاگیر سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ اور سنہ ۱۲۴۵ ہجری مین ناصر الدولہ بہادر کے عہد مین
راجایان راجہ مہاراجہ چندو لعل بہادر خطاب سے سربلند ہوئے۔ حضرت غفران منزل
ناصر الدولہ بہادر آپکے حال پر بہت ہی نظر مرحمت مبذول فرماتے تہے۔ اکثر تقریبات
مین خود راجہ صاحب کے مکان پر رونق افزا ہوتے تہے۔ راجہ صاحب کو اس ریاست مین
ایسا اقتدار و اختیار حاصل تہا کہ مقدمات مالی ملکی و فوجداری خود ہی فیصل
کر دیتے تہے۔ کوتوالی و عدالت کی پروا نہین فرماتے تہے۔ جسکو چاہتے تہے صاحب جاہ
و حشمت و ذی نقارہ و نوبت و جاگیردار کر دیتے تہے۔ حیدرآباد مین قوم عرب و افاغنہ
مہدویہ و سکہان نانک شاہیہ کا عروج آپ ہی کی توجہ و عنایت سے تہا۔
آپ سخی المزاج تہے۔ روز ازل مین قضا و قدر نے آپکا خمیر جود و کرم کے مادہ سے بنایا تہا
آپنے لاکہون روپیہ بلکہ کروڑون روپیہ فقرا و علما و مشائخ و برہمنہ و صاحبان علم
و ہنر و غیرہم پر تقسیم کر دیا۔ آپکا معمول تہا علاوہ بذل کرم روزانہ فقرا و مساکین کو نقد
دو ڈہائی ہزار روپیہ۔ اور چند پلے غلہ بہی تقسیم فرماتے تہے۔ اور خاص ہر دوشنبہ کو خود
تین ہزار روپیہ تقسیم فرماتے تہے۔ واقع مین یہہ سخاوت و بخشش ہماری سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ ہی کی تہی۔ اسلئے کہ اگر حضور مہاراجہ کو ایسا اقتدار و اختیار نہ دیتے تو اس
بذل و جود کا وجود عالم شہود مین جلوہ افروز نہ ہوتا۔ مہاراجہ کیا کرتے محدود آمدنی
مین حد سے باہر قدم نہین رکہہ سکتے۔ اور غفران منزل لاکہون روپیہ کے جواہر وقتاً
فوقتاً عنایت فرماتے تہے۔ مہاراجہ جواہر بے بہا و آمدنی جاگیرات و نذرانہ و پیشکشہا
کو بہی فقرا و مساکین کے حوالہ کر دیتے تہے۔ ذخیرہ و گنجینہ نہین فرماتے تہے۔ سخاوت و کرم
کی بدولت آپنے ایسی نیکنامی و شہرت پائی کہ تمام دنیا مین مشہور ہو گئے۔ اور آپکی شہرت

سخاوت و قدردانی علم و ہنر نے برامکہ و اکاسرہ کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا ۔ جو کوئی
مسافر نابلد و غریب ناآشنا شہر مین وارد ہوتا تہا ۔ تو آپ کے چشمہ فیض سے سیراب
و معدن جود سے کامیاب ہو کے جاتا تہا ۔ آپ علم و ہنر کے نقاد تہے ۔ ہر ایک کے کمال کو
عقل کے ترازو مین تول کے امتحان کی کسوٹی پر خوب پرکہتے تہے ۔ اور ہر ایک کے کمال کی
داد دیتے تہے ۔ حسب لیاقت انعام و صلہ ماہوار و وظیفہ سے سرفراز فرماتے تہے ۔ آپ کے
دربار مین پہنچا گیا تہا گویا اقبال کے درجہ پر عروج کرتا تہا ۔ جو دربار مین باریاب ہوا
فوراً کامیاب ہوا ۔ کبہی ایسا اتفاق نہین ہوا کہ باریاب شدہ محروم رہا ہو ۔ اسیطرح
ہمارے ظل اللہ حضور افضل الدولہ مرحوم کی باریابی بہی قطعی کامیابی تہی ۔ مرحوم نے
مقرر کر دیا تہا ۔ جو باریاب ہوا اور اس سے تکلم کیا جائے تو اس باریافتہ کو ہزار روپیہ صلہ
دیا جائے ۔ تا بہ زندگی یہی طریقہ جاری رہا ۔ باقی ظل اللہ مرحوم کے پورے حالات
فقیر مولف نے محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ مین مفصل لکہے ہین
ابہی یہہ حصہ طبع نہین ہوا ہے ۔ زیر تجویز طبع ہے ۔ انشاءاللہ تعالی بشرط زندگی زمانہ
قریب مین جلوہ نما ہوگا ۔

نقل بابت کرم و جود مہاراجہ

فقیر مولف نے پیران سن رسیدہ و سالخوردہ کی زبانی سنا کہ ایکوقت راجہ صاحب کے ملازم
خادم نے یہہ مصرع پڑہا ع ترا دیدہ و حاتم را شنیدہ + فوراً خادم کو ایک لاکہہ روپیہ
عنایت کیا ۔ بعض نے روایت کی کہ لاکہہ سے کم دیا تہا ۔ ثانی قول صحیح معلوم ہوتا ہے
اس لئے کہ منقول ہے کہ ایکروز مہاراجہ عالم خوشی و مسرور مین فرماتے تہے ۔ کہ مجہے
دنیا مین ایک آرزو باقی رہگئی ۔ اگر وہ بر آتی تو مین خدا کا شکر بجا لاتا ۔ مقربین نے

دریافت کیا وہ آرزو کیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ وہ یہہ ہے کہ میں چاہتا تہا کوئی سائل مجہہ سے ایک لاکہہ روپیہ طلب کرتا تو میں اسکو دیتا۔ اور دلی آرزو بر کامیاب ہوتا

آپ کی شعر و شاعری

آپ علم دوست تہے۔ اور شعر و شاعری کے میدان میں سبقت کررہے تہے۔ شعرا و علما کی بڑی قدر کرتے تہے۔ آپکے عہد میں ایران و ہندوستان کے اکثر شعرا آپکے دربار میں مجتمع تہے۔ تمام شعرا ماہوار وظیفہ معقول پاتے تہے۔ شعرا کی ماہوارین معتدبہ ہوتی تہین کسی کی ہزار کسی کی پانسو و دوسو و سو ہوتی تہی۔ یعنے ہزار سے زائد و سو سے کم نہین ہوتی۔ آپکے دربار مین تین سو شعرا سے زائد تہے۔ آپ مشاعرہ نصف شب کے بعد فرماتے تہے۔ آپ شعر فہم و سخن سنج کامل تہے۔ آپکا کلام نہایت سنجیدہ و مضامین شگفتہ و معانی پسندیدہ کا ذخیرہ ہے۔ آپ کی ذات مجمع کمالات تہی آپ صاحب دیوان ہین آپکے تین دیوان ایک فارسی اور دو اردو مین۔ اردو دیوان مطبوع ہو چکے ہین۔ آپ کو ہر ایک علم و فن سے دلچسپی تہی۔ آپ علما کی مجالست مین علم و فضل کا ذکر فرماتے تہے۔ اور علما سے متفرق مسائل تحقیق کرتے تہے۔ اور صوفیان کرام سے وحدت طریقت کے مسائل مین بحث و تکرار فرماتے تہے کبہی اولیا و عظام کے خرق عادت و کرامت کی بابت سوال فرماتے تہے۔ شعرا سے قافیہ و ردیف اور شعر کی خوبی و لطف و محاورہ و استعارہ کا تذکرہ۔ اور شعرائے متقدمین کے حالات کا چرچا ہوتا تہا۔ اور سماع کے وقت راگ و نغمہ و درود و زمزمہ کا دور چلتا تہا۔

مورخین سے بزرگان سلف خلف کے حالات و واقعات سنتے تہے۔ اسلاف کے نمایان کامون سے سبق لیتے تہے۔ اور ان کے ظلم و ستم کے مضامین سے عبرت کرتے تہے۔ اور

منجمین سے ستارون کی گردش اور اُن کے آثار نحس و سعد کی بابت گفتگو فرماتے تھے
جس فن کا ماہر ہوتا تھا اُس سے اُسی فن کے متعلقات مین بحث و تلاش کرتے تھے
اسی بحث و تکرار اور باہمی اقرار و انکار مین دو ڈہائی ساعت گذر جاتی تھین۔ آخر جلسہ
برخاست کر کے دولتخانہ مین رونق افزا ہوتے تھے۔ اور بستر خواب پر لیٹ جاتے تھے
اور صبح اول ہی وقت بیدار ہو کے بدستور قدیم اور دو وظائف سے فارغ ہو کے امور مذکورہ
کے انتظام مین مشغول ہوتے تھے۔

آپ کے فرزند بالا پر شادی کی شادی کا ذکر

سنہ ۱۲۶۷ ہجری مین آپ نے اپنے لخت جگر کی شادی کی تیاری کی۔ شادی کی تیاری مین
زر و جواہر دینار و درم بیشمار خرچ کئے۔ شادی مین قسم قسم کے تکلف ہوئے۔ امرا و وزرائے
ریاست و خاص و عام مملکت کو جوڑے و توڑے تقسیم کئے گئے۔ تمام شہر آرائش و زیبائش
سے رشک ارم ہو گیا تھا۔ روشنی و آتش بازی کا وہ رنگ تھا کہ تمام شہر کے کوچہ و بازار
نمونۂ گلزار ہو رہے تھے۔

تشریف آوری حضور ناصر الدولہ بہادر بمکان مہاراجہ بہادر بتقریب شادی

آپ کے فرزند کی شادی مین اعلیحضرت مع محلات مجلس نشاط مین رونق افزا ہوئے
محلات مین کمخواب و اطلس کا فرش بچھایا گیا تھا۔ جب حضور دولتخانہ مین تشریف لائے
مہاراجہ نے چند کشتیان جواہر و اشرفی سے بھری ہوئین اور متعدد کمخواب و اطلس کے
طاقے نذر گزرانے۔ حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔ مجلس نشاط مین بڑی آب
نشست رہی۔ لولیان حور وش و پریزادان دلکش کا رقص و سرود و نوائے نغمہ و رود کو کہا

وثنا۔ پھر خوان نعمت پر آئے۔ اقسام اقسام کے کھانے وطرح طرح کے حلوے و میوے ترتیب و حسن اسلوب سے چنے ہوئے تھے۔ نوش و تناول فرما کے مبارکبادی خوشی کا اظہار فرمایا۔ چند جواہر و خلعتہائے زریں مرحمت کئے۔ مہاراجہ بہادر نیاز مند آداب و تسلیم بجالائے۔ پھر حضور مع الخیر دولتخانہ شاہی پر مراجعت کرکے آئے۔ مہاراجہ نے تشریف آوری کی خوشی میں بیشمار روپیہ و درم غربا و فقرا کو دئے۔ اور مہاراجہ نے امرا و عمدہ امرا کو بھی جوڑے دئے۔ اور شعرا کو صلات و انعامات و تحائف نوادر عطا کئے۔ شعرا نے قصائد تہنیت میں پیش کئے۔ طوالت کی وجہ سے قلم انداز کیا

آپ کے زمانہ کے عمارتین

آپ نے متعدد مکانات خوشنما بنوائے۔ محلسرا۔ چینی خانہ۔ آئینہ خانہ۔ تصویر خانہ و بہجت محل وغیرہ مکانات قابل دید ہیں۔ اگرچہ مکانات پر فی زمانہ اُس عہد کا عالم شباب نہیں ہے لیکن اب بھی خوبی و خوشنمائی سے خالی نہیں ہے۔ فی زمانہ کی عمارات سے بہتر معلوم ہوتی ہیں۔ ۱۲۴۶ سنہ ہجری میں منیر الملک کے بعد اُن کے فرزند سراج الملک دیوان ہوئے۔ پھر ۱۲۶۰ سنہ ہجری میں کوئی ایسی بات واقع ہوئی کہ مہاراجہ بہادر خدمت مفوضہ سے مستعفی ہوئے۔ آپکا استعفا حضور میں پیش کیا گیا۔ نواب ناصر الدولہ بہادر نے استعفا منظور فرمایا اور آپ کے لئے تیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا۔ اور راجہ رام بخش بن راجہ گوبند بخش ۱۱ شعبان ۱۲۶۰ سنہ ہجری روز یکشنبہ خدمت پیشکاری سے سرفراز ہوئے آخر مہاراجہ بہادر نے ۷ تاریخ ربیع الثانی ۱۲۶۱ سنہ ہجری روز سہ شنبہ بعمر ۸۲ سالہ بقول بعض ۸۶ سالہ اس دار فانی سے بعالم بقا روانہ ہوئے۔ مہاراجہ بہادر پیشکاری عہدہ کو کم و بیش پچاس برس تک عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ دکن کی پیشکاری بمنزلہ

دیوانی تھی۔ آپ کو تالیف کا شوق تھا۔ آپ کی تالیف سے ایک کتاب مسمی عشرت کدہ
آفاق ہے آپنے کتاب میں اپنے خاندان و ملازمت کا حال لکھا ہے۔ اور چند حکایتیں
مختلف المضامین بطور پند و نصائح لکھے ہیں۔ اور ہر ایک حکایت کے آخر ایک شعر لکھے ہیں
جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب مطبوع ہو چکی ہے۔
فقیر مولف نے آپکے حالات کتاب مذکور و دیگر تذکروں و تواریخ سے لکھے ہیں۔

آپکے دربار میں مشاہیر شعرا مندرجہ ذیل تھے

شیخ حفیظ دہلوی۔ مولوی ابو تراب مولوی محمد حسین۔ و مولوی غلام حسین۔ و ملا محمد فائض۔ و حاجی محمد علی ساغر و میرزا محمد طاہر نیری۔ و حسین علیخان ایما۔ و حافظ تاج الدین مشتاق۔ و ذوالفقار علیخان صفا و میر عنایت علی و خواجہ ہمت علیخان ہمت و میرزا عابد بیگ خان ظہور۔ و غلام ضامن اکرم۔ و میر مفتون و غیرہم تھے۔ گلزار معاصرین میں راجہ بالا پرشاد مخاطب بہ دہراج بن مہاراجہ نے اکثر شعرائے مشاہیر کا تذکرہ لکھا ہے۔ چونکہ فقیر مولف ہر ایک شاعر کا حال و کلام اس تذکرہ میں گزارش کرتا ہے لہذا یہاں اسما پر اکتفا کیا۔

مہاراجہ بہادر کی تقسیم اوقات مرتبہ سنہ ۱۲۳۴ ہجری

قریب چار بجے خواب راحت سے بیدار ہوکے عبادت الٰہی تا طلوع آفتاب

عبادت سے فارغ ہونیکے بعد فقرا کو طعام و دوام تقسیم فرماتے تھے۔

خیرات سے فارغ ہوکے دربار میں حاضر ہوتے تھے۔

دربار سے مراجعت کرکے ملکی انتظام میں مشغول ہوتے تھے اسیوقت امرا و سپاہ کا سلام و مجرا بھی ہوتا تھا۔

قیلولہ ایک گھنٹہ فرماتے تھے	قیلولہ سے فارغ ہو کے نماز مغرب تک حاجتمندان خاص و عام کی حاجت روائی فرماتے تھے ۔
شام کیوقت ورد و وظائف پڑھ کے نصف شب تک سرکاری امور مین مصروف رہتے تھے ۔	نصف شب سے آخر شب تک مشاعرہ و مذاکرہ علوم و فنون و حل عقد مسائل مشکلہ و سماع و سرود

آخر شب سے صبح کاذب تک آرام فرماتے تھے ۔

سرہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد جو سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ تک تھے بیان

سرہنری رسل صاحب رزیڈنٹ حیدرآباد دکن نے اپنے سکونت کے زمانہ (سنہ ۱۲۲۴ سے سنہ ۱۲۳۳ ہجری تک) مین مہاراجہ کی لائف لکھی ہے ۔ فقیر اس سے مختصراً گزارش کرتا ہے ھو ھذا صاحب بہادر لکھتے ہین کہ مہاراجہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے ۔ ذہین و فہیم تھے نہایت ہی مستعد و تجربہ کار و ہوشیار تھے ۔ سرکاری کام مین چست و چالاک تھے ۔ محنتی و جفاکش تھے ۔ ہر ایک کام کو بذات خود انجام دیتے تھے ۔ صبح سے بارہ بجے رات تک مہمات سلطنت کے انتظام مین مصروف رہتے تھے ۔ بارہ بجے رات کو مہمات سے فارغ ہو کے شعرا و علما کے ساتھہ مشاعرہ و مذاکرہ فرماتے تھے ۔ شعرا اشعار شیرین و علما مضامین رنگین سناتے تھے آپ رغبت سے سنتے تھے ہر ایک کی داد دیتے تھے ۔ اسی گفتگو مین دو ڈھائی بج جاتے تھے پھر آپ جلسہ برخاست کر کے خوابگاہ مین آرام فرماتے تھے ۔ آپ سرکارین یعنے سرکار عالی نظام و سرکار انگلشیہ کے خیرخواہ تھے ۔ اور سچے وفادار آپ نے ملکی انتظامات مین اپنے عمر کا بڑا حصہ یعنے تیس برس صرف کئے ۔ آپ ہی کے زمانہ مین اہم مہمات کا تصفیہ ہوا مثلاً آپ ہی کے

عہد مین مرہٹے پامال ہوئے ۔ اور برار رگہوجی بہونسلہ سے لیا گیا ۔ پنڈ ہارونکا فتنہ دور کیا گیا
آپ ہمیشہ اسبات کی کوشش کرتے رہے کہ سرکار انگریزی و سرکار عالی نظام مین باہم
اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم و مستحکم رہے اور حکام انگریزی و اہل دکن نے آپکو لائق تحسین
مانا انتہی کلامہ ۔ واقعی مہاراجہ بہادر کی تعریف جسقدر کی جائے کم ہے ۔ مہاراجہ کی
ذات جامع الصفات تہی اعظم الصفات یہہ تہی کہ سخی المزاج و فراخ دست تہے
آپکی داد و دہش سے فقرا مالا مال تہے ۔ اسی صفت کی وجہ سے مہاراجہ بہادر کو مقبولیت
عامہ حاصل ہوئی ۔ بعض حکما نے اس صفت مین مبالغتاً کہا ہے ۔ کہ یہہ صفت انسان
کے لئے ستار العیوب و غفار الذنوب ہے ۔ اب مین آپکے دیوان فارسی و ہندی سے
اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہون ۔ آپکے دونون دیوان مطبوع ہو چکے ہین ۔

من اشعارہ الفارسی

نہ چون بیدل دگرے داد بود پیشۂ ما   کہ پئی دفع ستم کار کند تیشۂ ما
بسکہ در ناز و نعم جان و دلم پرورست   تاب ہر رنگ ندارد کہ برد شیشۂ ما
ما کہ در ذکر تو باشیم ہمین فی خواہیم   غیر یادت نبود در اندیشۂ ما
قول سعدی است کہ در بیشہ گمان خالی   نبری شیر بود خفتہ دریں بیشۂ ما
شکر شادان بچہ عنوان بقلم نظم کند   دائم از لطف تو مملو است رگ و ریشۂ ما

ولہ

درکوئے تو یکدم گذر فتادہ مارا   بزیر پائے گزارم حصول دنیا را
تمام دولت دنیا نثار روے سازم   اگر ببام من آرد غزال رعنا را
شبے ز لطف ہم آغوشم ار شود دلبر   شب برات نمایم تمام صحرا را
ز عشق و لولہ دارم بپائے می پویم   کسے بدست آرم وصال لیلی را

ز لطفِ دولتِ جاوید عمرے شادان
قاصد مپرس تا بکجا می فرستمت

ابرست و سبزه زار و درین موسم بهار
بس شرحِ رازِ عشق چگونه بیان کنم

دستِ تو نازک است و دلم جوش میزند
چو بهرِ دل ربودن راه خود سوے وطن گیرد

بزلف تو گرفتارم نمی خواهم رها گشتن
ز لطفِ بے نهایت آنقدر مسرور شادانم

آنانکه راه دوست بما آشنا کنند
در راهِ دوست جان و دلِ خود فدا کنند

سیرِ چمن نمودم چون غنچه گل شدم
شادان مدام شاد بود در ثنائے او

در چمن دست حریفانه که سنبل زد و برد
این نسیم از چمن رفت بمن کرد گذر

دلبرم دارم ز بے صنوبر
دارم بر دم خط غلامی

صنمے اگر بیاید به بهار خواهی آمد
نه قرار ما تو باشد نه شکیب میتوبیدم

قطره دریاست و لے دریا تنها ده است

کجا خیال که نامے برم مسیحا را
وله — در کوئے یار بهرِ دعا می فرستمت

اے یار گلعذار قبا می فرستمت
اے پیک خوشخرام پیامی فرستمت

بهر نگار دستِ حنا می فرستمت
وله — مشام عالمی از زلف و بوئے ختن گیرد

رقیبم از هوس باشد که خود راه چمن گیرد
هوس از فرحتِ من خاطر شاه زمن گیرد

وله — صد لطف و صد کرامت و احسان بما کنند
آنها ز فخر خاکِ رهش توتیا کنند

هر برگ بهرِ دستِ تو رنگ حنا کنند
امیدوار اینکه مرادم عطا کنند

وله — هوش مینا ز ظریفان و سه قلقل ز دو برد
پیرهن چاک بدستِ دگر گل و دو برد

وله — ز انرو جانم گداز دارد
دانی که دگر ایاز دارد

وله — قدمے اگر گزار دشمار خواهی آمد
اگر از کشش نیائی بچکار خواهی آمد

وله — بجو گرداب تمنا پیچے دریا می گردد

موسم بہار است مرا میل بہا ‌ ‌ ‌ دل درین وقت خیال میِ مینا می کرد
فضل تو رہبر شود تا کہ بہر سو نہم ‌ ‌ ‌ شکر بجا آورم گوہر دل را نثار
دے کہ شادان تبو از غیب بشارت آمد ‌ ‌ ‌ فی الحقیقت کرمش بود کہ یما می کرد

ولہ

دستم کہ زسر بگردن یار ‌ ‌ ‌ در چشم رقیب می خلد خار
پروانہ کہ گرد شمع گردد ‌ ‌ ‌ جانم شدہ مبتلائے دلدار

ولہ

دانی چہ گویم من ترا ایجانِ جانان در بغل ‌ ‌ ‌ باشی مدامم در بزم چون پاسبانان در بغل
قربان احسانت شوم کی می توانم شکر تو ‌ ‌ ‌ شاہد بر آن دارم عیان صد گونہ احسان در بغل

ولہ

بیا در محفل ہی جانان کہ زرہ پا سر اندازیم ‌ ‌ ‌ اگر آئی پئی جلوہ براہت گوہر اندازیم
مکان لامکانی را بجز دل جا کجا آرم ‌ ‌ ‌ ندا از غیب می آید کہ اینجا لنگر اندازیم

ولہ

آن ماہ شد میسر و سیر بہار ہم ‌ ‌ ‌ ساقی پیالہ آر و مئی غمگسار ہم
دل را قرار نیست چو سیماب روز و شب ‌ ‌ ‌ یارب پیالہ دہ بمن و گلعذار ہم

ولہ

سر من زیر پایت اوفتادہ ‌ ‌ ‌ دلم در ظل رایت ایستادہ
زبان را کے بود یارائے وصفت ‌ ‌ ‌ نگو شادان ز بادہ بر ز بادہ

ولہ

من نخواہم کہ تو با یاد من از یاد روی ‌ ‌ ‌ بر دلم جور روا داری و آزار دروی
ولولہ شوق تو از جادہ برون می آرد ‌ ‌ ‌ نگہے دار تو ایجاد تو ایجاد دروی

من اشعارہ الہندی

بندہ ہون دل و جان سے مین اپنے صنم کا ‌ ‌ ‌ سایہ ہے مرے سر پہ تو اسکے ہی قدم کا
خورشید مین ہے نور تری مہر عطا سے ‌ ‌ ‌ یہ وجہ ہے ہر ذرہ جو خورشید سے چمکا
شادان ہون اسی واسطے مین صبح سے تا شام ‌ ‌ ‌ بندے کو بھروسہ ہے ترے فضل و کرم کا

جب غنچے نے سر اپنا گریبان سے نکالا
صانع نے خط لب جو زمرد سا کیا سبز
صوفی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی
چہرہ اسکا کیا کہوں میں ہے وہ شعلہ نور کا
نور تہا یا شعلہ تہا یا برق یا خورشید تہا
صبح کو جو کچھہ وہ کہتا تہا سراسر لاف تہا
ہر کسی کو کسطرح معلوم ہو کہوٹا کہرا
حسن قامت کا بیان ہو کہ نزاکت اسکی
نہیں دیکہا ہے کہیں اور نہ سنا ہے ہم نے
آفرین اسکو محبت کی جس سے ہوئی
یاد اللہ کی کرتا ہے جہان میں شادان
آہ نالہ ہے کسل دل سے بت نازنین مرا
اے دوستو میں کیا کہوں کسکی تلاش ہے
مثال لالہ پردے سے اگر دلدار ہو پیدا
اگر غواص ساحل پر ہے تو ہاتہہ کیا آئے
سخن کی منزلت وہ ہے ملے ہی مرتبہ جس سے
کہتے ہیں کرے ہے ذکر دل سے
ہوتا ہے سرور سو طرح کا
شادان تو سنا یار کو اک مطلع رنگین

ولہ
بلبل نے قدم پہر نہ گلستان سے نکالا
کیا رنگ نیا لعل بدخشان سے نکالا
نخوت کو اسی نے سر یزدان سے نکالا

ولہ
میں تو ہوں عاشق اسی معشوق رشک حور کا
کچھہ تو اے موسی کہو کیا تہا وہ جلوہ طور کا

ولہ
کیوں نہ آیا رات کو گر ملیں ہم صاف تہا
جس نے پرکہا نقرہ خالص کو وہ صراف تہا

ولہ
ہے گلستان میں بہلا سرو خرامان ایسا
کیوں نہ حیران رہیں دیکھہ کے جانان ایسا

ولہ
کیا پسندیدہ زمانے میں یہ اسلوب ہوا
صوفیوں میں وہ اسیواسطے محبوب ہوا

ولہ
کرتا ہے مہر و ماہ کو خجل مہ جبین مرا
میں ڈہونڈتا ہوں پا ملے یار کہیں مرا

ولہ
زمین و آسمان ہے روشنی اک بار ہو پیدا
ہزاروں کہائے غوطے جب تنہا ہوا ہو پیدا

ولہ
مزہ جو کچھہ اٹہائے شادان وہ میں نے وہ سخن کا پا

ولہ
ہر برگ درخت پر ملے جب
ٹلے ہوتے میں سائے مرحلے جب
گر آج کرے تجہسے وہ گفتار محبت

ہے کام یہان عاشق صادق کا وگرنہ
کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث
ایمان دیا جان بہی دی کبہو نہون ممنون
اگر ہو دیدۂ بینا تو ہر طرف دیکہے
یہان عاشق و معشوق کہہ گیا شادان
دل کو فرصت ہو رنج و غم سے آج
کر رہا ہے جو بات ہم سے آج
باغبان خود لٹا رہا ہے دیکہہ
جامۂ یار کو کیا جامۂ گل سمجہا ہے
ہے یہی بات نصیحت کی اگر گوش کرے
جگا دیتی ہے یکسر غافلون کو
نہ دل سے ہو تو صرف مناجات
کہا ہے مرشد کامل نے گوش دل مین مرے
بغل مین بچہ ہے اور شہر مین ڈہنڈورا ہے
اے مرے بادشاہ اسکندر
کیون نہ مداح ہو ترا دل سے
اُس نے بہیجا ہے محبوب کا خط
دلکو جب تک نہ کچہہ علاقہ ہو
یا آلہی یہہ دعا شادان کی ہے شام و سحر

اُٹھتا ہے کسی سے یہہ بہلا بار محبت
وله
ایمان ملا اُسکو یہ قرآن کی باعث
انسان ہوے ہم ترے احسان کے باعث
وله
اُسی کا نور چمکتا ہے بحر و بر مین آج
پڑا ہے رشتۂ محبت کا جون گہر مین آج
وله
یہ خوشی ہے ملے وہ ہم سے آج
دل ہے خوش اُسکے اس کرم سے آج
بھر لے جھولی کو تو ثمر سے آج
وله
خار کی طرح سے دامن دلدار نہ کہینچ
رنج تو کہینچ مگر منت اغیار نہ کہینچ
وله
بڑا احسان کرتی ہے مگر صبح
دعا ہوتی ہے اکثر با اثر صبح
وله
تو ڈہونڈتا ہے کہان اس نگر مین ہے وہ شوخ
نہ ڈہونڈ اُسکو کہ تیرے ہی بر مین ہے وہ شوخ
وله
تیری دولت سدا رہے آباد
کہ بدولت تری ہے شادان شاد
لطف سے لینے بے طلب کا غذ
کوئی لکھتا ہے بے سبب کاغذ
وله
شاہ اسکندر رہے آباد تا دور قمر

بات مین ادنی کو وہ اعلیٰ بنا دیتے ہین اب
ہے شہنشاہ دکن کی بات مین ایسا اثر

وله

بہہ گنہگار سنا نام ترا ہے غفار
حشر مین فاش نہ پردہ ہو کہ تو ہے ستار

وله

سخن اقرب سے یہ سمجھے کہ عجب بھول پڑی
دلمین تو بستا ہے پر تجھکو نہ دیکھا دلدار

تو ہر اک شے مین ہے اور پھر ہے منزہ سب سے
کبھو شادان کو دکھاویگا تو اپنا دیدار

وله

منتظر ہون نہین آیا ہے مرا یار ہنوز
کیون نہ خورشید ہوا آج نمودار ہنوز

پردہ غفلت کا مگر آنکھہ مین چھایا ازبس
تو جو ہوتا ہی نہین خواب سے ہشیار ہنوز

وله

جسے کہ ڈھونڈتے ہو تم وہ ہی تمہارے پاس
تمہارے پاس جو ہے ہے وہی ہمارے پاس

ترے بغیر گزرتی نہین ہماری رات
اگر تو جان ہماری ہے آ ہمارے پاس

وله

نکرون کیون مین بار بار تلاش
دل کو رہتی ہے تیری یار تلاش

وہ جو پنہان ہے سب کی آنکھون سے
کب ملے ہے کرین ہزار تلاش

وله

کیا کرے ذکر ہے وقت سحر خاص
مگر تجھپر پڑے اُسکی نظر خاص

وله

رکھنا نہ زینہار تو اغیار سے غرض
کیا کام دوسرے سے جو ہو یار سے غرض

غفلت نے رو سے کام رکھے جہان مین
رکھے غرض تو عاقل و ہشیار سے غرض

وله

کیونکر رہے نہ اُسکو ہر انسان کی احتیاط
رہتی ہے باغبان کو گلستان کی احتیاط

لازم ہے اُسکو ہووے جو دنیا مین ہوشمند
رکھے ہر ایک خار سے دامان کی احتیاط

وله

کیون نہون سنکے ترے نام کو ہر دم محظوظ
ایک مین ہی نہین محظوظ ہے عالم محظوظ

آرزو بس یہی شادان کی ہی کچھ اور نہین
ہم سے محظوظ ہو تو تجھسے ہین ہم محظوظ

وله

دلکو سمجھا ہوا ہون مین دلدار کی متاع
اپنی جو ہے متاع وہ ہے یار کی متاع

حنظل کا جسطرح سے ثمر کام کا نہین
جائے ہے رائگان جو ہے بیکار کی متاع

دیکھنے مین گرچہ ہے خوشتر اجی روئے چراغ
خوبرو معشوق پر شادان کا یون آتا ہے دل
شیرین کی طبع آئی جو بیداد کی طرف
شادان وہان بہی گیا ہے حسینونکی انجمن
اُس سے اے باد صبا کہیو سلام عاشق
سبکدوش آپکو رکہنا ہے بہتیر دنیا مین
کس طرح سے فدا نہو یہ دل
کیون بہٹکتا ہے در بدر بیجا
ہو کل کی خبر آج کسیکو نہین ممکن
نیکی کا کوئی کام بن آیا نہین مجہہ سے
شادان طلب یار کچہہ آسان نہین ہے
نہین معلوم مجکو مین کدہر ہون
تو ہی غفار ہے مجرم ہون تیرا
اجی بچہہ بغلمین اور ڈہنڈورا
خداوندا ترا فضل و کرم مجہہ پر کما ہی ہو
خدانے دی ہے کیا تاثیر وقت صبح دم کو
دعا شادان کی ہر دم ہے یہ درگاہ الہی مین
کیون نہ دنرات کرے خلق کی مہمانداری
پردۂ چشم اُٹہا دیدۂ تحقیق سے دیکہہ

وله
مغز کرتی ہے پریشان یار مین بوئے چراغ
جسطرح جائے پتنگا دوڑ کر سوئے چراغ
وله
جز عشق تھا نہ کوئی بہی فرہاد کی طرف
جاتے ہین لوگ کیون عدم آباد کیطرف
وله
طول دے دیکھے بیان کیجو پیام عاشق
وله
نہین کوئی اُٹہا سکتا جو پہنچا بار گردن تک
وله
دل مرا تجہہ پہ ہو گیا مائل
ہو ہدایت اگر ملے کامل
وله
کیا ہو نیکو ہے ہوویگا کیا کچہہ نہین معلوم
کیا ہوویگا انجام مرا کچہہ نہین معلوم
ہم ڈہونڈتے ہین کہان اُسکو پتا کچہہ نہین معلوم
وله
تجہے دیکہا ہے جبسے بیخبر ہون
خطا کیونکر نہو آخر بشر ہون
تجہے مین ڈہونڈتا یارا ادہر ادہر ہون
وله
مرے دلکا جو مطلب ہے تجہی پر آگہی ہو
اثر رکہتی ہے اکثر جو دعائے صبح دم ہو
کہ زیبندہ مرے آقا کے سر پر تاج شاہی ہو
وله
سب مین مہمان اُسی کے وہ ہے صاحب خانہ
جب یگانہ وہ ہوا کوئی نہین بیگانہ

جدہر دیکھو اودہر جلوہ ترا ہے — نہین خالی ہراک شے مین بھرا ہے
سو حد ہے تو یکتائی سے مت ٹل — نہ کہہ اپنی زبان سے دوسرا ہے
برائی مین نہ رکہہ ہرگز قدم تو — بھلائی کر کہ آخر کو بھلا ہے
ہمین کیا کام ہے دونون جہان سے — ترا ملنا ہمارا مدعا ہے
سکندر شاہ تم دنیا مین دائم — رہو قائم ہماری یہ دعا ہے
ارسے شادان نہ ڈر ہرگز کسی سے — کسی کا کوئی ہے تیرا خدا ہے

شاد ۔ راجہ کشن پرشاد

شاد تخلص ۔ راجہ کشن پرشاد نام ۔ راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر جی سی ۔ آئی ۔ ای ۔ یمین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی خطاب ہے آپ راجہ ہری کشن بہادر کے فرزند اور راجہ نریندر بہادر کے نواسہ ہین ۔ آپکی ولادت سنہ ۱۲۸۱ ہجری مین ہوئی ۔ آپکا مسقط الراس شہر حیدرآباد دکن ہے آپکی تربیت و نشو و نما یہان کی ہی آب و ہوا مین ہوئی ۔ چونکہ راجہ نریندر بہادر لاولد تھے ۔ آپ ہی گویا ان کے فرزند تھے ۔ جد بزرگوار نے آپکی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام کر دیا ۔ آپنے اپنے ناناکی حسن توجہ سے فارسی عربی علمائے ادیب سے پڑہی ۔ دونون زبان مین لائق ہوئے ۔ مدرسہ عالیہ مین انگریزی زبان کی تکمیل کی ۔ علاوہ این مرہٹی و تلنگی مین بھی لیاقت حاصل کی ۔ خوشنویسی مین بھی ماہر ہوئے ۔ جب آپنے عالم شباب مین قدم رکہا اسوقت آپکے دل مین شعرگوئی و سخن سنجی کا ولولہ پیدا ہوا ۔ طبیعت مین موزونی و جولانی مرکوز تہی شعلہ جوالہ کیطرح عروج کرنے لگی ۔ زود طبیعتی جولانی خداداد سے کلام موزون

کرنے لگے - جو کچھ موزون فرماتے تھے ۔ سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا - ابتدا مین راے بیچو لعل
تمکین سے اصلاح لیتے رہے - کلام مین روز بروز شستگی و پختگی نظر آنے لگی - تھوڑی ہی
مدت مین درجہ کمال کو پہنچ گئے - آپ شاعری مین متعدد اساتذہ مشاہیر سے مشورہ
فرماتے رہے آخر آپنے اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کی خدمت مین شاگردی کا شرف
اور شاعری مین تکمیل کی سند حاصل کرکے سخن سنجی کے انتہائے درجہ پر جلوہ افروز ہوے
آپکا کلام صوفیانہ توحید و وحدت الوجود کے بیان مین ہوتا ہے آپکے ہر ایک شعر کے مضمون سے
صوفیان کرام و مشائخ عظام وجد و حال مین رقص کرتے ہین اور عالم خودی سے بیخود
ہوتے ہین - اور اپنی ہستی کو عین نیستی سمجھتے ہین - آپ صوفی المشرب صلح کل مذہب ہین
اہل اللہ و اہل کمال کے طالب درویشی و خدا طلبی کے راغب ہین - آپکے نزدیک
اہل اسلام و اہل اصنام دونون آنکھون کی طرح مساوی ہین - ہر امر مین مساوات کا لحاظ
فرماتے ہین - خوش اخلاق ہین مجسم اخلاق ہین - خوش اخلاقی کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک
ادنی و اعلی آپ سے براہ راست ملسکتا ہے - ہفتہ مین ایکروز آپکا دربار بارگاہ عام
ہے کسیطرح کی روک ٹوک نہین ہے - آپ نہایت اخلاق سے ملتے ہین - حاضرین دربار
کی تالیف قلوب فرماتے ہین - جو دردمند ہو اسکو دوا سے جو محتاج ہو اسکو دینار و درم
سے سرفراز فرماتے ہین - حاجتمند کی حاجت روائی مین دریغ نہین کرتے - بعض شعرا
و مولفین آپکے پاس گئے - اور آپ سے درخواست کی کہ سرکار آپ ہمارے دیوان یا رسالہ
کی تاریخ کہدیجیے یا تقریظ لکھدیجیے - آپ سائل کی درخواست منظور کرکے تاریخ و تقریظ
لکھدیتے ہین - عذر و بہانہ نہین فرماتے - اس امر سے آپکی نیک نیتی و ہمدردی ثابت
ہوتی ہے اس لیے کہ آپنے تاریخ و تقریظ لکھنے مین دریغ نہین کیا - آپ اس خیال سے

تقریظ و تاریخ لکھدیتے ہین کہ میری تقریظ سے مولف کی تالیف خلائق کی نظرمین معتبر ہوگی۔ بیچارہ غریب کو فائدہ ہوگا۔ آپ علما دوست و فقرا پرست ہین۔ دونون فریق کے بزرگون کو مرشد مانتے ہین آپ انگریزی و فارسی و عربی مین استعداد کامل رکھتے ہین۔ تحریر و تقریر مین بےنظیر ہین۔ اہل زبان کے ساتھہ بےتکلف مکالمہ و مکاتبہ کرتے ہین۔ فقیر مولف نے آپکی فارسی نظم دیکھی ہے۔ نہایت ہی درست و بامحاورہ ورنگین بامزہ ہوتی ہے۔ عربی مین بھی لکھہ پڑھہ سکتے ہین۔ اردو بھی آپکی اہل زبان کیطرح صاف و شستہ ہے۔ آپ صاحب دیوان ہین آپ کے دونون دیوان ایک فارسی و دوسرا اردو مطبوع ہوچکے ہین۔ فی الحال دواوین فارسی و اردو کے علاوہ آپکا ایک دیوان مسمی بہ محمدۂ رحمت مطبوع ہوچکا ہے۔ یہہ دیوان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت مین ہے۔ مین نے اسکو شروع سے آخر تک دیکھا۔ آپکا کلام نعتیہ کے دیکھنے اور سننے سے دلمین جوش جمال محمدی صلعم و ولولۂ عشق جلال احمدی موجزن ہوتا ہے۔ اور آتش آرزوئے زیارت مدینہ آتشکدۂ دلمین مشتعل ہوتی ہے۔ بیساختہ دل بھی چاہتا ہے کہ سفر مدینہ کا احرام باندہنا۔ اور ناقۂ شوق پر کجاوہ رکھہ کے سفر کرنا یہہ جوش و خروش ثابت کرتا ہے کہ آپکا کلام صدق دل سے ہے۔ اور اقرار لسانی بھی صداقت قلبی کا موئید ہے۔ ضرور ہے کہ مہاراجہ صاحب دل ہین۔ اور رموز باطنی کے عالم و عامل ہین مین ایسی حالت مین مہاراجہ کو موحد کامل سے ملقب کرتا ہون اور مہاراجہ کا شعر تائید مین لکھتا ہون ؎

کافر نکہو شاد کو ہے عارف و صوفی شیدائے محمد ہے وہ شیدائے مدینہ

میرے نزدیک اگر عارف و صوفی کے مقام مین عارف کامل کہین تو بیجا نہوگا۔

آپکے ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہوتے ہین اور ہر ایک فقرہ و لفظ سے کنوز وحدانیت و معرفت عیان۔ آپکا کلام کیا ہے۔ دریائے معرفت ہے۔ یا بحر مواج حقیقت ہے۔ آپنے مسائل تصوف و نکات تعرف کو ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے گویا دریا کو کوزہ مین بھر دیا ہے۔ یا عالم اکبر کو عالم اصغر مین نمود کیا ہے۔ عالم تصوف کا خاکہ صفحۂ کاغذ پر ایسا کھینچا کہ جام جم کی طرح مسائل و نکات کا نقشہ دکھا دیا۔ ہر ایک طالب مبتدی و منتہی آسانی سے مسائل مشکلہ کو سمجھہ لیتا ہے۔ ہمارے مہاراجہ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ موحد کامل ہین۔ اور مذہب صلح کل کے سالک۔ فقرائے کملا کے پیر و حکمائے فلاسفہ کے قدم بقدم ہین۔ پیر کامل کے جویا۔ کلام حق کے گویا رہتے ہین۔ جہان پاتے ہین بمصداق خذ ما صفا اخذ فرماتے ہین۔ آپ قال کو دیکھتے ہین۔ من قال سے اغماض کرتے ہین۔ آپکے علم و فضل کا دائرہ نہایت وسیع ہے دائرہ علم مین علوم و فنون کا ذخیرہ بیشمار ہے آپ کو متعدد علوم خاص علم تصوف و تاریخ و شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ باوجود کثرت مہمات اہل علوم سے مجالست فرماتے ہین۔ آپکی مجلس مین اکثر علوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ ہر ایک صاحب علم و فن سے اُس کے مذاق کے موافق مکالمہ فرماتے ہین۔ مثلاً طبیب سے اسباب و مرض و شاعر سے قافیہ و ردیف عیوب شعریہ و محاورات فارسیہ مین اور صوفی باصفا سے تصوف و تعرف مین گفتگو کرتے ہین۔ فقرائے کملا خواہ اہل اسلام سے ہون خواہ اہل اصنام سے ہون ہر ایک فریق کے ساتھہ اعتقاد رکھتے ہین۔ اور حسن سلوک و خدمت مین دریغ نہین کرتے۔ بعض کوتاہ بین متعصب آپ پر نکتہ چینی کرتے ہین میرے نزدیک آپکی نسبت نکتہ چینی کرنا فضول ہے۔ بیفائدہ تعصباً ناواقفان پر

خاک ڈالنا ہے۔ فقیر مولف جو کچھہ لکھتا ہے مشاہدہ ہے نہ خیالی فسانہ ہے۔ اولاً مشاہدہ
سے کام لیتا ہے ثانیاً قرائن حالات سے معانی کیطرف سبقت کرتا ہون جو کچھہ
خیال ناقص مین صورت متخیلہ کو ظاہری صور متشکلہ سے مقابل کرکے میزان عقل مین
خوب تولتا ہون جب دونون مین مطابقت پاتا ہون تب زبان قلم سے بیان کردیتا ہون
اسیطرح مین نے مہاراجہ کے حالات ظاہری کو آنکھون سے دیکھے اور کانون سے
سنے۔ اور انکی باطنی کیفیات کو کلام بلاغت التیام سے اخذ کیا۔ اور دیدہٗ دل
وگوش باطن سے خوب دیکھا سنا۔ مجھے یقیناً ثابت ہوا کہ مہاراجہ صوفی مشرب
وصلح کل مذہب ہین۔ اکثر کوتاہ بین میری تحریر کو تملق و خوشامد پر محمول کرینگے
اور مجھکو نشانۂ ملامت بنائینگے۔ یہہ نہین کرینگے کہ فقیر کی تحریر کے مطابق مہاراج
کے کلام اور اُن کے عادات کو منصفانہ دیکھین اگر عقل و شعور سے کام لین تو مجھپر
کبھی اعتراض نہین کرینگے۔ اور نہ مجھکو حقارت سے دیکھینگے۔ مین سچ کہتا ہون
مین تملق و خوشامد سے کوسون دور رہتا ہون۔ گوشۂ گمنامی مین بیٹھکے دکن کے
بزرگان سلف کو زندہ کرتا رہتا ہون۔ بزرگان کرام و امرائے باخیر کے حالات دیکھکے
تازہ دل ہوتا ہون اور اُن کے باقیات صالحات کو اسبات کی ترغیب دیتا ہون
کہ بزرگان متقدمین کی پیروی کرین اور اُن کے اخلاق و عادات کو اختیار کرین
اگرچہ فقیر مولف نے آپکا تفصیلی حال بابتہ انتظام ملک جلد چہارم محبوب الزمن تذکرہ
امرا و وزرائے دکن مین شرح و بسط کے ساتھہ لکھا ہے۔ لیکن یہان بھی انتظام ملک
کی بابت قدرے از کثیر گزارش کرتا ہون۔ **عھو ھذہ**

آپ حسن تدبیر و رائے صائب سے موصوف ہین۔ ملکی انتظام مین ہوشیار و تجربہ کار ہین

چست و چالاک و کارگزار ہین سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین راجہ بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے
اور سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین موروثی خدمت پیشکاری پر مشاہرہ چھہ ہزار روپیہ سکہ محبوب شاہی
ممتاز ہوئے - اور وزارت فوج کی خدمت سے بھی معزز ہوئے - اور سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین
بتقریب جشن سالگرہ مبارک خطابات راجہ و مہاراجہ بہادر - ہفت ہزاری منصب پنجہزار
سوار و علم و نقارہ و پالکی جہالردار - و چھہ عدد جواہر سے سربلند ہوئے - اور آپکو جاگیرات
مین دیوانی و فوجداری کا کامل اختیار ملا - اور نانا کے تمام جاگیرات پرورانتہ قابض
و متصرف ہوئے - نواب سر وقار الامرا مرحوم مدار المہام کے رخصت کے وقت منصرمانہ
آپنے وزارت کا کام عمدہ طرح انجام فرمایا تھا - چونکہ آپ کی ذات بابرکات مین مالک کی
اطاعت و تابعداری فطرۃً متمکن ہے کبھی طاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہین کہا
آپ کی تابعداری و اطاعت اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ کے دل مبارک پر
موثر مثل نقش کالحجر ہوئی - جب سنہ ۱۳۱۹ ہجری مین وقار الامرا بہادر مرحوم نے رخصت
لی اعلیحضرت نے آپکو دس تاریخ جمادی الاول سنہ مذکورہ مین بموجب حکم مندرجہ
ذیل منصرم مدار المہام فرمایا - پھر آپ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب الحکم اعلیحضرت مستقل وزیر
ہوئے - آپ منصرمی کے زمانہ مین وزارت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے
ملک کی سرسبزی و رعایا کی بہتری مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین - آپنے بموجب
حکم اعلیحضرت تابعداری و فرمانبرداری مین سرمو فرق نہین کیا - آپ کو مالک کی اطاعت
و رعایا کی رعایت کی برکت سے قبولیت عامہ حاصل ہوئی - اور آپکے حسن انتظام
کی شہرت عالمگیر ہو رہی ہے - اللہم زد فزد

نقل احکام سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ

چونکہ نواب ثقار الامرا بہادر نے چہہ ماہ کی رخصت بلا تنخواہ کی درخواست کی ہے اور خدمت مدار المہامی سے اپنی سبکدوشی چاہی ہے۔ لہذا بذریعہ ہذا وہ بعطائے رخصت ششماہ بلا تنخواہ سبکدوش کئے گئے۔ انکی جگہ پر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر بالفعل بماہوار موجودہ امتحاناً تا حکم ثانی پیشکار و منصرم مدار المہام مقرر کئے گئے ہین چنانچہ مہاراجہ بہادر یازدہ مہینہ تک خدمت مدار المہامی کو منصرمانہ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے اور اس منصرمی حالت مین حضرت اقدس و اعلیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت مین ذرہ برابر فرق نہین کیا۔ اور دادگستری و رعایا پروری مین مستعد و سرگرم رہے۔ وقتاً فوقتاً رعایا کی بہتری و ملک کی آبادی مین دلسوزی و عرق ریزی فرماتے رہے آپ کی عرق ریزی و دلسوزی درجۂ مقبولیت کو پہنچی یعنے آپ ۲۶ رجب سنہ ۱۳۲۰ ہجری مین حسب فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ عہدۂ وزارت پر مستقل ہوگئے۔ چنانچہ ابتک مدار المہامی کی خدمت پر مقرر ہین۔ مہمات مدار المہامی کو نہایت دیانت و امانت کے ساتھہ انجام دیتے رہے ہین۔ اعلیحضرت قدر قدرت اسی فرمان استقلال مین فرماتے ہین۔ ؟ مجھے کامل اطمینان ہوگیا ہے کہ آیندہ بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بہتر اہم فرائض کو ادا کرکے اپنے کو میری خوشنودی کا مورد بناتے رہین گے لہذا مین آپ کو میری ریاست کے عہدۂ مدار المہامی پر باضابطہ طور سے مستقل کیا چاہتا ہون اور بالکل یقین کے ساتھہ امید کرتا ہون کہ آپ اسکا شکریہ صدق و وفاداری کے ساتھہ میری ریاست و رعایا کی ترقی و بہبودی کے کامون مین مصروف رہکر ہمیشہ عملاً ادا کرتے رہین گے انتہیٰ خلاصۂ احکامات اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی۔

پہر اعلیحضرت نے آپکو بروز عید الضحی ١٣٢٠ہجری مین یہین سلطنتہ خطاب سرفراز فرمایا
آپ کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے ساتہہ خادمانہ نیازمندی و وفاداری حاصل ہے
آپ ہمیشہ دیانت و امانت کیساتہہ خدمت مدار المہامی کا کام ادا کرنا اور ملک و رعایا کی آبادی
و بہبودی کا خیال رکہنا مد نظر رکہتے ہین. علم دوست و ہنر پرور اور غریب پرست
و داد گر ہین۔ اخلاق و سیر مین برامکہ سے کم نہین ہین۔ آبا و اجداد کے طریقہ پر قدم بقدم
چلتے ہین۔ آپ مین اکثر صفات مہاراجہ چندو لعل بہادر کے پائے جاتے ہین۔ آپکو
دیکہنے سے مہاراجہ مرحوم یاد آہی جاتے ہین۔ کیون نہون اسی درخت کے پودے
ہین اور اُسی چراغ کی روشنی ہین۔ شاعری مین اگرچہ مہاراجہ مرحوم کے قائم مقام ہین
لیکن آپکے پاس شعرائے مشاہیر کا مجمع نہین ہے۔ مہاراجہ کے دربار مین اکثر شعرائے
نامور مصاحبین کے زمرہ مین داخل تہے مہاراجہ بہادر متوفی کی زرپاشی بیحد و بیشمار تہی
فی زماننا اس زرریزی کا عشر عشیر بہی نہین ہے۔ جو کچھ ہے غنیمت ہے۔ اب مین
یہان آپکے بوارق طبع و نتائج فکر بطور نمونہ گزارش کرتا ہون

من اشعاره الہندی

عرش عظیم سر کہ تہ آسمان نہ تہا
یارب ترے حبیب کا جلوہ کہان نہ تہا

معراج مین حضور ہے ہو جبکہ باریاب
بس آپ تہے اکیلے کوئی اور وان نہ تہا

احمد کے در پہ اس لئے مین جبہ سا رہا
سجدے کے لائق اور کوئی آستان نہ تہا

معراج مین حضور جو مدعو خدا کے تہے
خلوت تہی کوئی اور وہان میہمان نہ تہا

حضرت کے دم قدم سے یہ رونق بڑہی ہے سب
اسلام کا جہان مین پہلے نشان نہ تہا

سازگار اپنا زمانا ہو گیا — ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا
دفن یثرب مین ہوا لاشہ مرا — اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا
بت پرستی اب کہان باقی رہی — اُسکو چھوڑے اک زمانا ہو گیا
کفر چھوڑا پی کے مے توحید کی — رنگ شادؔ اب عاشقانہ ہو گیا

ولہ

جنکو کہتے ہین محمد وہ ہین اپنے سلطان — جسکو کہتے ہین مدینہ وہ ہے کشور اپنا
کیون نہین روضۂ اقدس کی زیارت ہوتی — کیون بگڑ جاتا ہے بن بن کے مقدر اپنا
نعت گوئی کا شرف ہمکو خدا نے بخشا — اوج پر بخت ہے یاور ہے مقدر اپنا

ولہ

آپ ہی کے نام ہین شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ — آپ ہی کا ہے لقب خیر البشر یا مصطفےٰ
کچھ تو بیمار جدائی کو تسلی چاہیے — خواب ہی مین لیجئے آکر خبر یا مصطفےٰ
یا نبی صل علیٰ صل علیٰ صل علیٰ — درد میرا ہے یہی آٹھون پہر یا مصطفےٰ
شاد ہے اک عمر سے امیدوار پائبوس — حال پر اُسکے ہو رحمت کی نظر یا مصطفےٰ

ولہ

مین دور رہون مدینے سے فریاد یا نصیب — ابتک حضور مین نہوئی یاد یا نصیب
تو اور مدینے جائے رہے طالع بلند — مقبول شاد تیری ہو فریاد یا نصیب

ولہ

میرے والی مرے مولا مرے سلطان عرب — میرے محبوب خدا پیارے نبی جان عرب
لاکھون مبعوث پیمبر ہوے اس عالم مین — کون حضرت سا ہوا شان عجم جان عرب
بلغا مان گئے سارے بلاغت کو تری — اور قائل ہین فصاحت کے فصیحان عرب
ہندی رومی مکی مدنی سب اے شاد — جان و دل سے ہین مطیع شہ ذیشان عرب
سوئے طیبہ مجھے بلوائین آپ — یا کبھی خواب ہی مین آئین آپ
ارنی کہنے کی طاقت نہ رہی — اب تو خادم کو نہ ترسائین آپ

کیا کرے لیکے جو ہو عاشق حضرت جنت — واعظا تیرے لئے ہے یہ غنیمت جنت
کیا کریں لیکے مکان گر نہ ملے ہمکو مکین — کہ نہیں طالب مولی کو یہ دولت جنت
جسکو حاصل ہو مدینے کی زیارت اے دل — اسکی طاعت کے عوض ہوگی عنایت جنت
بیٹھکر ثنا ذکر و گوشے مین اللہ اللہ — مل ہی جائیگی تمہین روز قیامت جنت

ولہ

یا نبی بیچین نہو بہر زیارت الغیاث — مہر اوج معرفت ماہ رسالت الغیاث
آپ ہی کا ہے وسیلہ عاصیون کیواسطے — الغیاث اے شافع روز قیامت الغیاث

ق

کہتے ہین اکثر مسلمان مجھکو کافر یا نبی — مجھپہ تہمت دہرتے ہین اہل شریعت الغیاث
امیر مسلک اور رہے اور انکا مذہب اور رہے — کیا یہہ جانین گے بہلا رمز طریقت الغیاث

ولہ

کیا تم سے کہون راز کہ کیا تہا شب معراج — تہا عرش پہ وحدت کا تماشا شب معراج
کہتے ہین احد کسکو کسے کہتے ہین احمد — عالم پہ ہوا حل یہ معما شب معراج
خود ذات ہی تہی احمد و محمود و محمد — آئینۂ عرفان مین جو دیکہا شب معراج
اک قرب نوافل ہے دگر قرب فرائض — یہ دونون کے دونون ہوے یکجا شب معراج
ارواح کا اجماع تہا افلاک پہ اس شب — وحدت مین تہا کثرت کا تماشا شب معراج
عاشق مجہے احمد کا نہین کہتے مسلمان — دے آکے گواہی تو خدارا شب معراج

ولہ

بطحی کو جانیکے لئے ہے تیری کیا صلاح — اے بیقرار دل تو خدارا بتا صلاح
در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست — واعظ سے جاکے کیا نین بہلا پوچہتا صلاح
سوئے مدینہ کہینچ رہا ہے یہ جذب شوق — اے دل بتا تو کوئی بہی بہر خدا صلاح
پیر مغان سے چلکے کرو ثنا د مشورہ — مجکو یقین ہے کہ وہ دیگا بجا صلاح

ولہ

اللہ کا دربار ہے دربار محمد — اعلی سے بہی اعلی ہے یہ سرکار محمد

ہین پہول اسی باغ کے سب کافر و مومن
یہ گلشن ایجاد ہے گلزارِ محمدؐ

جو بندے ہین خاص وہی جانتے ہین کچہہ
ہر کوئی نہین جانتا اسرارِ محمدؐ

ولہ

رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ
ثنائے خدا ہے ثنائے محمدؐ

کہلا عقدہ قرب نوافل کا دلپر
صدائے خدا ہے صدائے محمدؐ

وجود ایک ثابت ہوا جب تو پہر کیا
لقائے خدا ہے لقائے محمدؐ

ولہ

یا محمدؐ ہے غمِ الفت لذیذ
تیرے سودائی کو ہے وحشت لذیذ

دیکہنے والے جو ہین صورت تری
انکو ہر دم ہے فقط حیرت لذیذ

چاہنے والون کو تیرے یا حبیب
ہو نہ کیونکر عشق کی دولت لذیذ

ولہ

افسوس یہ فقیر ہو شاہِ زمن سے دور
بلبل پہ ہے ستم کہ رہے وہ چمن سے دور

عاشق ہے شمع روئے محمدؐ کا دل مرا
پروانہ ہو کے حیف رہے انجمن سے دور

جب مین نے کہدیا کہ تمہارا غلام ہون
ہوجاؤنگا بہلا مین کب اپنے سخن سے دور

پہونچون گا جب مدینے تو مصرع پڑہونگا یہ
نزدیک ہون وطن سے مگر ہون دکن سے دور

ولہ

نبوت کو ہے حبیبِ حضرت پہ ناز
تجہے آپکی ہے محبت پہ ناز

تجہے چارہ سازی پہ ہے چارہ ساز
مرے دلکو ہے دردِ الفت پہ ناز

ولہ

جز عشق اور کیا ہے دلِ مبتلا کے پاس
رہتی ہے اپنی جان رسولِ خدا کے پاس

کہتا ہے بار بار یہی مجہہ سے شوقِ دید
اٹہو چلو مدینے کو اب مصطفے کے پاس

عقدہ نہین کہلا شبِ معراج کا ہمین
فرمایا کیا خدا نے نبی کو بلا کے پاس

ولہ

دلدادہ ہون مین مجہکو ہے دلدار کی تلاش
مشتاق کو ہے احمدِ مختار کی تلاش

پایا ہے جسکو مین نے اسے جانتا ہون شاد
تہی اک زمانہ سے اسی سرکار کی تلاش

مرے نالے مین ہو یارب اثر خاص
جہان پہونچے وہین بستر جما یا
خیال طیبہ مین خود رفتہ ہونا
نہ کیون ہون ذکر مین مصروف طائر

دلکو ہے روئے پیمبر سے غرض
دولت عشق نبی درکار ہے
دل کو اپنے یاد حضرت سے ہے کام

ہجر مین رکھتا ہے دل رو نہان سے ارتباط
گلشن طیبہ سے میری روح یون مانوس ہے
یاد احمد کیون نہ آئے میرے دلمین بار بار

پند تیری سنون مین کیا واعظ
ذکر حور و قصور تا بکجا
ہے جو مطلوب منزل مقصود
کیا کرے لیکے تیری جنت کو
قصد طوف مزار اقدس ہے

شوق پابوس یہ کہتا ہے کہ چل تیز رکوب
آپ نے سبکو بلایا نہ کیا یاد مجھے
پہلے تجھے مرے اعمال سونا رب مجھے
نعت کے باغ لگاتا مین ہزارون اے شاد

ولہ
کہ رکھین شاہ دین مجھپر نظر خاص
فقیرون کا نہین ہے کوئی گھر خاص
یہ ہے عشاق احمد کا سفر خاص
کہ سب وقتون مین ہے وقت سحر خاص

ولہ
آئینے کو ہے سکندر سے غرض
مال سے کیا کام کیا زر سے غرض
لب کو اپنے ذکر سرور سے غرض

ولہ
آنکھ رونے سے زبان آہ و فغان سے ارتباط
جیسے ہو بلبل کو اپنے آشیان سے ارتباط
جو مکین ہے اسکو لازم ہے مکان سے ارتباط

ولہ
ہے محبت مری غذا واعظ
وصف محبوب کچھ سنا واعظ
لے مدینہ کا راستا واعظ
در محبوب کا گدا واعظ
اسمین ہے رائے تیری کیا واعظ

ولہ
کیا کرون بس نہین چلتا کہ ہو قسمت مانع
ہوگئی اسمین کوئی اللہ کی حکمت مانع
ہو گئی دوڑکے اللہ کی رحمت مانع
مجھکو ہوتی نہ اگر تنگی فرصت مانع

جو حضرت نے محبت کا دیا داغ
خیالِ روئے احمد کا ہے یہ فیض
یہ بو دینے لگا عشق نبی کی
جب آیا ہمکو طیبہ کا چمن یاد

ولہ

ہیں سمجھا ہے چراغ مدعا داغ
چمک کر مہر انور بنگیا داغ
رہے یارب سدا پھولا پھلا داغ
ملا اسے ثنا دلکو اک نیا داغ

ہے آپکی جو گرمی بازار ہر طرف
کوچہ نبی کا یاد جو آتا ہے بار بار
قیدی تو بیشمار ہیں زنجیر ایک ہے
دیوانہ وار پھرتے ہیں عشاق رات دن

ولہ

یوسف سے پھرتے ہیں خریدار ہر طرف
پیشِ نظر ہے خلد کا گلزار ہر طرف
زلف رسول کے ہیں گرفتار ہر طرف
پھر تلاش احمد مختار ہر طرف

کبھی تپان ہے کبھی اشکبار ہے عاشق
صبا یہ اُس شہ خوبی سے عرض کر دینا
خدا کرے کہ ہو میری طلب مدینے سے
وہ شہسوار عرب ہیں وہ تاجدار عجم

ولہ

تمہارے واسطے کیا بیقرار ہے عاشق
نگاہ لطف کا امیدوار ہے عاشق
اسی خیال میں لیل و نہار ہے عاشق
خدنگ ناز کا جنکے شکار ہے عاشق

رنج و غم درد و الم دلپہ اُٹھائیں کبتک
دیکھیے وہ مجھے شکل اپنی دکھائیں کبتک
اے فلک روکنہ تو کوچہ احمد سے ہمیں

ولہ

ہجر میں آپکے ہم شور مچائیں کبتک
میری بگڑی ہوئی قسمت کو بنائیں کبتک
طالب یار ہیں جنت میں بجائیں کبتک

دیتا جو روز اک مجھے پروردگار دل
اے شہسوار عرصۂ طیبہ ترے سوا
پروا نہیں اگر نہیں کوئی شریک حال
ملتی مجھے جو دولت دیدار جو ابن

ولہ

کرتا خوشی سے میں شہ دین پر نثار دل
کسکے خدنگ ناز کا ہوتا شکار دل
میں غمگسار دل ہوں مرا غمگسار دل
ہوتا نہ اسطرح سے مرا بیقرار دل

فرقت کے صدمے ہند مین کبتک اٹھائین ہم ‌ ‌ جی مین ٹھنی ہے یہ کہ مدینے کو جائین ہم

اپنی نظر مین جو ہے تعین بے شان ہے ‌ ‌ کسطرح اپنے راز کو ظاہر مین لائین ہم

کحل البصر ہے خاک مدینے کی اے صبا ‌ ‌ لادے ذرا کہ آنکھون مین اُسکو لگائین ہم

ہو بخت سازگار تو پھر دیکھئے گا لطف ‌ ‌ چلکر مدینے حال سب اپنا سنائین ہم

وله

یا محمد کی ہم اُس در پہ صدا دیتے ہین ‌ ‌ حاضری اپنی اُنہین روز سنا دیتے ہین

ہو کے محتاج جو آتا ہے حضور مین کوئی ‌ ‌ دو جہان سے وہ غنی اُسکو بنا دیتے ہین

دستگیری وہ کیا کرتے ہین مجھہ بیکس کی ‌ ‌ میری کشتی کو بھی پار لگا دیتے ہین

بخشواتے ہین گنہگار کو اللہ سے وہ ‌ ‌ شان یون اپنی کریمی کی دکھا دیتے ہین

وله

جسکو ہم سب شہ مکی مدنی کہتے ہین ‌ ‌ اہل جنت اُسے پھر یمنی کہتے ہین

اسکے دہوکے ہین نہ آنا نہ لگانا دل کو ‌ ‌ اہل دانش اسے دنیائے دنی کہتے ہین

شاعر کو طنز سے کہتے ہین مسلمان کافر ‌ ‌ اسے بہتان اسے طعنہ زنی کہتے ہین

وله

پیمبرون مین کوئی ایسا آفتاب نہین ‌ ‌ حضور احمد مختار کا جواب نہین

نبی کے عشق مین جسنے کہ موت پائی ہو ‌ ‌ لحد مین اُسکے لئے عیش ہے عذاب نہین

وله

ہاتھہ آجائے جو محشر مین تمہارا دامن ‌ ‌ مجھہ گنہگار کو ہو جائے سہارا دامن

پھر دیا دامن امید کو میرے شاد ‌ ‌ روبرو آپ کے جسوقت پسارا دامن

وله

پیش جب پھر شفاعت کرین احمد مجھکو ‌ ‌ میرا اللہ کریگا نہ کبھی رد مجھکو

مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا ‌ ‌ بعد مدت کے یہ ہاتھہ آیا ہے مقصد مجھکو

ثروت و جاہ و مراتب کی کسے خواہش ہے ‌ ‌ یہی کافی ہے کہ ہے الفت احمد مجھکو

خادم غوث بھی ہون اور غلام خواجہ ‌ ‌ میرے مولا نے دیا رتبہ بیجا مجھکو

ولہ

تری ذات پاک ہے اے خدا تری شان جلّ جلالہ
نہین تجھسا کوئی دوسرا تری شان جلّ جلالہ

تو کریم بھی تو رحیم بھی تو عزیز ہے تو معز بھی
ترے نام پر دل و جان فدا تری شان جلّ جلالہ

ولہ

اس دل مین ہے مدت سے تمناے مدینہ
یا رب کبھی مجھکو بھی نظر آئے مدینہ

زاہد کو ہے جنت کی تمنا تو مبارک
ہمکو بھی حسرت ہے کہ ملجاے مدینہ

پتھر پڑین اس دل پہ وہ پتھر سے ہے بدتر
جس دل مین نہو شوق تمناے مدینہ

کسطرح سے سرسبز نہو مزرع امید
دیکھون جو کبھی گنبدِ خضراے مدینہ

ولہ

اپنی خودی کو کھو کے اسے پایا آپ مین
یہ سیر کی ہے آکے عدم سے وجود کی

صلِ علیٰ نہ کیون کہین احمد کے نام پر
پڑہنے کی ہے جگہ تو یہی ہے درود کی

ولہ

احمد کے سوا عشق کسی کا نکرینگے
ہم عاشق صادق ہین تو ایسا نکرینگے

دیتا ہے مزہ عشق محمد مین تڑپنا
اس درد کا زنہار مداوا نہ کرینگے

مومن نہین کہتے نہ کہین لوگ ہمین شاد
کافر بھی کہے کوئی تو پروا نکرینگے

ولہ

مدینہ بھی خداوندا عجب پُرنور بستی ہے
جہان ہر وقت و ہر دم تیری رحمت برستی ہے

ترے رتبہ مین کسکو دخل ہے کیا کوئی دم مارے
جو محبوبِ خدا کا رتبہ پائے کسکی ہستی ہے

ولہ

تاج لولاک ہے شایانِ رسولِ عربی
پرتو شانِ خدا شانِ رسولِ عربی

انبیا جتنے ہین آپ انکے بھی شافع ہونگے
سب کے سب مانینگے احسانِ رسولِ عربی

باغ احمد کے ہین دو پھول حسین اور حسن
یہی دو ہین گل و ریحانِ رسولِ عربی

محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے
ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

خداوندِ عالم ہے جسطرح واحد
حبیبِ خدا بھی تو یکتا ہوا ہے

فقط نعت گوئی سے اے شاد تجھکو
یہ عزت ملی ہے یہ رتبا ہوا ہے

شہید۔ مولوی غلام امام

شہید تخلص۔ غلام امام نام۔ آپ شاہ غلام محمد مرحوم کے فرزند ہین آپکے والد نامدار
مشاہیر مشائخ سے تھے۔ آپکا وطن اصلی قصبہ امیٹھی ضلع لکھنو ہے۔ آپ سن شعور کے ابتدا
مین کسب علوم کیطرف متوجہ ہوئے۔ کتب متداولہ درسیہ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی
مولف منتہی الکلام کی خدمت مین تحصیل کین۔ اور زبان فارسی مین بھی استعداد کامل
پیدا کی۔ شعرگوئی مین ابتداءً مرزا قتیل و مصحفی و شیخ غلام مینا ساحر سے اصلاح لیتے رہے
آغا سید اسمعیل مازندرانی سے فن شاعری مین تعلیم کامل پائی۔ آپکی طبیعت برق جنبان
تھی آغا سید محمد اصفہانی و میرزا ناطق مکرانی کے ہم طرح و ہمسر تھے۔ ہر مشاعرہ مین سخنوران
معاصرین سے میدان سبقت مین بڑہ جاتے تھے۔ آپ مداح حضرت سالتمآب و حاجی بیت اللہ
و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اکثر آپکے قصائد و غزلیات نعت و حمد مین
مشہور و معروف ہین۔ اور رسائل میلاد شریف بھی متداول ہین آپکے قصائد نعتیہ
مضامین شیرین و معانی رنگین مین ڈوبے ہوئے ہوتے ہین ہر ایک شعر سے خوبی و خوش
اسلوبی مترشح ہوتی ہے اور ہر ایک لفظ و فقرہ سے تازگی و شادابی واضح علاوہ این
آپکا کلام نہایت درد آمیز و رقت انگیز ہوتا ہے کہ عاشقان جمال محمدی اسکے سننے سے
وجد و حال مین نیم بسمل کیطرح پھڑکتے ہین اور ماہی بے آب کی مثل تڑپتے ہین۔ کلام
پرتاثیر شیفتگان محمدی کے قلوب پر موثر ہوتا ہے ہر ایک عالم بیخودی مین بیتابانہ وا محمدا
وا محمدا چلاتا ہے۔ مجلس میلاد مین آپکے قصائد خوانی سے وہ اثر ہوتا ہے کہ سامعین دل سے
بیدل و خودی سے بیخود ہوجاتے ہین۔ آپ الہ آباد مین عہدہ پیشکاری صدر نظامت پر

امور تھے۔ تقریباً بیس بائیس سال تک خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے ادا کرتے رہے
حکّام وقت آپ کے کام سے بہت خوش تھے۔ آپکی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آپ
حالت ملازمت میں بھی اکثر مجلس میلاد منعقد فرماتے تھے۔ اور مجلس میں عمدہ عمدہ
کھانے اور اقسام کے حلوے مہیّا کرتے تھے۔ بزرگان کرام و فقرا و غربا و احبا کو مدعو فرماتے
تھے۔ اور مجلس میں خود قصائد نعتیہ کو نہایت خوش اندازی سے پڑھتے تھے۔ آپکے
پڑھنے سے مجلس میں حیرت کا عالم قائم ہو جاتا تھا۔

نواب محی الدولہ بہادر جو شیدائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپکے
رسائل میلاد و کلام نعتیہ کو دیکھکر آپکے دیدار کے مشتاق ہوئے۔ ایک ہزار روپیہ زرِ راہ
بھیجکے شہر حیدرآباد دکن میں بلائے۔ آپ حسب طلب نواب صاحب موصوف نوکری ترک کرکے
شہر میں آئے۔ معزز و مکرم ہوئے۔ سرکار عالی نظام سے چارسو تیس روپیہ ماہانہ بلاشرط
خدمت مقرر ہوا۔ شہر میں نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب آپ
دکن سے حرمین شریفین گئے۔ اسوقت مہاراجہ گردھاری پرشاد باقی نے زادِ راہ اپنے
جیب خاص سے عطا فرمایا۔ اور نواب سالار جنگ مرحوم نے بھی پانسو روپیہ اعانت
کی آپ حرمین میں پہنچ گئے۔ وہاں مجالس میلاد متعدد مرتبہ مکہ و مدینہ میں منعقد
فرمائے۔ لکھنؤ و آگرہ و مراد آباد و رامپور و الہ آباد و حیدرآباد وغیرہ میں آپ کے مریدین
تقریباً ہزار سے زیادہ تھے۔ نواب سر سالار جنگ مرحوم و نواب کلب علیخان والی رامپور
و سعید عالم خان رئیس سورت آپکی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آخر سنہ ہجری
میں بہشت بریں روانہ ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے رسائل و دیوان
نعتیہ متداول و معروف ہیں۔ میں نے بھی رسائل و دیوان سے چند اشعار تبرکاً ہدیہ

ناظرین کرتا ہون ھو ھذا

سنجید شکر بکام معانی بیان ما | گویا زبان تو بود اندر دهان ما
بسکه از نقش دوئی گشته تهی سینهٔ ما | عکس ما نیز نگنجد در آئینهٔ ما
چون بوئے گل بدوش کسے نیست بار ما | بردامن صبا نه نشیند غبار ما

وله

نباشد از نزاکت تاب حسان طبع عالی را | حباب از آب پر سازد جام خالی را
در آغوش تصور میکشم ساقی ترا هردم | فروزان می کنم زین شمع فانوس خیالی را

وله

بغیرت عاشقی ببین رشک نگر جدائی را | سایه نیافریده اند آن قد دلربائی را
خسته دلان تو هر طرف منتظر ند صف بصف | رخصت یک نظاره ده نرگس سرمه سائی را

وله

آن شوخ ستمگار بما هست و بما نیست | چون عکس کز آئینه جدا هست و جدا نیست
گر زنده کند گاه کشد خسته دلان را | طرز نگهش حکم قضا هست و قضا نیست

وله

دل را بیک کرشمهٔ دلکش گرفت و رفت | سرگرم عشوه آمد و آتش گرفت و رفت
شمیم زلف تو در آستین صبا وزدید | تبسم دهنت غنچه در قبا وزدید
چو نافه بود نهان بوئے زلف تو بدلم | نسیم صبح نمیدانم از کجا وزدید
حنا بران کف پا بستهٔ بخون جگر | شهید دست تو مضمون پیش پا وزدید

وله

مرا بگوشهٔ ابرو سلام کرد و نکرد | وزان دو چشم سخنگو کلام کرد و نکرد
مرا بگوشهٔ چشمی ز ناز دید و ندید | به نیم جرعهٔ سیه مست جام کرد و نکرد

وله

بپرورش دیدم دل خود را بسوئے من ندید | بسکه مصروفش بشغل بوسه چیدن یافتم
وقت پیری شد لقائے آن بت سرکش نصیب | چون کمان پابوسی تیر از خمیدن یافتم
جان وقف سر راه کسے کردم و رفتم | همپائے بانگ جرسے کردم و رفتم

میرفت سحر قافلۂ بوئے بہاران — من نیز چو شبنم ہوسے کردم و رفتم

گلبانگ زدم بر قدم جان چو سپندے — خوش ہمرہے ہم نفسے کردم و رفتم

صد شکر کہ صید ملک الموت نگشتم — جا نرا ہدف تیر کسے کردم و رفتم

ہر جا کہ ازان لعل شکر خا سخنے رفت — پرواز بہ بال مگسے کردم و رفتم

شہید ۔ میر احمد علیخان دہلوی

شہید تخلص ۔ میر احمد علیخان نام ۔ آپ سید جعفر علیخان بہادر کے فرزند دلبند ہین ۔ آپ کے والد با جد کے جد بزرگوار سید نوازش علیخان کا حسبی سلسلہ نواب سربلند خان بہادر دلاور جنگ مبارز الدولہ مبارز الملک صوبہ دار گجرات سے منتہی ہوتا ہے محمد شاہی امرا مین تہے ۔ جاگیر و انعام سے سربلند ۔ میر احمد علیخان کی ولادت شہر دہلی مین واقع ہوئی ۔ اور دہلی کی سرزمین مین تربیت و تعلیم پائی ۔ علوم عربیہ مین فراغت حاصل کرکے فن شاعری و انشا پردازی کیطرف متوجہ ہوئے ۔ چند ہی مدت مین کامل ہو گئے ۔ آپکو حضرت شاہ نصیر دہلوی مغفور سے تلمذ تہا ۔ علاوہ علوم عربیہ و شاعری و رمل و عملیات مین بہی مہارت کاملہ رکہتے تہے ۔ فارسی مین ناظم و ناثر تہے ۔ آپکی نثر منشیانہ فاضلانہ و نظم شاعرانہ شیرین و رنگین ہوتی تہی ۔ نقادان سخن کو آپکے کلام بلاغت انسجام سے لطف و مزہ حاصل ہوتا تہا ۔ اور آپ فارسی و اردو زبان مین بہی کلام موزون فرماتے تہے ۔ آپکے اشعار نہایت ہی سنجیدہ و برجستہ ہوتے مین ہر ایک کا مضمون نازک خیالی و شیرین مقالی سے مملو ہوتا ہے کوئی شعر نزاکت و لطافت سے خالی نہین ۔ آپکے جملات و فقرات گویا شکر پارے ہین

ناظرین و سامعین کو دیکھنے و سننے سے حلاوت تازہ و لذت بے اندازہ بہمدست ہوتی ہے
آپ وطن میں امثال و اقران میں لائق و فائق مانے جاتے تھے۔ آپ کشش آب و خورش
ہند سے حیدرآباد دکن میں آئے اسوقت نواب سکندر جاہ بہادر کا آخر عہد تھا۔ بارگاہ سکندر جاہی
میں باریاب ہو کے اہل مناسب کے سلسلہ میں منصب مناسب پر سرفراز ہو گئے غفران منزل
نواب ناصر الدولہ بہادر کی خدمت میں معین ہوئے۔ جب سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں سکندر جاہ
بہادر بہشت بریں روانہ ہوئے۔ اور نواب ناصر الدولہ بہادر مسند نشین ہوئے تو
نواب ناصر الدولہ بہادر نے آپکو خلعت خطاب میر الشعرا و اضافہ منصب سے سرفراز یا
آپ تا زندگی عہدہ منصب داری پر معزز و مکرم رہے آخر آپ نے سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں اس
دار فنا سے عالم بقا کیطرف رحلت کی۔ آپ خوش اخلاق و بزرگان سلف کی طرح وضعداری
و خاکساری کے پابند تھے۔

من اشعارہ الفارسی

ساقیا معجزہ حضرت موسی داری ساغر بادہ بکف چون ید بیضا داری
ایدل اندیشہ آن زلف چلیپا داری در سر خویش ندانم کہ چہ سودا داری
ایدل از داغ چو طاؤس تماشا داری نہ سر باغ نہ اندیشہ صحرا داری
نعل در مینج است ز نقش تو ہلال انجم آسمان دگری زیر کف پا داری
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا و آنے چشم بد دور کہ در خود ہمہ یکجا داری
دل من شاد کہ چون تو گل رعنا دارم وقت تو خوش کہ چو من بلبل شیدا داری
تا ز لب حرف زنی مردہ صد سالہ زید کن مرا زندہ کہ اعجاز مسیحا داری
بسراغ کمرش نیست نشانت بیدل گوشہ گیری بجہان شہرت عنقا داری

لب اظهار تو چون غنچه نه از هم وا شد
ای دل غمزده آخر چه تمنا داری

نظر آنجا که قد با ذکر و دور چشم
همچو آئینه چه در جیب سر اپا داری

کم ز فردائے قیامت نبود فردایت
که بفردا متعلق پس فردا داری

دل صد پاره ام البته گلو گیر تو شد
نه حمایل بگلو از گل حمرا داری

بخیه کردی دل مجروح مرا از مژگان
بهر تو به که بکف سوزن عیسا داری

روئے تو روشن و آویزه دُر در گوشت
جلوهٔ حسن مه و عقد ثریا داری

اے شهید از مئے عشق است ترا مدهوشی
نه غم دین و نه اندیشهٔ دنیا داری

من اشعاره الهندی

بانگ کا خورشید رو کے خط جو پیدا ہو گیا
دن روئے ظلمات کا موجود رستا ہو گیا

کیا کمال انسان میں تھا عشق کی تاثیر سے
سجدہ گاہ عرشیان مٹی کا پتلا ہو گیا

ولہ

گدا کو سایۂ بال ہما سے کیا مطلب
درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب

مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب
ہمارے درد کو عیسیٰ دوا سے کیا مطلب

ولہ

وصل ہے زلف و رخ یار میں اب
ربط ہے کافر و دیندار میں اب

ولہ

حو دیر لگتی ہے صاحب تمہارے آنے میں
تو باقی کچھ نہیں رہتا ہے جان جانے میں

تو کس لئے مرے درپے ہوا ہے اے صیاد
حصول کیا تجھے اک مشت پر کے پانے میں

ولہ

پان کھا کر ہو نٹھ دکھلانے لگے
میں شہید اور رنگ تم لانے لگے

نہ فکر زر کی نہ پروائے مال و جاہ رہی
فقط نظارۂ یوسف لقا کی چاہ رہی

سیاہ بختی مجنون خوش آئی لیلی کو
بنا کے آپ بھی اک خیمۂ سیاہ رہی

شہید فکر کرو ورنہ آگے مشکل ہے
جو ایسا عشق رہا اور ایسی چاہ رہی

شہیر حکیم محمد عبداللہ خان صاحب

شہیر تخلص - محمد عبداللہ خان صاحب نام - آپ رحیم اللہ خان کے خلف الصدق
ہین - آپ کے بزرگ خوانین بھکر سے ہین ملازمت کی وجہ سے ناگور مین آئے - اور وہان
سکونت پذیر ہوئے - آپکے والد یا جد کی ولادت ناگور مین واقع ہوئی تہی اسوجہ سے
ناگوری کہلاتے ہین - ناگور سے برار مین آئے - اور برار مین متوطن ہوئے - اور اسی
ملک مین قضاۃ کے خاندان کی لڑکی سے شادی کرلی - آپکی ولادت برار مین واقع ہوئی
اور نشو نما بھی اسی ملک کی آب ہوا مین ہوئی - عالم شباب کے قریب آپنے مولانا مولوی
عبداللہ صاحب بیل مراوئی کی خدمت مین تعلیم پائی - کتب درسیہ متعارفہ کچھہ اُن سے
اور دیگر استادون سے پڑہین صاحب فضل و کمال ہوے انشا پردازی مین بے نظیر
نظم و نثر مین آفتاب منیر ہوئے - طبیعت مین جولانی اور دماغ مین نازکخیالی خداداد
تہی - دل مین بینائی و دانائی کا دریا موجزن اور دماغ مین ذکاوت و فطانت
برق افگن تہی - زور طبیعت سے شعر گوئی کے میدان مین قدم رکہا اقران و امثال
سے کئی قدم آگے بڑہ گئے - اور سبقت مین بازی لیگئے - جو کچھہ کہتے مین خوب کہتے ہین
کلام سے شستگی و پختگی نمایان نازکخیالی و شگفتہ بیانی عیان ہے - آپ دو نون زبان
یعنی فارسی و اردو مین کہتے تہے ہر ایک زبان مین کلام بامحاورہ ہوتا تہا - آپکا ہر ایک
شعر لطافت و نزاکت مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے - فصاحت و بلاغت مین تولا ہوا
ہوتا ہے آپکے کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے
فصاحت و بلاغت مین تولا ہوا ہوتا ہے آپکی کلام رنگین و اشعار نمکین کے مطالعہ سے

اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے۔ آپ علم طب مین مہارت کامل رکہتے تہے۔ آپ کی تشخیص نہایت درست تہی۔ مریض کی بیماری مین خوب غور و فکر کرتے تہے اور تمام حالات جزئیات سے واقف ہوکے سوچ سمجہکر نسخہ تجویز کرتے تہے۔ ادویہ اُنکے اور اُنکے مزاج کے موافق لکہتے تہے۔ آپکا نسخہ سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا تہا۔ جو بیمار آپکی ہدایت کے موافق ادویہ کو استعمال کرتا دنون مین شفا پاتا تہا۔ آپ دیگر اطبا کیطرح بغیر سوچے سمجہے نسخہ نہین لکہتے۔ نہ کسیکو دوا دیتے۔ بیمار کے مزاج کا بڑا لحاظ رکہتے تہے۔ آپکے پاس اکثر مریض ایسے آئے ہین جنکو ڈاکٹرون اور اطبا نے نا امیدی کا جواب دیا۔ آپنے نبض و قارورہ ملاحظہ کرکے نسخہ دیا۔ عنایت الٰہی سے تیسرے دن ہی صحت کے آثار معلوم ہونے لگے۔ چند روز کے معالجہ مین صحت کامل پا جاتے تہے۔ لوگ کہتے تہے کہ آپکے ہاتہہ مین شفا ہے۔ یہہ قبولیت عامہ خدا داد تہی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ ملکی انتظام مین عقل کل تہے۔ جب تک سرکاری ملازمت کے صیغہ مین تہے اپنی خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تہے کبہی آپکے کام پر حرف گیرون کو حرف گیری کا موقع نہین ملا۔ ہمیشہ پاک صاف رہے کسی سے کوئی تعلق نہین فرمایا۔ پیشتر نواب میر عالم علیخان بہادر جاگیردار رہا موڑ خدمت مین ملازم تہے اور اُنکی خدمت مین مدت تک رہے۔ آپ سُنی اور جاگیردار صاحب امامیہ تہے۔ معاملہ ضدین تہا۔ مگر آپکی لیاقت و قابلیت اس درجہ کی تہی کہ نواب صاحب آپکو عزیزون سے زیادہ عزیز رکہتے تہے۔ نواب کی رحلت کے بعد چندمدت انگریزی عہد مین برار مین عدالت منصفی مین ہیڈ منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ عدالت برخاست ہونیکے بعد انگریزی ملازمت مین داخل ہوئے۔ چند مدت تک داروغگی کی خدمت پر مامور رہے

پہرداروغگی سے علیحدہ ہوکر نواب کے داماد میر مہدی علیخان کی خدمت مین بسر کرتے رہے
تمام نواب کی جاگیرات آپکی اختیار مین تہین۔ سفید و سیاہ کے آپ مالک تھے مہدی علیخان
مرحوم کے بعد اُنکی اولاد کے نزدیک ہی ہے۔ اُن کے فرزندون نے آپکی کچہہ قدر نہین
کی اور نہ آپکے کام کی دادری۔ آپ استعفا دیکر الگ ہوئے۔ نواب مختار الملک اول
کا زمانہ تہا آپنے نواب سے منصب کی درخواست کی۔ نواب صاحب نے قدردانی سے
۶۰ روپئے ماہوار مقرر کردئے۔ آپکی گذراوقات کا مدار اُسی تنخواہ پر تہا۔

اوائل مین آپکے خیالات فلاسفانہ تہے۔ صوفیانہ طریق کے جویا تہے۔ صلح کل کے پیرو تھے
کیا ہندو کیا مسلمان سب سے ایک ہی طریق سلوک فرماتے تہے۔ آپ سے سب خوش تہے
آپکا کوئی شاکی نہین تہا۔ آپ بزرگان دین و صوفیان یقین کے معتقد ہی۔ اطیعو اللہ
و اطیعو الرسول کے مہتدی ہی۔ آپ متشرع متدین متقی و پرہیزگار تہے۔ پاکیزہ دین و پاکیزہ
دل صوم صلوۃ کے پابند۔ قال اللہ و قال الرسول کے کاربند۔ رات دن عبادت آلہی مین
مصروف تلاوۃ قرآن و وظائف و اذکار مین مشغول رہتے تہے۔

خوش مزاج۔ و خوش خلق ہر ایک سے نہایت کسر نفسی سے ملتے تہے۔ نیک سیرت و پاکیزہ
صورت تہے۔ حلیم الطبع و سلیم الوضع استقلالی و وضعداری مین بے بدل زمانہ بدلجائے
مگر وہ اپنی وضع سے نہین بدلین گے۔ ہزار آفتین و گردشین سر پر آجائین وہ استقلال سے
ذرا نہین ہٹین گے۔ آپ متوکل و قانع تہے۔ کسی سے خواہان نہین ہوئے۔ کیا امیر کیا فقیر
آپکو کسی سے پروا نہین تہی۔ عزلت گزین تہے۔ گہر سے باہر نہین جاتے تہے۔ فقیر مولف
کے اُستاد ہین اوائل مین کتب فارسیہ اور ابتدائی عربیہ آپ سے پڑہین اور مجھکو آپ ہی کی فیض
صحبت کی برکت سے طالب علمی کا شوق ہوا۔ اولاً آپ ہی کی ترغیب سے بمبئی گیا اور

اور تحصیل علم کیطرف متوجہ ہوا ایک مدت مین تکمیل کتب سے مشرف ہوا۔ مین آپکی توجہ وعنایت کا مشکور ہون۔ آپ حیدرآباد دکن محلہ مستعدپورہ مین سکونت پذیر تھے

آپکی رحلت کی کیفیت

آپکا خاتمہ بخیر ہوا۔ ان کے اعمال و افعال اسبات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بہشت برین مین داخل ہوئے ہون گے۔ آپکو تین روز تک سکرات کی شدت رہی۔ تیسرے دن عزہ و اقارب آپکے گرد جمع تھے۔ آپنے حاضرین سے پوچھا اسوقت کیا وقت ہے۔ حاضرین نے جواب دیا کہ ظہر کا وقت ہے۔ آپ سنتے ہی اوٹھہ کھڑے ہوئے قریب تھا کہ زمین پر گرین حاضرین نے آپکو تھاما۔ اور عرض کیا کہ آپ کہان جاتے ہین۔ فرمایا ظہر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہون بعد ازان آپ فرش پر بیٹھہ گئے۔ تکیہ پر تیمم کیا بسمت قبلہ متوجہ ہوکے تکبیر تحریمہ شروع کی سورۂ فاتحہ وضم سورہ سے فارغ ہوکے رکوع کرکے سجدہ مین سر زمین پر رکھا۔ فوراً حالت سجدہ مین آپکی روح نے جسم عنصری سے عالم بقا کو پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاضرین نے آہ وزاری کی اور مرحوم کی رحلت پر افسوس وحسرت ظاہر کیا بعد ازان تجہیز وتکفین کرکے آپکو کمر کی گنبد کے قریب دبیرپول پیٹہ مین دفن کیا۔ بہہ واقعہ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ ہجری مین واقع ہوا۔

آپ کی عمر تقریبًا اسی سال سے متجاوز تھی۔ آپکی باقیات الصالحات سے تین دختر نیک اختر مین تینون کی شادیان آپکی زندگی مین ہوگئی تھین۔ سرکار عالی نظام کے امتیازی منصبدارون کے صیغہ مین ملازم تھے۔ ساٹھہ روپئے وظیفہ پاتے تھے۔ مرحوم کی بیوی صاحبہ کوشش کررہے تھے کہ مرحوم کی تنخواہ اون کے نام پر منتقل ہووے اسوقت تک فیصلہ نہین ہوا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے خدا انکو کامیاب کرے۔ آپکا ذاتی مکان مستعدپورہ مین ہے۔

آپکے جسقدر اشعار میرے پاس تھے۔ وہ تمام موسی ندی کی طغیانی مین تلف و برباد
ہوگئے۔ اسوجہ سے صرف حال پر اکتفا کیا گیا اگر ملجائینگے تو آیندہ ضمیمہ مین لکھونگا۔

شفیق۔ لچھمی نرائن اورنگ آبادی

شفیق تخلص۔ قوم کہتری کپور سے ہے۔ اورنگ آبادی المولد۔ آپکے جد بزرگوار بھوانیداس
عالمگیری لشکر کے ہمراہ لاہور سے دکن مین آئے۔ اور اورنگ آباد مین متوطن ہوئے۔ نوکر پیشہ
تھے۔ زندگی بصیغہ نوکری بسر کرتے تھے۔ صاحب اولاد ہوئے۔ اُنکا متوسط فرزند رائے
منسا رام تہا۔ جب منسا رام دس برس کا ہوا جد مذکور فوت ہوا یتیم مذکور لالہ جسونت رائے
ہم قوم کے سایۂ عنایت مین رہا لالہ کی سرپرستی مین تعلیم و تربیت پائی۔ نواب آصفجاہ
غفران پناہ کے زمانہ مین چھہ صوبجات دکن کا پیشکار ہوا۔ چالیس برس تک خدمت
مفوضہ پر مامور رہا۔ امانت و دیانت سے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جناب آزاد نے نواب
صمصام الدولہ بہادر مرحوم سے سفارش کرکے منصب سے سرفراز کرایا۔ اور دکن کے
بخشی الممالک کی پیشکاری پر بھی مامور۔ منسا رام دونون خدمتون کو عمدہ طرح سے
ادا کرتا تہا۔ محنتی و جفاکش تہا۔ مالک کی تابعداری مین سر مو فرق نہین کرتا تہا۔ دربار
آصفی نام کا ایک رسالہ مختصر لکھا ہے۔ اسمین مغفرت مآب آصفجاہ اول کی تعریف
اور اُن کے عہد کے قوانین لکھے۔ رسالہ مذکور مطبوع ہو چکا ہے۔ اور ایک دکن کا گوشوارہ
بھی لکھا ہے۔ پس دوم صفر ۱۱۵۸ ہجری مین شفیق صاحب ترجمہ کی ولادت
اورنگ آباد مین ہوئی۔ ابتداء تمیز سے حضرت میر غلام علی آزاد کے خدمت مین تربیت
و تعلیم پائی۔ آزاد کی توجہ سے صاحب استعداد ہوا۔ سفید و سیاہ سے واقف نواب

صمصام الدولہ کے زمانہ مین منصب و خطاب دولی چند سے سرفراز ہوا۔ اور آزاد بلگرامی شفیق کے حال پر نظر شفقت و محبت کرتے تھے۔ چنانچہ خود شفیق حضرت آزاد کی شان مین لکھتا ہے ؎

لامکان است مقام آزاد	فوق عرش است خرام آزاد
سبحہ گردان ز کواکب ہر شب	فلک رہبر است بنام آزاد
خرمن ہستی اعدا سوزد	برق رخشان حسام آزاد
در گلستان جہان ہر گل و خار	سورد رحمت عالم آزاد
جدا و ساقی کوثر باشد	آب خضر است بجام آزاد
گل شنود گوش ہمہ تن ہمچمن	کہ برد باد پیام آزاد
پیش آئینہ ضمیر آن طوطی	میکند وصف کلام آزاد
اے خداوند جہان باد مدام	ساغر عیش بکام آزاد
صاحب ہر دو جہان است شفیق	ہر کہ گردید غلام آزاد

ابتدا مین شفیق کم کم کلام موزون کرنے لگا۔ اور کلام مین تخلص صاحب کرتا تھا۔ جب آزاد اس تخلص سے واقف ہوئے تو اسکو سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین شفیق تخلص عطا فرمایا اور آپنے فرمایا کہ میر محمد مسیح صاحب تخلص فارسی مین ایک شاعر گذرا ہے۔ چونکہ شفیق ہندی و فارسی دونون زبان مین کہتا ہے۔ زبان ریختہ مین تخلص صاحب بحال رکھا۔ اور فارسی مین شفیق۔ تاریخ مرحمت تخلص ؎

حضرت فیض بخش آزاد	کرد ندمرا تخلص انعام
گفتم تاریخ این عنایت	امداد شفیق شد مرا نام

شفیق صاحب ترجمہ آزاد کے ارشد تلامذہ سے ہے۔ شاعری وسخن سنجی وتاریخ نویسی
وتالیف مین فرد کامل تہا۔ اسکے نتائج طبع نہایت صاف وشستہ وشفاف وبرجستہ
ہوتے مین پرگو ہے آپکا دیوان فارسی وارد وضخیم مین۔ ابہی تک مطبوع نہین ہوے مین
کل امر مرہون باوقاتہا کے انتظار مین گوشہ گمنامی مین پڑے ہین۔ فقیر نے اکثر تذکرون
مین ان کے اشعار چیدہ چیدہ دیکہے ہین۔ انہین منتخبہ سے انتخاب کرکے گزارش کرتا ہون
آپ کی تالیفات سے۔ ماثر آصفی۔ وماثر حیدری۔ وتذکرہ گل رعنا۔ وتذکرہ شام غریبان
وبساط الغنائم۔ ومراۃ الہند۔ ونخلستان۔ وتذکرہ گرو بابا نانک۔ وچمنستان شعرا
وغیرہا مین۔ تذکرہ نویسی مین میر غلام علی آزاد کے قدم بقدم چلتا ہے۔ جو کچہہ
لکہتا ہے نہایت تحقیق کے ساتہہ لکہتا ہے جس شخص یا جس چیز کی حالت اگر لکہتا ہے
تو پورا پورا اسکا ما لہ وما علیہ صاف صاف بیان کردیتا ہے۔ شفیق کو یہہ لیاقت آزاد کی
توجہ وعنایت کی بدولت حاصل ہوئی تہی۔ دکن مین اگرچہ آزاد کے اکثر تلامذہ صاحب
تالیف ہین لیکن شفیق ارشد تلامذہ سے ہے۔

من اشعارہ الفارسی

مصرع ابروے او بسم اللہ عنوان ما		مصحف رخسارہ او دین وایمان ما
بسکہ از گفتار ما ریزند یاران رنگہا		گردد صورت گران شد صفحہ دیوان ما
بردل ما التفاتی ہست چشم یار را	ولہ	الغتی بسیار با مینا بود میخوار را
چشم او بر ما نگاہے گر ندارد غیبت است		می شنود پر سبز لازم مردم بیمار را
گر خود آرائی ہوس وارے شنو عرض شفیق		اندکے تحریف باید چہرہ گلنار را
تعالی اللہ چہ دولت شد میسر ناگہان امشب		کہ آمد بر سر بالین من آن جان جان امشب

ہم آغوش شد بجانان طالع بیدار نازم
مگر در خواب نوشین است چشم آسمان امشب

غنچہ ہا نشگفت و طفل گلعذارم برگشت
صد گریبان پارہ شد دامن شہسوارم برگشت

گریہ می آید مرا بر حال خود در فصل گل
گشت آب فتنہ ام در جو نگارم برگشت

ہر کسے را میرسد نوبت بدور آسیا
بر مراد خاطر من روزگارم برگشت

چہ ستمہا بدل از چشم سیہ مست تو رفت
شیشۂ تحفۂ افسوس کہ از دست تو رفت

شکست توبۂ ما را بہار شد باعث
ہزار بار نوائے ہزار شد باعث

خدا گواہ کہ می را بلب نیالودم
برائے مستی من چشم یار شد باعث

شعلہ - میر کاظم علیخان دہلوی

شعلہ تخلص - میر کاظم علیخان نام - آپ میر احمد علیخان شہید دہلوی کے فرزند رشید ہیں - آپ کے بزرگان سلف شرفا و امرا کے زمرہ سے تھے - چنانچہ مولف فقیر نے خاندانی شرافت حسبی و نسبی کا ذکر شہید کے ترجمہ میں پورا بیان کر دیا ہے - اب یہان اعادہ کی ضرورت نہین - صاحب ترجمہ کا ذاتی حال لکہتا ہون - آپکی ولادت ۱۸ تاریخ شہر رجب ۱۲۵۲ہجری مین واقع ہوئی - مسقط الراس شہر حیدر آباد دکن ہے آپکی نشو و نما بہی یہان کی آب و ہوا مین ہوئی - مدرسہ دار العلوم مین پانچ چھہ سال تک تعلیم پائی - کتب درسیہ متداولہ فارسی عربی سے فراغت حاصل کی - امتحان دیکر مدرسہ سے لیاقتنامہ و سند کامل ہمدست کی - علاوہ فارسی عربی بقدر ضرورت انگریزی بہی پڑہ لی - آپکی طبیعت فطرۃً شعلۂ جوالہ کی طرح ترقی کے اوج پر عروج کر رہی تہی - تحریر و تقریر کے دریا مین موجزن ہو رہی تہی - ایسی حالت مین موروثی شعر و شاعری کے طرف مائل ہوئی - ذاتی استعداد

ولیاقت خداداد سے کلام موزون کرنے لگے۔ اور والد یا جد سے اصلاح لینے لگے۔ والد کی اصلاح سے روز بروز کلام کی خوبی بڑہنے لگی۔ چند ہی ایام کی مشق و اصلاح مین کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوگیا۔ پس آپ شعرا کے مشاعرے مین جانے لگے۔ معاصرین کے ہمطرح و ہم سنگ ہوئے۔ آپکا کلام فصاحت و بلاغت سے مملو ہوتا ہے۔ اور صنایع و بدایع لفظی و معنوی مین ڈوبا ہوا۔ فارسی و اردو دونون زبان مین کلام موزون فرماتے ہین ہر ایک زبان کے محاورات و اصطلاحات سے ماہر و کامل تھے۔ کلام سے اہل زبان کی شان دکھلائی دیتی ہے۔ آپ باوجود ملازمت سرکاری طلبہ کو درس و تدریس سے بھی مستفید فرماتے تھے۔ اکثر طلبہ و نوآموز شعرا آپکی خدمت مین استفادہ کرتے تھے۔ آپ اساتذہ جہاندیدہ مین شمار کئے جاتے تھے۔ آپ عدالتی امور مین بھی نہایت ہی لائق و فائق تھے۔ متعدد محکمون مین حکام بالادست کی زیردستی مین کام کرتے رہے۔ حکام نے وقتاً فوقتاً آپکے انتظام و خوبی کام کی بابت خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مولوی نصراللہ خان خویشگی ناظم عدالت فوجداری نے اپنے مولفہ تاریخ دکن مین آپکی کارگزاری و تجربہ کاری و ہوشیاری کی بہت تعریف لکھی ہے۔ مدۃ العمر آپ سرکاری خدمات کو امانت و دیانت کے ساتھہ ادا کرتے رہے۔ نیک محضر و خدا ترس تھے۔ وضعداری و ملنساری کے پابند تھے۔ طلبہ کے ساتھہ ہمدردی سبقاً و طبقاً فرماتے تھے۔ فقیر مولف کو آپسے شناسائی تھی۔ بعض محافل مین کبھی کبھی باہم ملاقات ہوجاتی تھی۔ آخر آپنے بتاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاخری ۱۳۴۸ ہجری مین اس دار فانی سے بعالم جاودانی رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپکے باقیات صالحات سے دو خلف الصدق مین ایک حکیم سید نوازش علی صاحب متخلص بہ لمعہ دوسرے حکیم سید نادر علی صاحب

المتخلص رعد ہین۔ ماشاء اللہ دونون بہی بمصداق الولد سر لابیہ لائق و فائق ناظم و ناثر ہین۔ اللہم سلمہما اللہ بالخیر والعافیہ۔ اب مین شعلہ صاحب مرحوم کے چند اشعار فارسی و ہندی بطور نمونہ گزارش کرتا ہون۔

من اشعارہ الفارسی

در گلشن عشق است چو بلبل وطن ما / خرم چو بہشت است بہار چمن ما

نظم

خون در دل یاقوت بود از لب لعلش / زانست کہ رنگین شدہ شیرین سخن ما

بہار آمد بیا ساقی در میخانہ را بگشا / بزن مستانہ ساغرہا و مہر شیشہ‌ہا بگشا

نہان تا کے بماند شمع اندر پردۂ فانوس / نقاب از چہرہ‌ات اے شعلہ‌رو بہر خدا بگشا

آنکہ بخشید ترا حسن خود آرائی را / او عطا کرد بمن صبر و شکیبائی را

اسم حق ورد کن ای دل کہ ہمہ ذکر کنند / صبحگاہان بنگر طائر صحرائی را

سید ہاشمی و منبع جود و کرمی / نبی مکی و امی و شفیع الاممی

نظر لطف شہا بر من مسکین فرمای / کہ منم ذرۂ بیتاب تو مہر کرمی

حبذا شان براقت کہ ز نہ چرخ گذشت / مرحبا شاہسوار عربی و عجمی

سائلی از حرم پاک تو محروم نگشت / بارک اللہ چہ کریمی و چہ عالی ہممی

زان سبب آمدہ در شان تو لولاک لما / کہ تو بر جملہ رسل اکرمی و محترمی

ہست از پرتو انوار تو عالم روشن / آفتاب رسل و معنی لوح و قلمی

حبذا شان رفیعت کہ رسیدی تا عرش / شب معراج ز اعجاز زیادہ تو کمی

سرورا درد دلے دارم و بس رنجورم / داروئے درد عطا کن کہ تو باب حکمی

کن عطا خدمت جاروبی آن روضۂ پاک / یا حبیب الصمدی انت ولی النعمی

گر وصل بھی ہو جاتا اکبار تو کیا ہوتا
دامن کش قاتل گر خون شہید ہوتا

وہ شوق شہادت ہے سو بار اگر مرتا
کیون رشتہ محبت کا ٹوٹا ہی عبث ظالم

پائی نہ شہادت جب دعوی ہے دیت کا کب
اے ابر کرم گر تو رحمت سے برس جاتا

گر قلقل مینا کو مجکو نہ سنایا تہا
اس شکل بدلنے پر عشق کے آجاتی

سننے کو نہ سنتے وہ کہنا تہا ہمین لازم
اُس شعلہ بہبو کو کی شکوہ جو کہلین رنگین

دامن مجھے قاتل کا دامان قضا ہوتا
یون قتل پر آمادہ ظالم تھا ہوتا

قاتل ہی کے جانب کو لاشہ بھی پہرا ہوتا
یون قتل کیا ہوتا کچھہ تسمہ لگا ہوتا

گر خون بہا ہوتا تب خون بہا ہوتا
بہشت غبار اپنا ہر گز نہ اڑا ہوتا

تربت پہ مری ظالم اک گل تو چڑہا ہوتا
تصویر میں بھی رخ سے گر رنگ اڑا ہوتا

آتے کو نہ آتے وہ شکوہ تو کیا ہوتا
سورہ کو دو خان کی دم البتہ کیا ہوتا

شہیدی - مرزا شہید قمی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - آپکا وطن اصلی شہر قم ہے - جامع علوم و فنون تہا - فن شاعری میں استاد کامل - میدان سخن سنجی مین اقران و امثال پر سبقت کرتا تہا - اپنے مقابلہ میں کسی شاعر کو ہم سنگ و ہم پلہ نہیں سمجہتا تہا - اپنی شاعری و شگفتگی سے کلام پر نازان رہتا تہا - سلطان یعقوب والئی تبریز کا مقرب و مصاحب تہا - سلطان اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تہا - بادشاہ کی قدردانی سے ملک الشعرا خطاب سے مخاطب تہا - معاصرین اسکے جاہ و جلال و حشمت و اقبال کو دیکھہ کے رشک و حسد کرتے تہے - لیکن بادشاہ کی عنایت و توجہ کے سبب اسکو کچھہ ضرر

نہین پہنچا سکتے تہے - ہمیشہ جفا و جور سہتے تہے - بادشاہ کے فوت ہوتے ہی حاسدین کے وجہ سے وہان قیام دشوار ہوگیا بامر لاچاری ہند کا سفر اختیار کیا - تبریز سے اول گجرات مین آیا - چند روز وہان قیام کرکے اسمعیل عادل شاہ کے عہد مین شہر بیجاپور مین پہنچا عادل شاہ نے اسکی نہایت خاطر و مدارات کی اور مقربین کے زمرہ مین شریک فرمایا تا بزندگی بیجاپور مین عیش و آرام کے ساتہہ بسر کرتا رہا - تقریبًا صد سالہ عمر ہوکے فوت ہوا - فرشتہ و گل غرائب کے مولف تمنا کے قول سے ۹۳۶؁ ہجری مین فوت ہوکے بیجاپور کی زمین مین مدفون ہوا - محمد عارف بقائی نے لکہا کہ اسکی وفات ۹۳۵؁ ہجری مین واقع ہوئی - اور ملا قاطعی نے اپنے تذکرہ مین لکہا کہ اسکا مدفن سرگنج گجرات ہے - فقیر مولف کے نزدیک فرشتہ و گل غرائب کا قول و سنہ وفات و مدفن کی بابت صحیح ہے - اس لئے کہ دونون مولف دکنی الاصل تہے - انکا لکہنا گویا مشاہدہ ہے اور بقائی و قاطعی کا مدار سماعت پر ہے - والعلم عند اللہ بحقیقۃ الحال - شہیدی صاحب دیوان تہا - اسکا دیوان ضخیم ہے کئے ہزار ابیات پر شامل ہے فقیر مولف کے مطالعہ مین گذرا ہے - کلام نجیبہ و برجستہ ہے - نزاکت و لطافت سے بہرا ہوا ہے - ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے - اب مین صاحب ترجمہ کے دیوان سے چند اشعار گزارش کرتا ہون -

من اشعارہ الفارسی

بطوف میکدہ ہر روز بے نوائی ما	سفال چرخ بود کاسۂ گدائی ما
چو تاج بر سر ما کو سبوئے بادہ ہمین	کسے کہ طعنہ زند بر برہنہ پائی ما
فتاد سر خم زدست بادہ فروش	شکست شیشۂ تقوی و پارسائی ما
بیک قدح کہ کشیدیم صبح مخموری	ہم اندرون و برون شستشے صفائی ما

بآب تلخ چو ما آشنا مباد کسے — که رو بفقر فنا دارد آشنائی ما
نهفته بزم غم ما ز چشم تیره دلان — توان مشاهده کردن بروشنائی ما
شهیدی ز نظر فروشش دور مرو — که او ز قید خودی میدهد رهائی ما

وله

ز اشک لاله‌گون تا چند در خون افکنم خود را — نمیدانم که چون زین ورطه بیرون کنم خود را
خیال چشم جادویش چنانم ساخت دیوانه — که خواهم از سر کوئے بهامون افکنم خود را
اگر بر تربت مجنون مرا روزی گذار افتد — درم پیراهن و بر خاک مجنون افکنم خود را

وله

خوشش آن سوار کز و شد بلند پستئ ما — بتازیانه افشاند گرد هستئ ما
ز دست چرخ رهایم به ساغر خورشید — بود بدولت عشق این دراز دستئ ما
تهی نگشت دمے کاسهٔ سر از می عشق — ز سر چگونه رود مستئ الستئ ما
چنان ز شوق تو سرمست و بیخبر حالم — که محتسب بغلط می فتد ز مستئ ما
یکے مشاهده کن اے شهیدی آن ساعت — بشوئے صفحهٔ انکار بت پرستئ ما

وله

ز هیچ سر لایق نباشد بند فتراک ترا — چون کسے آلوده سازد دامن پاک ترا
باغبانا غم مخور و ز خشک سال آزاد باش — می پرستان پرورند از چشم تر تاک را
یارا اگر یابد شهیدی بر سر خاکت قدم — گو منه شمع و چراغے مجلس خاک را

وله

بیا اے عشق و آتش زن دل افسرده ما را — بنور خویش روشن کن چراغ مرده ما را
ملولیم از کدورتهائے مخموری بیا ساقی — بجامی تازه گردان چهرهٔ پژمرده ما را

وله

رفتم نگشت باغ از آن نازنین جدا — افتاد گل بخنده جدا یاسمین جدا
بے لعل یار تیره شد چشم روشنم — مانند خاتمی که بود از نگین جدا
تیغ فراق بند ز بندم جدا کند — از یار خود مباد کسے اینچنین جدا

پامال رخش کن سرم از خاک بردار
می ترسم اے سوار که گردی ز زین جدا

همنشین جدا ز یار شهیدی چو عاشقی
صد پاره شو به تیغ ز هم ای نگین جدا

ولہ

داغ بتان چو لاله بود در سرشت ما
تا بت پرست در روسیهی سرنوشت ما

ترسم که زیب تربت ارباب دین کنند
خشت منقشی که فتد از کنشت ما

تخم نشاط از دل ما سبز کی شود
زینسان که پایمال غمت گشت کشت ما

عالم گرفت شور شهیدی و کو کسی
چون نیست بی غم نمکینان سرشت ما

ولہ

رسیدم اینک آن جا که روزی دیده ام او را
درین منزل بسے برگرد سرگردیده ام او را

مرا باور نشود مردم بیازی گرچه گویندم
که اکنون رفت ازین ره هر کجا پرسیده ام او را

ولہ

بر لب آمد جان من ز بهجوری من بیمار را
خون چکان رخساره بنما تشنهٔ دیدار را

صورتی چون روی تو در کارگاه چین نیست
اے پری چندانکه می بینیم روی کار را

ولہ

از تو من رو در و دل از تیغ غمت چاک آنجا
بے تو من خون خورم اینجا دل غمناک را

جائے پاکان بود آن کوی از آن دارم
چشم پاک و دل چاک و نظر پاک آنجا

ولہ

تا گنه گار روز باری رسد یاری ما
خلق محشر همه حیران سیه کاری ما

اگر چه از جرم گناهیم گرانبار آنجا
کوه بر باد رود چیست گرانباری ما

نا امید از کرم دوست شهیدی نشوی
بشگفاند گل امید جگرخواری ما

ولہ

بمجلس رخش در جام می دیدم کشیدم جام را
خوردم بروی دوست می از می گرفتم کام را

حد عیب گیری را بود بس باشد ازین یکسر شرم
گو مدید بدرنگی رخسارهٔ گلفام را

ولہ

هر چند بتوانی چو گل پوشی رخ گلرنگ را
گلشن آبروی ز حسن آن چشم شوخ شنگ را

از غمزه سیزی و ز خنده لب را میگزی
در یک زبان کس هیچ کس بهم صلح را هم جنگ را

دامن پاکت ز می گشتست نمناک از کجا — در گریبان تو افتادست این چاک از کجا

خاک بر سر کرده بر جا او خواهی بنگرم — میرم از غیرت که بر سر کرده این خاک از کجا

وله

در چمن آن دست نازک سوی شاخ گل مبر — ترسم آزاری رسد تا کز گل چیدن ترا

ریختی خون شهیدی چند مردم میکشی — عاقبت خواهد زخونی پای نغزیدن ترا

وله

عزت عشق چون بود خواری خویش است هم — برده سلطنت نگر بندگی ایاز را

ناز ترا بجان خریدای پری بهمه کس چه افگنی — سر بند شاه من بر همه صید باز را

وله

بها دم سر براه عشق و کردم قطع منزلها — ز سر بگذشتم آسان ساختم بر خویش مشکلها

سر و گر خوشه خوشه شعله آتش برون آید — بخاک کوی خوبان بس که شد دانه دلها

وله

چشمت به تیر غمزه دل و جان من نواخت — خوش با رود وقت مردم مسکین نواز را

خوش خوی شو که پیشتر از خوی نیک بود — چندین قبول خاطر محمود ایاز را

برهمن که سجده صنمی میکنم مخند — آگه نه حقیقت عشق مجاز را

در باخت هر چه داشت شهید از برای عشق — سازیم درد و داغ تو بس پاکباز را

وله

بشام عید کنم ساغر شراب طلب — طلب کنند همه من آفتاب طلب

هلال عید کنم کنج تا سر که با آن — کنند گنج می از عالم خراب طلب

وله

کمتر از پروانه نتوان بود در جان باختن — گر بهوای آتشین رخساره خود پاک سوخت

فارغست از دوزخ و گرمای روز رستخیز — بهر ماهی هر که در غمخانه افلاک سوخت

صحرا خوش است و باغ خوش است و چمن خوش است — جامی بسیار چو خورده ام و وقت من خوش است

بس ناخوشی که عاشق بیچاره خوش کند — دشنام تا خوش است ولی از دهان خوش است

وله

زخواب ناز چو آن شهر نازنین برخاست — علم کشید بلا فتنه از زمین برخاست

زبزم لاله رخان چند غرق خون خیزم
پی برده ام که منزل جانان من کجاست
ناخوانده در رود همه جا همچو آفتاب
جواب طعنهٔ نااهل چیست خاموشی
میان خلق شهیدی چه بیکسی خانه
ای محتسب مکن بمن درد خوار بحث
پروای بحث دینی و عقلی نباشدم
گر بوسه خواستم ز تو شیرین دهن مرنج
رنجه زبار پیرهن ای تازه گل مشو
کلید میکده را یافتم بوقت صباح
قدم نهادم و میخانه را گشادم در
من دوزخی ز سوز جگر تو بهشتی
از خون دیده روی شهیدی منقش است
خرم کسی که در چمن لاله میرود
از مدرسه بمیکده یکشب که میروم
مغان که میگذرد رو سوی ما نمی بیند
بسر خودی بیگانگان نظر دارد
ندارم کس که پیش یار حال زار من گوید
بتلخی جان شیرین میکنم شیرین زبانی کو

نشست هر که باین قوم همنشین برخاست
وله
آرامگاه سرو خرامان من کجاست
خود رای و سرکش است نگار من کجاست
وله
فرمان بیهوده کردن دراز کار نیست
ترا مقام به از گوشهٔ مزار نیست
وله
غوغا میار بر سر ما و گزار بحث
آنجا که حیرت است نیاید بکار بحث
وله
معذور دار عاشق و مستم ز من مرنج
پوشند غیر چون تنت از پیرهن مرنج
وله
برآمد از دل من هیچ که یا فتاح
در آمدند پی من هزار اهل صلاح
وله
مشکل نهم بروی تو مالم زیاده رخ
نادر بماند از زنخت ای ترک ساده زنخ
وله
می دیگری گرفت ز دنباله میرود
در کار می و وظیفه یکساله میرود
وله
کشیده سرمه بگو از حیا نمی بیند
سیاه روی که یک آشنا نمی بیند
وله
غم تنهائی و درد دل افگار من گوید
که بی رنجاندن خاطر شیرین کار من گوید

وله
میروی ای شاه خوبان جانب شهر دگر
میکنی خوارم برای جرم زندان بر فقیر

نیست بازیگوشی هر در عشق بازی باختن
کار سربازان میدان بلا آسان مگیر

وله
زغم گداخت تنم جان زغم نرسته هنوز
خدنگ آه کشم بی جهت جسته هنوز

بر آستان تو عمرم بنامرادی رفت
در مراد بروی شکست بسته هنوز

وله
خوش آن زمان که مرا همنشین تو باشی و بس
رقیب فتنه بکاری همین تو باشی و بس

چنانکه هست بر افلاک آفتاب یکی
بر اوج حسن بروی زمین تو باشی و بس

وله
سجاده را که بود بار اهل هوش
وبال معصیتش نیم انداختم ز دوش

پیمانه که ماند ز شب از وجه خرقه ام
بهر خمار صبح سپردم بمی فروش

وله
ببال مرغ ببستم نامه سپردم بسوی یارش
گران بارست می ترسم که نگشاید بمنقارش

میسر گر شود بوسم کف پای گل اندامی
بمالم دیده ترسم ز مژه در پا رود خارش

وله
کی از سفال سگانت بما دهند آبی
عوام را نبود بهره ز فیض خواص

غزل سرائی خاصم قبول خاصانست
خوش است نظم شهیدی که نیست خاص الخاص

وله
خوشا کسی که بسفال سگ تو ریزم خون
بمن شراب مستی برون ز خانه عوض

برفت مرغ دلم باز پس نمی آید
در این خرابه از و مانده آشیانه عوض

وله
تا نیفتد راز عشقش در زبان این و آن
حرفی از من سر نزد چون حلقه ناخورده

شد شهیدی سربلند از دولت نظم بلند
پست کی گردد اگر گوید گهی نظم وسط

وله
سفر گزیدم و کردم بهر که بود وداع
شدم مقید طوق رکاب شاه شجاع

هوای خدمت دگر بدارم از سر شوق
چو گرد باد چرا راه میروم بسماع

وله
جور دربانش بلا و طعنه دشمن بلا
میرسد بر من بلا بی اختیار از هر طرف

بی بلا هرگز نبیم گر از بلای نیکوان — در شهم دامن رساند روز از هر طرف

ولہ

گفتی که بهتر است ترا مرگ یا فراق — کارم اگر بمرگ فتد به که با فراق
شد روشنم که داغ جدائی چه بوده است — تا جان من بسوخت جدا از دل جدا فراق

ولہ

عاشق ز روی شدم هیچو زردم ساغر بسنگ — چهرهٔ زرد از عشق نیکوتر که از می لاله رنگ
این غزل مطرب بهر مجلس که مستانه خواند — شد شهیدی سرخ روئی دل سیه آید بچنگ

ولہ

عجب دارم ز استغنای این ترک — که می آید چنین بیخواست در دل
ز غیرت خون آن ساغر خورم من — که عکس آن زنخش پیداست در دل

ولہ

بی تو هر شب خون دل از چشم خونبار آورم — گه بزانو سر نهم گه رو بدیوار آورم
گر بگویم درد خود با کوه بی آن سنگدل — کوه را از درد دل با خود از شب تار آورم

ولہ

چو ابر من بهوای تو از جهان رفتم — گلی نچیدم و گریان ز گلستان رفتم
منم شهیدی و باشم علم بروز جزا — ز چشم خلق چه نقصان اگر نهان رفتم

ولہ

آزردهٔ ز طعنهٔ مردم برای من — خوبی تو بلای تو هم شد چه جای من
دامن بکش ز صحبت بیگانگان عشق — تا آشنا کجا تو کجا آشنای من

ولہ

وحشی غزال من بکسی آشنا مشو — ترسم که صید کس شوی از من جدا مشو
مگسل ز ما بغیر مشو رام شد مرا — یکبارگی با هل وفا بی وفا مشو
آراسته ز خانه بیا ناز رو مبیا — بالا بلند من همه کس را بلا مشو
تا چند بر شهیدی مسکین جفا کنی — یکبره ترحمی همه جور و جفا مشو

ولہ

غرق عرق شده رخ چون آفتاب تو — طوفان حسن همه عالم خراب تو
پاکان شدند بادهٔ حسنت جام جم — آلوده را خبر نبود از شراب تو

پرسی ز من که بیدل شیدا چرا شدی | اغیار حاضرند چه گویم جواب تو
گر در دل تو عشق شهیدی اثر نکرد | وقت نظاره چیست همه اضطراب تو

وله

تنهی و زاریم در بارے شکسته | وسلے در زیر دیوارے شکسته
ز ہار دل شهیدی او فتاده | رسن بگسسته و داری شکسته

وله

تا کجے باشم بداغ انتظاری سوخته | مانده چون خاک سرے بر رہگذاری سوخته
اہل ناموس از کجا و بہرۂ عشق از کجا | عشق ہر جا خرمن بی اعتباری سوخته

وله

مرا بغیر دیار حبیب ماوا نه | غریب جائے و آنجا غریب را خانه
براه کعبه وصلت بقطع یک منزل | ز پا فتاده‌ام و منزل هنوز پیدا نه

وله

منم رسوائے شہرے گشته دست از آبرو شسته | ہمی ز خرقه رنگ توبه و تقوی فرو شسته
گرفته کشتی و مستغرق دریا کسے گشته | بپائے خم فتاده دست از جام و سبو شسته

وله

نگوئی از غرور حسن با من یک سخن روزے | بروز بد گرفتارم بپرس احوال من روزے
چو افتند در غریبی نامرادی از دیار من | نگو شناسم او را چون نهم در بر وطن روزے
بکام دل همه جا باده بے حجاب خوری | چه وقت تست که با هر کسے شراب خوری
خمار شرب مبادا که درد سر بدهت | ازین شراب که در عالم شباب خوری
گذر بیاری من آمده خبر میداشتی | جانب افتاده گاهے گذر میداشتی
خوش آن ساعت که میرم بر سر بالین من باشی | زبانم رفته از کار و تو با من در سخن باشی
نگیری پائے تابوت مرا خود در زنجانی | که من باشم گران از درد تو نازک بدن باشی
مرا در بزم خود ره دادی باز هم بدر کردی | بهر یک جام می صد کاسه خونم در جگر کردی
براهم هر قدم صد خار غم لاهی گل خو می نهی | چرا از ره مرا بردی با خود هم سفر کردی

من رباعیاته

رباعی

ای با تو درست عهد و پیمان دلم — داغ طلب وصل تو درمان دلم

آسوده چگونه پا بدامن پیچم — آلوده بلای چشم دامان دلم

عشاق دل از دو کون آزاد کنند — تا آینهٔ رخ یکی ساده کنند

آلوده و مستم از ان صحر و میم — در ساغر آلوده کجا باده کنند

رباعی

حیف است و جو کرد سنگ پاره زمین — یک ذره کاستی بملک اسکندر

دست سوی آزار بر دو گرفت — چیزی ازسنگ پاره محکم تر

رباعی

مردی چه بود خاک راه افتادن — پا بر سر دنیای خود نهادن

ملک دو جهان بحجه نگر فتن — خود را دادن بآنچه باید دادن

من مراثیه

صافی دلان که جام محبت کشیده اند — زهر فنا چشیده و تلخی ندیده اند

چیدند ز باغ میوه که بخت ست باغبانش — وا مانده ما ز خامی و آسان رسیده اند

تنها بجای ما همه تا بنگریم شان — پنهان ز دیده باشد چون نور دیده اند

دشوار نیست مردن ارباب انقطاع — آسان ز جان برند که در تن بریده اند

گشته بباغ صورت و بیرون شده ز باغ — برگ هوس ز پیچ نهالی نچیده اند

جا ساخته ز راه تصرف بهر دلی — خود گفته اند راز دل خود شنیده اند

بر اوج عرش بال زند مرغ روح شان — تن مانده بر زمین خور زمین آرمیده اند

دریای علم حضرت جامی جهان عشق
تن را گذاشت رفت بسوی آشیان عشق

شایان محمد اسلم خان

شایان تخلص۔ محمد اسلم خان نام۔ آپ علی احمد خان ناعط کے فرزند ہین آپ کی
ولادت بلدۂ محمد پور عرف ارکاٹ مین ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے زمانہ مین
کتب درسیۂ فارسیہ اپنے والد ماجد محمد رضا سے تمام کین۔ فارغ التحصیل ہوکے مدراس مین
وارد ہوئے۔ مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان فخری و مولوی محمد باقر آگاہ کی خدمت
مین کتب عربیہ ابتدا سے انتہا تک ختم کین عربی مین بھی کامل ہوئے۔ نواب امیر الامرا
بہادر کے میر منشی ہوئے۔ فارسی مین عبارت چست و درست با محاورہ مثل اہل زبان
لکھتے تھے۔ تحریر مین ظہوری و طغرا کا طرز اختیار فرماتے تھے۔ آپکا ہر ایک فقرہ
برجستہ و شائستہ اور ہر ایک جملہ شگفتہ و بائستہ ہوتا تھا۔ امیر الامرا آپکی عبارت
شیرین کو دیکھکے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ اور آپکی لیاقت کی تعریف فرماتے تھے
آپ نوابصاحب کی زندگی تک میر منشی گری کی خدمت پر مامور رہے۔ نواب کی
رحلت کے بعد مختلف خدمات مثلاً باغات کی داروغگی اور دار الضرب کی امینی
و جاگیرات نیاز حرمین شریفین کی تحصیلداری پر مامور ہوتے رہے۔ ہر ایک خدمت
مفوضہ کو امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ حکام بالادست آپکے
کام سے بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ حکام کی تابعداری سے سر مو فرق نہین کرتے تھے
آپ موزون الطبع تھے۔ شعر و شاعری کے میدان مین جولانی کرتے تھے۔ جو کچھہ موزون
فرماتے تھے خوب مرغوب ہوتا تھا۔ صاحب التالیف و التصنیف بھی تھے۔ متعدد رسائل
لکھے ہین۔ مسائل التعلیم شرح منہج التقویم و شرح فارسی منہاج و مثنوی گدا زدل

و مثنوی ظفرنامہ و وقایع حیدری و عین الانصار و گلدستۂ مناقب وغیرہا - اور آپکا دیوان غزلیات و قصائد پر شامل ہے - آخر آپ ۱۲۳۴ہجری مین واصل حق ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ

آفتابیست کہ از شام قیامت پیداست
نو بہار گلشن عشق تو تا افروخت شمع
خط سوج ست انگشت تحیر بر لب ساغر
چشم او از بسکہ داد مستی می دادہ است
خندہ برق جنون ریدن پنہان کسے
اشک دریا دل شایان سر طوفان دارد

ولہ

یعنے آن عارض تابان بخم گیسو ہا
سوخت یکجا بلبل و یکسو پر پروانہا

ولہ

نازنم گردش چشم کہ حیران سکندلی
جام محو بیخودی و سجدہ مینا کردہ است
فتنہ وام پری سایۂ مژگان کسے
نکشد چشم ترش منت دامان کسے

شائق - غلام محی الدین

شائق تخلص - غلام محی الدین نام - شائق علیخان خطاب ہے - آپ شاہ احمد انور اللہ قادری کے فرزند ہین - آپکے نسب کا سلسلہ تین واسطہ سے جناب مولوی محمد حسین شہید المعروف با مام صاحب مدراس سے منتہی ہوتا ہے - آپکے خاندان مین اکثر بزرگان روشن ضمیر گذرے ہین - آپکا اصلی وطن بیدر ہے - آپکے جد و پدر کا مولد قصبۂ اُدگیر ہے آپکا بہی مسقط الراس قصبہ مذکور ہے - آپکی ولادت سنہ ۱۲۰۲ہجری مین واقع ہوئی ایام طفلگی مین والد ماجد کے ہمراہ کالستری مین آئے اور وہان سکونت اختیار کرکے مدراس مین پہنچے - علمائے عصر کی خدمت مین کتب درسیہ عربیہ ختم کرکے فضیلت کی سند

حاصل کی - اور کتب فارسیہ مولوی محمد باقر آگاہ و مولوی سید خیر الدین فائق سے
ختم کین - اور شعر و شاعری مین مرزا علی بخت اظفری و میر شاہ حسین حقیقت سے
مشق کرتے تھے - آپکا کلام سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا ہے - معاصرین پر بڑھ گئے - اور آپ
انشا پردازی مین ظہوری و طغرا کے ہم سنگ تھے بدیہہ گوئی مین ضرب المثل تھے - ایکدو ساعت
مین قصائد موزون کر دیتے تھے - چنانچہ حسب الحکم نواب والا جاہ تیرہ روز مین (۳۷)
غزل نعت مین موزون کر دئے - نواب صاحب بہت خوش ہوئے - آپکے کلام کی داد
دی بیحد تعریف و تحسین کی - آپکو اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت تھی
طریقت مین ثابت قدم و راسخ دم تھے بسنہ ۱۲۳۳ ہجری مین بتقریب شادی اوگیر گئے
شادی سے فارغ ہوکے مدراس مین واپس آئے - اسوقت نواب کا آخر عہد تھا تا بزندگی
نواب کے ملازمین مین رہے - انعام و خطاب مذکورہ سے سرفراز ہوئے - حسب الحکم نواب
مدرسہ فارسی سرکاری مین ملازم ہوئے - شعر و شاعری مین مستغرق رہتے تھے
آپکی تصنیف سے ایک دیوان مسمی مرج البحرین و روضۂ قدسیان و مثنوی رشک بہشت
وغیرہ ہین - فارسی و اردو زبان مین کلام موزون فرماتے تھے - کلام درست و صاف
ہوتا ہے حشو و زوائد سے پاک - آخر آپکی رحلت سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین واقع ہوی -
آپکے بھائی واقف نے رحلت کی تاریخ کہی ھو ھذا

بیدل عصر حضرت شایق — قدس اللہ السرہ السامی
کام دل جست چون بقرب الہ — کہ جہانست جائے ناکامی

ہاتفم سال رحلتش فرمود
رفتہ ہیہات ہمدم جامی
۱۲۴۹

من کلامہ

بوسۂ قند لب یار بسیر مہتاب
سیاہ بہ ذوق دگر چون شکر و شیر مرا

وله
صفائے جوہر دانم ز چشم تر شود پیدا
برین دعوی دلیل روشن از گوہر شود پیدا

وله
عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند
گل گریبان چاک دارد از نوائے عندلیب

وله
حال عمر برگشتہ از سودائے زلف دلبر ست
سطرہائے راست آید چون کجی در مسطر ست

وله
تا بگیرد ملک عالم ہم خدیو عشق را
ہر نو نہالی می نگرم خاک بر سر است

وله
مگر ز خاک نشان سوار می جوید
وگرنہ چیست زمین کندن فرس بیدو دست

وله
ز سودا چون بیاز ارشد دل پر داغ خود برہم
نگفتا کس نمی گیرد متاع داغدار اینجا

وله
در حجاب زلف کن نظارۂ روئے یار را
صبح امید از سواد این شب یلدا طلب

نمیدانم کدامی شعلہ در سینہ جا دارد
کہ می جوشد شرر از چشم گریانی کہ من دارم

شمع انجمن کے مولف نے لکہا کہ آپکا حسبی تعلق حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز سے منتہی ہوتا ہے۔ گلزار اعظم کے مولف نے صرف نسبی سلسلہ لکہا۔ اور حسبی سلسلہ سے سکوت کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شوقی مولوی غلام غوث

شوقی تخلص غلام غوث نام۔ وطناً گوپاموئی۔ آپکا حسبی سلسلہ قاضی مبارک شارح سلم العلوم سے منتہی ہوتا ہے۔ کتب متداولہ فارسیہ عربیہ مین مہارت کامل رکھتا تہا ادیب فاضل تہا۔ انشا پردازی سخن سازی مین خوشنود کا شاگرد تہا۔ ہندوستان سے سیاحت کرتا ہوا مدراس مین وارد ہوا۔ ضلع کنشور مین افتا کی خدمت پر مقرر ہوا۔

مدت تک انشا کی خدمت کو عمدہ طرح سے انجام دیتا رہا۔ خوش اخلاق و ذی مروت تھا
سخن سنج و سخن پرداز تھا۔ رسائی طبیعت سے کلام پسندیدہ موزون کرتا تھا شعرائے
عصر آپکے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ انصافانہ داد دیتے تھے۔ قدرت اللہ خان صاحب
نتائج الافکار کے دوستون سے تھا۔ خاموصوف نے آپکی رحلت کے بعد ایک
مرثیہ آپکے رنج مین لکھا ہے تذکرہ مین مذکور ہے۔ آخر عمر مین آپکو عارضہ لاحق
ہوا۔ مرض روز بڑہتا گیا ہرچند کہ معالجہ کرتے تھے۔ لیکن مفید نہین ہوتا تھا۔ معالجہ
کے لئے حیدر آباد دکن روانہ ہوئے۔ حیدر آباد کے قریب پہنچکے ۱۲۳۲ سنہ ہجری مین
فوت ہوئے۔ آپ کو تجہیز و تکفین کرکے شہر مین لائے بہبود علی شاہ عرف بوڑے شاہ
کے تکیہ مین دفن کئے۔ **ھو ھذا**

سر در بر من آر کہ نازی بہ ازین نیست ۔۔۔ گو بیم سخن بوسہ کہ رازے بہ ازین نیست
کارم آخر شدہ از درد و نگشتی آگہ ۔۔۔ شیشہ شکست و بگوش تو صدائے نرسید

شفیع میر محمد شفیع

شفیع تخلص - میر محمد شفیع نام - آپ میر عسکری باقری استرآبادی کے فرزند
مین گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپکے اجداد سلف سے میر حسن باقری استرآباد سے
سلطان عبداللہ قطب شاہ والی تلنگانہ کے عہد مین وارد دکن ہوئے قطب شاہ کے دربار مین
باریاب ہوئے۔ قطب شاہ نے بلحاظ سیادت و نجابت تعظیم و تکریم کی۔ اول ہی ملاقات
مین انعام و جاگیر و منصب سے سرفراز فرمایا۔ اور جاگیر مری گنٹہ علاقہ حیدر آباد مین بطور
التمغا مرحمت کیا۔ مولف مذکور لکہتا ہے کہ اب تک جاگیران کی اولاد پر جاری ہے

انتہی کلامہ۔ شفیع صاحب ترجمہ کے والد ابتدا مین تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور انکا مستقر تجارت پہلی ہندر تھا چند مدت کے بعد ضلع نیلور کے محکمہ مین منشی گری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ شفیع کی ولادت ۱۲۳۹ھ ہجری مین ضلع مذکور مین واقع ہوئی سن شعور کے بعد والد ماجد کی خدمت مین کتب متداولہ فارسی عربی ختم کین۔ اور شعر و شاعری مین آپ کو تلمذ میر محمد حسن غریب تخلص سے تھا۔ جب [illegible] میرزا عبد الباقی وفا کے بھی شاگرد ہوئے۔ مدت تک وفا کی [illegible] محاورات و اصطلاحات فارسی و اصلاح سخن مین مصروف رہے۔ پھر چند روز سیر و سیاحت مین گزارے آخر والد ماجد کے انتقال کے بعد دیوانی محکمہ مین خدمت سررشتہ داری پر تقرر ہو تا بزندگی خدمت مفوضہ پر مامور رہے۔ آپکا سنہ وفات دستیاب نہین ہوا۔ آپ علاوہ زبان فارسی عربی تلنگی و ہندی مین بھی مہارت کامل رکھتے تھے شعر گوئی و سخن فہمی مین بیا مستعد تھے۔ آپکا کلام فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ صاحب تالیف و التصنیف تھے۔ سوائے دیوان فارسی کوئی رسالہ یا نسخہ مولفات سے نہین دیکھا گیا۔ نہ کسی صاحب تذکرہ نے لکھا شاید گوشہ گمنامی مین ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب من اشعارہ

خال بر عین صنم بس بہرا انداز ست — الف کرد ست گر حسن الف قامت را

ایضاً

تا نباید خال رخش سر بلندم — حاجت زاختر نباشد نباشد

،،

مردمک ست تہی شد زر در و لعل شکر تنک — لعل خندان بدرے گوہر دندان بدرے

،،

نرگس و غنچہ و گل چشم و دہان و رخ تست — حاشا شد روم جانب بستان کسے

،،

ساقی زفیض جام جہانی شدہ است مست — ما نیز آمدیم خبر دار اند کسے

تمام شد حصہ اول محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن

تاریخ طبع از مولانا جامع الفضل والکمال مولوی عبد الجلیل صاحب المتخلص بہ نعمانی سلمہ اللہ تعالیٰ

صوفی از بہر سخن سنجان نہاد
از برائے سال تالیف و شیوع

یادگارے ہمچو محبوب زمن
تذکرہ گفتم از روئے دکن
۱۳۲۹ ہجری

مولوی صوفی ملکاپوری
تذکرہ بنوشت بہر شاعران
کلک نعمانی رقم زد سال آن

از کمال جامعیت علم و فن
جامع انجاز تحقیق سخن
خوب در تحسیت محبوب زمن
۱۳۲۹ ہجری

تذکرہ سے آغاز تالیف کا اور دکن کے تعمیہ سے اتمام تالیف اشاعت کا سنہ نکلتا ہے

اعلان

چونکہ اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے بغیر اجازت راقم
کوئی صاحب قصد طبع نفرمائین بعوض نفع نقصان اٹھائین
ہان جسقدر نسخے مطلوب ہون راقم سے طلب فرمائین ۔

نوٹ

جس کتاب پر مولف کی مہر یا دستخط نہو وہ مال مسروقہ سمجھا جائے

المشتہر

محمد عبد الجبار خان صوفی الملکاپوری ثم حیدرآبادی مدرس
فارسی عربی مدرسہ اعزہ